فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (القرآن)
فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (الحديث)

نجم الفتاوی
جدید

جلد أوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق پانچ سو سے زائد
اہم فتاوی جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

تألیف:
حضرت شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء ومہتمم دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جدید ترتیب وتبویب: مفتی فرحان حسن عفی عنہ
نگران شعبہ تصنیف واستاذ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

ناشر
شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم یاسین القرآن

Marfat.com

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (القرآن) فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (الحدیث)

نجم الفتاوی (جدید)

جلد أوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق پانچ سو سے زائد
اہم فتاوی جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

تألیف: حضرت شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء ومہتمم دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جدید ترتیب وتبویب: مفتی فرحان حسن
نگران شعبہ تصنیف واستاذ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

ناشر
شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم یاسین القرآن

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب کا نام : نجم الفتاویٰ

مؤلف : حضرت شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء و مہتمم دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جدید ترتیب وتبویب : مفتی فرحان حسن (استاذ دارالعلوم یاسین القرآن)

کمپوزنگ : بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب

سن اشاعت : 1437ھ بمطابق 2016ء

مطبع : ادارۂ طباعت 0333-2136180

ناشر : شعبۂ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)
0301-2113944, 0334-3957443

297-35
0340
۱۵۹۲۹۹ جلد۱

ملنے کے پتے:
ملک کے مشہور اسلامی کتب خانوں سے طلب فرمائیں!

اسٹاکسٹ : ادارۃ النور
شاپ نمبر 2، پلاٹ نمبر 4/ G.R.E.672 انور مینشن، بنوری ٹاؤن، کراچی
Ph: +92-21-34914569
Email: idaratunnoor@gmail.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی فہرست (جلداول)

کتاب الایمان والعقائد ۵۹

فصل فی کلمات الکفر وغیرھا ۷۲

فصل فی السنۃ والبدعۃ ۱۸۷

باب الانبیاء ۲۸۶

کتاب التفسیر ومایتعلق بالقرآن ۳۵۹

کتاب مایتعلق بالحدیث ۳۷۲

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات ۳۹۹

باب مایتعلق بالصحابۃ ۴۲۲

فصل فی الرؤیا ۴۴۳

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک ۴۵۲

کتاب التوسل والتبرک ۴۶۲

Marfat.com

کتاب الاسماء والالقاب ۴۷۷
فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة ۴۸۲
فصل فی التعویذات ۵۱۷
فصل فی اغلاط العوام ۵۲۱
کتاب التاریخ والسیر ۵۳۲
کتاب الاجتهاد والتقلید ۵۶۰
فصل فی علامات الساعة ۵۷۳
فصل فی احوال ما بعد الموت ۵۷۸
فصل فی کیفیة الحشر وأحواله ۵۹۳
فصل فی المتفرقات ۶۰۲
فهرست الفتاوی المحققة فی المجلدات الستة ۶۳۸

UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

آئینہ عناوین

نجم الفتاوی جلد ۱

(کتاب الایمان والعقائد)

	عرضِ مرتب (از مفتی فرحان حسن عفی عنہ)	۲۸
	مقدمہ از شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتھم العالیۃ	۳۹
	کتاب الایمان والعقائد (ایمان اور عقائد کے بیان میں)	۵۹
(۱)	کیا ایمان مخلوق ہے؟	۵۹
(۲)	کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت	۶۰
(۳)	چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے	۶۱
(۴)	ایمان کیلئے فقط توحید و رسالت کا اقرار کافی ہے؟	۶۲
(۵)	نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت	۶۳
(۶)	مرتد کے مسلمان ہوجانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم	۶۴
(۷)	قریب المرگ شخص کا حکم	۶۴
(۸)	غرغرہ اور قریب المرگ شخص سے متعلق حکم	۶۵
(۹)	غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم	۶۶
(۱۰)	مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا	۶۷
(۱۱)	ملحد کی تعریف	۶۸

Marfat.com

(۱۲)	زندیق کی تعریف	۶۹
(۱۳)	ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب	۷۰
(۱۴)	جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا	۷۰
	فصل فی کلمات الکفر وغیرہا (کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)	۷۲
(۱۵)	اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار	۷۲
(۱۶)	حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا	۷۳
(۱۷)	مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا	۷۳
(۱۸)	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کو گالیاں دینے والا	۷۴
(۱۹)	مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا	۷۴
(۲۰)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا	۷۵
(۲۱)	روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا	۷۶
(۲۲)	کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت	۷۷
(۲۳)	اپنی بیوی کو ”تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں“ کہنے کا حکم	۷۸
(۲۴)	شریعت کے خلاف اشعار کہنا	۷۹
(۲۵)	یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں	۸۰
(۲۶)	کیا صدقہ فطر کا منکر کافر ہے؟	۸۲
(۲۷)	ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا	۸۲
(۲۸)	ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرنا	۸۳
(۲۹)	داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا	۸۳
(۳۰)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضر وناظر وغیرہ عقائد رکھنے والے شخص کا حکم	۸۴
(۳۱)	مؤذن کو گالی دینا	۸۵
(۳۲)	ملاقات کے وقت جھکنا	۸۵
(۳۳)	کسی کے سامنے سجدہ کرنا	۸۶

Marfat.com

(۳۴)	اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے"	۸۷
(۳۵)	غیبت کو حلال سمجھنا	۸۷
(۳۶)	گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا	۸۸
(۳۷)	کیا معراج کا منکر کافر ہے؟	۸۸
(۳۸)	جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا	۸۹
(۳۹)	عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھنے کا حکم	۹۰
(۴۰)	یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں	۹۱
(۴۱)	یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا	۹۲
(۴۲)	نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا	۹۳
(۴۳)	خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکر زکوٰۃ کا حکم	۹۴
(۴۴)	یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے	۹۶
(۴۵)	جو شخص شیخین کو کافر لکھے	۱۰۳
(۴۶)	یوں کہنا کہ "میں حلال وحرام نہیں جانتا"	۱۰۳
(۴۷)	غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم	۱۰۴
(۴۸)	کیا محمد بن عبدالوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟	۱۰۴
(۴۹)	شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا	۱۰۵
(۵۰)	نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم	۱۰۶
(۵۱)	کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم	۱۰۶
(۵۲)	رسالة: شفاء الجذام فی تمنی الحلة لما هو الحرام حرام کے حلال یا نماز، روزے کے فرض نہ ہونے کی آرزو کرنے کا حکم	۱۰۸
(۵۳)	یوں کہنا کہ "اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے"	۱۱۳
(۵۴)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا	۱۱۳
(۵۵)	غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا	۱۱۴
(۵۶)	"اگر میں فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں" کہنے کا حکم	۱۱۵

Marfat.com

(۵۷)	حرام کی ابتداوانتہاء پر بسم اللہ والحمدللہ کہنا/ترک صلوٰۃ وقراۃ پر قسم	۱۱۶
(۵۸)	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضروناظر ہیں؟	۱۱۷
(۵۹)	غلام علی، غلام مصطفی اور غلام رسول نام رکھنا	۱۲۰
(۶۰)	کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا	۱۲۱
(۶۱)	اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا	۱۲۲
(۶۲)	داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا	۱۲۲
(۶۳)	یوں کہنا کہ "انامؤمن انشاء اللہ"	۱۲۳
(۶۴)	یوں کہنا کہ میں جزاوسزا سے آزاد ہوں	۱۲۴
(۶۵)	انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کئے جانے کا عقیدہ رکھنا	۱۲۴
(۶۶)	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاء ناپسندیدہ کہنا	۱۲۶
(۶۷)	یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے	۱۲۶
(۶۸)	موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟	۱۲۷
(۶۹)	کسی ہندو کو کافر کہنا	۱۲۹
(۷۰)	یوں کہنا کہ ان شاء اللہ نہیں جانتا	۱۲۹
(۷۱)	یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا	۱۳۰
(۷۲)	مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟	۱۳۱
(۷۳)	''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم	۱۳۲
(۷۴)	چند شرکیہ اشعار	۱۳۳
(۷۵)	انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا	۱۳۳
(۷۶)	''فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے'' کہنے کا حکم	۱۳۴
(۷۷)	اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم	۱۳۴
(۷۸)	''اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے'' یہ کہنے والے کا حکم	۱۳۵
(۷۹)	توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا	۱۳۵
(۸۰)	یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے	۱۳۶

Marfat.com

(۸۱)	شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا	۱۳۶
(۸۲)	کافر کو کافر کہنا	۱۳۷
(۸۳)	یارسول اللہ مدد، یا علی مدد اور یا علی مشکل کشا کہنا	۱۳۸
(۸۴)	عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا	۱۳۹
(۸۵)	کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب تھے؟	۱۴۰
(۸۶)	جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا	۱۴۰
(۸۷)	حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم	۱۴۱
(۸۸)	کلمات کفر کا صدور	۱۴۲
(۸۹)	کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟	۱۴۲
(۹۰)	مسواک کا مذاق اڑانا	۱۴۳
(۹۱)	طلاق ثلاث کے منکر اور اجماع سکوتی کا حکم	۱۴۴
(۹۲)	خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا	۱۴۵
(۹۳)	نماز کو ورزشی عمل کہنے کا حکم	۱۴۵
(۹۴)	یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گندم نہ کھاتے تو......	۱۴۶
(۹۵)	کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟	۱۴۷
(۹۶)	ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا	۱۴۸
(۹۷)	سنت کا مذاق اڑانا	۱۴۹
(۹۸)	داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا	۱۵۰
(۹۹)	یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی	۱۵۰
(۱۰۰)	ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت	۱۵۰
(۱۰۱)	شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سوال کرنا	۱۵۱
(۱۰۲)	یا محی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا	۱۵۲
(۱۰۳)	سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا	۱۵۲
(۱۰۴)	فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا	۱۵۳

Marfat.com

(۱۰۵)	کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا	۱۵۳
(۱۰۶)	داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا	۱۵۴
(۱۰۷)	دست شناسی کی حیثیت	۱۵۴
(۱۰۸)	حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا	۱۵۵
(۱۰۹)	حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا	۱۵۵
(۱۱۰)	گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا	۱۵۶
(۱۱۱)	یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں	۱۵۷
(۱۱۲)	انبیاء علیہم السلام و شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینا، قرآنی آیات میں تاویل اور زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا	۱۵۷
(۱۱۳)	یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے	۱۵۸
(۱۱۴)	یوں کہنا کہ اللہ و رسول کو گواہ بناتا ہوں	۱۵۹
(۱۱۵)	جادوگری کی شرعی حیثیت	۱۵۹
(۱۱۶)	یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا/ سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا	۱۶۰
(۱۱۷)	استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا	۱۶۱
(۱۱۸)	یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی	۱۶۲
(۱۱۹)	یوں کہنا ''مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی'' اس کا حکم	۱۶۳
(۱۲۰)	داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا	۱۶۴
(۱۲۱)	قراءت سبعہ عشر کے انکار کا حکم	۱۶۴
(۱۲۲)	کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟	۱۶۵
(۱۲۳)	اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا	۱۶۶
(۱۲۴)	ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا	۱۶۶
(۱۲۵)	کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا	۱۶۷
(۱۲۶)	اولیاء سے مدد مانگنا/ اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا	۱۶۷
(۱۲۷)	کتب فقہ کی توہین کرنا	۱۶۸
(۱۲۸)	یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا	۱۶۹

Marfat.com

(۱۲۹)	''کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے'' اور ''جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے'' میں تعارض کا دفعیہ	۱۷۰
(۱۳۰)	سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا	۱۷۰
(۱۳۱)	دعوی مجددیت ومہدیت	۱۷۱
(۱۳۲)	یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟	۱۷۲
(۱۳۳)	کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا	۱۷۳
(۱۳۴)	کیا مولانا کہنا شرک ہے؟	۱۷۴
(۱۳۵)	کافر سے جھاڑ پھونک کرانا	۱۷۴
(۱۳۶)	ارکان اسلام کا انکار	۱۷۵
(۱۳۷)	بغیر تحقیق کفر کا فتوی	۱۷۶
(۱۳۸)	علم غیب اور فالنامہ	۱۷۶
(۱۳۹)	عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا	۱۷۹
(۱۴۰)	عالم کی تضحیک کا حکم	۱۷۹
(۱۴۱)	عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم	۱۸۰
(۱۴۲)	علماء کرام کو سب وشتم کرنے والے کا حکم	۱۸۲
(۱۴۳)	مشائخ پر لعن طعن کرنے والے سے تعلقات رکھنا	۱۸۳
(۱۴۴)	بے نمازی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم	۱۸۴
(۱۴۵)	توہین رسالت کے مرتکب کا حکم	۱۸۵
(۱۴۶)	نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت	۱۸۵
	فصل فی السنة والبدعة (سنت اور بدعت کے بیان میں)	۱۸۷
(۱۴۷)	رسالة: دفع الظلام عن معنى البدعة أنها النية أم الالتزام بدعت کیا ہے؟	۱۸۷
(۱۴۸)	قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم	۱۹۰
(۱۴۹)	بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا	۱۹۰

Marfat.com

(۱۵۰)	وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا	۱۹۱
(۱۵۱)	عاشورہ کے دن سرمہ لگانا	۱۹۱
(۱۵۲)	مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا	۱۹۳
(۱۵۳)	وضوء میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا	۱۹۴
(۱۵۴)	رسالة: منع الطلبة عن اخذ الاجرة على تلاوة الكتاب للبركة برکت کیلئے قرآن خوانی اور اس پر اجرت کا حکم	۱۹۵
(۱۵۵)	کیا متقدمین کے زمانے کے ہدایا اجرت تھے؟	۲۰۱
(۱۵۶)	سبز پگڑی کا اہتمام کرنا	۲۰۲
(۱۵۷)	قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا	۲۰۳
(۱۵۸)	چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا	۲۰۴
(۱۵۹)	جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا	۲۰۶
(۱۶۰)	حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ	۲۰۷
(۱۶۱)	بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا	۲۰۹
(۱۶۲)	قبروں کو بوسہ دینا	۲۱۰
(۱۶۳)	قبر پر قرآن خوانی کرنا	۲۱۰
(۱۶۴)	مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا	۲۱۱
(۱۶۵)	ختم قرآن کے موقع پر عزیز واقارب اور بچوں کو مدعو کرنا	۲۱۲
(۱۶۶)	بدعتی کی عزت واکرام کرنا	۲۱۲
(۱۶۷)	کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا	۲۱۳
(۱۶۸)	نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا	۲۱۳
(۱۶۹)	کیا عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟	۲۱۴
(۱۷۰)	بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا	۲۱۵
(۱۷۱)	رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا	۲۱۵
(۱۷۲)	فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا	۲۱۶

Marfat.com

(۱۷۳)	فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا	۲۱۷
(۱۷۴)	میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا	۲۱۷
(۱۷۵)	آیت کریمہ کا ختم	۲۱۹
(۱۷۶)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد	۲۱۹
(۱۷۷)	دس محرم کے مروجہ افعال	۲۲۰
(۱۷۸)	قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا	۲۲۱
(۱۷۹)	ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق	۲۲۲
(۱۸۰)	عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا	۲۲۳
(۱۸۱)	عاشورہ کی رسومات اور بدعات	۲۲۳
(۱۸۲)	"الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله" کہنے کا حکم	۲۲۴
(۱۸۳)	محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت	۲۲۵
(۱۸۴)	جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا	۲۲۶
(۱۸۵)	قرآنی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کے کتبوں کو چومنا	۲۲۶
(۱۸۶)	ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ	۲۲۷
(۱۸۷)	آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا	۲۲۸
(۱۸۸)	۲۲ ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت	۲۲۸
(۱۸۹)	رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا	۲۲۹
	رسالة: ازالة الدرن فی حکم الدعاء بعد السنن	۲۳۱
(۱۹۰)	سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت	
(۱۹۱)	نماز تراویح کے دوران الصلوۃ برمحمد کا نعرہ لگانا	۲۴۰
(۱۹۲)	بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم	۲۴۰
(۱۹۳)	شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت	۲۴۱
(۱۹۴)	رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات	۲۴۲
(۱۹۵)	۲۷ رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا	۲۴۷

Marfat.com

(۱۹۶)	ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا	۲۴۹
(۱۹۷)	محرم میں بنائی جانے والی حلیم کا حکم	۲۵۰
(۱۹۸)	قبر پر اذان دینا/نجومی کو ہاتھ دکھانا	۲۵۱
(۱۹۹)	قبر پر پھول چڑھانا	۲۵۲
(۲۰۰)	نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت	۲۵۳
(۲۰۱)	اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا/تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا	۲۵۴
(۲۰۲)	حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ	۲۵۵
(۲۰۳)	تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا	۲۵۶
(۲۰۴)	میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/قبر پر اذان دینا/میت کو چھتری سے ڈھانک کر لے جانا	۲۵۷
(۲۰۵)	بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظمؓ کا عمل	۲۵۸
(۲۰۶)	مبتدع (بدعتی) کی تعریف	۲۵۸
(۲۰۷)	غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا	۲۵۹
(۲۰۸)	رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا	۲۶۰
(۲۰۹)	تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے؟	۲۶۱
(۲۱۰)	سوئم کی شرعی حیثیت/دفن کے بعد دعا کرنا	۲۶۱
(۲۱۱)	دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا	۲۶۳
(۲۱۲)	جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا	۲۶۳
(۲۱۳)	تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ	۲۶۴
(۲۱۴)	میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا	۲۶۵
(۲۱۵)	قضائے عمری کی شرعی حیثیت	۲۶۶
(۲۱۶)	تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا	۲۶۷
(۲۱۷)	نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا	۲۶۷
(۲۱۸)	تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت	۲۶۹
(۲۱۹)	بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا	۲۶۹

Marfat.com

(۲۲۰)	شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم	۲۷۰
(۲۲۱)	یوم صدیق اکبرؓ پر چھٹی کا مطالبہ	۲۷۱
(۲۲۲)	اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا	۲۷۲
(۲۲۳)	ہر جمعرات یٰسین کا ختم کروانا	۲۷۲
(۲۲۴)	نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا	۲۷۴
(۲۲۵)	دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟	۲۷۴
(۲۲۶)	مبتدعین کی مساجد و مدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت	۲۷۵
(۲۲۷)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت	۲۷۷
(۲۲۸)	قبر پر قرآن مجید کی تلاوت	۲۷۸
(۲۲۹)	کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا	۲۷۹
(۲۳۰)	قبروں پر چادریں چڑھانا	۲۸۰
(۲۳۱)	تعزیت کا طریقہ اور میت کے لئے دعا	۲۸۰
(۲۳۲)	سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا	۲۸۱
(۲۳۳)	کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟	۲۸۲
(۲۳۴)	تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا	۲۸۲
(۲۳۵)	گیارہویں اور شب برأت کا کھانا	۲۸۳
(۲۳۶)	مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا	۲۸۳
(۲۳۷)	اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت	۲۸۴
(۲۳۸)	چالیس روز تک قبرستان جانا	۲۸۵
	باب الانبیاء (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)	۲۸۶
(۲۳۹)	کیا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قبول ہوئی؟	۲۸۶
(۲۴۰)	حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟	۲۸۶
(۲۴۱)	حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں من گھڑت قصہ	۲۸۷

Marfat.com

(۲۴۲)	حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ کون تھیں؟	۲۸۸
(۲۴۳)	حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کی آزمائش کی ایک صورت	۲۸۹
(۲۴۴)	حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام	۲۹۰
(۲۴۵)	کیا حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟	۲۹۱
(۲۴۶)	حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد	۲۹۲
(۲۴۷)	کیا حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟	۲۹۳
(۲۴۸)	قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا پتھر مارنا	۲۹۴
(۲۴۹)	حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد	۲۹۴
(۲۵۰)	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کوان کے پیروکار نے شہید کردیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟	۲۹۵
(۲۵۱)	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ	۲۹۶
(۲۵۲)	حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ایک سوال کا جواب	۲۹۷
(۲۵۳)	کتنے انبیاء زندہ ہیں؟	۲۹۸
(۲۵۴)	تحقیق عصمت انبیاء	۲۹۸
(۲۵۵)	مہاتما بدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے؟	۳۰۰
(۲۵۶)	امتیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی نہیں	۳۰۱
(۲۵۷)	انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت	۳۰۳
(۲۵۸)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (بول و براز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم	۳۰۴
(۲۵۹)	رسالة: الكتاب المقبول لبيان مذهب الحنفية فى الذمى شاتم الرسول ذمی شاتم رسول سے متعلق حنفیہ کے مذہب کی تحقیق	۳۰۵
(۲۶۰)	رسالة: تنبيه ذوى العقول ببيان مذهب الحنفية فى قبول التوبة لشاتم الرسول شاتم رسول کی توبہ کا حکم	۳۱۲
(۲۶۱)	شاتم رسول کو انفرادا قتل کرنا	۳۲۳
(۲۶۲)	جنات کی طرف مبعوث انبیاء	۳۲۶
(۲۶۳)	انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت	۳۲۶

Marfat.com

(۲۶۴)	مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے	۳۲۷
(۲۶۵)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ووفات اور آپ کے غسل وجنازہ کی کیفیت	۳۲۷
(۲۶۶)	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کس طرح ہوئی؟	۳۲۹
(۲۶۷)	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟	۳۳۰
(۲۶۸)	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے یا بشر؟	۳۳۰
(۲۶۹)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر	۳۳۱
(۲۷۰)	نبوت سے قبل طریقہ عبادت	۳۳۲
(۲۷۱)	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی	۳۳۲
(۲۷۲)	دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کی وجہ	۳۳۴
(۲۷۳)	کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟	۳۳۵
(۲۷۴)	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی تعداد	۳۳۶
(۲۷۵)	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟	۳۳۷
(۲۷۶)	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟	۳۳۷
(۲۷۷)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اوپر درود پڑھنا	۳۳۸
(۲۷۸)	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟	۳۳۸
(۲۷۹)	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کا رنگ	۳۳۹
(۲۸۰)	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا ایک واقعہ	۳۴۰
(۲۸۱)	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۳۴۲
(۲۸۲)	حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتاب وسنت سے ثبوت	۳۴۳
(۲۸۳)	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ	۳۴۳
(۲۸۴)	انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق	۳۴۵
(۲۸۵)	قبر اطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت	۳۴۶
(۲۸۶)	کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے والد کی طرح ہیں؟	۳۵۲
(۲۸۷)	نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم	۳۵۳

Marfat.com

(۲۸۸)	[illegible]	۳۵۵
(۲۸۹)	[illegible]	۳۵۶
(۲۹۰)	معراج جسمانی یا روحانی؟	۳۵۷
(۲۹۱)	حضور ﷺ کے والدین کا ایمان	۳۵۸

کتاب التفسیر وما یتعلق بالقرآن

(تفسیر اور علوم قرآن کے بیان میں) ۳۵۹

(۲۹۲)	[illegible]	۳۵۹
(۲۹۳)	[illegible]	۳۶۰
(۲۹۴)	وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا آیت کا مطلب؟	۳۶۱
(۲۹۵)	واهجرهم هجرا جميلا سے کیا بات ثابت ہوتی ہے؟	۳۶۳
(۲۹۶)	[illegible]	۳۶۳
(۲۹۷)	[illegible]	۳۶۶
(۲۹۸)	تفسیر [illegible] کی حیثیت	۳۶۶
(۲۹۹)	[illegible]	۳۶۷
(۳۰۰)	[illegible]	۳۶۸
(۳۰۱)	[illegible]	۳۶۹
(۳۰۲)	[illegible]	۳۶۹
(۳۰۳)	قرآن مجید کے قصے	۳۷۰
(۳۰۴)	[illegible]	۳۷۰
(۳۰۵)	[illegible]	۳۷۱

کتاب ما یتعلق بالحدیث

(حدیث شریف سے متعلق سوالات) ۳۷۲

(۳۰۶)	[illegible]	۳۷۲
(۳۰۷)	حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں	۳۷۲

Marfat.com

(٣٠٨)	قبور صحابہؓ کی زیارت اور حدیث "لاتشد الرحال الخ" کا مطلب	٣٧٣
(٣٠٩)	وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب	٣٧٤
(٣١٠)	گرگٹ کو مارنے پر ثواب	٣٧٥
(٣١١)	جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب	٣٧٦
(٣١٢)	حدیثِ حوأب کی تحقیق	٣٧٧
(٣١٣)	احادیث سے متعلق چند سوالات	٣٧٩
(٣١٤)	"ان الله خلق آدم علی صورته" کا مطلب	٣٨١
(٣١٥)	"من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر" کا مطلب	٣٨٢
(٣١٦)	بعد عصر مطالعہ کی ممانعت	٣٨٣
(٣١٧)	اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر	٣٨٤
(٣١٨)	حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان	٣٨٤
(٣١٩)	واقعۂ فدک کی تفصیل اور حقیقت	٣٨٧
(٣٢٠)	موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان	٣٩٢
(٣٢١)	کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟	٣٩٢
(٣٢٢)	اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت	٣٩٣
(٣٢٣)	کسی مسلمان کو کافر کہنا	٣٩٣
(٣٢٤)	جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق	٣٩٤
(٣٢٥)	"لانكاح بين العيدين" کا مطلب	٣٩٧
	فصل مايتعلق بتحقيق الروايات (روایات کی تحقیق کے بیان میں)	٣٩٩
(٣٢٦)	"اللهم اعز الاسلام باحد العمرين" کی تحقیق	٣٩٩
(٣٢٧)	"لولاك لما خلقت الافلاك" کی تحقیق	٤٠٠
(٣٢٨)	"اختلاف العلماء رحمة" کی تحقیق	٤٠٠
(٣٢٩)	انچاس کروڑ کے ثواب سے متعلق روایات کی تحقیق	٤٠١

Marfat.com

(۳۳۰)	"لوبغی جبل علی جبل لدك الباغی" کی تحقیق	۴۰۲
(۳۳۱)	"اطلبوا العلم ولو بالصین" کی تحقیق	۴۰۳
(۳۳۲)	تحقیق روایت "العلماء ورثة الانبیاء"	۴۰۳
(۳۳۳)	یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق	۴۰۴
(۳۳۴)	تحقیق روایت "کنت کنز امخفیا الحدیث"	۴۰۵
(۳۳۵)	تحقیق روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"	۴۰۵
(۳۳۶)	تحقیق "لهدم الکعبة حجراً حجراً أهون من قتل المسلم"	۴۰۶
(۳۳۷)	"انامدینة العلم الخ" اس روایت کی تحقیق	۴۰۶
(۳۳۸)	رسالة: الکلمات الغریبة فی تحقیق حدیثٍ یُروی فی القرابة القریبة قرابت داری میں نکاح نہ کرنے سے متعلق حدیث کی تحقیق	۴۰۸
(۳۳۹)	حدیث "الصلوة خلف عالم تقی" کی تحقیق	۴۱۳
(۳۴۰)	السلطان المسلم ظل الله فی الارض کی تحقیق	۴۱۴
(۳۴۱)	روایت "من ضرب اباه فاقتلوه. العنکبوت شیطان فاقتلوه" کی تحقیق	۴۱۵
(۳۴۲)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل داخل ہونے والی حدیث کا حکم	۴۱۶
(۳۴۳)	مؤمن کی شان کا بیان	۴۱۷
(۳۴۴)	سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت، نور اور بشر میں افضل کون	۴۱۸
	باب ما یتعلق بالصحابة (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)	۴۲۲
(۳۴۵)	مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟	۴۲۲
(۳۴۶)	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کن کن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا کی؟	۴۲۲
(۳۴۷)	حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرنے والے کا حکم	۴۲۴
(۳۴۸)	صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں یا نہیں؟	۴۲۴
(۳۴۹)	رسالة: تنبیه العقول برفع الشبهات عن "الصحابه کلهم عدول" "الصحابه کلهم عدول" تمام صحابہؓ عادل ہیں پر ایک شبہ کا جواب	۴۲۶

Marfat.com

(۳۵۰)	کیا حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟	۴۲۹
(۳۵۱)	سیف اللہ کا لقب	۴۲۹
(۳۵۲)	عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام	۴۳۰
(۳۵۳)	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا	۴۳۱
(۳۵۴)	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب خیبر کو اکیلے اکھاڑ دینا	۴۳۱
(۳۵۵)	''صلوٰۃ وسلام'' اور ''ترضی'' کا استعمال	۴۳۲
(۳۵۶)	خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۴۳۳
(۳۵۷)	حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لقب ''طیار'' کی وجہ	۴۳۳
(۳۵۸)	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر	۴۳۴
(۳۵۹)	کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟	۴۳۵
(۳۶۰)	اجماع قولی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے پر تحقیقی فتویٰ	۴۳۷
(۳۶۱)	حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ	۴۴۰
(۳۶۲)	حضرت عائشہ افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما	۴۴۱
	فصل فی الرؤیا (خواب سے متعلق احکام)	۴۴۳
(۳۶۳)	اللہ تعالیٰ کی زیارت کی حقیقت	۴۴۳
(۳۶۴)	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟	۴۴۴
(۳۶۵)	زیارت باری تعالیٰ عورتوں کو بھی ہوگی	۴۴۵
(۳۶۶)	دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت	۴۴۶
(۳۶۷)	سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت	۴۴۶
(۳۶۸)	بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت	۴۴۷
(۳۶۹)	بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟	۴۴۸
(۳۷۰)	خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے	۴۴۹
(۳۷۱)	خواب کی حقیقت	۴۴۹

Marfat.com

(۳۷۲)	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟	۴۵۰
(۳۷۳)	روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟	۴۵۰
	كتاب ما يتعلق بالتصوف والسلوك (تصوف اور سلوک کے بارے میں)	۴۵۲
(۳۷۴)	کیا عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہے؟	۴۵۲
(۳۷۵)	غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت	۴۵۳
(۳۷۶)	قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول	۴۵۳
(۳۷۷)	سلاسل اربعہ کی حقیقت و شرعی حیثیت	۴۵۵
(۳۷۸)	تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم	۴۵۶
(۳۷۹)	بیعت پر ایک شبہ کا جواب	۴۵۷
(۳۸۰)	قطب اور غوث کا وجود	۴۵۸
(۳۸۱)	ابدال کا وجود اور ان کا تصرف	۴۵۹
(۳۸۲)	"حرم شریف میں ساری نمازیں پڑھتا ہوں" کہنے کا حکم	۴۵۹
(۳۸۳)	ذکر قلبی کا ثبوت	۴۶۰
(۳۸۴)	رجال الغیب کی حقیقت اور ان کی تعداد	۴۶۱
	كتاب التوسل والتبرك (وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)	۴۶۲
	رسالة: ذكر الفضيلة لأخذ الوسيلة	۴۶۲
(۳۸۵)	وسیلہ کا شرعی حکم	
(۳۸۶)	توسل بالانبیاء والاولیاء کا ثبوت اور اس کا حکم	۴۶۶
(۳۸۷)	توسل بالانبیاء والاولیاء	۴۶۷
(۳۸۸)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا	۴۶۸
(۳۸۹)	خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا	۴۶۹
(۳۹۰)	کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟	۴۶۹

Marfat.com

(۳۹۱)	بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم	۴۷۱
(۳۹۲)	موئے مبارک سے برکت کا حصول	۴۷۲
(۳۹۳)	''بحق فلاں'' یا ''بحرمۃ فلاں'' کے الفاظ کا حکم	۴۷۳
(۳۹۴)	تبرکات سے برکت کا حصول	۴۷۴
(۳۹۵)	نعلین مبارک سے تبرک کا حصول	۴۷۵
(۳۹۶)	وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل	۴۷۵
	کتاب الاسماء والالقاب (ناموں اور القابات کا بیان)	۴۷۷
(۳۹۷)	کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم	۴۷۷
(۳۹۸)	عبد محمد نام رکھنا/آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا	۴۷۸
(۳۹۹)	بچوں کے نام عبد الرحمن اور عبد الرحیم رکھنا	۴۷۸
(۴۰۰)	اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم	۴۷۹
(۴۰۱)	لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا	۴۸۰
(۴۰۲)	''حضرت مولانا'' یا ''حضرت اقدس'' کا لفظ استعمال کرنا	۴۸۰
	فصل فی الفرق الاسلامیۃ والباطلۃ والاشخاص المتعلقین بہا (صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)	۴۸۲
(۴۰۳)	ذکری فرقہ کے عقائد	۴۸۲
(۴۰۴)	رسالۃ: انباء الاصفیاء بحیوۃ الانبیاء وأن قبرہ الشریف افضل البقاع عقیدہ حیاۃ الانبیاء اور قبر مبارک کے افضل ہونے کا بیان	۴۸۴
(۴۰۵)	رسالۃ: الایضاح لعقیدۃ العلماء فی حیاۃ الانبیاء عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اکابرین کی تصریحات	۴۸۷
(۴۰۶)	آغاخانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا	۴۹۹
(۴۰۷)	آغاخانیوں سے میل جول رکھنا	۵۰۰
(۴۰۸)	''تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں'' کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟ نیز عقیدہ بداً کی حقیقت	۵۰۱

Marfat.com

(۴۰۹)	کیا شیعہ کافر ہیں؟	۵۰۳
(۴۱۰)	بوہری اور آغاخانی شریعت کی نظر میں	۵۰۴
	رسالة: فص الخاتم فی بیان عقیدة اهل السنة فی تخلیق آدم علیہ السلام	۵۰۶
(۴۱۱)	حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ	
(۴۱۲)	سلفی حضرات کون ہیں اور ان سے لین دین کا حکم	۵۱۳
	فصل فی التعویذات (تعویذات کے بیان میں)	۵۱۷
(۴۱۳)	درود کے ذریعے دم کرنا	۵۱۷
(۴۱۴)	دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا	۵۱۷
(۴۱۵)	تعویذ لٹکانے کی حیثیت	۵۱۸
(۴۱۶)	مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے	۵۱۹
	فصل فی اغلاط العوام (عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)	۵۲۱
(۴۱۷)	قرآن سے فال نکالنا	۵۲۱
(۴۱۸)	فال کی شرعی حیثیت	۵۲۱
(۴۱۹)	مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا	۵۲۲
(۴۲۰)	آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم	۵۲۲
(۴۲۱)	دو عیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا	۵۲۴
(۴۲۲)	رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا	۵۲۴
(۴۲۳)	کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی	۵۲۵
(۴۲۴)	کیا ہدہد سید ہے؟	۵۲۵
(۴۲۵)	بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟	۵۲۶
(۴۲۶)	جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا	۵۲۶
(۴۲۷)	بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت	۵۲۷

۱۵۹۲۹۹

Marfat.com

(۴۲۸)	جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟	۵۲۸
(۴۲۹)	قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے	۵۲۸
(۴۳۰)	زلزلے کا سبب	۵۲۹
(۴۳۱)	دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا	۵۳۰
(۴۳۲)	صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا	۵۳۰
	کتاب التاریخ و السیر (تاریخ اور سیر کے بیان میں)	۵۳۲
(۴۳۳)	قوم عاد کی قد و قامت اور شداد کی جنت	۵۳۲
(۴۳۴)	غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟	۵۳۳
(۴۳۵)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کس دین پر تھے؟	۵۳۴
(۴۳۶)	فتح کے موقع پر قتل کئے گئے بعض اشخاص کے نام اور ان کے جرائم	۵۳۵
(۴۳۷)	کیا معرکہ کربلا جہاد تھا؟	۵۳۷
(۴۳۸)	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید کو پلید کہنے کا حکم	۵۴۰
(۴۳۹)	حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک	۵۴۲
(۴۴۰)	بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ	۵۴۳
(۴۴۱)	کیا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟	۵۴۴
(۴۴۲)	تاریخ اسلامی کی ابتداء	۵۴۵
(۴۴۳)	کیا شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے شامل تھے؟	۵۴۵
(۴۴۴)	کیا مرض وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟	۵۴۶
(۴۴۵)	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی	۵۵۶
(۴۴۶)	امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۵۵۷
(۴۴۷)	بارہ ربیع الاوّل کا تعین ہجرت سے پہلے	۵۵۷
(۴۴۸)	کیا امام نسائی شیعہ تھے؟	۵۵۸

Marfat.com

	کتاب الاجتہاد والتقلید (اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)	۵۶۰
(۴۴۹)	ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل	۵۶۰
(۴۵۰)	کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟	۵۶۱
	رسالۃ: الضبط والتمہید فی توضیح مسئلۃ التقلید	۵۶۳
(۴۵۱)	تقلید کی شرعی حیثیت	
(۴۵۲)	تقلید واجب ہے یا نہیں؟	۵۷۰
(۴۵۳)	ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم پر سب وشتم کرنے والے کا حکم	۵۷۰
(۴۵۴)	مذہب کی تبدیلی پر تعزیر	۵۷۱
(۴۵۵)	ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ	۵۷۱
	فصل فی علامات الساعۃ قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں	۵۷۳
(۴۵۶)	علامات قیامت کا بیان	۵۷۳
(۴۵۷)	قیامت کی علامات	۵۷۶
(۴۵۸)	مہدیؒ کے بارے میں	۵۷۷
	فصل فی احوال مابعد الموت (مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)	۵۷۸
(۴۵۹)	عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟	۵۷۸
(۴۶۰)	سماع موتی اور عذاب قبر کا حکم	۵۷۹
	رسالۃ: حفظ المتاع فی انکار بعض المحققین السّماع	۵۸۳
(۴۶۱)	مسئلہ سماع موتی اور فقہ حنفی	
(۴۶۲)	قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت	۵۸۷
(۴۶۳)	کیا ارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں	۵۸۸
(۴۶۴)	سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات	۵۸۸

Marfat.com

(۴۶۵)	ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا	۵۹۰
(۴۶۶)	مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے	۵۹۰
(۴۶۷)	قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف	۵۹۱
(۴۶۷)	زندہ اور مردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب	۵۹۱
	فصل فی کیفیة الحشر واحواله (میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)	۵۹۳
(۴۶۹)	دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟	۵۹۳
(۴۷۰)	روز قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا	۵۹۴
(۴۷۱)	دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟	۵۹۴
(۴۷۲)	معاد جسمانی کی حقیقت	۵۹۸
(۴۷۳)	چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت	۵۹۸
(۴۷۴)	مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟	۵۹۹
(۴۷۵)	موت کے بعد جنت میں داخل ہونا	۶۰۱
	فصل فی المتفرقات (متفرق مسائل کا بیان)	۶۰۲
(۴۷۶)	پیغمبروں کا امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی دعا مانگنے کی تحقیق	۶۰۲
(۴۷۷)	کھجور کے درخت کی پیدائش	۶۰۴
(۴۷۸)	ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا	۶۰۴
(۴۷۹)	کافر کو سلام نیز اصحابِ کہف کا حواری ہونا	۶۰۵
(۴۸۰)	درس قرآن سے روکنا	۶۰۷
(۴۸۱)	سودخور کی شکل کا مسخ ہونا	۶۰۸
(۴۸۲)	فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا	۶۰۹
(۴۸۳)	''انشاء اللہ و ماشاء فلان'' کہنا	۶۱۰
(۴۸۴)	عرش افضل ہے یا کرسی؟	۶۱۰

Marfat.com

(۴۸۵)	والد کو خلاف شرع کام سے روکنا	۶۱۱
(۴۸۶)	لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟	۶۱۱
(۴۸۷)	مکہ افضل ہے یا مدینہ؟	۶۱۳
(۴۸۸)	وحی لکھنے کی کیفیت	۶۱۳
(۴۸۹)	مکڈونلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم	۶۱۴
(۴۹۰)	تقدیر پر ایک شبہ کا ازالہ	۶۱۵
(۴۹۱)	بنی اسرائیل سے من وسلویٰ ختم ہونے کی وجہ	۶۱۵
(۴۹۲)	پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟	۶۱۶
(۴۹۳)	کرامات اولیاء کا ثبوت	۶۱۷
(۴۹۴)	سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت	۶۱۸
(۴۹۵)	روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا	۶۱۹
(۴۹۶)	درود کے الفاظ احادیث میں	۶۲۰
(۴۹۷)	کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟	۶۲۱
(۴۹۸)	جنت کے مینڈھے کا گوشت	۶۲۲
(۴۹۹)	عید کے دن مبارک باد دینا	۶۲۲
(۵۰۰)	روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا	۶۲۳
(۵۰۱)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور اس کا جواب	۶۲۴
(۵۰۲)	درود شریف میں صرف حضرت ابراہیمں کا ذکر کیوں ہے؟	۶۲۵
(۵۰۳)	سید کون ہیں؟	۶۲۶
(۵۰۴)	اپنے نام کے ساتھ سید یا صدیقی وغیرہ لگانے کا حکم	۶۲۷
(۵۰۵)	آب حیات کا وجود	۶۲۸
(۵۰۶)	مجدد اور مہدی میں فرق نیز آب حیات کا حکم	۶۲۹
(۵۰۷)	کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟	۶۳۰
(۵۰۸)	کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا	۶۳۲

Marfat.com

(۵۰۹)	کیا مکڑی نے غار ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟	۶۳۲
(۵۱۰)	قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا	۶۳۳
(۵۱۱)	قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے	۶۳۴
(۵۱۲)	مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا	۶۳۵
(۵۱۳)	اللہ نبی وارث لکھنا	۶۳۵
(۵۱۴)	چھ کلمات کی حقیقت	۶۳۶
(۵۱۵)	لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا	۶۳۷
	نجم الفتاوی کی مکمل چھ جلدوں میں موجود تحقیقی فتاوی کی فہرست	۶۳۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

مفتی فرحان حسن عفی عنہ

"فتویٰ" ایک ایسا لفظ ہے جو ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھنے والا شخص وقتاً فوقتاً سنتا رہتا ہے، جبکہ درحقیقت یہ لفظ ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

"فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (الانبیاء:۷)

ترجمہ: سو اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کرلو (بیان القرآن)۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بابرکت فرمان ہے: "فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ" (ابوداؤد ۱/۴۹)۔ ترجمہ: بیشک نادان کی شفاء سوال کرنا ہے۔

دورِ حاضر میں انسان بلاشبہ بے حد ترقی کر چکا ہے، بلکہ گزشتہ چند دہائیوں میں انسانی دماغ نے جتنی ایجادات کی ہیں وہ پچھلی چند صدیوں میں بھی نہ ہوئی تھیں، لیکن دوسری طرف یہ بھی مسلم ہے کہ انسان جتنی ترقی کر رہا ہے اتنا ہی وہ انسانیت سے نکل کر حیوانیت پر اتر آیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کیلئے قرآن پاک اور سنت نبوی کو متعین فرمایا ہے۔ قرآن وسنت پر عمل اور اسے ملک کا قانون بنانا ہی انسانیت کی فلاح اور کامرانی کا سبب بن سکتا ہے۔ اکابرینِ امت اور فقہاء اعلام کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کو قانون کی شکل میں ایک جامع رنگ دیا۔ یہ ایک ایسا احسان ہے کہ ہر شخص کا سر ان فقہاء کے سامنے تا قیامت جھکا رہے گا۔ بہت سے ممالک میں فقہ اسلامی بطورِ قانون رائج رہی اور اس کے ثمرات ہر انسان نے محسوس کئے۔ سلطنتِ عثمانیہ کا قانون مطبوعہ شکل میں موجود ہے، اسی طرح فتاویٰ ہندیہ کا مغل سلطنت کے قانون میں دخل رہا ہے۔

فقہ درحقیقت قرآن وسنت سے شرعی اصولوں کے ماتحت استنباطِ مسائل کا نام ہے۔ فقہاء نے ان مسائل کو مرتب بیان فرمادیا اور کتب فقہ میں یہ منضبط ہوگئے، لیکن اس سے حقیقی معنوں میں استفادہ ایک عامی کیلئے فی الواقع ممکن نہیں، جس کے باعث افتاء کا باب وجود میں آیا۔ اسی لئے جہاں پر بھی مدرسہ ہوگا وہاں عموماً دارالافتاء کی صورت میں ایک گوشہ عوام کی اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے مختص ہوتا ہے، جس میں چند خوش نصیب لوگ ان کتبِ فقہ سے عام آدمی کے مسئلے کا حل نکال کر اسی کی زبان میں عام فہم انداز میں پیش کردیتے ہیں، یہ حل، فتویٰ کہلاتا ہے۔

فتویٰ درحقیقت اس جواب کا نام ہے جو مفتی کسی سائل کے سوال کے جواب میں تحریر کرتا ہے۔ علماء کا اصل مقام انبیاء کی

Marfat.com

وراثت ہے، ان کی ہر قسم کی ذمہ داری، چاہے وہ تصنیف وتالیف سے متعلق ہو یا درس وتدریس سے، بیان وخطابت سے متعلق ہو یا بیعت وارشاد سے، ہر ذمہ داری کی ادائیگی کیلئے تقویٰ، طہارت، مضبوط علم، بڑوں کی سرپرستی، وسیع مطالعہ اور راتوں جاگ کر امت کیلئے جگر سوزی کرنا، یہ سب چیزیں اس وراثت کی ادائیگی کیلئے ضروری ہیں۔ لیکن افتاء کا مقام علماء کی وہ ذمہ داری ہے جو حد سے زیادہ نزاکت اور حساسیت کی حامل ہے، اس میں قرآن وسنت اور ذخیرہ فقہ پر وسیع نظر، دیگر فقہاء کے مذاہب کا احاطہ، اپنے مذہب میں خاص تفقہ، وقتاً فوقتاً پیدا شدہ جدید مسائل کا شریعت کے مطابق تشفی بخش حل پیش کرنا اور بالخصوص اپنے اہل زمانہ کے عرف سے باخبر ہونا ایک مفتی کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ یہ وہ ذمہ داری ہے، جس میں ذراسی اونچ نیچ حلت وحرمت پر اثر انداز ہوتی ہے، ذراسی لاپرواہی حدود شرع سے تجاوز کا سبب بن جاتی ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

"من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ" (مشکوٰۃ ۳۵/۱)

"جسے بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا"۔

لہٰذا یہ فن فتویٰ ایسا فن نہیں جس میں ہر عالم دخل کرے، بلکہ وہ علماء جن میں مطلوبہ صفات اور ان پر بڑوں کا اعتماد ہو، بڑوں نے انہیں یہ حساس ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لینے کی اجازت دی ہو، وہی علماء اس ذمہ داری کو اداء کریں تو بہتر ہے۔ منصبِ افتاء علمی سلسلوں میں سب سے زیادہ دقیق، حساس اور اہم ترین منصب ہے۔ کتبِ فقہ میں بکھرے سینکڑوں جزئیات میں سے صورت مسؤلہ کا جواب تلاش کرنا تبحر علمی کے بغیر مشکل ہے، جو ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دیوبند کے منتسبین پر احسان عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے حضرات کا ایک سلسلہ عطا فرمایا جن پر بڑوں نے اعتماد کا اظہار کیا اور بارگاہِ خداوندی سے انہیں وہ صلاحیتیں عطا ہوئیں کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے کے صحیح معنوں میں اہل تھے۔ ان کا تعلق مع اللہ اور رسوخ فی العلم مسلم تھا۔ ان حضرات نے اپنے تحریر کردہ فتاویٰ کے ذریعے، ذخیرہ فقہ میں ایک وسیع اور عظیم باب کا اضافہ کیا، بلکہ بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ ذخیرہ فقہ پر جب بھی قلم اٹھایا جائے گا تو علماء دیوبند کے مطبوعہ فتاویٰ جات کا ذکر کئے بغیر وہ تحریر مکمل نہ ہوسکے گی۔ علماء دیوبند نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل کا حل عموماً اور پاک وہند کے مسلمانوں کے مسائل کا حل خصوصاً قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں تحریر فرمایا۔ ان حضرات کے فتاوی کتابی صورت میں طبع بھی ہوئے، جو آج مکتبوں کی زینت اور اہم مسائل اور اختلافات کے حل کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خوش نصیب حضرات کی فہرست میں ایک دمکتا نام "حضرت الاستاذ شیخ الحدیث حضرت مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم العالیہ" کا ہے۔

"امروھوی" یہ وہ نسبت ہے جو احقر اپنے گردوپیش میں "حضرت الاستاذ مفتی سید نجم الحسن امروھوی دامت برکاتہم" کے نام کے ساتھ، جب سے ہوش سنبھالا ہے، سنتا آرہا ہے۔ استاذِ محترم کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ علمی اور فقہی حلقوں میں آپ کی علمی اور عملی قابلیت مسلم ہے۔ حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی عرصہ دراز کی محنت کا ثمرۃ "جامعہ دار العلوم یاسین القرآن" اب ایک قدآور درخت اور شجرۃ طیبہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ راقم الحروف صغر سنی کی عمر سے جامعہ دار العلوم یاسین القرآن سے وابستہ رہا ہے۔ راقم نے

Marfat.com

ناظرہ، حفظ، کتب کے ابتدائی درجات اور تخصص فی الفقہ الاسلامی کی تعلیم ''جامعہ دار العلوم یاسین القرآن'' میں استاذ محترم دامت برکاتہم کے زیر سایہ اور شرفِ تلمذ میں حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے احقر کو استاذِ محترم کی فقیہانہ اور محدثانہ دونوں صلاحیتوں کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔

حضرت الاستاذ کے فقیہانہ ذوق کے ساتھ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی عرصہ دراز کی رفاقت، حضرت الاستاذ مدظلہ کی فقہی پختگی اور رسوخ کا سبب بنی ہے۔ حدیث میں مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے شرفِ تلمذ اور تعلقِ خصوصی نے حضرت الاستاذ کی صلاحیتوں کو نکھار دیا ہے۔ حضرت الاستاذ کو مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی حاصل ہے۔ ان ہر دو حضرات مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کا کمال اور اعتماد کا نتیجہ ہے کہ آج استاذِ محترم کو حدیث اور فقہ میں رسوخ حاصل ہے۔ ان دو اکابر اور دیگر اساتذہ کرام کا استاذ محترم پر اعتماد ہی انہیں آج اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے میں ممد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت الاستاذ مدظلہ پر جو انعامات اور نوازشات فرمائی ہیں وہ بے شمار، لاتعد ولاتحصی ہیں۔ تصوفانہ زندگی، خطیبانہ شان، تدریسی رنگ، انتظامی صلاحیت اور بہت سے اوصافِ جمیلہ اللہ تعالیٰ نے استاذِ محترم کو ایسے مرحمت فرمائے ہیں کہ ہر صاحبِ نظر اس کا مشاہدہ کرتا ہے اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا لیکن حضرت الاستاذ کی محدثانہ شان اور فقہی بصیرت یعنی علم حدیث اور فقہ میں پایا جانے والا کمال آپ کو معاصرین سے ممتاز کرتا ہے۔ حضرت الاستاذ کا درسِ بخاری شریف اپنے اندر وہ جامعیت اور کمال رکھتا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ فتح الباری، عمدۃ القاری، قسطلانی، وغیرہ شروحات کا حتی المقدور استیعاب، حنفیہ پر اٹھائے جانے والے اشکالات کے مضبوط جوابات، اور متعلقہ ابحاث پر سیر حاصل کلام، استاذ محترم دامت برکاتہم کے درسِ بخاری کو انتہائی مفید، جامع اور دلچسپ بنادیتے ہیں۔ نیز طلبہ کی طرف سے اٹھائے گئے اشکالات کے مسکت جوابات طلبہ کو تشفی فراہم کرتے ہیں۔ الغرض حدیث سے متعلق کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا جاتا۔ یہ تمام باتیں آپ کے درسِ بخاری کو امتیازی شان عطا فرماتی ہیں۔ درسِ بخاری میں فقہی استنباطات اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طریقِ استدلال کا بیان درس کی افادیت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ درس کے وقت محسوس ہوتا ہے کہ حدیث ہی اس شخص کا اوڑھنا بچھونا اور مقصدِ حیات ہے۔

لیکن ان سب سے آگے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کا ایک اور وصف ہے جس میں آپ اپنے معاصرین اور اتراب میں نمایاں ہی نہیں، انتہائی بلند پایہ اور منفرد صلاحیت کے حامل ہیں، وہ وصف ''فقہ'' ہے۔ فقہ وفتویٰ میں آپ کا تعمق وتفحص، قرآن وسنت کے دلائل پر آپ کی نظر، مسائل کا استحضار، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تصلب اور دلائل پر گہری نظر اور مضبوط شواہد، دیگر فقہاء کے مذاہب کی تفصیلات، کتبِ حنفیہ سے قدیم تعلق، بالخصوص فتاویٰ شامیہ پر **حضرت الاستاذ** دامت برکاتہم کی نظر، نیز عرف اور زمانے کی وجہ سے مسائل پر پڑنے والے اثرات کا لحاظ، اس کے علاوہ سوال کا قابل عمل اور تشفی بخش حل تحریر کرنا اور استاذِ محترم دامت برکاتہم کا فقہ اور تفقہ سے سالوں پر محیط قدیم تعلق، یہ وہ چیدہ چیدہ خصوصیات ہیں جو حضرت کی فقیہانہ شان کو سب سے ممتاز کرتی ہیں۔

Marfat.com

دارالافتاء دارالعلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً سولہ سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔طہارت سے لے کر میراث تک تقریباً ہر باب سے متعلق فتاویٰ کا اجراء دارالافتاء سے ہوا ہے۔جن میں سے بعض حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کے خود تحریر کردہ ہیں اور ایک تعداد ان فتاویٰ کی ہے جن پر تحقیقی نظر فرما کر استاذِ محترم دامت برکاتہم نے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔ڈیجیٹل کیمرے سے لی گئی تصویر کی حرمت سے متعلق آپ کا فتویٰ مع تصدیقات علماء پاک وہند، شائع ہو کر اہلِ علم اور عوام میں مقبول ہو چکا ہے نیز مختلف عبادات سے متعلق حضرت استاذ محترم کے مختصر رسائل بھی خاص وعام کے لئے نفع کا سبب بن رہے ہیں، ان رسائل میں موضوع سے متعلق اہم مسائل کو نمبر وار آسان اور عام فہم الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔''تحفہ نماز''،''تحفہ رمضان''،''تحفہ زکوۃ''،''تحفہ اعتکاف وتراویح''،''تحفہ حج''،''تحفہ قربانی''،''تحفہ وظائف''اور''تحفہ میراث'' جیسے اہم رسائل مرتب ہو چکے ہیں اور ان میں سے بیشتر طبع بھی ہو چکے ہیں نیز دیگر اہم عناوین پر بھی رسائل کی ترتیب پیشِ نظر ہے۔

اس کے علاوہ استاذ محترم کی صحیح بخاری کی تقریر پر بھی بندہ کام کر رہا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل قریب میں منفرد اور امتیازی خصوصیات کی حامل یہ شرح جس میں بیک وقت محدثانہ اور فقیہانہ رنگ نظر آئیگا، مستقل تصنیف کے لبادے میں منظر عام پر آئیگی۔اس کی خصوصیات، انفرادیت، جاذبیت اور اس میں استاذ محترم کی وسعت علمی کا اندازہ قارئین اسے پڑھ کر ہی لگا سکیں گے، یہ مختصر صفحات متحمل نہیں کہ اس عظیم کتاب کی خصوصیات سے یہاں بحث کی جائے۔

نیز''الاشباہ والنظائر لابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ'' جو کہ خود ایک معرکۃ الآراء کتاب ہے، استاذ محترم کے درسی افادات کی روشنی میں اس کی تحقیقی شرح پر بھی کام جاری ہے جس میں''اشباہ'' کے ہر مسئلے کی وضاحت، کتب فقہ حنفی سے تخریج،''شروحِ اشباہ'' اور ''کتبِ فقہ'' کے تناظر میں ہر مسئلے سے متعلق محققانہ اور فقیہانہ کلام نیز مسئلہ میں راجح اور مفتی بہ کا تعین موجود ہے۔

''الاشباہ والنظائر'' اور اس کی عبارات پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ''اشباہ'' کو اس خدمت کی کتنی ضرورت ہے اور یہ کتنا اہم کام ہے لہذا بندہ اس پر مزید کلام نہیں کرتا، اس شرح کی یہی خصوصیت اس کے امتیاز اور اس میں موجود دقتِ نظری، سلامتِ فکر، احتیاج الی الوقت الکثیر اور وسعتِ مطالعہ کی طرف مشیر ہے نیز جو خوش نصیب کبھی استاذ محترم کے اشباہ کے درس میں شریک ہوئے ہوں وہ ان باتوں کو بدرجہ اتم محسوس کر سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ عز وجل ہمارے اوقات میں اتنی برکت عطا فرمائے کہ یہ سب تحقیقی اور قابلِ قدر کام جلد از جلد منظر عام پر آسکیں تا کہ صاحب علم حضرات ان سے استفادہ کر سکیں۔

فقہ وفتویٰ میں چونکہ حضرت استاذ محترم کی ایک زندگی گزر چکی ہے سولہ سال تو صرف جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن اور اس کے دارالافتاء کے اہتمام ورئاست کے فرائض سرانجام دیتے ہو چکے ہیں۔اس سے قبل بھی مختلف دارالافتاء میں مصروفیات کے زمانے میں اور ذاتی طور پر بے شمار فتاویٰ آپ کے جاری کردہ ہیں۔ان تمام فتاویٰ کی مجموعی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں ہے، جن کی نقول دارالافتاء کے اندر فائلوں میں موجود ہیں۔ان تمام فتاویٰ کے مجموعات سے چیدہ چیدہ فتاویٰ کو بغیر تکرار کے جمع کر کے، کتابی صورت میں "نجم الفتاویٰ" کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔آج سے دس سال قبل ۱۴۲۶ھ [بمطابق 2005ء] میں

Marfat.com

نجم الفتاویٰ کی پہلی جلد طبع ہوکر عام ہوئی تھی جو "کتاب الایمان والعقائد" سے متعلق تھی۔اس میں ایمان وعقائد اور بدعاتِ مروجہ سے متعلق مختلف شعبوں کے تقریباً پانچ سو سے زائد فتاویٰ کو جمع کیا گیا تھا۔اس جلد کو ترتیب اور مراجعت کے مراحل سے گزارنے کا کام مفتی غلام مصطفیٰ ہزاروی اور مفتی الیاس صاحب مدظلہما نے کیا تھا۔اس کے بعد ۱۴۳۱ھ [بمطابق 2010ء] میں یعنی پانچ سال بعد نجم الفتاویٰ کی مزید دو اور جلدیں زیورِطبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آئیں، یہ دو جلدیں طہارت، صلوۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج سے متعلق ابواب پر مشتمل تھیں۔ان دو جلدوں میں تقریباً تیرہ سو مسائل منتخب کر کے طبع کئے گئے تھے۔ان پر تحقیق، ترتیب اور مراجعت کا کام "مفتی وقار احمد صاحب دامت برکاتہم" نے کیا تھا۔اس طرح ۱۴۳۱ھ [بمطابق 2010ء] میں نجم الفتاویٰ کل تین جلدوں میں شائع ہوئی، جس میں ایمانیات اور عبادات سے متعلق تقریباً اٹھارہ سو مسائل طبع ہوئے۔یہ تینوں حضرات (مفتی غلام مصطفیٰ ہزاروی صاحب، مفتی الیاس صاحب اور مفتی وقار احمد صاحب دامت برکاتہم) حضرت الاستاذ مدظلہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، بوقتِ تحریر بھی فقہ، فتویٰ اور تدریس جیسے عظیم شعبوں سے منسلک ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کے علم وعمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔آمین۔

راقم الحروف نے ناظرہ، حفظ، درجہ متوسطہ اور درجہ اولی کی تعلیم "دار العلوم یاسین القرآن" میں حاصل کی، درجہ ثانیہ سے دورہ حدیث تک کے درجات "جامعہ فاروقیہ کراچی" میں پڑھے۔۱۴۳۱ھ [بمطابق 2010ء] میں راقم الحروف نے جامعہ فاروقیہ کراچی سے سندِ فراغت حاصل کی۔راقم اسے بھی اپنی خوش بختی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عہد حاضر کے عظیم محدث اور صحیح بخاری کے عظیم شارح، صدرِ وفاق "حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ" سے استفادے اور تلمذ کا شرف بخشا۔۱۴۳۲ھ [بمطابق 2011ء] میں بندہ نے دار الافتاء دار العلوم یاسین القرآن سے تخصص فی الافتاء کی تعلیم مکمل کی۔

۱۴۳۴ھ [بمطابق 2013ء] میں راقم کا حضرت استاذِ محترم کے مشورے سے جامعہ میں تقرر ہوا۔راقم کی بنیادی ذمہ داری شعبہ تصنیف میں نجم الفتاویٰ کی مزید جلدوں کی ترتیب، تحقیق اور مراجعت سے متعلق تھی، تقریباً دو سال درمیان میں یہ کام موقوف رہا تھا۔استاذِ محترم کے حکم پر راقم نے نجم الفتاویٰ کی "چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد" [جن میں نکاح اور طلاق سے متعلق مسائل کو منتخب کرنا تھا] پر کام شروع کیا نیز ابتدائی تین جلدوں پر بھی از سرِنو نظرثانی، تصحیح اغلاط اور کچھ فتاویٰ میں پائے جانے والے تعارض یا تسامحات کی نشاندہی سے متعلق بھی راقم نے کام شروع کردیا۔راقم نے آخری تین جلدوں میں نکاح اور طلاق سے متعلق تقریباً چودہ سو مسائل جمع کئے ہیں، لہٰذا نجم الفتاویٰ [طبع جدید] اب چھ جلدوں کی صورت میں کل [3184] یعنی تقریباً بتیس سو مسائل کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

۱۴۲۶ھ [بمطابق 2005ء] میں [جب نجم الفتاویٰ کی پہلی جلد شائع ہوئی تھی اس وقت] راقم درجاتِ کتب [درجہ ثالثہ] کا طالب تھا۔راقم اس سال ۱۴۲۶ھ کے رمضان المبارک کے وہ دن کبھی نہیں بھلا سکتا، جب مسجد کے احاطے میں، اعتکاف کے دوران، تراویح وغیرہ سے فراغت کے بعد، ہم چند دوست مل بیٹھتے اور ایک دوست نجم الفتاویٰ کے مسائل پڑھتا جاتا، باقی سنتے تھے۔اس وقت احقر کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اتنے مبارک اور علمی وتحقیقی کام میں بندے کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اپنے اساتذہ کرام کی دعاؤں کے ثمرے میں اپنا حصہ بھی ڈالنے کا موقع ملے گا۔بہر حال احقر نے استاذِ محترم دامت برکاتہم کے زیر سایہ اس کام کا آغاز کیا۔

Marfat.com

نجم الفتاوی[طبع جدید] کی خصوصیات اور ترتیب میں ملحوظ امور:

راقم الحروف نے نجم الفتاویٰ کی خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس ترتیب پر کام کیا ہے:

(۱)۔ دارالافتاء میں موجود کئی سالوں کے نکاح یا طلاق سے متعلق جاری شدہ فتاویٰ میں سے ان مسائل کو منتخب کیا جنہیں کتاب میں شامل کرنا تھا۔

(۲)۔ ان فتاویٰ میں سے مکررات کو حذف کیا، تاکہ ایک ہی مسئلہ بار بار آنے سے کتاب کی افادیت متاثر نہ ہو۔

(۳)۔ تیسرا مرحلہ ان فتاویٰ جات کی تبویب کا تھا۔ ان منتخب مسائل کو فقہی ترتیب کے مطابق باب در باب علیحدہ کیا۔

(۴)۔ ہر فتویٰ کا بغور مطالعہ کیا سوال و جواب میں کسی قسم کی تصحیح یا تغیر مطلوب ہو تو اس کی نشاندہی کر دی۔

(۵)۔ ہر فتویٰ میں موجود فقہی حوالوں میں سے صریح حوالہ جات کی تعیین اور ان کی اصل کتب سے مراجعت کی۔

(۶)۔ ان پانچ مراحل سے گزرنے کے بعد ہر فتویٰ کو استاذِ محترم نے لفظ بلفظ سنا ہے۔ استاذ محترم دامت برکاتہم سماعت کے بعد جو غلطی یا عبارت میں رکاکت محسوس کرتے، اس کا تعین فرما کر تبدیلی فرما دیتے۔

(۷)۔ اس کے بعد ہر فتویٰ پر استاذِ محترم دامت برکاتہم تحقیقی اور تنقیدی نظر فرماتے، اگر کوئی قابلِ اعتراض بات سامنے نہ آئے تو آپ اس فتویٰ پر حتمی دستخط ثبت فرما دیتے۔ راقم ترتیب وار ان دستخط شدہ فتاویٰ کو فائل میں جمع کر لیتا اور اگر کوئی بھی قابلِ اشکال یا تحقیق طلب بات ہوتی تو استاد محترم تعیین فرما دیتے۔ اس بات کی مراجعت کی جاتی لہذا اس فتویٰ کو موقوف قرار دے دیا جاتا۔

(۸)۔ ان تحقیق طلب فتاویٰ کی مراجعت میں بعض اوقات کئی دن اور بعض اوقات کئی ہفتے اور مہینے بھی لگ جاتے اور بعض مسائل تو سال سے زیادہ بھی مراجعت اور تحقیق کے مراحل میں رہے۔

(۹)۔ ان تحقیق طلب فتاویٰ میں جو بھی فتویٰ بعد از تحقیق حتمی شکل اختیار کر لیتا، راقم اسے ترتیب کے مطابق فائل میں جمع کر لیتا۔

(۱۰)۔ ان تحقیق طلب فتاویٰ میں مراجعت کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے۔ ایک طریقہ تو یہ ہوتا کہ تخصص کے طلبہ کرام یہ مراجعت کرتے۔ اس سلسلے میں ۱۴۳۴ھ [بمطابق 2013ء] اور ۱۴۳۵ھ [بمطابق 2014ء] کے طلبہ تخصص نے کافی معاونت کی۔ دوسرا طریقہ یہ بھی تھا کہ استاذ محترم کے مشورے سے راقم خود ہی کتب کی مراجعت کے بعد جواب کو ترتیب دیدیتا۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ استاذ محترم دامت برکاتہم خود کتب سے مراجعت فرما کر راقم کو اہم امور ترتیب وار بتا دیتے اور راقم جواب مرتب کر دیتا۔ بعض حد سے زیادہ تحقیق طلب مسائل کیلئے دیگر دارالافتاء اور اکابرین سے مراسلت اور مراجعت کا طریقہ بھی اختیار کیا جاتا۔ جن حضرات کی جانب سے تشفی بخش جواب آ جاتا تو ان سب کی روشنی میں جواب ترتیب دیدیا جاتا۔

Marfat.com

(۱۱)۔فتویٰ میں عموماً تو سائل کے سوال کے مطابق مختصر جواب دیدیا جاتا ہے، لیکن بعض تحقیقی فتاویٰ کتاب میں ایسے بھی آ گئے ہیں، جو ایک رسالے کی شکل رکھتے ہیں۔ان میں فقہی عبارات میں پائے جانے والے ابہام یا اردو فتاویٰ میں پائے جانے والے تعارض یا تسامحات پر قلم اٹھانا پڑا ہے۔چونکہ استاذِ محترم کا مزاج تحقیقی اور سائل کے سوال کا تشفی بخش جواب (بایں طور کہ کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے) فراہم کرنے کا ہے، دوسری طرف بعض سوالوں میں ہی ان اکابرین کی عبارات سے متعلق استفسار ہوتا ہے، لہٰذا ادب و احترام اور علوِ مرتبت کا لحاظ رکھتے ہوئے، قرآن وحدیث، فقہی نصوص اور مذہب حنفی کے مطابق بعد از تحقیق جو جواب واضح ہوتا، اسے امانت و دیانت کے ساتھ تحریر کر دیا جاتا۔بعض اوقات تصریحات سے عدول اصولِ فتویٰ کے مطابق ممکن نہیں ہوتا، وہاں اپنے تحفظات درج کر دیئے جاتے۔الغرض ان فتاویٰ میں اختیار کی گئی رائے میں ہم سے بھی تسامح ممکن ہے، لہٰذا ان تحقیقی فتاویٰ کو ادب واحترام کا پاس رکھتے ہوئے مطالعہ کیا جائے اور کسی سے متعلق سوءِ ادب ذہن میں نہ آنے دیا جائے۔

(۱۲)۔استاذِ محترم کے حکم سے راقم الحروف نے نجم الفتاویٰ کی پہلے سے طبع شدہ تینوں جلدوں کا بھی از سرِ نو مطالعہ کیا۔ان میں موجود بعض اغلاط اور استدراکات کی نشاندہی کی۔اغلاط کی حتی المقدور تصحیح کر دی گئی ہے۔جن مواقع پر کچھ استدراک تھا اس میں بعد از تحقیق اور حضرت استاذِ محترم دامت برکاتہم سے مشاورت اور مباحثے کے بعد، جن مواقع پر استاذِ محترم کو استدراک درست معلوم ہوا، ان فتاویٰ سے رجوع کر لیا گیا ہے۔فقہ میں چونکہ قوتِ دلیل کا اعتبار ہوتا ہے اور فتاویٰ میں ایسے تسامحات ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان مقامات پر رجوع کا فتویٰ نقل کر دیا گیا ہے، الغرض ابتدائی تین جلدیں بھی بعض تحقیقی اضافہ جات کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہیں۔

(۱۳)۔اس عرصے میں بعض استدراک ابتدائی تین جلدوں سے متعلق خارجی طور پر بھی موصول ہوئے تھے، ان میں بھی جو مسائل رجوع کے متقاضی تھے، ان سے رجوع کر لیا گیا۔ان کو بھی کتاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

(۱۴)۔بعض مسائل ابتدائی تین جلدوں سے متعلق ایسے بھی ہیں، جن میں نجم الفتاویٰ کی یہ تین جلدیں طبع ہونے کے بعد استاذِ محترم کی رائے تبدیل ہوئی ہے، لہٰذا اس کا اثر کتاب میں موجود فتاویٰ پر بھی ہوا ہے۔ان مقامات میں کتاب کے اندر تبدیلی اور تعیین کر دی گئی ہے۔اگلی سطور میں راقم مختصراً ان مذکورہ بالا تمام مقامات کا ذکر کر دے گا۔

(۱۵)۔نجم الفتاویٰ کی ان مکمل چھ جلدوں سے متعلق [جو عقائد سے لے کر طلاق تک کے مسائل پر مشتمل ہیں] ایک اہم کام یہ بھی کیا گیا ہے، کہ ان میں موجود احادیث کی تخریج کی گئی ہے، تا کہ کسی موضوع یا ضعیف حدیث پر جواب کا مدار، جواب کے ضعف اور کتاب کی حیثیت پر مؤثر نہ ہو۔اس کام کو انجام دینے میں ۱۴۳۵ھ [بمطابق 2014ء] کے طلبہ تخصص نے کافی معاونت کی اور اس اہم کام کو سرانجام دینا آسان بنایا۔

(۱۶)۔ان تمام مراحل سے گزر کر نجم الفتاویٰ کی کمپوزنگ کا مرحلہ آیا۔چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد کی کمپوزنگ بھی دوسری اور تیسری جلد کی طرح جامعہ کے قدیم کمپوزر ''بھائی شکیل'' نے ہی کی ہے۔

(۱۷)۔کمپوزنگ کے بعد پروف کی تصحیح کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ پہلے راقم الحروف پروف کی تصحیح کرتا جاتا اور چند چند

Marfat.com

صفحات استاذ محترم کے حوالے کرتا جاتا۔ استاذ محترم بھی اس پر ایک نظر فرماتے اور اگر کوئی غلطی رہ گئی ہوتو اس کی تصحیح فرمادیتے۔ نیز ۱۴۳۶ھ [بمطابق 2015ء] کے تخصص کے طلبہ کرام نے بھی تصحیح کے کام میں معاونت کی۔

(۱۸)۔ ہر مسئلے کے صریح جزیئے کا عربی حوالہ لانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۱۹)۔ تمام جلدوں کی مکمل فہرست تیار کی گئی ہے اور مختصر فہرست کا بھی اہتمام کیا گیا ہے نیز کتاب کے ہر صفحے کی پیشانی پر باب کے عنوان کا اہتمام کیا تاکہ قاری کیلئے آسانی پیدا ہو اور اسے سرسری نظر میں بھی ہر صفحے پر موجود مسئلے کا باب معلوم ہو۔ قرآن کریم کی آیات پر اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ایک سافٹ ویئر سے مدد لی گئی ہے نیز قرآن کریم کے خط کو حتی المقدور رسم عثمانی کے مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲۰) نجم الفتاوی کی یہ طبع جدید [مکمل چھ جلدیں] جہاں اور خاصیات کی حامل ہیں وہاں ان کی زینت وہ تحقیقی اور تفصیلی فتاوی بھی ہیں جو ان چھ جلدوں میں جابجا پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف عنوانات کی یہ تحقیقات جو کہ فتاوی کا حسن ہوتی ہیں، متعلقہ ابواب میں انہیں درج کر دیا گیا ہے۔ اہل علم، صاحب نظر، فقہ اور تفقہ کا ذوق رکھنے والوں اور تحقیق کے شناوروں کیلئے ان فتاوی میں انتہائی قابلِ قدر مواد موجود ہے، یہ موتیاں چونکہ چھ جلدوں میں جابجا بکھری ہوئی ہیں لہذا سہولت کے پیشِ نظر ان سب کی ایک اجمالی فہرست نجم الفتاوی کی اس پہلی جلد کے آخر میں دے دی گئی ہے جو ان فتاوی کے نام اور مختصر تعارف پر مشتمل ہے تاکہ اہل علم حضرات یک جا ان پر نظر کر سکیں نیز ہر جلد کے آخر میں فقط اسی جلد میں موجود تحقیقی فتاوی کے نام دے دیئے گئے ہیں۔

یہ [اور اس کے علاوہ بعض اہم احتیاطیں] وہ بنیادی باتیں ہیں جن کا لحاظ رکھتے ہوئے راقم الحروف نے اس عظیم الشان کام کو ترتیب دیا ہے۔ راقم اپنی کم علمی اور کم عملی کا معترف ہے، اگر استاذِ محترم کا سایہ اور قدم بقدم موجود رہنمائی نہ ہوتی تو شاید اتنے بڑے کام کا ایک فیصد بھی بندہ مرتب نہ کر پاتا۔ یہ استاذ محترم دامت برکاتہم کا احسان ہے کہ انہوں نے راقم کو اس قابل سمجھ کر یہ ذمہ داری سونپی اور بنفس نفیس اپنی بے شمار انتظامی، تدریسی اور دارالافتاء کی ذمہ داریوں کے باوجود، اتنا وقت دیا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت استاذ محترم کیلئے اس کام کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اس دورانیے میں راقم کو استاذِ محترم دامت برکاتہم سے استفادے کا جتنا موقع ملا، راقم اس کے مطابق اخذ تو نہ کر سکا، لیکن اسے اپنی خوش نصیبی اور خوش بختی سمجھتا ہے۔ بلا مبالغہ بے شمار مسائل پر گھنٹوں استاذِ محترم سے بحث ہوئی۔ حضرت استاذِ محترم کی زبان سے نکلے نکات، حضرت کے طریقِ استدلال، فقہی بصیرت اور بے شمار وہ صلاحیتیں راقم نے قریب سے مشاہدہ کیں، کہ کفرانِ نعمت ہوگا کہ رب کی اس نعمت پر اس کا ہزاروں مرتبہ شکر ادا نہ کیا جائے۔ یہ اس ذاتِ کریم کا فضل ہے کہ اس نے راقم کے اوقات کو اس عظیم مصرف میں لگا دیا اور اس عظیم ہستی سے استفادے کا اتنا کثیر موقع عنایت فرمایا، جن کے قریب چند لحات گزارنا بھی سعادت سمجھا جاتا ہو۔ الغرض ''نجم الفتاوی'' ابھی اپنی تکمیل کو نہیں پہنچی ہے۔ یہ تو ایک سمندر ہے، راقم کیلئے یہ اعزاز ہے کہ راقم کو اس میں اپنا حصہ ڈالنے کا موقع ملا، اور جدید ترتیب و تبویب کے مطابق اسے شائع کیا گیا۔ فقہی ترتیب کے مطابق نکاح اور طلاق کے بعد متعدد ابواب ابھی باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سب کی دعا ہے کہ دارالافتاء میں موجود یہ قیمتی ذخیرہ جلد از جلد طبع ہو جائے۔

Marfat.com

نجم الفتاوی کے گزشتہ ایڈیشن میں موجود بعض مسائل سے رجوع کا ذکر:

آخر میں راقم الحروف نجم الفتاویٰ کی ابتدائی تین جلدوں سے متعلق اس حالیہ ایڈیشن میں جو رجوع یا تبدیلیاں کی گئی ہیں، ان کا مختصراً ذکر کر رہا ہے۔ اگلی سطور میں ذکر جلد اور صفحہ نمبر گزشتہ ایڈیشن کے ہیں۔ اس ایڈیشن میں کچھ اضافہ جات کی بنیاد پر معمولی تقدیم وتاخیر ہوگی۔ پہلی جلد میں یہ تبدیلیاں کی گئی ہیں:

(۱)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۶۹) پر اپنی بیوی کو "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے" کہنے والے سے متعلق اشباہ کی عبارت کی بنیاد پر محبت شہوت اور محبت طاعت کا فرق کیا گیا تھا، لیکن دیگر حوالوں کی بنیاد پر اس سے رجوع کر کے اس فتوے کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۲)۔ پہلی جلد کے ہی (صفحہ ۷۱) پر بغیر وضو کے عمداً نماز پڑھنے سے مطلقاً کفر کا فتویٰ موجود تھا، لیکن تحقیق کے بعد اس فتوے سے رجوع کر لیا گیا ہے، بغیر وضوء کے عمداً نماز پڑھنے میں کچھ تفصیل ہے اسے کتاب میں دیکھ لیا جائے، لیکن مطلقاً تکفیر اس میں نہیں ہوگی۔

(۳)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۱۰۱) پر مالک کے نوکر کو یہ کہنے پر کہ "میں ان شاء اللہ نہیں جانتا" اس پر مطلقاً دائرہ اسلام سے خروج کا فتویٰ تھا، لیکن مزید تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ یہاں بھی تفصیل ہے، لہٰذا اس فتوے کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۴)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۱۱۶) پر نماز کو ورزشی عمل اور نازیبا کلمات استعمال کرنے والے کے بارے میں تفصیل کی گئی تھی، لیکن اب یہ واضح ہوا ہے کہ یہ شخص مطلقاً استہزاء کرنے والا اور کافر ہے، لہٰذا اس فتوے کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۵)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۱۳۳) پر قراءت سبعہ عشر کے منکر سے متعلق پہلے تفصیل نہ تھی، بلکہ مطلقاً تکفیر کا قول تھا، لیکن اب اس میں کچھ تفصیل اور تبدیلی کر دی گئی ہے۔

(۶)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۱۶۲) پر سبز عمامے سے متعلق عدمِ ثبوت کا فتویٰ درج تھا، لیکن بعض روایات اور فقہی عبارات سے چونکہ اس کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا سبز عمامے کے ثبوت کا قول کیا گیا ہے، البتہ بدعتیوں کا شعار بن جانے کی وجہ سے ترک کرنا چاہیئے۔

(۷)۔ پہلی جلد کے (صفحہ ۳۴۴) پر ایسے شخص سے متعلق جو حرمین میں نماز پڑھنے کا مدعی ہو اور مقام (اپنے گھر) پر نماز نہ پڑھتا ہو، پہلے تفصیل کی گئی تھی، لیکن اب ایسے شخص سے متعلق مطلقاً فسق کا قول اختیار کیا گیا ہے۔ اس فتوے کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بعض فتاویٰ میں معمولی تبدیلیاں اور اضافے کئے گئے ہیں، نیز بعض اہم اور مفصل فتاویٰ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے، مثلاً حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماعِ موتیٰ، توسل، حرام شئی کی حلت کی تمنا کرنا، فقہ حنفی میں شاتم رسول کا حکم، قرآن خوانی پر اجرت وغیرھا بعض انتہائی مفید، محقق ومدلل اور پر مغز فتاویٰ کا اضافہ بھی پہلی جلد کے اس ایڈیشن میں کیا گیا ہے۔

دوسری جلد میں یہ تبدیلیاں کی گئی ہیں: (۱)۔ جلد ۲ کے (صفحہ ۸۱) پر مصنوعی بال پر مسح سے متعلق فتویٰ میں کچھ تسامحات تھے۔ ہر بال کو مطلقاً لگوانا ناجائز قرار دیا گیا تھا، جبکہ ایسا نہیں۔ نیز لگوانے کے بعد مطلقاً مسح کے جواز کا قول تھا، جس پر خنزیر وغیرہ کے بال سے اشکالات وارد ہوتے ہیں، لہٰذا اس فتوے میں تبدیلی کی گئی ہے۔

Marfat.com

(۱)۔جلد ۲ (صفحہ ۸۵) پر مسح الرقبۃ میں رقبہ کا اطلاق گدی پر کیا گیا تھا، لیکن بعد از تحقیق طرفین کا رقبہ میں داخل ہونا واضح ہوا ہے لہٰذا اس فتویٰ کو رقبہ کے مصداق کی حد تک تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۳)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۱۶۹) پر حالت جنابت میں ناخن کاٹنے سے متعلق ایک فتوے پر ایک سائل کو کچھ اشکالات تھے، اس فتوے کو تبدیل تو نہیں کیا گیا، لیکن اس کے بعد وضاحتی فتویٰ اور اشکالات کا دفیعہ تحریر کر دیا گیا ہے۔

(۴)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۲۸۶ اور ۲۸۷) پر دو فتووں میں مسبوق کے بوقتِ شرکت، ثناء نہ پڑھنے کا قول کیا گیا تھا۔ اس پر بعض فقہی عبارات اور معتمد کتب کے حوالجات سے ایک سائل نے استدراک کیا، لیکن ان عبارات اور اشکالات کو قوی نہ سمجھا گیا، بلکہ ان کو مان لینے میں بہت سے اشکالات وارد ہو رہے تھے، جن کا کوئی حل نہ تھا، لہٰذا ان عبارات اور اشکالات کے جوابات تحریر کئے گئے اور تا حال یہی رائے ہے کہ مسبوق بوقتِ شرکت ثناء نہیں پڑھے گا، ان اشکالات کا مدلل انداز میں ردّ فتویٰ کی صورت میں ان دو فتاویٰ کے بعد اضافہ کر دیا گیا ہے، جس میں تمام تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

(۵)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۳۳۳) اور (صفحہ ۵۵۶) پر دونوں میں کراہتِ تحریمی کے ساتھ اداء نماز کے واجب الاعادہ ہونے سے متعلق ماہیت اور غیر ماہیت صلوٰۃ کا فرق کیا گیا تھا، جو کہ بعض فقہاء نے کیا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی الاقرب الأول کہہ کر اسے اختیار فرمایا ہے، اگرچہ بعد میں وہ خود بھی اس پر مکمل مطمئن نہیں۔ نیز مدافع الاخبثین، صلوۃ الی وجہ الانسان، تصویر والے کپڑوں میں نماز وغیرہ صورتوں میں کراہت ماہیت میں نہیں، لیکن نماز واجب الاعادہ ہے۔ نیز دیگر دلائل کی بنیاد پر یہ رائے بنی ہے کہ نماز مطلقاً واجب الاعادہ ہو اور قاعدہ "کل صلوۃ أدیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتہا" کو اطلاق پر رکھا جائے، لہٰذا ان دونوں فتاویٰ کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور کراہتِ تحریم کے ساتھ اداء نماز کے مطلقاً اعادے کا حکم لگایا گیا ہے۔

(۶)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۳۹۴) پر نجاست غلیظہ میں صرف درہم کی مقدار مساحۃ کا اعتبار کیا گیا تھا، جبکہ کتب کی مراجعت سے کچھ فرق معلوم ہوتا ہے خشک نجاست میں درہم کی مقدار وزناً اور تر نجاست میں مساحۃ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس فتویٰ کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۷)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۴۰۲) پر نماز فجر کی سنتوں سے متعلق فرض کے تابع ہو کر قضاء کا فتویٰ درج تھا، لیکن اب بعد از تحقیق یہ رائے بنی ہے کہ زوال سے قبل تک انفراداً بھی فجر کی سنتیں قضاء کر لینا بہتر ہے۔

(۸)۔جلد ۲ کے (صفحہ ۵۱۷) پر غیر عربی میں خطبہ دینے سے متعلق فتویٰ میں کچھ تسامحات ہوئے تھے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلقاً قراءت، خطبہ اور جمیع اذکارِ صلاۃ میں رجوع ثابت کر دیا گیا تھا، جیسا کہ علامہ عینی سے بھی یہ تسامح ہوا ہے، جبکہ امام کا رجوع صرف قراءت میں ثابت ہے، لہٰذا اس فتوے کو تبدیل کر کے مدلل و مفصل فتویٰ مع تنقیحات کے درج کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ رفضِ ارکان، تاخیرِ جنائز، انتقالِ میت، رفعِ یدین، جمعہ کیلئے مصر کی شرائط، نمازِ جنازہ کا داخلِ مسجد پڑھنا، مسجد سے متصل جنازہ گاہ وغیرہ جیسی رفاہی زمینوں کا حکم اور اس جیسے دیگر محقق و مدلل فتاویٰ کا بھی دوسری جلد میں اضافہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تیسری جلد میں یہ تبدیلیاں کی گئی ہیں: (۱)۔ جلد ۳ کے (صفحہ ۹۰) پر زکوٰۃ کے نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کو گرام میں (۶۱۳.۳۵ گرام) تحریر کر دیا گیا تھا جو کہ صحیح مقدار نہیں۔ اسے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(۲) جلد ۳ (صفحہ ۹۸) پر مرتد کے دوبارہ اسلام لانے کے بعد گزشتہ حالتِ اسلام میں واجب (غیر اداء) زکوۃ کے سقوط کا فتوی تحریر تھا لیکن خانیہ، طحطاوی اور شامیہ وغیرہ کی تصریحات کو مقدم کرتے ہوئے اس فتوی سے رجوع کر لیا گیا ہے اور اب رجوع کا فتوی اس مقام پر اضافہ کر دیا گیا ہے یعنی مرتد کو اسلام لانے کے بعد گزشتہ واجب زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی ضروری ہے۔

(۳)۔ جلد ۳ کے (صفحہ ۲۵۰) پر روزے میں انجکشن لگوانے سے متعلق اگر معدے تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جانے کا حکم تحریر تھا، جبکہ بعد از تحقیق یہ واضح ہوا ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے دواء معدے تک پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ زکوٰۃ میں حاجتِ اصلیہ کا تعین [کہ حاجت اصلیہ میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں؟]، نیز فلوس پر بوقت ضرورت زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اور اس بنیاد پر نوٹ پر زکوٰۃ سے متعلق اشکالات کے جواب اور روزہ میں نسیاناً دخول ہو جائے اور پھر روزہ یاد آئے یا طلوع میں وقت باقی ہونے کا سمجھ کر دخول کر لیا جائے اور بعد میں طلوع کا علم ہو، تو روزے کے حکم وغیرہ عنوانات پر سیر حاصل فتاوی تیسری جلد کے اس ایڈیشن میں شامل کئے گئے ہیں۔

یہ تو ابتدائی تین جلدوں میں کی گئی تبدیلیوں، رجوع اور تحقیقات کا ذکر تھا۔ چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد اس ایڈیشن میں ہی اضافہ کی گئی ہیں۔ ان میں نکاح وطلاق سے متعلق مسائل جمع کئے گئے ہیں، نیز بہت سے تحقیقی، نادر اور دلائل قویہ والے فتاوی سے مزین یہ تین جلدیں منظر عام پر آئی ہیں۔

کتاب النکاح سے متعلق مسائل زیادہ ہونے کے سبب اسے دو جلدوں میں طبع کیا جا رہا ہے۔ بندہ ایک بار پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس تحقیقی اور مدلل کام میں اپنا حصہ ڈالنے کی توفیق ملی، ہذا من فضل ربی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اخلاص اور اپنی خوشنودی کے حصول کا سبب بنائے۔ کوئی کتاب بالخصوص فتاوی سے متعلق کتاب غلطیوں یا تسامحات سے خالی نہیں ہو سکتی۔ از حد تحقیق کے بعد بھی غلطی کا وقوع یا پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ سکتی ہیں، لہٰذا کسی پڑھنے والے کو کسی بھی نوعیت کی غلطی کا احساس ہو تو وہ مطلع فرمائے۔ ان شاء اللہ ہم اس کے شکر گزار ہوں گے اور اگر غلطی درست معلوم ہوئی تو اسے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

فقط

ابو عزام فرحان حسن بن مظفر حسین

خریج جامعہ فاروقیہ کراچی

متخصص واستاذ جامعہ دار العلوم یاسین القرآن

ومسئول شعبہ تصنیف وتالیف

۲۰ محرم ۱۴۳۶ھ [بمطابق 2015ء]

Marfat.com

مقدمة

للشيخ الامام الفقيه المحدث المفتى البحاث صاحب اليد العليا فى العلوم كلها

الاستاذ الشيخ المفتى "سيد نجم الحسن امروهوى" دامت بركاتهم العالية

استاذ الاساتذة والعلماء، مدير الجامعة دار العلوم ياسين القرآن ورئيس دار الافتاء بها

والخطيب بالمسجد الجامع "اكبرى مدنى جامع مسجد"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی رسوله محمد وعلی آله واصحابه اجمعین وعلی من تبعهم باحسان من المحدثین والفقهاء المجتهدین والعلماء العاملین۔

امابعد!

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (رحمٰن نے قرآن کریم کی تعلیم دی)۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم میں اصل وحی کا علم ہے اور اس وحی الٰہی کے ساتھ اسلام جو فلاح انسانیت کا ضامن ہے انسانی زندگی کے تمام شعبوں، افکار ونظریات، اخلاق، عادات ومعاملات، معاشرت ومناکحت، حدود وتعزیر، میراث وترکات، نجی امور واجتماعیات، ملکی وبین الاقوامی سیاسیات میں بھرپور رہنمائی مہیا کر کے زندگی کا رشتہ مکمل طور پر وابستہ کرتا ہے۔اس وابستگی کا فائدہ کیا ہے......؟

نوعی اعتبار سے انسان نباتات اور حیوانات سے برتر ومکرم مخلوق ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (الاسراء:۷۰)

ترجمہ: اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔(ترجمہ از بیان القرآن)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:۴)

Marfat.com

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔ (از بیان القرآن)

مذکورہ انواع اپنی نشوونما اور کمال نوعی کی تحصیل میں مادی غذا کی محتاج ہیں جیسے پانی کے بغیر نباتاتی وحیوانی زندگی کا تصور نہیں اسی طرح وحی خداوندی کے بغیر ''انسانی زندگی'' کا امکان نہیں۔ کیونکہ انسانیت کے لئے وحی الٰہی کی ایسے ہی حقیقی ضرورت ہے جیسے حیات کے لئے پانی کہ جس طرح پانی کے بغیر درخت پھل لانے کے بجائے سوکھ کر ایندھن کی جگہ کام آتا ہے اسی طرح اتباع وحی کے بغیر کمال نوعی سے محروم ہو کر انسان دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات:۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ (از بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ یہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّه

(البینة :۷،۸)

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ (از بیان القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے تمام شعبوں اور اسی طرح فلاح دارین کا دارومدار فقط وحی پر ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس بھی دیئے ہیں اور عقل بھی عطا فرمائی ہے لیکن ان کے ذریعے ایک مخصوص حد تک علم حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اس میں بھی غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً دن رات ہم مشاہدہ کرتے ہیں نگاہ غلطی کرتی ہے چنانچہ چاندنی رات کو جب چاند بھی نکلا ہوا ہو اور بادل بھی آسمان پر ہوں تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا چاند دوڑ رہا ہے جبکہ حقیقت میں بادل دوڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہی حال تمام حواس ظاہرہ کا ہے۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے سو آپ کو معلوم ہے کہ وہ نابالغ ہے خواہ وہ ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ اس میں عدم بلوغ کی شان باقی اور برقرار رہتی ہے چنانچہ ہم عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں اختلاف کرتے ہیں۔ شاذ و نادر کسی مسئلے میں ان کا اتفاق ملے گا ورنہ اختلاف ہی اختلاف ہوتا ہے۔ یہ اختلاف اس بات کی دلیل

Marfat.com

ہے کہ عقل کی رسائی منزل تک ضروری نہیں"۔

(کشف الباری ۱/۲۱۱)

معلوم ہوا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے نہ تو حواس ظاہرہ پر کلی اعتماد و انحصار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انسانی عقل پر کیونکہ یہ تمام چیزیں حقیقت کے کماحقہٗ ادراک سے عاجز ہیں۔ان کے مقابلے میں ایک ذریعہ علم وحی ہے جس کے دائرہ کار کی ابتدا عقل وحواس کی حدود ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور یہ ایسا محفوظ ذریعہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے:

لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ٥

(حٰمٓ السجده: ٤٢)

جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔(ترجمہ از بیان القرآن)۔

اس لئے اگر کسی انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کسی چیز پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے تو وہ فقط"وحی" ہے۔

وحی:

امام راغب اصفہانی معجم مفردات الفاظ القرآن ص:۵۵۲ پر وحی کے لغوی معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ"۔ یعنی جلدی سے اشارہ کردینا اور بتا دینا ہے کیونکہ فرشتہ ایک آن میں آکر غیب کی باتیں بتا جاتا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری ۱/۱۴ پر لکھتے ہیں: "والوحی فی الاصل الاعلام فی خفاء" یعنی وحی کہا جاتا ہے چپکے سے بتا دینے کو چنانچہ فرشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس طرح پیغام خداوندی پہنچا دیتا تھا کہ لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

لیکن اصطلاح میں وحی کا اطلاق صرف اس کلام پر ہوتا ہے"جو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہو خواہ بذریعہ فرشتہ یا کسی اور ذریعہ سے، نیز جس میں اسباب ظاہری اور امور عادیہ کا دخل نہ ہو"۔ یہ وحی نبوت کے ساتھ خاص ہے۔اور اگر وحی میں اسباب ظاہری وغیرہ کا دخل ہو مثلاً وحی بذریعہ القاء فی القلب ہو یا بذریعہ خواب ہو تو اس پر لغۃً وحی کا اطلاق ہوتا ہے اصطلاحاً نہیں۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن: ص ۵۵۲)

پھر اس وحی کی دو قسمیں ہیں: والوحی اما متلو أو غیرہ وھو السنۃ (نورالانوار:ص۶)۔"وحی متلو" قرآن اور"وحی غیر متلو" حدیث ہے۔وحی کی ان دونوں قسموں سے استنباطِ مسائل واحکام کا نام فقہ ہے۔جس کے ذریعے فرض وواجب، حلال وحرام اور صلاح وفساد کا علم ہوتا ہے۔

فقہ کی اہمیت وفضیلت قرآن وحدیث کی نظر میں:

Marfat.com

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ○ (البقرة: ۲۶۹)

دین کا فہم جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔(از بیان القرآن)

اس آیت کے تحت تفسیر درمنثور ۲/۶۶ میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن مجاهد رحمه الله (يؤتى الحكمة من يشاء) قال ليست بالنبوة ولكنه بالقرآن والعلم والفقه۔

"(عنایت کرتا ہے حکمت جسکو چاہے) فرمایا کہ حکمت سے مراد نبوت نہیں بلکہ قرآن، علم اور فقہ ہے"۔

نیز حضرت ابن عباس سے بھی یہ تفسیر منقول ہے یعنی "قرآن میں سمجھ بوجھ"۔

وأخرج ابن ابی حاتم عن مالك بن انس قال زيد بن اسلم ان الحكمة العقل الخ۔

"زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حکمت عقل ہی کا نام ہے اور میرے قلب میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈال دی کہ حکمت اللہ کے دین میں سمجھ کا نام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے دلوں میں داخل فرماتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک آدمی کو پائے گا کہ وہ دنیاوی امور میں عقلمند ثابت ہوگا دوسرا اس کے مقابلے میں کمزور لیکن دینی معاملہ کو بصیرت سے جاننے والا ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور پہلے عقلمند کو اس سے محروم رکھا، سو حکمت دین الٰہی میں سمجھ کا نام ہے"۔ (الدر المنثور ۲/۶۷)

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبة: ۱۲۲)

سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں تا کہ وہ لوگ احتیاط رکھیں۔(از بیان القرآن)

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ " (رواه البخاری ۱/۱۶)

"جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتے ہیں"۔

"عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ افضل العبادة الفقه وافضل الدين الورع۔" (رواه الطبرانی ۱۰/۱۲۲، وفی الترغیب ۱/۵۰، کنز العمال: ۲۸۷۶۳)

Marfat.com

''افضل عبادت فقہ ہے اور افضل دین تقویٰ ہے''۔

"عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ ﷺ قال: قلیل العلم خیر من کثیر العبادة و کفی بالمرء فقهاً اذا عبد الله و کفی بالمرء جهلا اذا أعجب برأيه."

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ۹/۲۱۸، الترغیب والترهیب ۱/۵۰)

''تھوڑا علم زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کے سمجھدار ہونے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور انسان کے جاہل ہونے کیلئے یہی ایک بات کافی ہے کہ اس کو اپنی رائے بھلی لگے''۔

ان لکل شئ دعامة ودعامة هذا الدين الفقه ولفقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔ (کنز العمال: ۲۸۷۶۸)

''ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے، دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔ اور شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں ایک فقیہ عالم (کو گمراہ کرنا) سخت ہوتا ہے''۔

"طلب الفقه حتم واجب على كل مسلم۔" (کنز العمال ۱۰/۱۵۹ [۲۸۸۲۵])

''ہر مسلمان پر فقہ کا طلب کرنا ضروری اور واجب ہے''۔

تدوین فقہ اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم:

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی نظام حیات ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر لچک اور گنجائش رکھی ہے، تاکہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے اور کسی منزل پر اپنے پیروکاروں کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق ایک جامع ضابطہ حیات امت کو عطا فرمایا جس میں تمام شعبوں سے متعلق قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے دین وشریعت کو قائم رکھا اور چار دانگ عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل پیش آتے گئے جن کا بظاہر قرآن وحدیث میں حکم نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ علماء ربانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے باضابطہ سب سے پہلے سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آمادہ ہوئے اور اس کے بعد دیگر ائمہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے منتخب فرمایا جن میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے۔

من اشتهرت مذاهبهم، هم اربعة: ابوحنيفة الكوفي ومالك واحمد والشافعي واولهم الاول ويعاصره الثاني الخ (مقدمة الفوائد البهية: ص۶)

''جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی وہ چار ہیں امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان چاروں میں سے پہلے (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) مقدم ہیں''۔

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت الکوفی ہے لیکن آپ کی شہرت آپ کی کنیت کے ساتھ ہے جو''ابوحنیفہ'' ہے۔ عام طور پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجمی النسل ہونا مسلم ہے۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۱ پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

''ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم فارسی نسل کے ہیں، ہمارے دادا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے ہیں''۔

تحصیل علم:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیس (۲۰) سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب وانساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے۔

شرف تابعیت:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایت اور رویت دونوں اعتبار سے تابعی ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے صحیح سند سے سماع ثابت ہے۔''امام الجرح والتعدیل استاذ الامام بخاری ومسلم یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ'' نے اپنی کتاب''التاریخ والعلل''میں حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:

ان اباحنیفة صاحب الری سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول الله ﷺ اکثر جند الله الجراد لاآکله ولااحرمه۔

(رواه البخاری وابو داؤد ونعیم وروی ابن ماجه عن انس رضی اللہ عنہ وذکره ابن المنذر باختلاف السند والمتن)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لسان المیزان (۳/۶۶۰) پر بھی یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ عثمان بن راشد بھی روایت کرتے ہیں اور حجاج بن ارطاۃ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس کے علاوہ حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو خطیب کے معاصر ہیں، اپنی مشہور تصنیف "جامع بیان العلم وفضلہ" ص ۴۵ پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ہوتے ہوئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کرتے ہیں:

"ابو عمر بن عبد البرّ فقال اخبرت عن ابی یعقوب یوسف بن احمد الصیدلانی المکی حدثنا ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی العقیلی حدثنا ابو عبد اللہ بن جعفر الرازی عن ابی یوسف سمعت اباحنیفۃ یقول حججت مع ابی ثلاث وتسعین... ھذا رجل قد صحب رسول اللہ ﷺ یقال لہ عبد اللہ بن الحارث بن جزء الخ...." (اعلاء السنن)

اسی طرح حافظ ابو بکر جعابی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی نادر تصنیف (الانتصار لمذھب ابی حنیفہ) میں اسی اسناد سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحابی سے روایت کردہ حدیث ذکر فرمائی ہے۔ یحیٰ بن معین اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد سے متعلق محدث العصر امام الحدیث والنقد علامہ عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی طرح کی جرح منقول نہیں نیز مزید فرماتے ہیں کہ:

"اگر یہ روایات پایہ ثبوت تک نہ پہنچتیں تو امام بن معین، ابو بکر جعابی، حافظ ابو نعیم اصفہانی، حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہم اللہ جو روایت حدیث کے ارکان خیال کئے جاتے ہیں ہرگز امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس بات کی تصریح نہ کرتے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حدیثیں سنی ہیں"

جہاں تک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر روایات کا تعلق ہے اگر انہیں ضعیف بھی مان لیا جائے تو ضعیف روایات مناقب رجال اور فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت اتنی قطعی اور یقینی ہے کہ دار قطنی اور خطیب جیسے حضرات بھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے تو بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں موجود تھے۔ اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ نے دیکھا تھا۔

أما رؤیتہ لانس رضی اللہ عنہ وادراکہ لجماعۃ من الصحابۃ بالسن فصحیحان لاشک فیھما۔

(الخیرات الحسان: ۵۵)

"یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک ہیں"۔

یہ شرف ایسا ہے کہ جس میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں بلکہ یہ امتیازی شان صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین ولم یثبت ذالک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ

Marfat.com

الشریفة واللیث بن سعد بمصر۔ (الخیرات الحسان: ص ۴۸)

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں موجود تھے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں"۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، دوسری طرف آپ ان سب سے مرتبے میں بھی بڑے ہیں۔

الحاصل ان التابعین افضل الامة بعد الصحابة فنعتقد ان الامام الاعظم والهمام الاقدم ابوحنیفة افضل الائمة المجتهدین واکمل الفقهاء فی علوم الدین ثم مالك فانه اتباع التابعین ثم الامام الشافعی لکونه تلمیذ الامام مالك بل تلمیذ الامام محمد ثم الامام احمد کالتلمیذ للشافعی۔ (شرح الفقه الاکبر: ص ۳۴۶)

"حاصل یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد تابعین ہیں پس ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے اور فقہاء علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند و اکمل ہیں، آپ کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تبع تابعی ہیں پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بلکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد ہیں پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کی طرح ہیں"۔

دیگر ائمہ کرام کی توثیق:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جو اگر پتھر کے ستون کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ اس بات کو اپنی دلیل سے ثابت کر دے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۴)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔

(اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۷...... البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۱۰۸)

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو بردبار نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء :ص ۶/ ۵۳۷)

علی بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا موازنہ ان کے ہم عصر فقہاء کے ساتھ کیا جائے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم ان کے علم پر بھاری رہے گا۔ (حوالہ بالا)

Marfat.com

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔

عبداللہ بن مبارک یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ وسفیان رحمہما اللہ کے ذریعے میری امداد نہ فرماتے تو میں آج عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

وكانت وفاته في رجب من هذه السنة اعني سنة خمسين ومائة وكان مولده في سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلي عليه ببغداد ست مرار لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله۔ (البداية والنهاية: ۱۰/۱۱۰)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات رجب کے مہینے ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ بے تحاشا افراد کی شرکت کے باعث بغداد میں چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دار الہجرۃ لقب اور والد کا نام انس تھا۔ خالص عرب خاندان سے تھے جو جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز تھا۔ معتبر روایت کے مطابق سن پیدائش ۹۳ھ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا جس طرح دینی وعلمی لحاظ سے ایک ممتاز مقام تھا اسی طرح آپ کا مولد ومسکن مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علماء وفضلاء کا مخزن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سینکڑوں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دور دراز مقامات میں نکل گئے تھے لیکن معدن، سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے۔

آپ ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کبھی کسی اور شہر منتقل نہیں ہوئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے علماء مدینہ سے کسب علم کیا اور ایک طویل عرصے تک عبدالرحمن بن ہرمز کی شاگردی اختیار کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع اور ابن شہاب زہری اور اپنے علم فقہ کے استاد ربیعۃ بن عبدالرحمن المعرف بربیعۃ الرأی سے کسب فیض کرتے رہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"جاہ وجلال اور شان وشوکت سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا اژدحام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گزر، حاضرین کی مؤدب نشست، در خانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب ووقار طاری کر دیتا تھا۔" (محدثین عظام: ص ۹۲ بحوالہ حیات مالک)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہارون الرشید کے دور میں مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔

Marfat.com

(البدایۃ والنہایۃ۱۰/ ۱۸۰......سیر اعلام النبلاء ۷/ ۳۸۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن ادریس القریشی الہاشمی تھا۔آپ کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد عبد مناف میں جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتا ہے۔آپ کی ولادت فلسطین میں غزہ کے مقام پر سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس سال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بچپن میں ہی قرآن شریف حفظ کرلیا،اس کے بعد عربی زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے ھزیل قبیلہ کے گاؤں تشریف لے گئے۔آپ نے مکہ مکرمہ کے مفتی مسلم الزنجی کی شاگردی اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔اس کے بعد مدینہ منورہ منتقل ہوکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کیا۔سنہ ۱۸۳ھ میں بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے فقہاء عراق کے علوم حاصل کئے۔سنہ ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ملاقات کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فقہ اور اصول ناسخ ومنسوخ میں کسب فیض کیا۔اس کے بعد آپ سنہ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی اور مصر میں سنہ ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور قرافہ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔(البدایۃ والنہایۃ ۱۰/ ۲۶۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن حلال بن اسد الذھلی الشیبانی تھا۔سنہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی اور وہیں آپ نے تربیت حاصل کی۔

ابتدائی دور میں بغداد میں آپ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی لیکن پھر بعد میں آپ مستقل امام مجتہد بن گئے اور حنبلی مذہب کی بنیاد رکھی۔آپ نے احادیث کے جمع اور حفظ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں یہاں تک کہ اپنے دور میں امام المحدثین کہلانے لگے۔

> حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اولین وآخرین کے علوم جمع فرمادیئے ہیں۔
>
> امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب مصر تشریف لے گئے تو فرمایا جب میں بغداد سے نکلا تو وہاں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا نہ کوئی فقیہ تھا اور نہ پرہیزگار۔
>
> ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو آدمیوں کے ذریعے اعزاز بخشا،حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com

رضی اللہ عنہ سے ارتداد کے وقت اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ خلق قرآن کے وقت۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵)

۲۴۱ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۳۴۰)

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید پر امت کا اجماع:

یہ چاروں ائمہ کرام جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اور فقہ کی تدوین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی چار کا انتخاب فرمایا۔ ان کے فقہی مسالک اصول شرعیہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں اس لئے سب اپنے مقام پر درست وحق ہیں اور ان کی تقلید پر امت کا مسلسل اجماع چلا آرہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال اول تو منتشر ہیں اور دوسرے یہ کہ شرائط وقیود کے اعتبار سے منقح بھی نہیں ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ اجتہاد مطلق کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے (ادب المفتی و المستفتی: ص ۲۹)۔ اس لئے ان چار ائمہ میں سے ہی کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

التقریر والتحبیر ۳/۴۷۲ سے "التحریر" کی عبارت پیش خدمت ہے:

ذکر بعض المتأخرین (ابن الصلاح) منع تقلید غیرالائمۃ الاربعۃ لانضباط مذاهبهم .... ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو الصحیح۔

"بعض متاخرین یعنی ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جائے گی بوجہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہونے کے .... اور اس وقت ان حضرات (ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم) کے علاوہ ان جیسا اور کوئی موجود نہیں ہے بوجہ ان (دیگر حضرات) کے متبعین کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے اور یہی (بات) صحیح ہے"۔

فقہ حنفی کے امتیازات وخصوصیات اور مجلس شوریٰ:

(۱) جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی حدود نے نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آچکا تھا۔ سادہ دلی اور سادہ زندگی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا شیوہ خاص تھا ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ایران وروم اور دوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جا رہی تھی اس لئے حالات کا تقاضا ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال تلاش کئے جائیں اور دین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر "نظام حیات" کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں ہو جسے ہر عالم وجاہل، ذہین وغبی، عربی وعجمی اور شہری وبدوی بآسانی سمجھ لے اور جو مسائل صراحۃ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں موجود نہیں ہیں علماء کے باہمی غور وفکر اور بحث

Marfat.com

وتحیص سے مستنبط ہوں تا کہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے پائیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں آسانی سے زندگی گزار سکیں۔اور ساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش وتجسس کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالی نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو مخصوص اور منتخب فرمایا۔حضرت امام صاحب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو باضابطہ طریقے سے مدون اور مبوب فرمایا۔اگرچہ شروع ہی سے فقہ اور اس کے احکامات موجود تھے لیکن وہ حضرات صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جبکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعد والوں کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ کو جمع کر کے کتابی شکل سے مزین کیا۔چنانچہ ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انه اول من دوّن علم الفقه ورتّبه ابوابا و كتبا على نحو ما هو عليه اليوم وتبعه مالك في مؤطئه ومن قبله انما كانوا يعتمدون على حفظهم۔" (الخيرات الحسان: ص ۷۳)

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب وفصول سے اس طرح مرتب کیا جس طرح آج کل اس کی مرتب کردہ شکل موجود ہے۔اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا"۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تدوین کا یہ کام صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے ایک جماعت (مجلس شوریٰ) تیار کی جن کی تعداد ایک ہزار تک تھی لیکن ان میں سے چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونقل ط عن مسند الخوارزمي ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه أجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد فقربهم وأدناهم۔" (شامية: ۱/۶۷)

اس کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

فكان اذا وقعت واقعة شاورهم الخ۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ اور بحث ومباحثہ کرتے اور پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس احادیث اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر اپنا ذخیرہ احادیث ان کے سامنے رکھتے۔اس کے بعد ایک ایک ماہ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ حتمی بات طے پا جائے تو اس مسئلہ کو لکھوا دیتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے۔ایسا نہیں کہ تنہا کوئی بات کہی ہو۔

یہ مجلس شوریٰ ایسی تھی کہ کسی اور کو ایسا اعزاز نہ مل سکا۔یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کی تعریف اور اس پر حد درجہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

قال رجل عند وكيع اخطأ ابوحنيفة رحمه الله فزجره وكيع وقال الخ۔ یعنی امام وکیع کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (کسی مسئلہ میں) غلطی سرزد ہوگئی۔اس جملہ کے سنتے ہی امام

Marfat.com

وکیع نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے وہ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہے...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی مجلس میں فقہ کے ائمہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حدیث کے ائمہ ہیں (یہ کہہ کر پھر) انہیں شمار کیا اسی طرح لغت عربی کے ائمہ ہیں (پھر) انہیں بھی شمار کیا، زہد وتقویٰ کے امام جیسے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے حضرات موجود ہیں۔ جس کے ساتھی یہ حضرات ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات فوراً انہیں حق کی طرف لائیں گے۔ (الخیرات الحسان :ص ۷۲)

اس جماعت نے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہے۔ ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد مسائل کو قلمبند کیا گیا۔ اس عرق ریزی، غور وفکر، اخلاص وللٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کی تدوین ہوئی جو ہر جہت سے مہذب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجلس شوریٰ کی بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہو جائے وہی حتمی قرار پائے بلکہ تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اور وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو اس کو اختیار کر لینا اور اسی کا دوسروں کو حکم دینا۔ اس لئے کہ مقصود کتاب وسنت اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل ہے، اپنی بات پر ضد اور اپنی فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاعلم ان أباحنيفة من شدة احتياطه وعلمه بان الاختلاف من آثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لكم دليل فقولوا به۔ (عقود رسم المفتي :ص۱۶)

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاط اور تقویٰ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی دلیل مل جائے تو اسی کو اختیار کرو"۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ علیہما کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف مشہور ومعروف ہے۔ تقریباً ایک تہائی مسائل میں صاحبین رحمہما اللہ علیہما نے اختلاف کیا ہے۔ یہ اقوال بھی فقہ حنفی کی تدوین میں شامل اور مذہب کا حصہ ہیں۔ اس اختلاف کا رحمت ہونا مختلف ضرورت کے مواقع پر اہل علم پر مخفی نہیں۔ برخلاف دوسرے ائمہ کرام کے کہ وہاں صاحب مذہب کے قول کے علاوہ ان کے اصحاب کے اقوال مذہب میں شامل نہیں سمجھے جاتے۔ کہیں خود صاحب مذہب سے ایک سے زائد قول مروی ہوں تو ان میں بھی صرف ایک قابل عمل ہوتا ہے۔ جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بعض مسائل میں قول قدیم وجدید ملتا ہے۔ لیکن خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق ان کا قول جدید ہی معتبر ہے قول قدیم نہیں۔

حاصل یہ کہ اختلاف کی بناء پر رحمت کے آثار اور جو توسع احناف کے یہاں پایا جاتا ہے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں پائی

Marfat.com

جاتی۔

افتاء اور اس کی اہمیت:

ماقبل تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اب اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہوگیا۔لہٰذا ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چوں کہ انسانی زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور عموماً ہر شخص کے حالات ہر زمانے میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے۔سب میں یہ فہم وبصیرت کہاں کہ فقہاء کے بیان کردہ جزئیات سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کریں اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو کیونکہ اول تو حالات واقعی اور فقہی عبارات کا انطباق ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں فقہاء میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف کے نتیجے میں مختلف اقوال سامنے آئیں یا متقدمین سے کسی جزئیہ کی صراحت نہ ہونے کی صورت میں متاخرین کی تخریج میں اختلاف ہوا اب ان مختلف اقوال میں کسی ایک قول کو عمل کے لئے متعین کرنا اور بسا اوقات نئے پیش آمدہ مسئلہ کی متقدمین ومتاخرین دونوں سے صراحت نہ ہونے کی صورت میں ان ہی حضرات کے اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بیان کرنا یہ ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو قرآن وحدیث اور متقدمین ومتاخرین فقہاء کے کلام پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل ضروریہ مستنبط کر کے یکجا کرتی رہے تا کہ عام افراد اپنے دن رات کے پیش آمدہ مسائل میں کہیں الجھاؤ کا شکار نہ ہوں۔اور بلاشبہ اسی استنباط واستخراج کا نام ''فتویٰ'' ہے۔ جو شخص اس استنباط واستخراج میں مہارت تامہ کا حامل ہو وہ ''مفتی'' ہے۔

افتاء ایک اہم اور حددرجہ احتیاط کی متقاضی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر سمجھتے تھے ان پر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔پھر اس باب میں ان کا یہ حال تھا کہ اگر کسی مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی تو بلاتکلف بتادیتے اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ ''ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں، کسی اور سے پوچھ لیا جائے''۔ کھینچ تان اور تکلف وتصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

> حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا ہے کہ ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیجتے، وہ تیسرے کے پاس، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا یہاں تک کہ وہ سائل پہلے صحابی کے پاس واپس آجاتا۔ (ادب المفتی والمستفتی: ص ۹)
>
> حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا رہے وہ پاگل ہے۔(حوالہ بالا: ص ۹)
>
> قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہیں جانتا اس لئے آپ کے پاس

Marfat.com

آیا ہوں۔حضرت قاسم نے فرمایا: میری لمبی داڑھی اور میرے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ کو نہ دیکھ، مجھے تیرا مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔اس مجلس میں ایک قریشی شیخ بیٹھے ہوئے تھے،انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اس مجلس میں میں نے آج تک آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا،آپ جواب دیجئے۔حضرت قاسم نے فرمایا: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میری زبان کٹ جائے اس کے مقابلے میں کہ میں ایسے مسئلہ کا جواب دوں جس کا علم میرے پاس نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلے میں بڑی ہی احتیاط کیا کرتے تھے۔مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت مروی ہے:

"من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه۔"(مشکوۃ ۳۵/۱)

"جو شخص بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا اس کا گناہ اسی پر ہوگا"۔

اسی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت تک مسند افتاء پر جلوہ افروز نہ ہوئے جب تک ستر علماء کرام نے ان کی اہلیت کی گواہی نہ دی۔[البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰/ص ۱۸۰]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک مسئلہ مجھے سوتے،کھانے اور پینے سے روکے رکھتا تھا۔

[الموافقات ۴/۲۲۷]

نیابت نبوت:

علامہ شاطبی نے موافقات ۴/ ۱۹۳ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔امام موصوف نے یہاں تک صراحت کردی کہ "مفتی امت میں افتاء اور تعلیم و تبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے"۔اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ درحقیقت حکم خداوندی کا اظہار ہے۔اور مفتی خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے فتویٰ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے بلکہ جواب دیتے وقت جنت اور جہنم کا استحضار بھی ہونا چاہیئے کہ ان دونوں میں کس کو پسند کرتا ہے۔[ادب المفتی والمستفتی: ص ۸]

الحمد للہ دار الافتاء دار العلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً اٹھارہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔عرصہ ہذا میں دار الافتاء سے کئی ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔بندے کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ شائع ہو جائے،لیکن تعلیمی،تدریسی اور انتظامی مصروفیات کی بنا پر یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی۔چند سال قبل اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کیا،جو محض اللہ جل جلالہ کے فضل و کرم نے کتاب العقائد تا کتاب الحج تین جلدوں کی صورت میں ناظرین کے سامنے آچکا ہے،جس میں عقائد،طہارت،صلاۃ،زکوۃ،صوم اور حج سے متعلق تقریباً دو ہزار اہم مسائل کے جواب مفصل و مدلل انداز میں طبع ہوئے ہیں۔

Marfat.com

الحمدللہ ان تین جلدوں کے بعد اب "نجم الفتاوی" کی تین اور جلدیں ہدیہ ناظرین ہیں، جن میں کتاب النکاح سے کتاب الطلاق تک کے ابواب سے متعلق تقریباً پندرہ سو اہم فتاویٰ جات مذکور ہیں۔ نیز کتاب العقائد تا کتاب الحج کی پہلی تین جلدوں میں بھی بعض اہم فتاویٰ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب چھ جلدوں میں احباب کی خدمت میں حاضر ہے جن میں مجموعی اعتبار سے تقریباً ساڑھے تین ہزار مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

آخر میں بندہ ناچیز یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ علم فتویٰ ایک پرخطر اور مہتم بالشان علم ہے جس کے لئے نہایت اعلیٰ صلاحیتوں اور استعداد کی ضرورت ہے جن سے بندہ عاجز ہے البتہ توفیق الٰہی اور فضل خداوندی کے بعد اپنے تمام اساتذہ ومشائخ عظام کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے یہ کام لیا اور لے رہا ہے۔ خاص طور پر میرے ہر دو مشائخ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہٗ اور امام الحدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی قدس سرہٗ پر لاتعد ولاتحصی رحمتیں نازل ہوں کہ ناچیز کو علوم ظاہرہ وباطنہ میں جو ادنیٰ سی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی ہے یہ ان ہی حضرات کی توجہات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بندہ اس فتاویٰ کے طبع ہونے میں اپنے ان تلامذہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جن کی کاوشوں سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ناظرین کے سامنے ہے خصوصاً طبع اول میں عزیزم مفتی غلام مصطفی سلمہ اور طبع ثانی میں مفتی وقار احمد زید عمرہ نے بندہ ناچیز کی بھرپور معاونت کی جبکہ موجودہ چھ جلدوں کی مکمل جلد اول تا جلد ششم کی ترتیب وتبویب تمام تحقیقات ومراجعات کے حوالہ جات وغیرہ پر کلیدی کام مفتی فرحان حسن زید علمہ وعمرہ نے کیا ہے۔ نیز بعض شرکاء تخصص نے تمام عربی حوالہ جات کی اصل سے مراجعت اور عبارات کی تصحیحات کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہی حضرات کی انتھک محنت اور کاوشوں سے یہ مجموعہ مورد وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل اور حیات میں بے پایاں برکات نصیب کرے۔ آمین

آخری گزارش بندے کی ان اہل علم حضرات سے جن کی نظر سے یہ کتاب گزرے گی کہ "الدین النصیحة" کے مصداق اس کو اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ جہاں بھی کوئی قابل اشکال بات محسوس کریں بندے کو ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے۔ مؤلف اور جملہ معاونین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

(شیخ الحدیث مفتی) سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتہم العالیة)

خادم دار العلوم یٰسین القرآن کراچی

۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

Marfat.com

Marfat.com

كتاب الايمان والعقائد

Marfat.com

Marfat.com

کتاب الایمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

(۱) کیا ایمان مخلوق ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ ایمان مخلوق ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جواب سے قبل اصل مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود مشائخ احناف میں اختلاف رہا ہے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔بعض احناف مخلوق اور بعض غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے لیکن یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ جو حضرات ایمان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالی کی طرف سے توفیق اور عنایات کے حصول کا اور یہ غیر مخلوق ہے لہٰذا ایمان غیر مخلوق ہوا۔

جو حضرات مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا اور یہ دونوں بندوں کے افعال میں سے ہیں اور بندہ اپنے تمام افعال کیساتھ مخلوق ہے لہٰذا ایمان بھی مخلوق ہے۔

اس تفصیل کے بعد کسی ایک جانب میں کفر کا حکم لگانا بعید معلوم ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے کفر کے قول کو مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے خاص طور پر جب دو طرح کی صراحت ہمارے مشائخ سے موجود ہے تو پھر ایک جانب کی تکفیر کا نتیجہ (العیاذ باللہ) اوپر تک پہنچے گا۔لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی ایک جانب کی تکفیر کے بجائے اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۴۷):.. من قال بخلق القرآن فهوكافر وكذا من قال بخلق الايمان فهوكافر وروى عن بعض السلف انه روى عن ابي حنيفة رحمه الله ان الايمان غير مخلوق ...... وحكى عن الشيخ الامام الزاهد انه قال لسائل هذه المسئلة: ايمان كردش بنده است

Marfat.com

بخدای تعالی بتوفیق وی وکردش بنده فعل بنده است وبنده باهمه افعال آفریده است. وتوفیق وهدایت حق که بنده رادار ازصفت خدا است ، وحق عزوجل باصفات خویش ناآفریده است۔ وسئل مرة اخرى عن هذه المسئلة فقال: ان اردت بالايمان التصديق والاقرار فهذا فعل العبد والعبد بجميع افعاله مخلوق وان اردت توفيق الله وهدايته على اتيان الايمان بالله تعالى فالله تعالى بجميع افعاله غير مخلوق۔

وفي شرح الفقه الاكبر (ص١٤٢) : ان الايمان مخلوق اوغير مخلوق اختلف فيه مشائخ الحنفية فذهب اهل سمرقند الى الاول وذهب اهل بخارئ الى الثاني مع اتفاقهم ان افعال العباد كلها مخلوقة لله سبحانه ، وبالغ بعض مشائخ بخارئ فكفروا من قال بان الايمان مخلوق ......قال ابن الهمام في المسايرة :ونص ابي حنيفة رحمه الله في كتابه الوصية صريح في خلق الايمان حيث قال: نقر بان العبد مع جميع اعماله واقراره ومعرفته مخلوق. فلماكان الفاعل مخلوقا فاولى ان يكون فعله مخلوقا انتهى۔

(۲) کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار آسمانی کتب پر ایمان لائے مگر وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل کئے گئے ان پر ایمان نہ لائے یا اسے معلوم ہی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں جملہ کتب سماویہ پر اجمالی ایمان کافی ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالی نے نازل کیا وہ سب حق ہے۔ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں، ہاں! اگر ان میں سے کسی کا انکار کردیا تو اس صورت میں یہ شخص مؤمن نہیں کہلائے گا۔

لمافي الصحيح لمسلم (١/٢٧): حدثنا عبيدالله بن معاذ العنبرى ......قال حدثني عمر بن الخطاب رضي الله عنه... قال فأخبرني عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر۔

وفي المشكوة (ص١١): عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ......قال فأخبرني عن الايمان قال ان تؤمن باللهوملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر۔

وفي المرقاة(١/٥٧) تحت هذه الروايه (وكتبه) اي ونعتقد بوجود كتبه المنزلة على رسله تفصيلا

Marfat.com

فیما علم یقینا کالقرآن والتوراۃ والزبور والانجیل واجمالا فیماعداہ وانما منسوخۃ بالقرآن۔

(۳) چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چار آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل ہوئے ان کو لاعلمی کی وجہ سے یا علم ہونے کے باوجود نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف پر بھی اجمالی ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے سے وابستہ ہے، ان میں ایک کا انکار بھی گمراہی اور اللہ تعالی سے دوری کا موجب ہے۔ البتہ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ان صحائف کا انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقولہ تعالی (النساء:١٣٦):یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا

وفی مشکوۃ المصابیح (١/١١):عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع علینارجل شدیدبیاض...قال فاخبرنی عن الایمان قال أن تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر...

وفی شرح الفقہ الاکبر(١٢٩):أصل التوحید وما یصح الاعتقاد علیہ یجب أن یقول :اٰمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ۔۔۔(وکتبہ)ای المنزلۃ من عندہ کالتوراۃ والانجیل والزبور والفرقان وغیرھا من غیر تعیین عددھا۔

Marfat.com

(۴) ایمان کیلئے فقط توحید و رسالت کا اقرار کافی ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو دوران تقریر یوں کہنے لگا جبکہ وہ بلدیاتی انتخابات میں اپنے لئے ووٹ مانگ رہا تھا اور علاقہ بھی مسلمانوں کا تھا ''مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں کلمہ نہ پڑھوں؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کروں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر نہ مانوں؟ کیا ان الفاظ کے کہنے سے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں صرف اس قدر کہنا کافی نہیں ہے بلکہ تمام قطعیات پر ایمان لانا ضروری ہے لہٰذا اگر مذکورہ ہندو شریعت مطہرہ کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن تسلیم کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اگر قطعیات میں کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ بدستور ہندو ہی ہے۔

لما فی مشکوٰة المصابیح (۱/۱۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان. متفق علیه۔

عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً رواه مسلم۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم... فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة۔

وفی الیواقیت و الجواهر (ص۳۹۵): اما من خرج ببدعته من اهل القبلة کمنکری حدوث العالم ومنکری البعث للنشر والحشر للاجسام والعلم بالجزئیات علی ما مر فی مبحث اسمه تعالی العالم فلا نزاع فی کفرهم لانکارهم بعض ما علم مجیٔ الرسول به ضرورة۔

وفی الشامیة (۴/۲۶۳): صرح فی کتابه المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من اصول الدین وضروریاته۔

Marfat.com

(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نصرانی یوں کہے کہ میں نصرانیت سے برأت کا اعلان کرتا ہوں اور ساتھ میں شہادتین کا اقرار کرے تو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص فیمابینہ وبین اللہ تو مسلمان ہوگا البتہ دنیاوی احکامات کے اجراء کے لئے یا تو یہودیت سے بھی برأت کا اعلان ضروری ہوگا یا یہ صراحت ضروری ہوگی کہ "میں دین اسلام میں داخل ہوتا ہوں"۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی نصرانی ہمارے درمیان رہتے ہوئے اسلام قبول کرے ورنہ اگر میدان جنگ میں ہو تو ہر ایسا کلمہ جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرے اس کے خون کو بچانے کے لئے اس کلمہ کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

لمافی البزازية على هامش الهندية (۳۱۳/۶) : واذا قال النصرانی اشهد ان لااله الاالله واتبرأ عن النصرانية لايحكم باسلامه لجواز انه دخل فی اليهود اذ اليهود يقول ايضا وان زاد وقال وادخل فی دين الاسلام زال الاحتمال۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۶/۴) : الكفار اصناف خمسة: من ينكر الصانع كالدهرية ومن ينكرالوحدانية كالثنوية ومن يقربهمالكن ينكربعثة الرسل كالفلاسفة ومن ينكر الكل كالوثنية، ومن يقر بالكل لكن ينكر عموم رسالة المصطفى كالعيسوية فيكتفى فی الاولين بقول لااله الاالله وفی الثالث بقول محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما مع التبری عن كل دين يخالف دين الاسلام۔

وفی الشامية تحته: (وفی الخامس بهما مع التبری) ذكر ابن الهمام فی المسايرة ان اشتراط التبری لاجراء احكام الاسلام عليه لالثبوت الايمان فيمابينه وبين الله تعالى ......قال فی الفتح : ان اشتراط التبری انما هو فيمن بين اظهرنا منهم واما من فی دارالحرب لوحمل عليه مسلم فقال محمد رسول الله فهو مسلم۔

Marfat.com

(۶) مرتد کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتد اگر مسلمان ہو جائے تو اس کی نیکیاں دوبارہ لوٹ کر آتی ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

ارتداد کی وجہ سے سابقہ نیک اعمال ختم ہو جاتے ہیں البتہ اگر وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں آجاتا ہے تو اس کے سابقہ نیک اعمال آئندہ کے نیک اعمال میں معاون ہوں گے۔

لما فی التاتارخانية (۴۶۱/۵) : ثم ما يكون كفرابلا خلاف يوجب احباط العمل وتلزمه اعادة الحج ان كان قد حج...... وفى اليتيمة ، قيل له : لو تاب أتعود حسناته ؟ قال: هذه المسئلة مختلفة فعند ابى على وابى هشام واصحابنا انها لا تعود ، وعند ابى القاسم انها تعود ونحن قلنا انه لايعود مابطل ثوابه لكنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فى الثواب من بعد۔

وفى الدر المختار مع رد المحتار (۲۵۱/۴) : وما أدى منها فيه يبطل ولايقضى من العبادات الا الحج۔

وفى الشامية: (وما أدى منها فيه يبطل) فى التتارخانية معزيا الى اليتيمة قيل له لو تاب تعود حسناته؟ قال هذه المسئلة مختلفة فعند ابى على وابى هاشم واصحابنا انه يعود وعند ابى القاسم الكعبى انها تعود ونحن نقول انه لا يعود ما بطل من ثوابه لكنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فى الثواب بعد اھ بحر۔

(۷) قریب المرگ شخص کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پر قریب المرگ ہے اسی حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ کیا اس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار نہیں۔ لہذا قریب المرگ شخص اگر کفریہ کلمات بکتا ہے تو وہ کافر نہ ہو

Marfat.com

گا البتہ کوئی کافر قریب المرگ اگر اسلام لے آئے تو اس کے بارے میں اللہ تعالی سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

لما في صحيح البخاري (٢/٦٨٤): عن سعيد بن المسيب، عن أبيه، قال: لما حضرت أبا طالب الوفاة دخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم، وعنده أبو جهل وعبد الله بن أبي أمية، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: " أي عم، قل: لا إله إلا الله أحاج لك بها عند الله "، فقال أبو جهل، وعبد الله بن أبي أمية: يا أبا طالب أترغب عن ملة عبد المطلب، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: لأستغفرن لك ما لم أنه عنك، فنزلت: {ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى، من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم}۔

وفي الشامية (٢/١٩٠): لكن الظاهر ان زمان الياس زمان معاينة الهول والمسطور في الفتاوى ان توبة الياس مقبولة لا ايمانه ...... والحاصل ان المسألة ظنية واما ايمان الياس فلا يقبل اتفاقاً الخ۔

(۸) غرغرہ اور قریب المرگ شخص سے متعلق حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غرغرہ کی حالت سے کیا مراد ہے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ قریب المرگ شخص کے کلمات (ایمان یا کفر) کا اعتبار ہوتا ہے مگر غرغرہ والے کا نہیں۔ بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ غرغرہ اور قریب المرگ ایک ہی چیز تو ہیں تو احکام مختلف کیوں؟ اس نے کچھ تفصیل بتائی جو بندہ نہ سمجھ پایا۔ برائے مہربانی جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

قریب المرگ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس پر موت حاضر ہو یعنی موت کی علامات اس پر طاری ہو جائیں مثلاً اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں اور ناامیدی کی کیفیت پیدا ہو جائے، اور غرغرہ کی حالت وہ ہوتی ہے جب روح تمام جسم سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے، ایمان اور کفر کا اعتبار نہ تو پہلی صورت میں ہوتا ہے اور نہ دوسری صورت میں یعنی اگر اس حالت میں کفریہ کلمات زبان سے نکل گئے تو اس کی وجہ سے اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا اور ایسی حالت میں اگر کوئی شخص ایمان لاتا ہے تو ایمان لانا بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتا، البتہ پہلی صورت یعنی قریب المرگ شخص سے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

لمافی قولہ تعالیٰ (المؤمن :۸٤): فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللهِ وَحْدَه وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ

وفی الشامیة، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز (۱۸۹/۲) ط سعید: قوله بوجه المحتضر بالبناء للمفعول فیهما ای یوجد وجه من حضره الموت او ملائکته والمراد من قرب موته قوله وعلامته ای علامة الاحتضار کمافی الفتح وزاد علی ماهنا ان تمتد جلدة خصیته لانشماء الخصیتین بالموت، وکذا قال (ص ۱۹۰): لکن الظاهر ان زمان الیاس زمان معاینة الهول والمسطور فی الفتاویٰ ان توبة الیاس مقبولة لا ایمانه ...... والحاصل ان المسألة ظنیة واما ایمان الیاس فلا یقبل اتفاقاً الخ۔

(۹) غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کر دیا تھا بطور ثواب کے، پھر اس شخص کی نیت بدل گئی اور اس نے وہی گائے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دی اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا اس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیا اس کے گوشت کو کھایا جاسکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا نذر معصیت ہے، اور ان جیسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔ اگر یہ نذر جانور کی صورت میں ہو، تو جانور پر ذبح کے وقت کی نیت اور کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح کرنا درست، اور اس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے، اور اس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر دیا ہے، اس لئے یہ ذبح درست ہے، اور اس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لمافی الدرالمختار (۳۰۲/٦): وتشترط التسمیة من الذابح حال الذبح... والمعتبر الذبح عقب التسمیة قبل تبدل المجلس... الخ۔

''وفی الشامیة'' ''من الذابح'' اراد بالذابح محلل الحیوان لیشمل الرامی والمرسل وواضع الحدید، واحترز به عما لو سمی له غیره فلا تحل... ''حال الذبح'' قال فی الهدایة: ثم التسمیة فی

Marfat.com

ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهي على المذبوح وفي الصيد تشترط عند الارسال والرمي... ''قبل تبدل المجلس'' اي حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كمايأتي فافهم... وان كان كثيرا لا يحل لأن ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لايمكن الا بحرج عظيم فأقيم المجلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطعه۔

وفي الدرالمختار(٤٣٩/٢): واعلم ان النذر الذي يقع للأموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلى الناس بذلك ولا سيما في هذه الأعصار۔

وفي الشامية تحته: ''تقربا اليهم'' كان يقول يا سيدي فلان ان رد غائبي او عوفي مريضي او قضيت حاجتي فلك من الذهب او الفضة او من الطعام او الشمع او الزيت كذا بحر ''باطل وحرام'' لوجوه: منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق، ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملك، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلك كفر۔

وفي التفسير المظهري(١٩٢/٢، ١٩٣): قال ابو عبيدة السائبة البعير الذي يسيب وذلك ان الرجل من اهل الجاهلية اذا مرض اوغاب له قريب نذر فقال ان شفاني الله او شفي مريضي او رد غائبي فناقتي هذه سائبة ثم تسيب فلا تحبس عن رعي وماء ولا يركبها احد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة اذ انتجت ثنتي عشره اناثا سيبّت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف۔... والسائبة كانو يسيبونها لألهتهم لايحمل عليها شئ۔

(۱۰) مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس کلمہ کا اعتبار ہوگا یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو شخص مرتے وقت (یعنی قریب المرگ شخص) کلمہ طیبہ پڑھ لے تو اس کے بارے میں توبہ کی امید کی جا سکتی ہے بشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے البتہ یہ کافر شخص کا حکم ہے مسلمان چاہے پہلے پڑھے یا غرغرہ کے

Marfat.com

بعد اس کا کلمہ طیبہ پڑھنا معتبر ہے۔

لما فی قوله تعالی (النساء :١٨): وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الآنَ وَلاَ الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُوْلَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

قال ابو عبد الله القرطبی تحتها (۵/۹۳) : قوله تعالی (ليست التوبة) نفی سبحانه ان يدخل فی حكم التائبين من حضره الموت وصار فی حين اليأس كما كان فرعون حين صار فی غمرة الماء۔

وفی الصحيح للبخاری (۲/۹۸۸): حدثنا ابو اليمان ...سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله ﷺ فقال قل لا اله الا الله كلمة احاج لك بها عندالله۔

(۱۱) ملحد کی تعریف

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوهاب

ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی تاویلات کرے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۴۴): الحاد ای ميل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بكفر لكونه تكذيبا للنبی فيماعلم مجيئه بالضرورة۔

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۱): والملحد :وهو من مال عن الشرع القويم الی جهة من جهات الكفر. من الحد فی الدين :حاد وعدل لايشترط فيه الاعتراف بنبوة نبيناﷺ ولابوجود الصانع تعالی وبهذا فارق الدهری ايضا ولااضمار الكفر وبه فارق المنافق ، ولاسبق الاسلام وبه فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الكفر حدا: ای هو اعم من الكل۔

(وهكذا فی القاموس الفقهی : ص۳۲۹)

Marfat.com

(۱۲) زندیق کی تعریف

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور بباطن کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

لمافی القاموس الفقہی (ص۱۶۰): الزنديق من يؤمن بالزندقة ....وقال العلامة ابن كمال باشاان الزنديق فى لسان العرب يطلق على من ينفي البار ى تعالى ، وعلى من يثبت الشريك وعلى من ينكر حكمته۔عندالمالكية والشافعية والحنابلة والجعفرية والزيدية: هوالذى يظهرالاسلام ويخفى الكفر وكان يسمى فى عصر النبوة منافقا فصار فى العرف الشرعى زنديقا۔ عندالحنفية وفى قول للشافعية :هوالذى لاينتحل دينا۔

وفى ردالمحتار (۶۹/۴): يازنديق يامنافق الاول هو من لايتدين بدين . والثانى هو من يبطن الكفر ويظهر الاسلام۔

وفى التقريرات (ص۴۷) تحت تعريف الزنديق: (قوله الاول هو من لايتدين بدين) وجعله فى النهر بمعنى المنافق۔

وفى الدرالمختار (۲۴۳/۴): والمنافق الذى يبطن الكفر ويظهر الاسلام كالزنديق الذى لايتدين بدين۔

وفى الشامية تحته: ويجب ان يكون حكم المنافق فى عدم قبولنا توبته كالزنديق لان ذلك فى الزنديق لعدم الاطمينان الى مايظهر من التوبة اذا كان يخفى كفره الذى هو عدم اعتقاده دينا والمنافق مثله فى الاخفاء۔

وفى ردالمحتار (۲۴۱/۴):قال العلامة ابن كمال باشافى رسالته: الزنديق فى لسان العرب ... والفرق بينه وبين المرتد العموم الوجهى لانه قد لايكون مرتدا ، كما لوكان زنديقا اصليا غير منتقل عن دين الاسلام ، والمرتد قد لايكون زنديقا كمالوتنصراوتهود وقد يكون

Marfat.com

مسلما فیتزندق واما فی اصطلاح الشرع، فالفرق اظہر لاعتبارھم فیه ابطان الکفر والاعتراف بنبوة نبینا علی مافی شرح المقاصد لکن قید الثانی فی الزندیق الاسلامی بخلاف غیره۔

(۱۳) ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو، اچانک اس سے ایسا فعل سرزد ہوجائے جس سے وہ کافر ہوجائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہوجائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پہلا ثواب ختم ہوجائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی۔اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب عطا فرمائیں گے جو اس ثواب کے علاوہ ہوگا جو باطل ہوچکا ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے ان عبادات کے لوٹانے کا مطالبہ دوبارہ نہیں ہوگا جو یہ کافر ہونے سے پہلے ادا کرچکا۔

لمافی البحرالرائق (۵/ ۱۲۷): لوتاب أتعود حسناته ......نقول انه لایعود مابطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعده۔

وفی ردالمحتار (۲/۷۶): وفی البحر والنهر.....تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد ولعل معنی کونها مؤثرة فی الثواب بعد ان الله تعالی یثیبه علیها ثوابا جدیدا بعد رجوعه الی الاسلام غیرالثواب الذی بطل اوان الثواب بمعنی الاعتداد بها وعدم مطالبة بفعلها ثانیا وان حکمنا ببطلانها لان ذلك فضل من الله تعالی۔

(۱۴) جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس کسی بھی واسطہ سے اسلام نہیں

Marfat.com

پہنچا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص ایسی جگہ موجود ہو جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا صحرا میں گوشہ نشین ہو جہاں اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ ہو تو اگر یہ شخص کفر یا شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے اسے عقل وشعور عطا کیا وہ اس کے ذریعے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ البتہ باقی احکامات یعنی حلال وحرام کی تمیز، نماز اور روزہ کی عدم ادائیگی پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ احکامات عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

لمافی روح المعانی (۱۵/ ۳۹): روی عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال: لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقدصرح غیر واحد من علمائهم بان العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورود الشرع ...وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفتها الابالشرع الابعد مجئ الشرع۔

Marfat.com

فصل فی کلمات الکفر وغیرها

(کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

(۱۵) اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو۔ خرم نے غصہ میں کہا ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلاشبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ ''ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا'' تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ لہٰذا خرم کو چاہیئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے توبہ واستغفار کر کے ایمان کی بھی تجدید کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو از سر نو نکاح کرے۔

لمافی القران الکریم(النحل:۱۰۶): مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِه إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُه مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

وفی الهندية(۲/۲۵۷): ومن يرض بكفر نفسه فقد كفر... (ص۲۶۸) لو قال لمريض صل فقال والله لا أصلي أبدا ولم يصل حتى مات يكفر۔

وفی التاتارخانية(۵/۵۱۵): مسلم قال: أنا ملحد يكفر لأن الملحد كافر، هكذا ذكره الامام ابو المعين ولو قال: ما علمت أنه كفر: لا يعذر بهذا۔

Marfat.com

(۱۶) حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے، آیا یہ شخص ایمان سے خارج ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات کہہ دے تو اس سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

لما فی رد المحتار (۲۴۳/۳) : وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والردة والطلاق ، ولم توصف بخبر وانشاء وصدق وکذب کالحان الطیور اھ ومثله فی التلویح۔ فهذا صریح فی ان کلام النائم لایسمی کلاما لغة ولاشرعا بمنزلة المهمل۔

(۱۷) مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسے کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ خود گناہ کبیرہ ہے لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر ارتکاب کفر کے کافر کہنا (اگر چہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو) خود گناہ کبیرہ ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ ۱۸۲) : والکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر ...... أن حقیقة الایمان هوالتصدیق القلبی فلا یخرج المؤمن عن الا تصاف به الابما ینافیه ومجرد الاقدام علی الکبیرة لغلبة شهوة أوحمیة ...... خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبة لاینافیه نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف کان کفرا ...... الأیات والاحادیث الناطقه باطلاق المؤمن علی العاصی کقوله تعالی یاآیها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی وقوله تعالی یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَصُوحًا

Marfat.com

وقوله تعالى وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الآية۔

وفی فتح الملهم (۲/۲۶۹): (فقال رسول اللهﷺ اللهم وليديه فاغفر)فی هذا الحديث حجة لقاعدة عظيمة لاهل السنة ان من قتل نفسه او ارتكب معصية غيرها ومات من غير توبة فليس بكافر ولايقطع له بالنار بل هو فی حكم المشيئة۔

وفی حاشية النووی علی الصحيح لمسلم (۱/ ۵۷) : ان مذهب اهل الحق انه لايكفر المسلم بالمعاصی كالقتل والزنا۔

(۱۸)صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کو گالیاں دینے والا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کو گالیاں دینے کی وجہ سے آدمی کافر ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو گالیاں دینے والا کافر نہیں ہوتا البتہ سخت گناہ گار ہوگا۔

لما فی مصنف ابن ابی شيبة(۶/۴۰۸) : عن عائشة رضی الله عنها قالت امروا بالاستغفار لاصحاب محمدﷺ فسبوهم۔ وعن عطاء قال قال رسول اللهﷺ من سبّ اصحابي فعليه لعنة الله۔

وفی الشامية (۴/۲): من سب الشيخين اوطعن فيهما كفر۔

وفيه ايضاً(۴/۲۳۷): الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر ......وسبّ احد من الصحابة وبغضه لايكون كفرا لكن يضلل۔

(۱۹)مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو مشرک کہے اور کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کہنے والے پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر یا مشرک کہے تو اگر کہنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کافر ہے تو پھر کہنے والے پر بھی کفر لازم آتا ہے۔اور اگر کہنے والے کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ برا بھلا یا گالم گلوچ کے طور پر کہتا ہے تو اس صورت میں کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔البتہ اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے سے اجتناب اور احتیاط لازم ہے اس لئے کہ کفر وایمان کا مسئلہ سنگین اور نازک مسئلہ ہے اسے مذاق نہیں بنانا چاہیئے۔

لما فی التاتارخانیة (۵/۵۱۳): ولوقال لمسلم اجنبی یا کافر اولاجنبیة یاکافرة ولم یقل المخاطب شیئا أو قال لامرأته یا کافرة ولم تقل المرأة شیئا...... والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقده کافراً لایکفر وان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر۔

وھکذا فی الهندیة (۲/۲۷۸)۔

(۲۰) آپ علیہ السلام کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں چیز مجھے پسند ہے۔ایک شخص استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو چیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند ہے مجھے پسند نہیں (معاذ اللہ)۔شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص استہزاءً یہ کہے کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں تو ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

لمافی البحرالرائق (۵/۱۲۱): ویکفر... بقوله انا لااحبه حین قیل له ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب القرع وقیل: ان کان علی وجه الاهانة۔

وفی التاتارخانیة (۵/۴۸۱): ولو قال رجل لغیره: کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یحب کذا بان قال مثلایحب القرع فقال ذلک الغیر: انا لا احبه فهذاکفر هکذا روی عن ابی یوسف نصا......

وبعض المتأخرین قالوا: اذا قال ذلک علی وجه الاهانة کان کفرا وبدونه لایکون کفرا۔

Marfat.com

وهكذا في الهندية (۲/۲۶۵)۔

وفي ردالمحتار (۳/۲۲۲): ماكان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف۔

(۲۱) روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور کل ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہو کر نماز پڑھنا شروع نہ کردے یا مرجائے۔ اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کردیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفہ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔

لما في عمدة القاري (۱/۱۸۱): قال النووي يستدل بالحديث على ان تارك الصلاة عمدا معتقدا وجوبها يقتل .... وقال ابوحنيفة والمزني يحبس الى ان يحدث توبة ولا يقتل ... ولو ترك صوم رمضان حبس ومنع الطعام والشراب نهارا لان الظاهر انه ينويه لانه معتقد لوجوبه۔

وفي فيض الباري (۱/۱۰۶): قال الامام الشافعي ومالك ان تارك الصلوة يقتل حدا لا كفرا ... وقال امامنا الاعظم رحمه الله انه ليس بكافر ولا يقتل ولكنه يحبس ثلاثا فان عاد الى الصلوة فيها والا يضرب ضربا يتفجر منه الدم۔

وفي الدرالمختار مع رد المحتار (۱/۳۵۲): وتاركها عمدا مجانة اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلي ... وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم۔

وفي الشامية: "قيل يضرب" ظاهر الحلية انه المذهب۔

Marfat.com

(۲۲) کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں اور آٹھ/نو سال تک اس کے ہاں اولاد نہ ہو تو ہمارے ہاں ایک بابا گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہ ہو وہ اسے پانچ سو یا ہزار روپے دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ مجھے میرے والدین مجبور کر رہے ہیں کہ میں اس بابا کے پاس جاؤں، اگر یہ عمل ناجائز ہے اور میں نہ جاؤں تو والدین کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اولاد دینا یا نہ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو اولاد نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بچے دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا تو کروائی جا سکتی ہے لیکن اس طرح سے کہ عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے والدین کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کریں۔ آپ کے لئے کسی صورت میں ان کی یہ بات ماننا جائز نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے ان کی بات مانتے ہوئے ایسا کر لیا تو آپ گناہ گار ہوں گے۔

لمافی قوله تعالیٰ (الشوری:۴۹): لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ.

قال العلامة الآلوسی تحت هذه الآية (۲۵ / ۵۳): ان الملك ملكه سبحانه من غير منازع ومشارك يتصرف كيف يشاء فليس على من هو احقرجزء من ملكه تعالى ان يعترض ويريد ان يجرى التدبيرحسب هواه الفاسد۔

وفی کنزالعمال (۲/۳۵۸): [۴۲۳۵] عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... لاطاعة الافی معروف۔

وفیه ایضا (۶/۶۷): [۱۴۸۷۴] لاطاعة لاحد فی معصية الله انما الطاعة فی المعروف۔ [۱۴۸۷۵] لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق۔

Marfat.com

(۲۳) اپنی بیوی کو "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" کہنے کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک شخص ہے وہ اکثر گفتگو میں یہ بات کہتا رہتا ہے کہ "میں اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" لہٰذا مفتی صاحب مجھے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ شخص اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بھی چونکہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے مقابلے میں مخلوق میں سے کسی کیلئے زیادتی محبت کا اقرار کرتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ "کہ میں تجھے اللہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" یہ جانتے ہوئے کہا کہ میں کلمۂ کفر کہہ رہا ہوں تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے لیکن اگر اس نے یہ جملہ جہالت اور ناواقفیت کی بناء پر کہا ہے تو پھر یہ شخص کافر تو نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر اس کی بیوی حرام ہوگی البتہ یہ جملہ کہنے کی وجہ سے یہ شخص سخت گناہگار اور فاسق ہوگا لہٰذا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لینا چاہیئے۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۷): حدثنا محمد ابن المثنی... عن انس عن النبی ﷺ قال ثلث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما وان یحب المرء لایحبه الا لله وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار۔

وفی منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر(صـ۴۵۱): ثم اعلم انه اذا تکلم بکلمة الکفر عالماً بمعناها ولا یعتقد معناها، لکن صدرت عنه من غیر اکراه، بل مع طواعیة فی تأدیته، فانه یحکم علیه بالکفر بناء علی القول المختار عند بعضهم من ان الایمان هو مجموع التصدیق والاقرار، فبإجرائها یتبدل الاقرار بالانکار، أما اذا تکلم بکلمة ولم یدر انها کلمة کفر، ففی فتاویٰ قاضیخان حکایة خلاف من غیر ترجیح حیث قال: قیل: لایکفر لعذره بالجهل، وقیل یکفر ولا یعذر بالجهل، أقول: والاظهر الأول الا اذا کان من قبیل مایعلم من الدین بالضرورة فانه حینئذ یکفر ولا یعذر بالجهل۔

Marfat.com

وفی البحر الرائق (۵/۲۰۳): ويكفر ان اعتقدان الله تعالیٰ يرضی بالكفر... وبقوله لامرأته أنت احب الی من الله وقيل لا... ومحل الاختلاف عند عدم قصدا لاستهزاء... الخ۔

وفی الهندية (۲/۲۵۹): ولو قال لامرأته أنت احب الی من الله تعالیٰ يكفر كذا فی الخلاصة۔

وفی (ص۲۸۳): ما كان فی كونه كفرا اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط وما كان خطأ من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله مؤمن علی حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذلك كذا فی المحيط، اذا كان فی المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلی المفتی ان يميل الی ذلك الوجه كذا فی الخلاصة، فی البزازية الا اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ كذا فی البحر الرائق، ثم ان كانت نية القائل الوجه الذی يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نيته الوجه الذی يوجب التكفير لاتنفعه فتوی المفتی ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا فی المحيط۔

وفی الشامية(۴/۲۲۴): وفی الفتاوی الصغری: الكفر شئ عظيم فلا اجعل المؤمن كافرا متی وجدت رواية انه لا يكفر اھ وفی الخلاصة وغيرها: اذا كان فی المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلی المفتی ان يميل الی الوجه الذی يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فی البزازية الا اذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح... والذی تحرر انه لا يفتی بكفر مسلم امكن حمل كلامه علی محمل حسن أو كان فی كفره اختلاف ولورواية ضعيفة فعلی هذا فأكثر الفاظ التكفير المذكورة لايفتی بالتكفير فيها...الخ۔ وفی (ص۲۳۰): نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اھ وظاهره انه امر احتياط۔

(۲۴) شریعت کے خلاف اشعار کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شاعر ایسے اشعار لکھتا ہے جس کے ظاہری معنی یقینی طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ سے کھلم کھلا شکوہ، شراب کو ہر پریشانی کا حل بتانا (جبکہ وہ شاعر خود بھی کھلے

Marfat.com

عام شراب پیتا ہو) اس کے علاوہ علماء دین کی تذلیل، انہیں بے کار اور بے خبر کہنا۔ شاعر مذکور کا حکم کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس شاعر کا انتقال ہو چکا ہو اور ان کلمات کے بارے میں اس کی مراد بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ نیز اس طرح کے بہت سے اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں اس دیوان کا کیا حکم ہوگا۔ نمونہ کے طور پر بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ میرے محبوب کی آنکھوں میں بہت سارے خوبصورت جہاں ہیں (آگے شاعر اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے کہتا ہے) لہٰذا تو اپنی دنیا کو مجھ سے لے لے، مجھے تیری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ جام شراب اٹھا کر مسلمان ہو جا اور اسی جہاں میں جنتی ہو جا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جس شخص کے اشعار میں ایسے مفہوم اور معنی موجود ہوں جو اللہ تعالیٰ سے شکوہ، عدم رضا بالقضاء، شراب کو ہر پریشانی کا حل سمجھنے، حلت خمر اور انکار حرمت پر مبنی ہو، حاملین دین علماء کرام کی تذلیل، استخفاف دین یا استخفاف علم دین پر مبنی ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اگر مندرجہ بالا امور ان حیثیات پر مبنی نہ ہوں تو یہ شخص کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔

اب سوال میں ذکر کردہ شاعر کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نے یہ اشعار کس نیت سے کہے مشکل ہے لہٰذا ایسی صورت میں اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ البتہ ایسے اشعار کا پڑھنا خطرے سے خالی نہیں ہے لہٰذا ان سے از حد اجتناب ضروری ہے۔

لمافی السراجیة (ص۶۹): ماتیقن منه انه ردة یحکم بها ومایشك فی انه ردة لایثبت لان الثابت لایزول بالشك ....فینبغی للعالم اذا رفع الیه مثل هذا ان لایبادر باکفار اهل الاسلام مع انه یقضی بصحة الاسلام تحت ظلال السیوف۔

وفی الهندیة (۳۵۱/۵): قرأة شعر الادیب اذا کان فیه ذکر الفسق والخمر والغلام یکره۔

وفی الشامیة (۴۷/۱): ان المحرم منه ماکان فی اللفظ مالایحل کصفة الذکورة والمرأة المعینة الحیة ووصف الخمر المهیج الیها والحانات والهجاء لمسلم اوذمی اذا أراد المتکلم هجائه۔

(۲۵) یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں

سؤال

مفتی صاحب درج ذیل باتوں سے متعلق استفسار کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ:

۱۔ ''میں یہ اسلام چھوڑ دیتا لیکن لوگ کہیں گے کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دیا'' تو آیا ان الفاظ سے یہ کافر ہوگا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ''فلاں گانا مجھے بہت پسند ہے'' یا یوں کہے کہ ''فلاں گانا بڑا اچھا ہے'' تو یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ

Marfat.com

اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا۔

۳۔ کسی نے داڑھی مونڈھ کر کہا کہ ''واہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوں'' یا دوسرے نے کہا ''واہ بھائی کتنے خوبصورت لگ رہے ہو'' یا یوں کہا کہ ''اگر تم داڑھی مونڈھ لو گے تو بہت خوبصورت لگو گے'' یا ''اگر میں داڑھی مونڈھ لوں تو بہت خوبصورت لگوں گا''۔ تو یوں کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا اور اس میں خوبصورتی کو بیان کیا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں اس شخص نے کفر کو پسند کیا تو یہ شخص کافر ہو گیا لہٰذا اس کا نکاح اور اعمال ختم ہو گئے۔

۲۔ دوسری صورت میں اگر گانے کو حلال سمجھ کر اس طرح کہا اور دین کی خفت مقصود ہے تو کفر ہو گا ورنہ فسق اور معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس پر استغفار کرے اور آئندہ اس طرح کے کلام سے اجتناب کرے۔

۳۔ تیسری صورت میں بھی اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے اعراض اور استخفافِ دین مقصود ہے تو کفر ہے وگرنہ فسق اور معصیت ہے۔

لمافی خلاصة الفتاویٰ (۳۸۶/۴): مجوسی اسلم فاعطی شیئاً فقال مسلم لیت کافر فنسلم حتی یعطونی شیئا یکفر لانه تمنی الکفر وذلك کفر۔

وفی الهندیة (۲۵۷/۲): ومن یرضی بکفر نفسه فقد کفر۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۸۲): من قال دعنی اصیر کافرا کفر ای لانه نوی الکفر اوکدت ان اکفر کفر، وفیه بحث اذ لایلزم من مقاربة الکفر مفارقته اللهم الاان یرید قصدت الکفر وماکفرت فانه یکفر لقصده ونیته۔

وفی البنایة شرح الهدایة (۲۰۶/۹): ان مجرد الغناء والاستماع معصیة لماروی صدر الشهید فی الکراهیة فی کتاب الواقعات عن رسول اللهﷺانه قال استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق... الی آخر الروایة۔

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت اوکبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر۔

وفی النبراس (ص۵۶۶): واستحلال المعصیة صغیرة کانت اوکبیرة کفر لانه تکذیب للشارع اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی۔

Marfat.com

(۲۶) کیا صدقہ فطر کا منکر کافر ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو صدقہ فطر کا انکار کرتا ہے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے البتہ فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

لمافی البحرالرائق (۲/۲۵۱) فی بحث صدقة الفطر: والاجماع المنعقد علی وجوبها لیس قطعیا لیکون الثابت الفرض لانه لم ینقل تواترا ولهذا قالوا من انکر وجوبها لایکفر۔

وفی الدر المختار (۲/۳۵۸): فرض رسول اللهﷺ زکاة الفطر معناه قدر للاجماع علی ان منکرها لایکفر۔

(۲۷) ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسان کبھی ایسی باتوں اور ایسے واقعات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ کام شرعاً ممنوع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کا اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا کہ اس کا دوست جوا کھیل کر جیت گیا ہے اور کبھی انسان ایسے کام پر خوشی کا اظہار کرتا ہے جو کہ شریعت کی طرف سے مشروع ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا لہٰذا ان دونوں صورتوں میں خوشی کا اظہار کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

شریعت مطہرہ کے ایسے احکامات جن کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر خوشی کا اظہار کرنا کفر ہے البتہ وہ احکامات جن کو مشروع قرار دیا گیا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے اور باعث ثواب ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۲۵): اذا سقی ولده الخمر اول مرة فجاء اقربائه ونثروا الدراهم والسکر فقد کفروا وفی الفتاوی الخلاصة: اولم ینثروا الدراهم ولکنهم قالوا مبارکباد فقد کفروا۔

Marfat.com

(وهكذا فى الهندية : ۲/۲۷۳)

(۲۸) ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کینیڈا جانا چاہتے ہیں۔اب ایجنٹ کہتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کردیں تو ویزے میں آسانی رہے گی۔کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کفر کا اقرار کرے اور کفر کا اقرار موجب کفر ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندية(۲/۲۸۳):رجل كفر بلسانه طائعاوقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله مؤمنا كذافى فتاوى قاضيخان۔

وفيه ايضا (۲/ ۲۵۷): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر۔

وفى الدرالمختار (۴/۲۲۲): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف۔

وفى الشامية: (من هزل بلفظ الكفر)اى تكلم به باختياره غير قاصد معناه۔

(۲۹) داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کا کسی بات پر جھگڑا ہوا، بیوی نے غصہ کی حالت میں اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی اور جھنجھوڑی اور کہا کہ یہ تمہاری داڑھی نہیں بلکہ میرے اونٹ کی دم ہے کیا وہ عورت اس طرح کہنے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر مذکورہ عورت نے یہ قول وفعل بطور استخفاف واستہزاء کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمتر سمجھتے ہوئے کیا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی ورنہ نہیں۔

لمافى التاتارخانية (۵/۴۸۲): رجل قال لآخر البس الثياب البيض فان هذا سنة رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ فقال ذالک الرجل لوکان ھذا سنة پس مغان دست ......فقد قیل ھذا استخفاف بسنة رسول اللہ ﷺ وانه کفر ......وکذالک فی سائر السنن۔

وفی الدرالمختار مع رد المحتار (۲۲۲/۴): من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف۔

وفی الشامیة: ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به۔ وان لم یقصد به الاستخفاف۔

(۳۰) آپ ﷺ کے بارے میں حاضر وناظر وغیرہ عقائد رکھنے والے شخص کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اسی طرح وہ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء اور بزرگان دین تمام امور میں تصرف کرتے ہیں کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جو شخص آپ ﷺ کے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھے اگر وہ کسی تاویل یا شبہ کی وجہ سے ایسا عقیدہ رکھتا ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی البتہ ایسا شخص گمراہ اور فاسق شمار ہوگا اور اگر بغیر کسی تاویل کے وہ ان عقائد کا حامل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)۔

نیز کائنات کے تمام امور میں تصرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس صفت میں کوئی بزرگ اور ولی اس کا شریک نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں اسے اپنا ایمان اور اگر شادی شدہ ہو تو نکاح بھی دوبارہ کر لینا چاہیئے۔

لمافی قوله تعالی (النمل:٦٥): قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط

(الانعام: ٥٩): وَعِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط

وفی الصحیح للبخاری (۱۰۹۸/۲): عن عائشة رضی اللہ عنها من حدثك ان محمدا رأی ربه فقد کذب ...ومن حدثك انه یعلم الغیب فقد کذب وھو یقول لایعلم الغیب الا اللہ۔

وفی البحرالرائق (۸۸/۳): وفی الخانیة والخلاصة لوتزوج بشھادة اللہ ورسوله لاینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب۔

وفی الشامیة (۴۳۹/۲): ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقاده ذلك کفر۔

Marfat.com

(۳۱) مؤذن کو گالی دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مؤذن کو گالی دے یا اس کے لئے گالی کے مشابہ الفاظ استعمال کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ

وصال شب میں دی مؤذن نے اذان ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اذان کی توہین مقصود ہو تو یہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن اگر اذان کی توہین مقصود نہیں بلکہ مؤذن کی توہین مقصود ہے (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) تو کافر نہ ہوگا البتہ اسے اس پر توبہ کرنی چاہیئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۵۲): الاستهزاء على الشريعة الغراء كفر۔

وفی التتارخانیة (۵/۵۰۰): واذا سمع المؤذن يؤذن فقال السامع ایں بانگ پاسباں است يكفر وفی اليتيمة مؤذن اذن فقال رجل این بانگ غوغا است يكفر ان قال على وجه الاستخفاف وفيها سئل الجخندی عن مؤذن يؤذن فقال له رجل استهزاء من هذا المخادع الذی يؤذن هل يكفر ؟ فقال ان استهزء بالاذان يكفر وان استهزء بالموذن لايكفر۔

وفی الهندية (۲/۲۶۹): مؤذن اذن فقال رجل این بانگ غوغا است يكفر ان قال على وجه الانكار۔

(۳۲) ملاقات کے وقت جھکنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عمومی طور پر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو سر جھکا کر ملتا ہے۔ اس طرح سر جھکا کر ملاقات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے میں شامل ہے۔ آیا ان کی بات درست ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

ملاقات کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی المشکوۃ (ص۴۰۱): عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اوصدیقہ اینحنی لہ قال لاقال أفیلتزمہ ویقبلہ قال لاقال أفیأخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم۔

وفی المرقاۃ (۷۶/۹) تحت ھذہ الروایۃ: (اینحنی لہ) من الانحناء وھو امالۃ الرأس والظھر تواضعا وخدمۃ (قال لا) ای فانہ فی معنی الرکوع وھوکالسجود من عبادۃ اللہ سبحانہ ......وفی شرح مسلم للنووی :حنی الظھر مکروہ للحدیث الصحیح فی النھی عنہ ولاتعتبر کثرۃ من یفعلہ ممن ینسب الی علم وصلاح۔

وفی الھندیۃ (۳۶۹/۵): الانحناء للسلطان أو لغیرہ مکروہ لانہ یشبہ فعل المجوس۔ویکرہ الانحناء عندالتحیۃ وبہ وردالنھی۔

وفی الشامیۃ (۳۸۳/۶): وفی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ۔

(۳۳)کسی کے سامنے سجدہ کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جوہمارے گھر کے قریب رہتا ہے ایک آنے والے مہمان کوخوش آمدید کہنے کے لئے خوشی سے اس کے سامنے سجدہ کیا کیا یہ شخص کافر ہوگیا یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس شخص نے عبادت کے طور پر سجدہ نہیں کیا لہٰذا کافرنہیں ہوالیکن ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کامرتکب ہوا جس پرتوبہ واستغفار کرنا چاہیئے اور آئندہ کے لئے اس طرح کے فعل سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی الھندیۃ (۳۶۸/۵): من سجد للسلطان علی وجہ التحیۃ اوقبل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یأثم لارتکابہ الکبیرۃ ھوالمختار۔

وفی الدرالمختار (۳۸۳/۶): وکذا مایفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن وھل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفروان علی وجہ التحیۃ لا وصارآثما مرتکبا للکبیرۃ۔

Marfat.com

(۳۴) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ''تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے''

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی سے کہے کہ ''تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے'' شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ ''تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے'' یہ کلمہ کفر ہے ایسا کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ البتہ اگر یہ کلمات ناواقفیت اور جہالت کی بناء پر منہ سے نکل گئے ہوں اور کہنے والے کو ان الفاظ سے کفر لازم آنے کا ادراک نہ ہو تو وہ شخص کافر تو نہ ہوگا البتہ اس پر توبہ واستغفار نیز احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور نکاح بھی کرلینا چاہیئے نیز آئندہ ایسے کلمات منہ سے نکالنے سے اجتناب کرے۔

لمافی الاشباہ والنظائر (ص۱۹۱): ولایکفران قال امرأتی احب الی من اللہ تعالی ان اراد محبۃ الشھوۃ وان اراد محبۃ الطاعۃ کفر۔

وفی التاتارخانیۃ (۵/۴۶۸): واذا قال لامرأتہ انت احب الی من اللہ تعالی فقد کفر۔

(۳۵) غیبت کو حلال سمجھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص غیبت کو حلال سمجھتا ہے۔ کیا اس وجہ سے وہ کافر ہوجائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

غیبت کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا ہے جو موجب کفر ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہوگیا۔

لمافی قولہ تعالی (الحجرات:۱۲): يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ

Marfat.com

وفی الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية۔

وفی الشامية (۶/۴۰۹): الغيبة على اربعة اوجه :فی وجه هی كفر بان قيل له لاتغتب فيقول ليس هذا غيبة لانی صادق فيه فقد استحل ماحرم بالادلة القطعية۔

(۳۶) گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ بھی نہیں بلکہ صغیرہ ہے تو کیا یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے اگر چہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو یہ شخص کافر ہو جائیگا جبکہ اس گناہ کا گناہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔

لمافی الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية۔

وفی النبراس (ص۵۶۶): واستحلال المعصية ای اعتقاد كونها حلالا صغيرة اوكبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعی هو الكتاب والسنة المتواترة۔

(۳۷) کیا معراج کا منکر کافر ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص معراج کا انکار کرے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص بغیر آلات کے اس طرح سیر کرتا پھرے تو اس انکار پر یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

معراج کے دو حصے ہیں اول مکۃ المکرمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر۔ اگر کوئی شخص پہلے

Marfat.com

حصے یعنی مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کا انکار کرے تو کافر نہیں لیکن گمراہ وگناہ گار ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۱۵/۱۳): الاسراء الی بیت المقدس قطعی ثبت بالکتاب فمن انکر فھو کافر والمعراج لیس کذلك فمن انکرہ لیس بکافر بل مبتدع۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۱۱): وفی کتاب الخلاصۃ: من انکر المعراج ینظر ان انکر الاسراء من مکۃ الی بیت المقدس فھو کافر، ولو انکر المعراج من بیت المقدس لایکفر۔

(۳۸) جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت صرف اپنے شوہر سے جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہتی ہے جبکہ اس کے دل میں کفر نہیں ہے کیا اس طرح کلمہ کفر کہنے سے وہ مرتدہ ہوجائے گی؟ اور اس کا نکاح ختم ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کلمہ کفر کہنے سے عورت مرتدہ ہوجائے گی اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ ایمان لائے اور جب ایمان لے آئے تو دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا جائے گا تاکہ عورتوں کے لئے اس طرح نکاح ختم کرنے کے لئے کفر کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافی الھندیۃ (۲۸۳/۲): رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا ولایکون عنداللہ مؤمنا کذافی فتاوی قاضیخان۔

وفی البحرالرائق (۳۴۴/۳): وصحح فی المحیط والخزانۃ ظاھر الروایۃ من وقوع الفرقۃ والجبر علی تجدید النکاح من الاول وعدم تزوجھا بغیرہ بعد اسلامھا وقال الولوالجی: وعلیہ الفتوی۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۲/۴): ومن ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقد للاستخفاف۔

وفی الشامیۃ: (من ھزل الخ) ای تکلم باختیارہ غیر قاصد معناہ۔

Marfat.com

(۳۹) عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے تو کیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ شامیہ نے تو اصول بھی تحریر کیا ہے جس کی بنیاد پر علی الاطلاق تکفیر معلوم ہوتی ہے، جبکہ خانیہ (۴/۴۶۶)، تاتارخانیہ (۷/۳۲۲) اور شامیہ میں ایک اور جگہ (۱/۸۱) پر عدمِ تکفیر کا ذکر ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ تفصیلی فتویٰ مرحمت فرمائیں۔ ظاہر الروایہ کیا ہے اور نوادر کی روایت کون سی ہے؟ مفتی بہ کون سی روایت ہے؟ نیز شامیہ کا (۴/۲۲۲) پر بیان اصول درست ہے کہ "للا لتها علی الاستخفاف بالدین کالصلوۃ بلا وضوء عمدا" کیا یہ مطلق اصول ہے؟ عین ممکن ہے یہ دونوں قسم کے حوالجات میں تضاد نہ ہو بلکہ محمل مختلف ہو۔ الغرض آپ اس کی مدلل ومنقح تفصیل فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی بھی فرض کو عمداً ترک کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا البتہ دین کے ادنیٰ سے ادنیٰ رکن کا بھی استہزاء بندے کو کافر بنا دیتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص استہزاءً بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہو جائے گا اور اگر استہزاء نہیں بلکہ لاعلمی کی وجہ سے عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے یا شرم کی وجہ سے تشبہ بالمصلین کرتا ہے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق تو کافر نہیں ہوگا لیکن نوادر کی روایت یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا اور مفتی بہ ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ فقہاء ومتکلمین کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا مفتی بہ قول کے مطابق بغیر استہزاء کے ایسا کرنے والا کافر نہ ہوگا اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اصول بیان کیا ہے کہ عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھنا استخفاف بالدین پر دلالت کرتا ہے اس لیے یہ کفر ہے یہ اصول مطلق نہیں ہے بلکہ استہزاء کی قید کے ساتھ مقید ہے جو کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی عبارت "من المتھتکین" سے معلوم ہو رہی ہے۔ نیز علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود شامیہ جلد۔۱، صفحہ ۸۱ پر وضاحت کے ساتھ مسئلے کی تشریح فرماتے ہوئے صرف استہزاءً بغیر وضو عمداً نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

لما فی الشامیة (۱/۸۱) کتاب الطهارة: قلت وبه ای بما فی الظهیریة لانه الذی ینتج ما ذکره ظهر ان تعمد الصلاة بلا طهر غیر مکفر اشار به الی الرد علی بعض المشائخ حیث قال المختار انه یکفر بالصلاة بغیر طهارة لا بالصلاة بالثوب النجس والی غیر القبلة لجواز الاخیرتین حالة العذر بخلاف الاولی فانه لا یؤتی بحال فیکفر...... وبحث فیه فی الحلیة بوجهین احدهما ما اشار الیه الشارح ثانیهما ان الجواز بعذر لا یؤثر فی عدم الاکفار بلا عذر لان الموجب للاکفار فی

Marfat.com

هذه المسائل هو الاستهانة فحيث ثبت الاستهانة فی الكل تساوی الكل فی الاكفار وحيث انتفت منها تساوت فی عدمه وذلك لانه ليس حكم الفرض لزوم الكفر بتركه والا كان كل تارك لفرض كافرا وانما حكمه لزوم الكفر بجحده بلا شبهة دائرة ملخصا ای والاستخفاف فی حكم الجحود وهو ظاهر المذهب كمافی الخانيه حيث قال بعد ذكره الخلاف ...... ان الاكفار رواية النوادر وفی ظاهر الرواية لايكون كفرا وانما اختلفوا اذا صلی لا علی وجه الاستخفاف بالدين فان كان علی وجه الاستخفاف ينبغی ان يكون كفرا عند الكل اقول وهذا مؤيد لما بحثه فی الحلية لكن بعد اعتبار كونه مستخفا و مستهينا بالدين كما علمت من كلام الخانيه وهو بمعنی الاستهزاء والسخرية به اما لو كان بمعنی عد ذلك الفعل خفيفا وهينا من غير استهزاء ولا سخرية بل لمجرد الكسل او الجهل فينبغی ان لا يكون كفرا عند الكل۔

وفيه ايضاً(۲۲۲/۴) باب المرتد: كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المتهتكين لدلالتها علی الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمدا بل بالمواظبة علی ترك سنة استخفافا بهابسبب انه فعل النبی ﷺ...(ص۲۲۴)... فعلی هذا فاكثر الفاظ الكفر المذكورة لايفتی بالتكفير ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها۔

(۴۰) یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر نماز پڑھنے جاتے تھے، دو دن سے نماز پڑھنے نہیں جارہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں جاتے نماز پڑھنے جائیے، تو انہوں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے ہمارے نکاح پر تو کوئی فرق نہیں پڑا؟ میرے ایک عزیز کا کہنا تھا کہ اس طرح کے کلمات سے نکاح ختم ہوجاتا ہے۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہماری اس پریشانی کو دور فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اس طرح کے کلمات کہنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہذا آپ کے شوہر کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیئے، اس فعل شنیع پر استغفار کے ساتھ آئندہ اس طرح کے کلمات کہنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

نیز تجدید نکاح کیلئے عام معروف مجلس نکاح کا انعقاد ضروری نہیں بلکہ کوئی سے بھی دو دیندار افراد کے سامنے ایجاب وقبول کر لینا کافی ہے، اور اگر اپنے خاندان کے بڑوں کے سامنے ہو جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

لما فی التاتارخانیة (۵/۴۹۵): سئل عن رجل قال لامرأته نمازکن فقالت نمی کنم ،فقال الرجل تومسلمان نیستی فقالت من کافرم قال کافر شده است۔

وفی الھندیة (۲/۲۸۳): رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عندالله مومنا

وفی الدرالمختار (۴/۲۲۲): من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف۔

وفی الشامیة (من ھزل) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه۔۔۔

وفی الدرالمختار (۴/۲۴۶): مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔

وفی الشامیة (والتوبة) ای تجدید الاسلام۔

(۴۱) یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ آ و نماز پڑھ لیں تو اس نے جواب میں کہا کہ "میں نماز نہیں جانتا" کیا ان الفاظ سے یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس نے یہ الفاظ استخفافاً کہے یا نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے یا اس کو فرض نہ سمجھتے ہوئے انکار کیا تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

لمافی الفقه الاکبر (ص۱۷۰) : من قال لااصلی جحودا أو استخفافا اوعلی انه لم یؤمر اولیس بواجب انتھی فلاشك انه کفر فی الکل ......کفره ظاھر ان اراد به عدم الوجوب بخلاف ماذا اراد الجواب۔

وفی الھندیة (۲/۲۶۸): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه ......والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة ولم آومر بھا یکفر ولواطلق وقال لااصلی لایکفر لاحتمال ھذه الوجوه۔

Marfat.com

(۴۲) نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس دوران اس کا بچہ بہت شدت سے رونے لگا جب نماز ختم کی اور بچہ کو اٹھالیا تو دیور نے پوچھا، پہلے کیا کر رہی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہی تھی تو دیور نے غصہ سے نماز کو فحش گالی دی اور کہا کہ پہلے نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا اور تسلی دینا (العیاذ باللہ)۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں اس طرح کے کلمات کہنے کی بناء پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا؟ مکمل تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص ان کلمات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیئے اور آئندہ اس طرح کے بے ہودہ کلمات سے سخت احتراز کرنا چاہیئے مبادا کہ اللہ تعالی کا ایسے شخص پر عذاب نازل ہوجائے اور اسے دوسروں کیلئے عبرت بنادیا جائے۔

لما فی شرح العقائد (ص۱۶۹)(ط۔المصباح): ومن وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ اووعیدہ یکفر۔

وفی الھندیۃ (۳۲۹/۱):ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ۔

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴):وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد

وفی الشامیۃ (من ھزل بلفظ کفر) ای تکلم بہ باختیارہ غیر قاصد معناہ ...ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیۃ بالفاظ کثیرۃ وافعال تصدر من المنھتکین لدلالتھا علی الاستخفاف بالدین کالصلاۃ بلا وضوء عمداً بل بالمواظبۃ علی ترک سنۃ استخفافا...
قلت:ویظھر من ھذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر بہ وان لم یقصد الاستخفاف لانہ لو توقف علی قصدہ لما احتاج الی زیادۃ عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق۔

Marfat.com

وفیہ ایضاً(۳/۱۹۳): (وارتد احدھما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً۔

(۴۳) خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکر زکوٰۃ کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دیا جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شبہات تھے، کیا خلیفہ اول ان لوگوں کو مرتد شمار کرتے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شبہات کیسے تھے جب کہ وہ لوگ دین کے ایک اہم رکن کا انکار کر رہے تھے؟ اور اگر انہیں مرتد شمار کیا تھا تو آج کل جو حضرات زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں انہیں مرتد نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے خلیفہ اول نے قتال کا حکم دیا تھا ان کی تین قسمیں تھیں، پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جو دین اسلام سے بالکل منحرف ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا) کی پیروی کرنے کے ساتھ لوگوں میں اس کا پرچار کرنے لگے تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنھوں نے نماز وروزہ کے ترک کرنے کے ساتھ شریعت کا بھی انکار کر دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اصل دین پر تو قائم تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پہلی دو قسم کے لوگ تو حقیقۃً مرتد تھے لہٰذا ان سے قتال میں تو کوئی تردد ہی نہیں البتہ تیسری جماعت اگر چہ مرتد تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ اسی شبہ کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر مُصر تھے کہ ان سے کیسے قتال ہوگا جبکہ وہ کلمہ گو ہیں لیکن یہ وہ دور تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ابھی دنیا سے رخصت ہوئے تھے اگر اس معاملے پر سختی نہ کی جاتی تو خطرہ تھا کہ آگے چل کر لوگ اپنی من مانی سے ایک ایک چیز کا انکار کرنے لگیں گے، یہ انتہائی نازک دور تھا ارتداد کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا تھا لہٰذا خلیفہ اول نے انتہائی ایمانی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ارتداد وانکار کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی۔

اب صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی رکنیت کا ہی سرے سے انکار کر دے، جبکہ زکوٰۃ کا دین کا رکن ہونا معروف ومشہور ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، ہاں اگر رکن ہونے کا انکار نہ کرے بلکہ حکومت کی زکوٰۃ وصولی کو نہ مانے یا کوئی اور شبہ ہو تو یہ علیحدہ مسئلہ ہے اس سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

Marfat.com

لما فی القرآن الکریم: وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰو وَاٰتُوالزَّکٰو وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (البقرہ:۴۳)
وایضًا فی مقام اخر:خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (التوبہ:۱۰۳)

وفی الصحیح لمسلم (۳۷/۱) :عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر بعدہ وکفر من کفر من العرب...فقال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ و الزکوۃ فان الزکوۃ حق المال...فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ھو الا ان رأیت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ حق۔

وفی فتح الباری (۲۲۳/۱۲): (لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکاۃ)...والمراد بالفرق من اقر بالصلوۃ وأنکر الزکوۃ جاحداً أومانعاًمع الاعتراف وانما اطلق فی اول القصۃ الکفر لیشمل الصنفین فھو فی حق من جحد حقیقۃ وفی حق الاخرین مجاز تغلیباً...

وفی فتح الملھم(۵۵۰/۱):ان اھل الردۃ کانوا اصنافاً منھم من ارتد عن الملۃ ودعاالی نبوۃ مسیلمۃ وغیرہ ومنھم من ترک الصلوۃ والزکاۃ وانکرالشرائع کلھا ھؤلاء ھم الذین سماھم الصحابۃ کفارا ... فاما مانعواالزکاۃ منھم المقیمون علی اصل الدین فانھم اھل بغی ولم یسموا علی الانفراد منھم کفاراًوان کانت الردۃ قد اضیفت الیھم لمشارکتھم المرتدین فی منع بعض ما منعوہ من حقوق الدین...

وفیہ ایضاً(۵۵۲/۱): أما الیوم وقد شاع دین الاسلام واستفاض فی المسلمین علم وجوب الزکاۃ حتی عرفھا الخاص والعام واشترک فیہ العالم والجاھل فلا یعذر بتأویل یتأولہ فی انکارھا بل یکفر...

وفی التاتارخانیۃ (۴۹۷/۵):ولو قیل لرجل :اد الزکاۃ فقال لا ادری یکفر کذا قیل وفی الخانیۃ قیل ھذا اذاقال علی وجہ الرد والجحود...

وفی الھندیۃ (۲۶۹/۲): اذا قیل لرجل اد الزکوۃ فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاًوقیل فی الاموال الباطنۃ لایکفر وفی الاموال الظاھرۃ یکفر۔

وفی رد المحتار (۲۲۴/۴): والحاصل ان من تکلم بکلمۃالکفر ھازلاًاو لاعباًکفر عند الکل ولااعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ...ومن تکلم بھا عامداًعالماًکفر عندالکل۔

وفیہ ایضاً (۲۲۲/۴): وکذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل علی ان

Marfat.com

التصدیق مفقود۔

(۴۴) یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بزرگ ہمارے پاس آئے، اپنے تئیں بڑے بزرگ ہونے کے مدعی تھے لیکن نماز روزہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے، ان کا کہنا ہے کہ میری نماز وغیرہ معاف کردی گئی ہے۔ یہ بھی شریعت وطریقت میں فرق ہے۔ کیا ان کی یہ باتیں صحیح ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

پہلے یہ سمجھئے کہ بزرگ کسے کہا جاتا ہے کتب عقائد کی معرکۃ الآراء کتاب ''شرح العقائد النسفیۃ'' ص ۱۴۵ (ط: المصباح) میں ولی یا بزرگ کی تعریف ملاحظہ ہو

"والولی ھو العارف باللہ تعالی وصفاتہ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات"

(یعنی بزرگ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنی بساط اور مقدور بھر طاقت کے بقدر اللہ تعالی کی ذات اور صفات کا پہچاننے والا ہو، طاعات پر مواظبت کرنے والا ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو، دنیا کی لذات اور شہوات میں زیادہ انہماک سے اعراض کرنے والا ہو)

اسی طرح عقائد کی مشہور ومعروف کتاب فقہ اکبر (جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے) کی شرح میں ملا علی قاری ''صفحہ ۷۹ میں تقریباً یہی تعریف ذکر کرتے ہیں:

"والولی ھو العارف باللہ وصفاتہ بقدر ما یمکن لہ، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات والغفلات واللھوات"

حاصل تعریف چار چیزیں ہیں:

اول: اللہ تعالی کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو۔

دوم: اللہ تعالی کی اطاعت پر مواظبت اختیار کرنے والا ہو۔

سوم: گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔

چہارم: ان تمام لذات وخواہشات سے بھی احتراز کرنے والا ہو جو اللہ تعالی کی یاد سے غفلت کا سبب بنیں۔

Marfat.com

ان صفات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر دم ایسے رہے کہ گویا اللہ تعالی اس کے سامنے ہیں، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ احسان جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور ولایت اور بزرگی کا اعلیٰ درجہ ہے کی تعریف اپنے فرمان عالی میں یہی فرماتے ہیں

"أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ" (مشکوۃ المصابیح ص۱۱)

اس دنیا میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالی کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، اسی معرفت اور اللہ تعالی سے قرب کا اثر تھا کہ اللہ تعالی کے احکامات کی ادنی سی نافرمانی برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے، اس طرح کے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں کثرت سے ملیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی نافرمانی کو قطعاً برداشت نہ کیا چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو چونکہ شریعت مطہرہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ غصے کی وجہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"ایلعب بکتاب الله عزوجل وانا بین اظهرکم" (مشکوۃ المصابیح، ص۲۸۴)

(کلام باری اور احکام الٰہی سے کھیلا جارہا ہے حالانکہ ابھی تو میں بقید حیات اور صفحۂ ہستی پر موجود ہوں)

آپ ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کو کھیل اور مذاق سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی اسی ناراضگی کو دیکھ کر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں ایسے شخص کی گردن نہ اڑادوں۔ یہ صرف مثال کے طور پر تھا ورنہ آپ کو بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔ آپ کے بعد یہ معرفت آپ کے واسطے سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئی، چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہیں آپ کو عمداً نافرمانی کی بو بھی محسوس نہیں ہوگی اور اگر اللہ تعالی کی معرفت کے آثار دیکھنے ہوں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ معرفت کے بعد انسان کی حالت کیسی ہوتی ہے ان میں کتنے حضرات ایسے ملیں گے جو اذان کی آواز سنتے تو ان کا رنگ اللہ کے خوف سے متغیر ہو جاتا جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کا وقت آ گیا اس خوف سے یہ حالت ہے، ان کی نماز کو دیکھ لیجئے، ان کے زہد کو دیکھ لیجئے، ان کے راتوں کو اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو کر رونے کو دیکھ لیجئے، یہ اپنے دعوے میں سچے لوگ تھے کیونکہ ان کی سچائی کی گواہی خود اللہ تعالی نے دی ہے، نہ صرف سچائی کی گواہی دی ہے بلکہ انہیں سچائی کا معیار بنا دیا اور فرمایا:

" وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" (التوبة:۱۰۰)

جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى" (الحجرات:۳)

Marfat.com

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالی نے تقوی کیلئے خالص کر دیا ہے۔

اب اس کے بعد ان لوگوں کو جو ولایت کے مدعی ہیں اس معیار پر پرکھ لیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تو معیار بنایا ہے، دین کے نام پر اپنی تجوریاں بھرنے والوں کو معیار نہیں بنایا اگر ان میں یہ صفات آپ کو مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر یہ صفات ان میں نہ ملیں بلکہ صرف دنیا جمع کرنے کی حرص نے ایسے لبادے میں رکھا ہوا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اور وہ بھی دین کے نام پر، اگر ان لوگوں کو دھوکہ سے ہی کام چلانا تھا تو دنیا کے اعتبار سے دھوکہ دہی کرتے اگر چہ وہ بھی برا تھا لیکن دین کے نام پر دھوکہ اس سے کہیں بڑھ کر برا ہے۔

کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ اگر اس نماز اور دوسری عبادات کی مشقت سے مبرا کرنے کی مستحق کوئی ہستی ہو سکتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اس کی زیادہ مستحق تھی لیکن کیا آپ کی حیات مبارکہ سے کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالی نے میری مشقت کو دیکھتے ہوئے میری نماز وغیرہ معاف کر دی یا عملاً آپ نے کبھی ایسا کیا ہو، چلیں قرآن یا احادیث صحیحہ سے نہ سہی بلکہ ضعیف احادیث سے ہی ثابت کر دیجئے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑیں کسی تاریخی حوالے سے ہی کوئی واقعہ ایسا نقل کر دیجئے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ثابت نہیں کر سکتے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کا ہی کوئی واقعہ ایسا ثابت کر دیجئے۔ آپ اور ایسے شیطانی دھوکہ میں گرفتار پیر ساری زندگی ایک حوالہ ایسا نہیں پیش کر سکتے صرف لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں تا کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور زندگی آرام سے گزر جائے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالی کے ہاں سب مخلوقات سے زیادہ محبوب ہیں لیکن اللہ تعالی نے ان کیلئے نہیں فرمایا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کر دی گئی، عام حالات میں تو دور کی بات ہے لیکن اگر کسی درجے میں معافی ہو سکتی ہوتی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تکلیف میں تھے اس وقت تو اس معافی کا اعلان ہونا چاہیئے تھا خاص طور پر جب کہ یہ تکالیف بھی دین کی وجہ سے ہوں، چلیں ہمیشہ کیلئے نہ سہی صرف تکلیف تک کے زمانے کیلئے یہ اعلان کر دیا جاتا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کر دی گئی، لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ......احد کے میدان میں جب مسلمانوں کو ظاہری طور پر شکست ہوئی تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے آپ کے چہرے پر زخم آئے، لوہے کی زرہ اندر دھنس گئی، دندان مبارک شہید ہو گئے (بخاری شریف، ۲/ ۵۸۴) اس وقت آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، کیا کہیں ایسا موجود ہے کہ صرف اس موقع کیلئے ہی نمازیں وغیرہ معاف کر دی گئی ہوں؟

یہ خندق کا میدان ہے، پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودی جا رہی ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حالت میں شکایت کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، دو جہاں کے سردار اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ لوگوں نے ایک ایک پتھر باندھا ہے جبکہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں، اب دشمن نے آ کر مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے ہر دم یہ خطرہ ہے کہ دشمن خندق پار کر کے حملہ نہ کر دے تیروں کی بارش ہو رہی ہے، ایسی حالت میں آپ کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں جب

Marfat.com

ذرا فرصت ملی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کافروں کو تباہ کریں کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں دیا (البدایۃ والنہایۃ، ۲/ ۱۱۲) اس کے بعد آپ نے چاروں نمازوں کی ادائیگی فرمائی۔

اور تو اور آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں بخار کی شدت اور کمزوری سے چلا بھی نہیں جا رہا، چلنا تو دور کی بات ہے آپ پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرمایا لیکن دوبارہ بے ہوشی طاری ہوگئی جب کافی دیر اس طرح گزر گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، اس کے بعد آپ دو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ منظر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر جمتے نہ تھے اور گھسٹ رہے تھے (بخاری شریف، ۲/ ۶۳۹) آپ تشریف لائے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اسی حالت میں نماز کی ادائیگی فرمائی، ''صلی اللہ علیہ وسلم'' یہ وصال کے قریب کا دور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے ایسی حالت میں ہی نماز معاف کر دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کا حال بھی ذرا دیکھ لیجئے خلیفہ اول کا دور ہے کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا اور بعض نے صرف حکومت کو دینے سے انکار کیا آپ نے ان سب سے قتال کا حکم جاری فرمایا کہ ان سے قتال کیا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ اسی موقع پر آپ نے فرمایا

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ" (الصحیح لمسلم، ۱/۳۷)

یعنی اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا کہ ایک کی ادائیگی کی اور دوسرے کی ادائیگی نہ کی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے مجوسی کے خنجر کے وار سے اکثر اوقات بے ہوش رہنے لگے، موت کی علامات ظاہر ہوگئی ہیں، ایسے میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آپ کو ہوش میں لایا جاتا ہے اسی حالت میں آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہاں ہاں اس شخص کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو نماز کی ادائیگی نہیں کرتا''۔ یہ وہ افراد ہیں جو اس امت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں، موجودہ بزرگوں کی بزرگی میں شک ہوسکتا ہے لیکن ان کی بزرگی میں رتی برابر شک نہیں کیونکہ ان کی بزرگی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ اسی طرح کی مثالیں اگر بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، مقصود صرف نمونہ دکھانا ہے کہ یہ حضرات جن کی ولایت میں کوئی شبہ ہی نہیں عام حالات میں تو درکنار انتہائی مشکل حالات میں ان حضرات نے دعویٰ نہیں کیا ہمارے لئے شریعت کے احکام ختم کر دیے گئے، ہم نے تو بڑی قربانیاں دی ہیں، ہاں ایک بات جو ان حضرات میں قدر مشترک ملے گی کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت آیا ان کے رجوع الی اللہ میں اضافہ ہوگیا، یہی ان کے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی بڑی نشانی تھی جو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملی تھی، چنانچہ حضرت حذیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول بیان فرماتے ہیں کہ

"کان النبی ﷺ اذا حزبہ امر صلی" (مشکوۃ المصابیح، ص۱۱۷)

Marfat.com

(یعنی جب رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں پریشانی لاحق ہوتی آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے)

اب آخر میں مختصراً ایک نظر ان روایات اور وعیدات پر ڈال لیجئے جو ارکان کے ترک پہ وارد ہیں، اور اگر کوئی شخص ان ارکان کا منکر ہو تو اس کا حال اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے ہیں

عن ابی سفیان قال سمعت جابر رضی اللہ عنہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول ان بین الرجل وبین الشرك والکفر ترك الصلوة (الصحیح لمسلم، ۶۱/۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمار ہے تھے کہ ”نماز اسلام اور شرک وکفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے گویا جو شخص نماز کی ادائیگی کرنے والا ہے وہ مسلمان ہے اور جو ادائیگی نہیں کر رہا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرے نمبر پر روزے کو لے لیجئے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدھر کله وان صامه۔ (مشکوۃ المصابیح، ص۱۷۷)

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ جان بوجھ کر بلا وجہ قضاء کرتا ہے پھر اگر وہ اس کے بدلہ زندگی بھر روزے رکھ لیے تب بھی یہ اس ایک قضاء کردہ روزہ کی کفایت نہیں کر سکتے۔

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے

وَالَّذِينَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبة: ۳۵،۳۴)

جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاویگا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا سو اب اپنے کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح باوجود استطاعت کے حج کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یھودیا او نصرانیا۔ (جامع الترمذی، ۱۶۷/۱)

یعنی تم میں جو شخص حج کے زاد راہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچا دے اس کے باوجود حج نہ

Marfat.com

کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر.

اب ان سب روایات وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد ایسے کھلے دعوے کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کی اس سے بھی زیادہ صراحت اہل سنت والجماعت کا وہ اتفاقی مسئلہ ہے جو عقائد کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کے کسی عالم نے اس پر کسی بھی اعتبار سے کلام نہیں کیا اور وہ یہ کہ

"ان العبد ما دام عاقلا بالغا لا یصل الی مقام یسقط عنه الامر والنهی لقوله تعالی "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ" (شرح فقہ اکبر، ص۱۲۲، شرح العقائد النسفیة ص۱۶۶)

جب تک کوئی بندہ عاقل بالغ ہے وہ ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکامات ومنہیات ساقط ہو جائیں ،اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ "اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کیجئے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس سے عبادات ساقط کر دی گئیں تو یا تو وہ پاگل ہے یا پھر دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور دنیا سے اسلام کی روح کو ختم کرنا چاہتا ہے، ایسا شخص اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جو مسلمانوں کو جنگ میں لڑنے کی دعوت دے رہا ہو یا مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کر رہا ہو کیونکہ اس کی سازش اگر کامیاب بھی ہو گئی تو جو مسلمان بچ جائیں گے کم سے کم انہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے لیکن اگر اس دھوکے باز کا وار چل گیا جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو یہ مسلمانوں کو گھر بیٹھے ختم کر دے گا اور انہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ فقہاء نے ضروریات دین (جس میں ارکان بطریق اولی داخل ہیں) میں سے کسی ایک چیز کے منکر کو فر قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص سب ہی کا منکر ہو تو اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ شریعت وطریقت میں فرق ہے، جیسا کہ اور بھی ایسے بہت سے حضرات کہتے ہیں، درحقیقت یہ کہنا خود بہت بڑی جہالت کی علامت ہے کہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی ہو ورنہ شریعت وطریقت کیسے علیحدہ علیحدہ ہو سکتی ہے جبکہ دونوں کی ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ انہی جیسے حضرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذا رأیتم الرجل قد اعطی من الکرامات حتی یرتفع فی الهواء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود والوقوف عند الشرعیة۔ (البدایة والنهایة. ۳۸/۱۱)

اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اعلیٰ درجہ کی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے؟

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتاب "رد المحتار" کو ہمارے زمانے میں فتوی کی بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے، اپنی اسی کتاب میں (۱/۶۰) میں شریعت وطریقت کے تلازم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

Marfat.com

الطريقة سلوك طريق الشريعة، والشريعة: أعمال شرعية محدودة، وهما والحقيقة ثلاثة متلازمة...والمراد من الثلاثة إقامة العبودية على الوجه المراد من العبد.

طریقت،شریعت کی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں جبکہ شریعت محدود شرعی اعمال کا نام ہے۔ یہ دونوں اور حقیقت پھر ان تینوں کا مجموعہ لازم وملزوم ہیں......اور تینوں سے مراد یہ ہے کہ بندے سے جس طرح بندگی مطلوب ہے اس طرح بندگی قائم کرنا۔

لہٰذا آپ کے ہاں آنے والے صاحب جو بزرگ کے بجائے شیطان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اگر عبادات کے منکر ہیں تو ان کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں آپ ان کی صحبت سے دور رہیں یہ اچھا ہے کہ انہوں آپ کے ایمان پہ ڈاکہ نہیں ڈالا ورنہ اس طرح شیطان صفت لوگ دوسروں کا ایمان بھی خراب کرتے ہیں۔اور آئندہ کیلئے ہر اس شخص کو بزرگ نہ سمجھیں جو سنتوں کا تارک ہو چہ جائیکہ فرائض کے تارک کو بزرگ سمجھنا شروع کردیا جائے،اللہ تعالی آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما فی قولہ تعالی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ○ (الحجر:۹۹،۹۸)

وایضاً: وَاْمُرْ اَهلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَا صْطَبِرْ عَلَیْها○ (طہ:۱۳۲)

وایضاً: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا○ (النساء:۱۰۳)

وایضاً: وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا○ (مریم:۳۱)

وایضاً: یٰٓاَیُّها الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ○ (البقرہ:۱۸۳)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۶):عن ا بن عمر قال قال رسول اللہﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ و اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان.

وفیہ ایضاً(۱/۸):عن ا بن عمر ان رسول اللہﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی اللہ۔

وفی الهندیۃ (۱/۵۰): الصلوۃ فریضۃ محکمۃ لا یسع ترکها ویکفر جاحدها کذا فی الخلاصۃ ولا یقتل تارک الصلوۃ عامداً غیر منکر وجوبها بل یحبس حتی یحدث توبۃ۔

وفی الدرالمختار (۱/۳۵۲): (ویکفر جاحدها) لثبوتها بدلیل قطعی(وتارکها عمداًمجانۃ) ای تکاسلا فاسق (یحبس حتی یصلی) لانہ یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منہ الدم وعند الشافعی یقتل بصلاۃ واحدۃ حداًوقیل کفرا۔

Marfat.com

(۴۵) جو شخص شیخین کو کافر لکھے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ میں شیخین رضی اللہ عنہما یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مانتا ہوں اوران کی عزت کرتا ہوں پھر اپنی کتاب میں لکھے کہ وہ کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے شخص کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جو شخص شیخین رضی اللہ عنہما کو کافر لکھے (العیاذ باللہ) تو اس سے وہ خود کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ان حضرات کا ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے ایسے شخص کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی اتباع کی جائے گی۔

لما فی الفقہ الاکبر (ص۷۰): فقد اجمعوا علی من انکر صحبة ابی بکر الصدیق کفر بخلاف صحبة غیرہ لورود النص فی حقہ حیث قال اللہ تعالی الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ یقول لصاحبہ۔۔۔۔

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۱/۴): الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنھما فھو کافر۔

وفی رد المحتار (۲۳۶/۴): اوالکافر بسب الشیخین اوبسب احدھما فی البحر عن الجوھرة معزیا للشھید من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر۔

(۴۶) یوں کہنا کہ "میں حلال وحرام نہیں جانتا"

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی کام میں مصروف تھا دوسرے نے منع کیا کہ یہ کام حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں حلال وحرام نہیں جانتا تو کیا یہ شخص ان الفاظ سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر یہ الفاظ اس نیت سے کہتا ہے کہ وہ حلال وحرام کو ایک جانتا ہے یا دونوں کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تو کافر ہو جائے گا۔

لما فی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۷۴): ومن قال لااعرف الحلال والحرام کفر یعنی اذا اراد بہ عدم

Marfat.com

الفرق فی الاستعمال او اعتقاد الاستحلال بخلاف الاعتراف بانه من الجھال۔

وفی ردالمحتار (۲۲۳/۴): فی البحر والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لایکفر فان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر والا فلاوقیل التفصیل فی العالم اما الجاھل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینہ ولغیرہ وانما الفرق فی حقہ ان ماکان قطعیا کفر بہ والا فلا۔

(۴۷) غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو؟ نیز اگر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کسی شخص نے غیر جہت قبلہ کی طرف جان بوجھ کر نماز پڑھ لی تو یہ شخص سخت گناہ گار ہوگا البتہ اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اگر کوئی شخص استہزاءً بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے تو وہ بالاتفاق کافر ہوجائے گا اور اگر استہزاء نہیں بلکہ لاعلمی یا کسی اور وجہ سے عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے تو وہ شخص کافر نہ ہوگا۔

لمافی البحرالرائق (۲۸۶/۱): ومن صلی الی غیر جھة الکعبة متعمدا لایکفر ھوالصحیح لان ترک جھة الکعبة جائز فی الجملة بخلاف الصلاة بغیر طھارة لعدم الجواز بغیر طھارة بحال۔

(ھکذا فی الطحطاوی علی المراقی : ص۱۹۸)

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنھتکین لدلالتھا علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا......قلت ویظھر من ھذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر بہ۔

(۴۸) کیا محمد بن عبدالوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد بن عبدالوہاب النجدی مسلمانوں کے خون اور

Marfat.com

اموال واعراض کے پامال کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ موجودہ دور میں تمام لوگ مشرک ہیں اور وہ سلف کو برا بھلا بھی کہتا ہے آپ حضرات کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کیا وہ خوارج میں سے تو نہیں ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے اور سلف اور صلحاء کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت مطہرہ میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے البتہ سوال میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا شمار خوارج میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت نہ مل سکی لہٰذا ان کو خوارج میں شمار کرنا مناسب نہیں۔

لمافی المهند علی المفند (ص۲۸): قد [illegible] محمد بن عبدالوهاب النجدی یستحل دماء المسلمین ...... الجواب الحکم عندنا فیهم [illegible] الدرالمختار ... الی ان قال ... کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبواعلی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماء هم حتی کسرالله تعالی شوکتهم ......ثم اقول لیس هو ولااحد من اتباعه وشیعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحدیث والتفسیر والتصوف۔

(۴۹) شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی حرام چیز کے استعمال کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر یہ شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): رجل یشرب الخمر وقال بسم الله اوقال عندالزنایکفر۔

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۳۹/۶): شرب الخمر وقال بسم الله اوقال ذلك عندالزنا ....:.کفر۔

وفی الهندیة (۲/ ۲۷۳): من اکل طعاماحراماوقال عندالاکل بسم اللهحکی الامام المعروف

Marfat.com

بمشتملی انه یکفر۔

(۵۰) نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سفید نقلی داڑھی بنا کر بیچتے ہیں۔اس کو مختلف موقع پر لگایا جاتا ہے۔کیا اس سے سنت کی تحقیر نہیں ہوتی؟ جو شخص خوش طبعی اور مذاق کے طور پر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے تو اس لگانے والے شخص کا اور جو اس پر ہنستے ہیں شریعت کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

نقلی داڑھی بنا کر بیچنا اور اسی طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس کو لگانے سے شعائر اسلام کی توہین لازم آتی ہے اور شعائر اسلام کی توہین کفر ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لما فی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ویکفر... باستخفافه بسنة من السنن۔

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴):کفر الحنفية بالفاظ كثيرة ، وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا......قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به۔

(۵۱) کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی انسان سے کفریہ الفاظ صادر ہوجائیں تو کیا وہ اس سے کافر ہوجائے گا؟ اگر کافر ہوجائے تو اس کے احکامات کیا ہوں گے؟ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جب کوئی شخص کفریہ الفاظ زبان سے کہہ دے تو وہ ان الفاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیگا۔ایسے شخص کا نکاح ختم ہوجاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔اگر کسی شبہ کی وجہ سے ارتداد کو اختیار کرے تو اس کے شبہ کو زائل کیا جائے گا اس کے بعد

Marfat.com

تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر بغیر توبہ کے یہ شخص مر گیا تو اس کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا (العیاذ باللہ)۔

لمافی التفسیر الکبیر (٦/٩٥): ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله وهو فی الأخرة من الخاسرین ای ومن ینکر شرائع الاسلام وتکالیفه ویجحد اصول الایمان وفروعه فقد ابطل ثواب عمله وخاب فی الدنیا والأخرة، اما فی الدنیا فباعتبار ضیاع اعماله وعدم الافادة منها وفی الآخرة بالخسارة والهلاك فی نار جهنم۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص١٦٥): اعلم ان المرتد یعرض علیه الاسلام علی سبیل الندب دون الوجوب لان الدعوة بلغته ...وتکشف عنه شبهته فان طلب ان یمهل حبس ثلاثة ایام ...فان تاب فیها والاقتل وفی النوادر عن ابی حنیفة وابی یوسف یستحب ان یمهل ثلاثة ایام طلب ذلك اولم یطلب۔

وفی الدر المختار (٤/٢٢٥): واعلم ان کل مسلم ارتد فانه یقتل ان لم یتب۔

Marfat.com

رسالة

شفاء الجذام فی تمنی الحلة لما ھو الحرام

حرام شیٔ کی حلت اور کسی فرض کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے پر کفر یا عدم کفر کا اصول

(۵۲) حرام کے حلال یا نماز، روزے کے فرض نہ ہونے کی آرزو کرنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حرام شیٔ کے بارے میں یہ آرزو کرتا ہے کہ کاش وہ حلال ہوتی مثلاً شراب حلال ہوتی یا زنا حلال ہوتا یا کسی فرض کے بارے میں یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش یہ نماز، روزہ فرض نہ ہوتا ان صورتوں کا کیا حکم ہے؟ کیا بندہ کافر ہوجاتا ہے؟ ادیانِ سابقہ میں اتفاقاً حرمت کا ہونا تکفیر کیلئے ضروری ہے یا مطلقاً تکفیر ہوگی؟ نیز مسئلہ ہذا میں تمنی حلت یا تمنی حرمت کے وقت تکفیر یا عدم تکفیر میں کیا قاعدہ ہے؟ اصول کیا ہے؟ کتبِ عقائد اور کتب فقہ کی روشنی میں مسئلہ ہذا کی تفصیل فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کتب عقائد میں مسئلہ ھذا سے متعلق یہ قاعدہ تحریر کیا گیا ہے:

"ما کان حراما فی شرائع جمیع الانبیاء فتمنی حله کفر وما کان حلالا ثم حرم فتمنی حله لیس بکفر" (نبراس ص ۵۶۸)

یعنی جو چیز پچھلی تمام شرائع میں حرام ہو اس کی حلت کی تمنی کرنا کفر ہے اور جو چیز اس طرح نہ ہو یعنی بعض میں حلال ہو پھر حرام کردی گئی ہو تو ایسی چیز کی حلت کی تمنا کفر نہیں۔ مثلاً زنا گزشتہ تمام شرائع میں حرام رہا ہے تو اس کی حلت کی تمنا کفر ہے اور شراب گزشتہ بعض شرائع میں حرام نہ تھی لہٰذا اس کی حلت کی تمنا کفر نہ ہوگی اسی طرح رمضان کے روزوں وغیرہ کا مسئلہ ہے گزشتہ شریعتوں میں رمضان کے تیس روزے فرض نہ تھے لہٰذا یہ تمنا کرنا کہ کاش ہم پر رمضان کے روزے فرض نہ ہوتے یہ کفر نہ ہوگا۔

گویا کہ قاعدے کا خلاصہ جمیع ادیان میں اتفاق کا کفر اور بعض میں اختلاف کا کفر نہ ہونا ہے۔ اسی بات کو بعض حضرات نے

Marfat.com

اس انداز میں بھی بیان کیا ہے کہ جو چیز تمام ادیان میں متفقہ طور پر حرام یا فرض ہو گو یا وہ حکمتِ الٰہیہ کے مطابق اور مقتضی ہے اور جو بعض میں حلال رہی ہو یا فرض نہ ہو تو اس میں تبدلِ اشخاص اور زمان کے اعتبار سے فرق آتا رہتا ہے لہٰذا پہلے کی حلت کی تمنا خروج عن الحکمۃ الالھیۃ ہے اور یہ جہل عظیم اور کفر ہے جبکہ دوسرے کی حلت کی تمنا کرنا مطلقا خروج عن الحکمۃ نہیں بلکہ من وجہٍ خروج ہے اور من وجہٍ یہ زمانے کی تبدیلی اور اشخاص کی تبدیلی کی تمنا ہے یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ کاش میں بھی اس زمانے میں پیدا ہوتا جب شراب حرام نہیں ہوتی تھی یا وہ زمانہ اب ہوتا گو یا مکمل خروج نہیں بلکہ تبدل کی تمنا ہے لہٰذا دوسرے کی حلت کی تمنا کفر نہیں۔ چنانچہ شرح العقائد میں ہے:

"(قوله: موافقة للحكمة) خبر ثان وقيل حال يعني ان دوام الحرمة يدل على ان الحكمة الالهية اقتضت الحرمة الابدية مع قطع النظر عن الازمان والاشخاص بخلاف ما حرم بعد الحل كالخمر فان الحكمة اقتضت حرمته بالنظر الى الزمان واشخاصه ففي الاول يكون المطلوب بالتمني تبدل الحكمة وفي الثاني تبدل حال الزمان والاشخاص ولا باس فيه" (شرح العقائد ص ۳۸۴)

"نبراس" میں بھی اس کا ذکر ہے نیز شرح الفقہ الاکبر میں ہے:

"ولو تمنى ان لا يكون الخمر حراما او لا يكون صوم رمضان فرضا لما يشق عليه لا يكفر بخلاف ما اذا تمنى ان لا يحرم الزنا وقتل النفس بغير حق فانه يكفر لان حرمة هذين ثابتة في جميع الاديان موافقة للحكمة ومن اراد الخروج عن الحكمة فقد اراد ان يحكم الله بما ليس بحكمة وهذا جهل منه بربه سبحانه وتوضيحه ما قال بعضهم من ان الضابطة هي ان الحرام الذي كان حلالا في شريعة فتمني حله ليس كفرا والذي لم يكن حلالا في شريعة فتمني حله كفر لان حرمته الابدية انما هي التي اقتضتها الحكمة الازلية مع قطع النظر عن احوال الاشخاص الاولية والاخروية، فان قلت: كون الحرمة موافقة لحكمة الله تعالى هو المدار في التكفير فالامر في حرمة الخمر ايضا كذلك لان تحريمه بالنسبة الى هذه الامة انما هو لاقتضاء الحكمة قلت: لكن هذه الحكمة مقيدة وتلك مطلقة فارادة الخروج من الثانية خروج من الحكمة مطلقا ومن الاولى ليس كذلك بل هي موافقة للحكمة بوجه وان كان مخالفة لها ايضا بوجه آخر فافترقا". (شرح الفقه الاكبر ص ۱۵۲)

یعنی جمیع ادیان میں حرام یا فرض شئی کی حلت یا عدمِ فرضیت کی تمنا حکمتِ الٰہیہ سے مکمل خروج، جہل اور کفر ہے اور بعض ادیان میں حلال شئی یا بعض میں عدم فرض شئی کا اپنی شریعت میں بھی حلال ہونے یا فرض نہ ہونے کی تمنا کرنا کفر نہیں ہے۔ گو یا کہ وجہِ فرق اور مدارِ مسئلہ حکمت الٰہیہ سے کلیۃ خروج اور من وجہٍ خروج ہے۔

Marfat.com

ان تمام تفصیلات سے متعلق بندہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ کتب عقائد میں جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے اصحاب کتب خود اس سے مطمئن نظر نہیں آتے بلکہ یہ وجہ فرق تقریباً سب کیلئے غیر اطمینان بخش اور تامل کا سبب بنی ہے۔ مثلاً شرح فقہ اکبر میں اس قاعدہ اور وجہ فرق پر استدراک کرتے ہوئے تحریر ہے:

"وفی هذا الفرق نظر لا یخفی اذلا یطابق ورود السوال ولا یصح جوابا عنه فی الحال فان حرمة الخمر فی هذه الامة ...... لایقال انها موافقة للحکمة من وجه مخالفة لها من وجه وفی کون تمنی امثال ذلك کفرا اشکال لکون الانبیاء علیهم السلام تمنوا انهم لم یخلقوا وقد یتمنی ان آدم علیه السلام لم یأکل من الشجرة حتی لم یقع فی الدنیا المتعبة. وغایة الامر ان خلاف الحکمة وقوعه محال، والتمنی انما یکون محله فی الحال علیٰ ان التمنی لیس له تعرض بالحکمة لانفیا ولا اثباتا لیکون سببا للکفر" (شرح فقه اکبر ص ۱۵۲)

نبراس شرح شرح العقائد میں ہے:

"(ومن اراد الخروج عن الحکمة فقد اراد ان یحکم الله تعالیٰ ما لیس بحکمة وهذا جهل عظیم بربه) والجهل بربه تعالی کفر وعندی فی هذا الدلیل نظر" (نبراس ص ۵۶۸)

منح الروض الازهر میں اس قاعدے پر ان الفاظ میں تحفظات کا اظہار ہے:

"ولعل الفرق ان الاول من المجمع علی حرمته فی جمیع الکتب وعند سائر الرسل بخلاف الاخیرین فانه کان شرب الخمر حلالا وصوم رمضان لم یکن فرضا علی غیر هذه الامة لکن لم یظهر لی نتیجة هذا الفرق فانه لا فرق بین الحکم الالهی اولا بالعموم وآخرا بالخصوص".

(منح الروض ص ۵۰۲)

ان تحفظات اور نظروں کا خلاصہ یہ ہے کہ جمیع ادیان میں متفق حکم کے خلاف تمنی کو "خروج عن الحکمۃ" اور بعض کو "خروج من وجہ" قرار دینا یہ فرق محل نظر ہے کیونکہ دونوں میں تمنی تو حرام کے حلال ہونے کی کر رہا ہے اب چاہے وہ زنا کے حلال ہونے کی تمنا ہو یا شراب کے حلال ہونے کی دونوں صورتوں میں تمنی تو خلافِ حکمت الٰہیہ فی الحال کی ہے تو فرق کا کوئی معنیٰ نہیں نیز تمنی کا حکمت سے کوئی تعلق نہیں نہ نفیاً اور نہ اثباتاً۔ تمنی تو فقط تمنی ہے اس میں حکمت سے خروج کلیۃً یا جزواً کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ یہ وجہ فرق یا فرق متفقہ بھی نہیں بلکہ منح میں جواہر کے حوالے سے کفر کا مطلقاً قول نقل ہے:

"وفی الجواهر من قال: لیت الخمر او الزنا او الظلم او قتل الناس کان حلالا کفر"

(منح ص ۵۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک قول شراب، زنا اور قتل وغیرہ میں مطلقاً تمنی حلت سے کفر کا بھی ہے لہٰذا بندہ ناچیز یہاں عرض گذار ہے

Marfat.com

کہ اس باب میں قطع نظر فقہاء کی عبارات سے چونکہ مسئلہ عقائد کا ہے اور اصحاب عقائد کو مسئلے کے اس مدار پر تحفظات ہیں اور یہ بات قرینِ عقل بھی ہے کہ فرق نہ کیا جائے کیونکہ خلاف کی تمنی میں دونوں برابر ہیں پھر جمیع ادیان اور بعض کا فرق کرنا مناسب نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق ہمارے اعتبار سے لفظی ہے ورنہ گناہ تو گناہ ہے رب ذوالجلال کی معصیت میں چھوٹی یا بڑی کا فرق کرنا خطرناک امر ہے اسی لیے حضرات اکابر فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کو یہ سمجھ کر کرنا کہ یہ تو صغیرہ اور چھوٹا ہے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ رب کی معصیت تو بہرحال ہے لہٰذا مسئلے کا مدار کسی اور مسلمہ اور بے غبار اصول پر بنانا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ھذا میں اصحاب عقائد نے ایک اور توجیہ اور قاعدہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے:

"ولعل وجه كفره استحلال هذه المعاصي لكن اذا لم يكن على وجه الاستحلال لا يكون كفرا في الحال". (منح الروض الازهر ص۵۰۲)

منح الروض میں پچھلے قاعدہ پر استدراک کے ساتھ ہی یہ توجیہ پیش کی گئی ہے کہ مسئلے کا مدار خروج عن الحکمۃ کے بجائے استحلال پر رکھ لیا جائے۔ یعنی کوئی بھی حرام ہو اس کی حلت کی تمنا اگر استحلالاً ہو تو کفر قرار دیا جائے اور اگر تکاسل سستی وغیرہ کی بنیاد پر ہو تو کفر قرار نہ دیا جائے اس میں زنا، شراب اور قتل وغیرہ کسی بھی حرام میں فرق نہ کیا جائے فقط استحلال کو مدار بنایا جائے مثلاً اگر یوں کہتا ہے کہ "کاش کہ شراب پینا حلال ہوتا" اگر اس نیت سے کہے کہ یہ میرے لئے حلال ہو اور میں اسے حلال بنا کر پیوں تو یہ کفر ہوگا اور اگر استحلال نہ ہو بلکہ تکاسل اور کسی اور بنیاد پر کہا ہو تو کفر نہ ہوگا۔

یہاں ایک توضیح ضروری ہے کہ احکام دو قسم کے ہیں ایک تو حرام حکم ہے اس کی حلت کی تمنا اور ایک فرائض ہیں ان کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنا۔ اب یہ استحلال والا اصول حرام کی حلت کی تمنا میں تو چلے گا لیکن فرض کی عدمِ فرضیت کی تمنا میں استہزاء کا اصول چلے گا یعنی عدم فرضیت کی تمنا اگر استہزاءً و استخفافاً کرتا ہے تو کفر ہوگا ورنہ نہیں مثلاً کہتا ہے "کاش نماز فرض نہ ہوتی" اب اگر استہزاءً اور استخفافاً کہتا ہے تو یہ کفر ہوگا اور اگر سستی اور کاہلی کی بنیاد پر کہتا ہے تو کفر نہ ہوگا گویا کہ تکفیر کا اصول یہ قرار پائے گا کہ

"کسی حرام کی استحلالاً حلت کی تمنا یا کسی فرض کی استہزاءً عدم فرضیت کی تمنا کفر ہوگی اور برعکس صورت میں کفر نہ ہوگا"

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ مسئلہ صرف تمنا سے متعلق ہے اور اگر الفاظ میں ہی کوئی استہزائیہ لفظ ہو تو پھر مدار نیت پر نہ ہوگا بلکہ فی الفور وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

الغرض یہ ایک رائے ہے جو کہ منح الروض کے حوالے سے ذکر کی گئی۔ یہ آسان بھی ہے اور عام فہم بھی۔ پچھلے قاعدہ میں اولاً تو یہ مشکل بھی ہے کہ جمیع ادیان میں متفقہ احکام کا پتہ کیسے چلایا جائے گا ثانیاً پھر فرق کی وجہ پر اشکالات وارد ہوتے ہیں جبکہ استحلال اور استہزاء عام موافقِ قواعد امور ہیں ان سے عام مسائل میں تکفیر بھی مسلم ہے تو اس مسئلے میں بھی ان کو مدار بنا لیا جائے۔ بہرحال مسئلہ چونکہ عقائد سے متعلق ہے لہٰذا اصحاب عقائد کی تصریحات اور خود وارد کردہ تحفظات کی روشنی میں بندے نے یہ تحقیق سپردِ قلم کی ہے۔ امید ہے کہ مسئلے میں یہ تطبیق قبول کی جائے گی۔

Marfat.com

لمافی الهندية (۲/۲٦۹۔ ۲۷۰): ولو قال لیت صوم رمضان لم یکن فرضا فقد اختلف المشایخ في کفره والصواب ما نقل عن الشیخ الإمام أبي بکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالی إن هذا علی نیته إن نوی أنه قال ذلك من أجل أن لا یمکنه أداء حقوقه لا یکفر ولو قال عند مجيء شهر رمضان آمد آن ماه کر إن قال جاء الضیف الثقیل یکفر إذا قال عند دخول رجب بعقابها اندر افتادیم إن قال ذلك تهاونا بالشهور المفضلة یکفر وإن أراد به التعب لنفسه لا یکفر۔

Marfat.com

(۵۳) یوں کہنا کہ "اللہ تعالی کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے"

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نجی کمپنی کے ایک افسر نے یہ الفاظ کہے: "اگر اللہ تعالی کمپنی کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دے دیں گے" اور "اگر اللہ تعالی کا بچہ بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے" (العیاذ باللہ) کیا یہ افسر ان الفاظ سے کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ افسر ان الفاظ کی ادائیگی سے مرتد ہو گیا ہے اسے چاہیئے کہ تجدید ایمان کرے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۶۱): اذاوصف الله بمالايليق به اوسخرباسم من اسماء الله تعالى او بامر من اوامره اوانكر وعده اووعيده يكفر۔

وفي الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به ......اوجعل له شريكاو ولدا أوزوجة أونسبه الى الجهل أوالعجز أوالنقص۔

(۵۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہیں کیا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح ہے؟ اگر شریک کر لیا تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص اگر بغیر کسی تاویل کے ان عقائد کا قائل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور اس کے ساتھ قربانی جائز نہ ہوگی اور اگر تاویل کے ساتھ (یعنی قرآن وحدیث کے نصوص سے غلط استدلال کر کے) وہ ان عقائد کا قائل ہو تو ایسا شخص کافر نہیں البتہ فاسق وفاجر شمار ہوگا۔

Marfat.com

آج کل ان عقائد کے حامل اشخاص چونکہ تاویل کے ساتھ ہی ان عقائد کے قائل ہوتے ہیں اس لیے علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے ان کی تکفیر نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کے ساتھ قربانی کرنا جائز ہے البتہ تمام شرکاء اگر صحیح العقیدہ ہوں تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہوگا۔

لمافی الدرالمنثور (۶/۵۳۲): واخرج ابن مردویۃ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبۃ حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال :من انت ؟قال انارسول اللہ، قال: متی الساعۃ؟ قال:غیب،ومایعلم الغیب الااللہ، قال :مافی بطن فرسی ؟ قال :غیب ومایعلم الغیب الا اللہ.قال فمتی تمطر؟ قال :غیب ومایعلم الغیب الااللہ۔

وفی مختصر تفسیر ابن کثیر (۱/۵۷۱): وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يقول تعالی مخبراً انه مالك الضر والنفع وانه المتصرف فی خلقه بمایشاء لامعقب لحکمه ولاراد لقضاءہ۔

وفی الصحیح للبخاری (۲/۱۰۹۸): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت من حدثك ان محمدا ...ومن حدثك انه یعلم الغیب فقد کذب۔

وفی شرح الفقه الاکبر(ص۱۵۱): ان الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الاماعلمهم اللہ تعالی احیانا۔وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قوله تعالی قل لایعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الااللہ۔

وفی الهندیۃ (۵/۳۰۴): ولو کان احد الشرکاء ذمیا کتابیا اوغیر کتابی وهو یرید اللحم اویرید القربۃ فی دینه لم یجز عندنا لان الکافر لایتحقق منه القربۃ فلحقه بالعدم ......والمسلم لواراد اللحم لایجوز عندنا۔

(۵۵) غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھول کر کہا کہ ”نہ میں کافر ہوں نہ مسلمان بلکہ ایک عام آدمی ہوں“ اس کے فوراً بعد کہا کہ ”افسوس میں نے کیا کہہ دیا“۔اب ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہوگیا یا نہیں؟اسی طرح اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسے الفاظ کہنے والا اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطا تجدید نکاح بھی کر لے۔

لمافی الهندية (۲/۲۷۴): الخاطئ اذا اجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ لم يكن ذلك كفر عندالكل۔

وفي ردالمحتار (۴/ ۲۲۴): وماكان خطأمن الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله يقر على حاله ولايؤمر بتجديد النكاح ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلك وقوله احتياطاای يأمره المفتي بالتجديد ليكون وطؤه حلالا باتفاق۔

(۵۶) "اگر میں فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں" کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ قسم اٹھاتا ہے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہو جاؤں، پھر وہ فلاں کام کرتا بھی ہے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا۔ کام کرنے سے پہلے بھی ایسی قسم کھانا موجب کفر ہے یا نہیں کیونکہ بظاہر تو وہ اپنے کافر ہونے پر راضی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے جب قسم اٹھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو کافر ہو جاؤں اگر حالف کو یہ یقین ہو کہ اس طرح کی قسم اٹھانے سے وہ یمین (قسم) منعقد ہوتی ہے پھر بعد میں محلوف علیہ کو کر لیتا ہے تو صرف کفارہ یمین دینا پڑے گا حانث ہونے کی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔

لیکن حالف (قسم اٹھانے والے کو) یہ معلوم نہیں ہے کہ اس طرح قسم اٹھانے سے یمین واقع ہوتی ہے اب اگر بعد میں محلوف علیہ کو کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ البتہ کام کرنے سے پہلے یہ قسم موجب کفر نہیں۔

لمافي الشامية (۳/۷۱۸) كتاب الايمان: والقسم ايضا بقوله ان فعل كذا فهو كافر..... و اختلف في كفره والاصح ان الحالف لم يكفر سواءً علقه بماض او آتٍ وهو الصحيح ان كان عنده في اعتقاده انه يمين وان كان جاهلاً وعنده انه يكفر في الحلف بالغموس وبمباشرة الشرط في المستقبل يكفر فيهما لرضاه بالكفر۔

Marfat.com

قوله وعنده انه یکفر وعبارة الفتح وان کان فی اعتقاده انه یکفر به یکفر لانه رضی بالکفر حیث اقدم علی الفعل الذی علق علیه کفره وهو یعتقد انه یکفر اذا فعله۔

(۵۷) حرام کی ابتدا وانتہاء پر بسم اللہ والحمد للہ کہنا/ترک صلوٰۃ وقرآۃ پر قسم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا کوئی بھی برا کام کرتا ہے تو اس کی ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھتا ہے۔ اس کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

نیز اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص شراب، زنا، خنزیر وغیرہ حرام قطعی اشیاء کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا کیونکہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ استخفاف ہے اسی طرح آخر میں الحمد للہ کہنے سے بھی کافر ہوجائے گا۔ ہاں اگر آخر میں الحمد للہ بطور شکر کے کہتا ہے کہ باوجود فعل حرام کے ارتکاب کے اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا نہیں کیا یا باوجود شراب کے حرام ہونے کے شراب اس کے حلق میں رکی نہیں بلکہ حلق سے نیچے اتر گئی تو بعض حضرات کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا تو اس سے کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی نماز نہ پڑھنے کی قسم نماز کے انکار پر مبنی ہو تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۹۹/۵): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمشتملی عن مشائخه انه یکفر لاستخفافه اسم اللہ ولوقال عندالفراغ عن الاکل الحمدللہ فقد قال بعض المشائخ انه لایکفر لانه شکر اللہ تعالی برآنکه رسوانه کردش ولقمه بحلق وی اندر نماند واتفاق است ......بوقت مباشرت زنا یابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر گردد بسبب استخفاف به نام خداء عزوجل۔

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر ولوقال عندالفراغ الحمدللہ قال بعض المتأخرین لایکفر واتفاق است اگر قدح ......همچنیں بوقت مباشرت زنایابوقت قمارکعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر شود۔

Marfat.com

وفی الاشباہ (ص۱۱۹): ولا یکفر بقولہ لااصلی الاجحودا۔

وفی الھندیۃ (۲/۲۶۸): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعۃ اوجہ ......والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاۃ اولم اؤمر بھایکفر۔ واللہ اعلم بالصواب

(۵۸) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتا ہے اور ان کی دلیل اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الاحزاب: ۴۵) ہے۔ جس میں شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر سے کرتے ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شاہد کا معنی حاضر وناظر کرنا اور دلیل میں یہ بیان کرنا کہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھ کر گواہی دے لہٰذا اس کے معنی حاضر وناظر کے ہوئے قطعاً صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی حاضر وناظر کے لیے جائیں تو یہ معنی قرآن وسنت کی دوسری نصوص کے معارض ہے۔ کیونکہ خود باری تعالیٰ نے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ بیان فرمایا تو سورہ قصص آیت نمبر ۴۴ میں ہے: ''اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی''۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا ''وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ'' پہلے آپ کے وہاں حاضر ہونے کی نفی کی کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر صراحۃً شاہد یعنی بقول ان کے جو شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر سے کرتے ہیں یہاں حاضر وناظر کی نفی کر دی۔

۲۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ بیان فرمایا، آخر میں آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی بات طے کر رہے تھے''۔ یہاں پہلے آپ کے وہاں حاضر وناظر ہونے کی نفی اشارۃً کی کیونکہ فرمایا یہ غیب کی خبر ہے اور غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ابھی تک دیکھی نہ ہو۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پھر ''غیب'' کہاں باقی رہا۔ اس کے بعد صراحۃً نفی کی کہ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ (آپ ان کے پاس نہ تھے) یعنی حاضر وناظر نہ تھے۔

۳۔ سورۂ ھود آیت نمبر ۱۷: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے ساتھ شاہد ہو.........'' یہاں شاہد سے مفسرین نے قرآن، بعض نے اعجاز قرآن اور بعض نے انجیل مراد لی ہے۔ اب اگر شاہد کے معنی حاضر وناظر کئے جائیں تو پھر قرآن، انجیل یا اعجاز قرآن کے حاضر وناظر ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔

Marfat.com

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے:

۱۔صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کے لئے کفار مکہ کے پاس بھیجا تو اس وقت کفار نے مشہور کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جہاد کے لئے بیعت لی اور آپ جہاد کیلئے تیار ہو گئے حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر جھوٹی تھی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو بتلا دیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، یہ جھوٹی خبر ہے۔

۲۔منافقین کی طرف سے معرکۃ الآراء بہتان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا اس میں آپ کافی دنوں تک سخت پریشان رہے۔کبھی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا جا رہا ہے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کی خادمہ سے سوالات کئے جا رہے ہیں۔یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی غم میں اپنے والد کے یہاں تشریف لے گئیں۔جب تک وحی نازل نہیں ہوئی یہ پریشانی بدستور رہی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پہلے سے بتلا دیتے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان ہے۔

۳۔غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بتلانے پر سبب ظاہر ہوا تو آپ کو پتہ چلا۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو آپ کو پہلے سے پتہ ہوتا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واللہ علی کل شیء شھید، واللہ بصیر بما تعملون، واللہ علی کل شیء محیط

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ لیس کمثلہ شیء (یعنی ذات اور صفات کسی بھی اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان مماثلت نہیں ہو سکتی) لہٰذا رب تعالیٰ کی صفات کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتیں۔

نیز قرآن کریم کی تشریح وتفسیر نقل کی محتاج ہے۔ہم اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا معنی بیان نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلاف اور مقتداء امت میں سے کسی نے یہ معنی یا تفسیر مراد نہ لی ہو ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس روایت کی وعید کے مصداق بنیں گے کہ آپ فرماتے ہیں: من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ (یعنی اگر کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور خیال سے کی اور رائے ہونے کے باوجود حقیقت کے مطابق ہو گئی اور مراد وہی تھی وہ پھر بھی غلطی پر ہے)۔اور اسلاف امت میں سے کسی نے اس کے معنی حاضر وناظر کے نہیں کئے من ادعیٰ فلیأت بحجۃ۔

اب رہی یہ بات کہ اگر شاہد سے مراد حاضر وناظر نہیں تو پھر کیا مراد ہے تو اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

اول: آپ کو اس امت اور سابقہ امتوں کے انبیاء کی تبلیغ پر گواہ بنایا گیا اور اس گواہی کی بنیاد آپ کا حاضر وناظر ہونا نہیں بلکہ قرآن کریم کا یہ بیان ہے "سابقہ امتوں کے انبیاء نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا"۔

Marfat.com

دوم: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ بنا کر بھیجا۔

سوم: شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہد کا معنی معلم سے کیا یعنی اے نبی! ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اطہر سے ہی کائنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو یہ بات بھی روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گھومتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں''۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے روضہ کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

اگر آپ ساری کائنات کا خود مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر جہاں بھی کوئی امتی درود پڑھتا آپ کو معلوم ہو جاتا، حالانکہ جو امتی روضہ اطہر سے دور آپ پر درود پڑھتے ہیں فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ شاہد کے معنی حاضر و ناظر سے کرنا نصوص کے خلاف اور بالکل بے اصل ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۲/۴۵): يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا۔ علی من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم وتتحمل عنهم الشهادة بماصدر عنهم من التصدیق والتکذیب وسائر ماهم علیه من الهدی والضلال ......ثم ان تحمل الشهادة علی من عاصره واطلع علی عمله امرظاهر واماتحملها علی من بعده باعیانهم فان کان مرادا ایضا ففیه خفاء لان ظاهر الاخبار انه علیه السلام لایعرف اعمال من بعده باعیانهم . روی ابوبکر وانس وحذیفة وسمرة وابوالدرداء رضی الله عنهم لیردن علی ناس من اصحابی الحوض حتی رأیتهم وعرفتهم اختلجوا دونی فاقول یارب اصحابی اصحابی فیقال لی انك لاتدری ماحدثوا بعدك نعم قدیقال انه علیه الصلوة والسلام یعلم بطاعات ومعاص تقع بعده من امته لکن لایعلم اعیان الطائعین والعاصین ......واما زعم ان التحمل علی من بعده الی یوم القیمة لمانها حی بروحه وجسده یسیر حیث شاء فی اقطار الارض والملکوت فمبنی علی ما علمت حاله ......وقیل المراد شاهدابان لااله الاالله۔

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۴/۲۰۰): قوله تعالی شاهدا قال سعید عن قتادة شاهد اعلی امته بالتبلیغ الیهم وعلی سائر الامم بتبلیغ انبیائهم ونحوذلك۔

وفیه ایضا (۱۶/۲۷۶) تحت آیة ''لقد رضی الله عن المؤمنین الآیة'': وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل

Marfat.com

الصلح قد بعث عثمان بن عفان رضي الله عنه الى مكة رسولا فجاء خبر الى رسول الله ﷺ بان اهل مكة قتلوه فدعا رسول الله ﷺ حينئذ الى المبايعة له على الحرب والقتال لاهل مكة فروى انه بايعهم على الموت۔

وفيه ايضا (۱۲/ ۱۹۷): تحت ''آية ان الذين جاؤو بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شرالكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم مااكتسب من الاثم ، والذى تولى كبره منهم له عذاب اليم'': سبب نزولها مارواه الائمة من حديث الافك الطويل فى قصة عائشة رضوان الله عليها ، وهو خبر صحيح مشهور أغنى اشتهار ه عن ذكره۔

وفى الصحيح للبخارى (۲/۶۱۰): حدثنا عبدالله بن يوسف ...عن ابي هريرة لمافتحت خيبر اهديت لرسول الله ﷺ شاة فيها سم۔

وفى المشكوة (ص۸۶): عن ابن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام۔

وفيه ايضا (ص۸۷): عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: من صلى عند قبرى سمعته ومن صلى نائيا ابلغته۔

(۵۹) غلام علی ،غلام مصطفی اور غلام رسول نام رکھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلام علی ،غلام رسول اور غلام مصطفی نام رکھنا کیسا ہے؟ شریعت کی روسے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ نام رکھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہیں البتہ فرق باطلہ میں سے کسی کے ساتھ تشبہ لازم آئے تو ایسی صورت میں احتراز اولی ہے۔

لمافى الصحيح لمسلم (۲/۲۳۸): عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال لايقولن احدكم عبدى وامتى كلكم عبيدالله وكل نساءكم اماء الله ولكن ليقل غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى۔

وفى المفصل لاحكام المرأة والبيت المسلم (۹/۲۸۳): ويراعى فى تسمية المولود اختيار الاسم الحسن والاسم المستحب شرعااو المباح التسمية به ......وترك الاسماء القبيحة اوالمنهى

Marfat.com

عنها اواللتی تکرہ التسمیة بها......روی ابوداؤد فی سننه عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ انکم تدعون یوم القیامة باسمائکم واسماء آباءکم فاحسنوا اسماءکم......دلالة الحدیث واضحة فی اختیار الاسم الحسن للمولود ولانه لاکلفة فی هذا الاختیار علی الوالد ولان من حق الولد علی والده ان یختار له اسما حسنا۔

(۶۰) کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے تو کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور کسی مسلمان کی ہتک وتوہین کبائر میں سے ہے لہٰذا ایسے کلام سے احتراز لازم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/ ۵۷): عن عبدالله بن دینار انه سمع ابن عمر رضی الله عنه یقول قال رسول الله ﷺ: ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه۔

وفی شرح النووی تحت هذا الحدیث: فی تاویل الحدیث اوجه انه محمول علی المستحل لذلك ...... الثانی معناه رجعت علیه نقیصه لاخیه ومعصیة تکفیره ... الرابع ان ذلك یؤل به الی الکفر۔

وفیه ایضا (۵۸/۱): عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : سباب المسلم فسوق وقتاله کفر۔

وقال النووی تحته : السب فی اللغة الشتم والتکلم فی عرض الانسان بمایعیبه ...معنی الحدیث فسب المسلم بغیر حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق۔

وفی الدرالمختار (۶۹/۴): وعزرا لشاتم بیاکافر......یافاجر یامخنث یاخائن۔

Marfat.com

(۶۱) اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد'' پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا کیسا ہے؟ کیا نحن عباد محمد میں عباد کے معنی ''اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں'' کرنا صحیح ہے؟ نیز کسی کا نام عبد محمد بمعنی غلام محمد ہو تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد پمفلٹ پر لکھ کر شائع کرنا درست نہیں اگرچہ نحن عباد محمد میں عباد کے معنی اطاعت گزار اور فرماں بردار کے لئے جائیں کیونکہ کم سے کم اس میں ایہام شرک ضرور ہے اور جس طرح شرک ممنوع ہے ایہام شرک بھی ممنوع ہے۔

نیز اسی طرح ایہام شرک کی بناء پر عبد محمد نام رکھنا درست نہیں اگرچہ وہ غلام محمد کے معنی میں ہو۔

لما فی المرقاۃ (۱۰۶/۹): وروی الحاکم فی الکنی والطبرانی عن ابی الزبیر الثقفی مرفوعا اذاسمیتم فعبدوا ای انسبوا عبودیتھم الی اسماء اللہ فیشمل عبدالرحیم وعبدالملك وغیرھما ولایجوز عبدالحارث ولاعبدالنبی ولاعبرۃ بماشاع فیما بین الناس۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۹۳): واماماشتھر من التسمیۃ بعبدالنبی فظاھرہ کفرالاان اراد بالعبد المملوك۔

وفی حجۃ اللہ البالغۃ (۶۳/۱): وقد ثبت فی احادیث لاتحصی ان النبی ﷺ غیر اسماء اصحابہ عبدالعزی وعبدالشمس. ونحوھا الی عبداللہ وعبدالرحمن وماشبھما فھذہ اشباح وقوالب للشرك نھی الشارع عنھا لکونھا قوالب لہ۔

(۶۲) داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی

Marfat.com

کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے بکرا لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کر دو۔ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شعائر اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہیئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے اور آئندہ کے لئے ایسے کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ویکفر......باستخفافه بسنة من السنن۔

وفی الهندية (۲۶۳/۲): من لم يقر ببعض الانبياء اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر۔

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): ولاعتبار التعظيم المنافی للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين......قلت :ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به۔

(۶۳) یوں کہنا کہ" انا مؤمن انشاء اللہ"

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اپنے بارے میں شک وتردد ہے اس بناء پر یوں کہتا ہے تو کافر ہوجائے گا۔ لیکن اگر محض تبرک کے لئے ایسا کہے یا مستقبل کے اعتبار سے کہے یعنی اس خیال سے بھی کہ ابھی تو میں مومن ہوں لیکن مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں کہ مجھے ایمان پر دوام وثبات نصیب ہوگا یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الهندية (۲۵۷/۲): من شك فی ايمانه وقال انامومن ان شاء الله فهو كافر الااذا آول فقال لاادری اخرج من الدنيا مومنا فحينئذ لايكفر۔

وفی ردالمحتار (۴۶/۳): لاتجوز مناكحة من يقول انامومن انشاء الله لانه كافر قال فی البحر انه محمول على من يقوله شكافی ايمانه والشافعية لايقولون بذلك ......وحقق ذلك فی الفتح

Marfat.com

بان الشافعية يريدون به ايمان الموافاة كماصرحوا به وهوالذى يقبض عليه العبد وهواخبار عن نفسه بفعل فى المستقبل اواستصحابه اليه۔

(۶۴) یوں کہنا کہ میں جزاوسزا سے آزاد ہوں

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ''میں جزاوسزا سے آزاد ہوں، میں نے عبادت کر کے کیا کرنا ہے''۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ان کلمات سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن یہ کلمات اندیشہ کفر سے خالی بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے ایسے کلمات کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہیئے کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کرلے اور آئندہ ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرے۔

لمافى الروض الازهرشرح فقه الاكبر (ص۵۲۲): ومن قال انا برئ من الثواب والعقاب اومن الموت والثواب فقد قيل انه يكفراى بناء على انكاره الامر المقطوع به من ثبوت الثواب والعقاب ووقوع الموت بلاارتياب والصحيح انه لايكفر لان البراءة عنها كناية عن عدم الالتفات اليها۔

وفى المحيط البرهانى (۴۳۵/۷): رجل قال :انابرئ من الثواب والعقاب اوقال بالفارسية: من بيزارم از مزد وثواب فقد قيل انه يكفر۔(وهكذا فى التاتارخانية :۵/۵۳۳ وفى الهندية:۲/۲۸۱)

(۶۵) انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کئے جانے کا عقیدہ رکھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے؟ نیز اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوهاب

یہ بات (کہ انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں) من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی قرآن وسنت اور عقائد اہل سنت والجماعت میں کوئی اصل نہیں۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔ (کما صرح به فی الرسالة الاردية المسماة بمطالعة بريلويت ص۲۳)۔

لمافی القرآن الكريم(البقره:١٥٤):وَلَا تَقُولُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ

وفی تكملة فتح الملهم(۳۱/۵): واما الشهداء فعلاقة ارواحهم بأجسادهم اقوى بالنسبة لسائر الموتى حتى ان الارض لاتأكل اجسادهم فاطلق القرآن عليهم اسم الاحياء ولو كان المراد حياتهم البرزخية اوالروحية فقط ... وانما الفرق بينهم وبين سائر الموتى ان لأرواحهم تعلقا قويا بالاجساد فحياتهم جسمانية بهذا المعنى... واما الانبياء عليهم السلام فعلاقة ارواحهم باجسادهم الشريفة اقوى العلاقات التى تتصور فى انسان بعد طريان الموت عليه... (ص۳۰) فيزعم بعض الناس انها عين الحياة الدنيوية التى عاشوا بها قبل وفاتهم سواء بسواء والحق انه لا يقول احد باثبات الحياة للانبياء بعدوفاتهم بهذا المعنى وانما المقصود حياتهم بمعنى ان لارواحهم تعلقا قويا باجسادهم الشريفة المدفونة فى القبور وبهذا التعلق القوى حدثت لاجسادهم الخصائص كثيرة من خصائص الاحياء مثل سماع السلام ورده واشتغالهم بالعبادة و مالى ذلك من خصائص المنصوصة... (ص۳۱) وان هذه العلاقة القوية قد اثرت على بعض الاحكام الدنيوية ايضا فلا تقسم اموالهم بين ورثتهم ولا يجوز لاحد أن ينكح ازواجهم بعد وفاتهم...(ص۳۰) ولا يقول احدمن اهل الحق بنسبة جميع الخصائص التى تثبت لهم فی حياتهم السابقه على وفاتهم۔

ويقول العلامة السبكى رحمه الله فی شفاء الاسقام(ص۱۹۱) ولا يلزم من كونها (اى الحياة) حقيقية ان تكون الابدان معها كما كانت فى الدنيا من الاحتياج الى الطعام والشراب، والامتناع عن النفوذ فى الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الاجسام التى نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر'' (ص۳۲) اما الخوض فى كنه احوال البرزخ والسعى فى ادراك حقيقة تعلق الروح بالجسد او المشاحة فى الاصطلاحات فى تسمية هذه العلاقة بالحياة الجسمانية اوبالحياة البرزخية...

Marfat.com

فليس من مهامہ اهل الحق ولا من طريق اهل العلم... (ص۳۰) وبالجملة فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل على كون الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنة والجماعة...

وفی المرقاة (۱۱/۱۴۳): ان الانبياء لايموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء وقد وردبه الاحاديث والانباء وانهم احياء فی قبورهم فانهم افضل من الشهداء وهم احياء عند ربهم۔

(۶۶) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاء ناپسندیدہ کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس چیز کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے فلاں چیز پسند ہے اگر اس پر کوئی شخص یوں کہے کہ جو چیز آپ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں اور یہ بات استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص استہزاء کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱): ويكفر... بقوله انالااحبه حين قيل له ان النبی ﷺ كان يحب القرع وقيل ان كان على وجه الاهانة۔

وفی الهندية (۲/۲۶۵): ولو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بان قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلك الغير انالااحبه فهذا كفر وهكذا روى عن ابی يوسف رحمه الله تعالى ايضا وبعض المتاخرين قالوا اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفراوبدونه لايكون كفر۔

(۶۷) یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ چلو یار گانے سنتے ہیں تا کہ دل

Marfat.com

کوسکون ہو جائے۔ اسی طرح گانے سن کر مزے لیتا ہے یعنی خوش ہو کر سنتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گناہگار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۳۴۵/۴): استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیره حرام لانه من الملاهی وقال علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسوق والتلذذ بها من الکفر هذا علی وجه التهدید۔

وفی الدرالمختار (۳۴۹/۶): استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة ......فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع۔

(۶۸) موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل چند نعتیں بہت زیادہ رائج ہیں جس میں نعت کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہوتی ہے، کیا اس طرح گانوں کی طرز پر موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا جائز ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شریعت مطہرہ نے موسیقی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی ممانعت کس قدر سختی سے کی گئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں طبل کی آواز آنا شروع ہوگئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ یہ آواز غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے کانوں میں نہ پڑے، پھر آپ وہاں سے ہٹ گئے اور تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موسیقی سے کس قدر نفرت تھی۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں فرمایا کہ جب میری امت پندرہ چیزوں میں مبتلا ہو جائے گی تو ان میں مصائب کا نزول شروع ہو جائے گا ان چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمائی کہ جب ان میں گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے۔
اب اس کے بعد ہر صاحب بصیرت شخص یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس چیز سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ اس کی آواز سننا پسند نہیں فرماتے

Marfat.com

تھے تواب اگر اسی کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جائے اور اسے ثواب بھی گردانا جائے تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں احناف کی کتب کے حوالے سے یہ جزئیہ نقل کیا ہے:

من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر (ص ۱۶۷)

(جو شخص کلام مقدس کو دف یا بانسری پر پڑھے وہ کافر ہے)

اس کے بعد اپنا فتوی نقل کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

قلت !ویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر الله تعالی ونعت المصطفی ﷺ وکذا التصفیق علی الذکر۔

اسی (کفر) کے قریب ہے دف اور بانسری بجانا اللہ کے ذکر اور محمد ﷺ کی نعت کے ساتھ، اور یہی حکم ذکر کے ساتھ تالی بجانے کا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں دف وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بعض مواقع پر جواز بھی ثابت ہے، اور رہی آجکل کی موسیقی اس کے ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف بھی نہیں، اس کے بعد بھی اتنی جرأت؟ وہ ذات رؤف وکریم ہے ورنہ ہمارے اس فعل پر نہ معلوم ہمارے اوپر کیا کچھ نازل ہو جاتا اور ہم اسی کے مستحق تھے، کہ اللہ کے نبی ﷺ کا جب ہم نے سرعام مذاق اڑانا شروع کر دیا آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ مذاق ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز سے آپ منع کریں ہم نہ صرف وہی کام کریں بلکہ اسے علی الاعلان کرتے ہوئے اس پر یہ بھی سمجھیں کہ ہمیں اس پر ثواب بھی مل رہا ہے، تعجب ہے مسلمانوں کی سوچ پر کہ نہ معلوم انہیں کیا ہوگیا ہے کہ العیاذ باللہ اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کو انہوں نے فرمانبرداری سمجھ کر اس پر فخر کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالی ہمیں دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں۔ آمین

لما فی قوله تعالی :وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِيْ لَهوَالْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَها هزُوًا اُولٰٓئِکَ لَهمْ عَذَابٌ مُّهيْنٌ ۝ (لقمان:٦)

وفی جامع الترمذی (۲/۴۴): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ: اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء... واتخذت القیان والمعازف۔

وفی ابن ماجة (ص۱۳۷): حدثنا محمد بن یحیی ... عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحی حتی فعل ذلك ثلاث مرات ثم قال هکذا فعل رسول الله ﷺ۔

وفی بدائع الصنائع (۶/۵۱۳): ...دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء معصیة وکذا الاستماع الیه وکذا ضرب القصب والاستماع الیه الا تری ان اباحنیفة رضی الله عنه سماه ابتلاء۔

وفی الدر المختار (۶/۳۴۸): وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم

Marfat.com

بلا اذنهم لانكار المنكر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء النبات۔

(۶۹) کسی ہندو کو کافر کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے گاؤں میں تین چار ہندو رہتے ہیں اور وہ لوگ زید کے گاؤں والوں سے برابر کے تعلقات رکھتے ہیں۔ان ہندوؤں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر یہ ہندو کافر کہنے کو برا اور ہتک آمیز محسوس کرتے ہوں تو ان کو کافر کہہ کر مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندية (۳۴۸/۵): لوقال ليهودی او مجوسی یاکافر يأثم ان شق عليه۔

وهكذا فی الدر المختار (۷۶/۴)

(۷۰) یوں کہنا کہ ان شاء اللہ نہیں جانتا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماتحت سے کہتا ہے کہ یہ کام کر دینا اور وہ کہتا ہے کہ (OK) ان شاء اللہ یعنی ٹھیک ہے جناب ان شاء اللہ اس پر موصوف غصے میں آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان شاء اللہ نہیں جانتا بس یہ کام ہونا چاہیئے ایسا جملہ ادا کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شریعتِ مطہرہ نے بعض امور اور الفاظ کو اگر چہ نیت کچھ بھی ہو کفر قرار دیا ہے وہ امور جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں ان کا انکار یا استہزاء علی الاطلاق کفر ہے چاہے غصے میں کیا جائے یا عام حالات میں۔منح الروض الازہر میں تحریر ہے:

"ثم اعلم انه إذا تكلم بكلمة الكفر عالما بمعناها ولا يعتقد معناها لكن صدرت عنه من غير اكراه بل مع طواعية فی تاديته فانه يحكم عليه بالكفر بناء على القول المختار ......اما اذا تكلم بكلمة ولم يدر انها كلمة كفر ففی فتاوی قاضی خان حكاية خلاف من غير ترجيح حيث

Marfat.com

قال: قیل لا یکفر لعذرہ بالجھل وقیل یکفر ولا یعذر بالجھل، اقول والاظھر الاول إلا إذا کان من قبیل ما یعلم من الدین بالضرورۃ فانہ حینئذ یکفر ولا یعذر بالجھل (منح الروض ۴۵۱)

"پھر جان لو کہ اگر کوئی شخص کلمہ کفر بکتا ہے اور وہ اس کا معنی سمجھتا ہو لیکن اس کا اعتقاد بولتے وقت وہ نہ ہو البتہ بولتے وقت اس پر کوئی جبر بھی نہ ہو بلکہ بالکل خوشدلی سے وہ یہ کلمات کہے تو ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا مختار قول کے مطابق.........اور جب کوئی شخص کلمہ کفر بکے لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کلمہ کفر ہے تو خانیہ میں اختلاف بغیر ترجیح کے ذکر ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ: ایک قول عدم تکفیر کا ہے کیونکہ وہ معذور ہے اور ایک قول تکفیر کا ہے اور اس کی جہالت کو عذر نہیں گردانا جائے گا۔ میں کہتا ہوں زیادہ ظاہر پہلا قول (عدمِ تکفیر) کا ہے اِلّا یہ کہ وہ بات ضروریات دین میں سے ہو کیونکہ ضروریاتِ دین میں سے ہونے کی صورت میں تکفیر لامحالہ کی جائے گی اور جہالت کو عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔"

لہٰذا صورت مسئولہ میں سیٹھ صاحب کا یوں کہنا "ان شاء اللہ نہیں جانتا" یہ ایک بدیہی چیز کا انکار ہے جو بتصریحِ فقہاء موجبِ کفر ہے لہٰذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اس شخص کو تجدیدِ ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدیدِ نکاح بھی کر لینی چاہیئے۔

لما فی التاتارخانیہ (۳۶۶/۵): "ولو قال لغیرہ إن شاء اللہ کہ فلاں کار بکنی فقال بی ان شاء اللہ بکنم یکفر" ھکذا ایضا فی الھندیۃ (۲۶۱/۲)

(۷۱) یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو آدمی کسی کے کام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے کہ ایک نے اللہ اور قرآن مجید کی قسم کھائی، جبکہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا (العیاذ باللہ) تو کیا ان الفاظ سے اس کے ایمان پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اللہ تعالیٰ اور کلام مقدس کا انکار کفر ہے، لہٰذا یہ شخص ان کے انکار سے کافر ہو گیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیئے اور اپنے اس فعل قبیح پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور استغفار کے ساتھ ساتھ آئندہ اس طرح کے کلام سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لما فی البحر الرائق (۱۲۲/۵): ویکفر اذا انکر آیۃ من القرآن او سخر بآیۃ منہ...

وفیہ ایضاً (۱۲۰/۵): فیکفر اذا وصف اللہ بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ او وعیدہ او جعل لہ شریکا...

Marfat.com

وفي قاضي خان على هامش الهندية (٥٧٣/٣): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه على الايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله تعالى مؤمنا۔

وفيه ايضاً (٥٨١/٣): اجمع اصحابنا على ان الردة تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينهما بنفس الردة . . .

وفي الخلاصة (٣٨٣/٤): ومنها ان ردة احد الزوجين يوجب البينونة بينهما في الحال بدون قضاء القاضي . . . اذا وصف الله تعالى بما لايليق به اوسخر باسم الله او بامر من اوامره او انكر وعده اووعيده۔

وفي الهندية (٢٥٨/٢): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لايليق به اوسخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره اوانكر وعده ووعيده . . .

وفيه ايضاً(٢٦٦/٢): اذا انكر الرجل آية من القرآن او تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة اوعاب كفر . . .

وفيه ايضاً(٢٨٣/٢): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله مؤمنا۔

وفي الدرالمختار (١٩٣/٣):(وارتداد احدهما) اى الزوجين (فسخ) فلا ينقص عدداً(عاجل) بلا قضاء۔

وفيه ايضاً (٢٤٦/٤): مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا ومافيه خلاف يومر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔

(۷۲)مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مذاق میں سوال کیا کہ ’’کیا تمہارے نبی نے شراب پی ہے؟‘‘ (العیاذ باللہ) بعد میں سب کے زور دینے پر کلمہ پڑھ لیا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مذاق واستخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ بعد میں اگر تجدید ایمان کر لیا ہے تو

Marfat.com

صحیح ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

لمافی الهندية (۲/۲۶۳): سئل عمن ينسب الى الانبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه ....
يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم ......وقال مع ذلك ان الانبياء عليهم السلام
عصوا فكافر لانه شاتم۔

وفی ردالمحتار (۴/۲۳۴): ايما رجل مسلم سب رسول الله اوكذبه او عابه او تنقصه فقد كفر
بالله تعالى وبانت منه امرأته۔

(۷۳) ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں پھر اس نے وہ کام کر بھی لیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ قسم ہے کہ وہ حانث ہو چکا ہے، اس کام کے کرنے کی بناء پر یا یہ الفاظ کفر ہیں کہ اس کام کے کرنے کی بناء پر اس کا ایمان ختم ہو گیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے جب قسم اٹھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں اگر حالف کو یہ یقین ہو کہ اس طرح کی قسم اٹھانے سے وہ یمین (قسم) منعقد ہوتی ہے پھر بعد میں محلوف علیہ کو کر لیتا ہے تو صرف کفارہ یمین دینا پڑے گا حانث ہونے کی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔

لیکن حالف (قسم اٹھانے والے کو) یہ معلوم نہیں ہے کہ اس طرح قسم اٹھانے سے یمین واقع ہوتی ہے اب اگر بعد میں محلوف علیہ کو کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ البتہ کام کرنے سے پہلے یہ قسم موجب کفر نہیں۔

لمافی الشامية (۷۱۸/۶) كتاب الايمان: والقسم ايضا بقوله ان فعل كذا فهو كافر...... و
اختلف فى كفره والاصح ان الحالف لم يكفر سواءً علقه بماض او آتٍ وهو الصحيح ان كان
عنده فى اعتقاده انه يمين وان كان جاهلاً وعنده انه يكفر فى الحلف بالغموس وبمباشرة
الشرط فى المستقبل يكفر فيهما لرضاه بالكفر۔

قوله وعنده انه يكفر وعبارة الفتح وان كان فى اعتقاده انه يكفر به يكفر لانه رضى
بالكفر حيث اقدم على الفعل الذى علق عليه كفره وهو يعتقد انه يكفر اذا فعله۔

Marfat.com

(۷۴) چند شرکیہ اشعار

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو صوفی اور فنا فی اللہ کہتا ہے نے یوں کہا کہ ؎

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا بندہ وجد میں جاکر خدا ہوگیا

''خدا تعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ دیکھا پھر خدا جیسا کہ ایک دوسرا ہوگیا (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ کلمات شرکیہ ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر اور ان کلمات کا پڑھنا حرام ہے۔

لمافی قولہ تعالیٰ: هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ ج (الحشر:۲۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (الاخلاص:۱)
اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج (النساء :۴۸)

(۷۵) انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انا مؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ۔ یہ دونوں قول کہنا صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ اور کس مذہب کے مطابق صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص انا مؤمن حقا کہے تو عندالاحناف اس طرح کہنا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کہا تو اگر ایمان میں شک کی وجہ سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر اس وجہ سے کہے کہ معلوم نہیں دنیا سے جاتے وقت میرا کیا حال ہوگا، یا کسی اور ایسی ہی تاویل کی بنیاد پر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۳۳): فاما الاستثناء فی الایمان هل هو شك ام لا قال بعض الفقهاء: ان هٰذا شك فی الایمان وقال بعضهم لیس بشك وصورة الاستثناء ان یقول انا مومن

Marfat.com

انشاء الله وهذا هوالمذهب عند الشافعی وقال ابوحنیفة ینبغی ان یقول انامؤمن حقا وهذا هوالاصح۔وقال بعضهم لاخلاف فی المسألة لان الشافعی قال انا مؤمن انشاء الله علی وجه الخوف وقال ابوحنیفة انا مومن حقا علی وجه حسن الظن بالله تعالی۔

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۶/۴): رجل قال انا مؤمن انشاء الله یکفر ان قال من غیرتاویل ولوقال لاادری اخرج من الدنیا مؤمنا اولالایکفر۔ (وهکذافی الهندیة (۲۵۷/۲)

(۷۶)''فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے'' کہنے کا حکم

سؤال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمر دونوں میں آپس میں دشمنی ہے ایک روز زید نے یوں کہا کہ عمر کے چہرے کوتو میں ملک الموت (موت کے فرشتے) کے چہرے کی طرح سمجھتا ہوں۔آیا اس طرح کہنے سے زید کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر زید نے یہ جملہ بوجہ موت کی ناگواری کے کہا ہے تو اس صورت میں وہ کافرنہیں ہوگا۔اوراگر ملک الموت (موت کے فرشتے) کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۹/۵): اذا قال لغیره رؤیتی ایاك کرؤیة ملك الموت هذا خطأعظیم وهل یکفر هذا لقائل؟ فیه اختلاف ......وقال بعضهم: ان قال ذلك لعداوة ملك الموت یصیر کافرا وان قال لکراهة الموت لایصیر کافرا۔

وهکذا فی الهندیة (۲۶۶/۲)

(۷۷)اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم

سؤال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اللہ رب العزت کیلئے مکان کوثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں یا اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کیلئے مخصوص مکان کوثابت کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج

Marfat.com

ہے چاہے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ۔

لمافی التاتارخانية (۴۶۴/۵): اذا قال الله تعالى فى السماء عالم ان اراد به المكان كفر وان اراد به الحكاية عماجاء فى ظاهر الاخبار لايكفر وان لم تكن له نية يكفر عندا كثرهم۔ وفى التخيير وهوالاصح وعليه الفتوى۔ وهكذا فى الهندية (۲۵۹/۲)

(۷۸) ''اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے'' یہ کہنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیموکریسی کا نظام انسانوں کی اقتصادی ضروریات کو متضمن ہے اور اس میں انسان ترقی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے اور اسلامی نظام ترقی سے روکتا ہے معیشت میں کیونکہ شریعت نے بہت سارے تصرفات سے منع کیا ہے شریعت کا کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا قول اگر ظاہر پر مبنی ہو بایں معنیٰ کہ ظاہری طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں تو ایسا شخص فاسق وفاجر شمار ہوگا اور اگر وہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا کہہ رہا ہو بایں معنیٰ کہ اسلامی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو پورا نہیں کرتا ہے اور یہ ایک ناقص نظام ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

لمافی قوله تعالى (آل عمران :۸۵): وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِيْنَ

(آل عمران:۱۹): إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإِسْلاَمُ

(المائده : ۳):الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(۷۹) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا اگر ایسا شخص توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرلے تو ٹھیک ورنہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۷۷/۵): من لم یقر ببعض الانبیاء علیھم السلام اوعاب نبیا بشئ اولم یرض بسنة من سنن المرسلین علیھم السلام فقد کفر۔

وفی الھندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء علیھم السلام اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر... قال ابوحفص الکبیر کل من ارادبقلبه بغض نبی کفر۔

(۸۰) یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مجمع مسجد کے قریب بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا ایک عالم وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ کم از کم نماز کے اوقات میں ٹی وی بند کردیا کرو لیکن وہاں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب رہنے دو اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم بند نہیں کریں گے (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ اسے تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۵/۵): اذا قال لوامرنی الله تعالی بکذا لم افعل اوقال لوصارت القبلة الی ھذه الجھة ماصلیت فقد کفر۔ وفی الھندیة ھکذا (۲۵۸/۲)

(۸۱) شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک پورا خاندان مسلمان ہوا اور اب وہ تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرعی قانون وراثت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے قانون

Marfat.com

وراثت کونہیں چھوڑ سکتے تو ایسی جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ نومسلم جماعت ایک ایسے حکم کا انکار کر رہی ہے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحۃ موجود ہے اور ہر خاص وعام جانتا ہے کہ شریعت کا اپنا قانون وراثت ہے گویا شرعی قانون وراثت کا انکار ماعلم من الدین ضرورۃً کا انکار ہے لہٰذا ایسی جماعت کو ابتداء سمجھایا جائے، اگر تسلیم کر لیں تو ٹھیک ورنہ یہ جماعت دائرہ اسلام سے خارج سمجھی جائے گی۔

لمافی الهندية (۲۶۶/۲): اذا أنكر الرجل آية من القرآن تسخر بآية من القرآن وفی الخزانة اوعاب كفر كذا فی التاتارخانية۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۳/۴): والكفر لغة ستر وشرعا تكذيبه ﷺ فی شئ مما جاء به من الدين ضرورة۔

وفی الشامية تحته: المراد بالتكذيب عدم التصديق الذی مرأی عدم الاذعان والقبول لماعلم مجيئه بها ضرورةً ای علما ضروريا لايتوقف علی نظر واستدلال ......واما اذلم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده۔

(۸۲) کافر کو کافر کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو کافر کہنا ازروئے شرع کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کافر کو کافر کہنا ناگوار گزرتا ہو تو جائز نہیں۔

لمافی الهندية (۳۴۸/۵): لوقال ليهودی اومجوسی ياكافر يأثم ان شق عليه۔

وفی الدرالمختار (۷۶/۴): وفی القنية قال ليهودی او مجوسی ياكافر يأثم ان شق عليه۔

Marfat.com

(۸۳) یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد کہے یا علی مدد کہے اسی طرح علی مشکل کشا کے نعرے لگائے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ماتحت الاسباب ایسے الفاظ سے پکارے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جواب سے پہلے ضروری تمہید کے طور پر عرض ہے کہ کفریہ وشرکیہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہو، دوسرے یہ کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن نہ ہو۔ اگر قائل کا قول ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں کسی طرح کی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچاسکے گی۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل سے کفر سے نہیں بچاجاسکتا۔ اور اگر وہ قول ایسا ہے کہ اس میں تاویل ممکن ہے اور متکلم سے جب اس کی مراد معلوم کی جاتی ہے تو وہ کفر صریح کے بجائے کسی بدعقیدگی یا جاہلانہ عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کفر کا قول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے قول میں تاویل کرلی جائے گی۔

اب مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور اس طرح کے دوسرے الفاظ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز کے عقیدے کے ساتھ کہے کہ اللہ تعالی کی طرح غیر اللہ سے بھی اسی طرح کی مدد ممکن ہے تو یہ کفر صریح ہوگا اور مذکورہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے سے اللہ تعالی سے مدد طلب کی جاتی ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ واسطہ کی صورت میں بھی خطاب اللہ تعالی کو ہی ہونا چاہیئے کیونکہ وہی ذات عالم الغیب اور عالم ماکان وما یکون ہے لیکن یہ شخص کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

نیز جہاں تک ماتحت الاسباب اس طرح پکارنے کا تعلق ہے تو یہ صرف انکی زندگی میں ممکن تھا۔ اب ان کی حیات کے بعد ماتحت الاسباب بھی اس طرح پکارنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی قولہ تعالی (یونس: ١٠٦): وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ۝

(الرعد:١٤) : لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ

Marfat.com

(النساء :٤٨):اِنَّ اللہ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج

وفی مجموعة الفتاوی علی ھامش الخلاصة (۳۳۳/۴): استفتاء سوال: گفتن یارسول اللہ ویاولی جائز است یانہ؟ ......و گفتن یارسول اللہ ویاولی اللہ کہ عادت ہندیان است کہ درنشست وبرخاست میگویند نزدفقہاء حنفیان ناجائز است۔

وفی فتاوی اللجنة الدائمة (۹۷/۱): نداء الانسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوغیرہ کعبدالقادر الجیلانی اواحمد التیجانی عندالقیام أوالقعود والاستعانة بھم فی ذلك اونحوہ لجلب نفع اودفع ضر نوع من انواع الشرك الاکبر۔

(۸۴)عامل یانجومی سے چور متعین کروانا

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکسی شخص کا کوئی نقصان مثلاً چوری وغیرہ ہوجائے تو وہ شخص کسی عامل یانجومی وغیرہ کے پاس جاتا ہے اورپھرنجومی یاعامل جس شخص کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے تو یہ شخص اس کے کہنے کی بناء پراس شخص سے اپنا نقصان وصول کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔تو آیا اس شخص کا اس نجومی یاعامل کی خبر پراعتماد کرنا اورمتعین کئے گئے شخص سے وصولی کا تقاضا کرنا صحیح ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں عامل یانجومی کےقول پراعتماد کرکے وصولی کا تقاضا قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کرنا کفر ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۳):عن حفصة رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من اتی عرافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلوة اربعین لیلة۔...... وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من اتی عرافا اوکاھنا فصدقه بمایقول فقد برئ ممانزل علی محمد۔

وفی ردالمحتار (۲۴۲/۴): والحاصل ان الکاھن من یدعی معرفة الغیب باسباب وھی مختلفة ......والکل مذموم شرعامحکوم علیھم وعلی مصدقھم بالکفر.........وفی التاتارخانیة : یکفر بقوله انا اعلم المسروقات اوانااخبر عن اخبار الجن ایای۔

Marfat.com

(۸۵) کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر وناظر اور غیب کے جاننے والے ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ ان عقائد سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

غیب کا علم اور حاضر ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کوئی بھی شخص اگر ان صفات کا بغیر کسی تاویل یا شبہ کے کسی انسان یا مخلوق کیلئے اثبات کرتا ہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا اور اگر وہ کسی تاویل یا شبہ کی وجہ سے اس عقیدے کا قائل ہو تو وہ کافر تو نہ ہوگا البتہ ضال ومضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

صورت مسئولہ میں بریلوی حضرات بھی چونکہ تاویل اور نصوص کو غلط معنی دیکر ان صفات کا اثبات غیر اللہ کیلئے کرتے ہیں اس لیے علماء حق ان کی تکفیر نہیں کرتے البتہ اگر کوئی شخص بلاکسی تاویل کے اللہ تعالیٰ کی طرح کسی غیر کے عالم الغیب اور حاضر ناظر ہونے کا قائل ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۵۴ ، ۵۸

(۸۶) جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص انکار کرے اس بات کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے تھے آیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جو شخص جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا انکار کرے تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا کئی آیات کے انکار کو مستلزم ہے جو کہ کفر ہے۔

لما فی قولہ تعالی (الفرقان:۱): تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

Marfat.com

وفی روح المعانی (۲۳۱/۱۸) تحت هذه الآیة: والمراد بالعالمین جمع من العالمین الانس والجن ممن عاصره الی یوم القیمة ویؤیده قرأة ابن الزبیر للعالمین للجن والانس وارساله صلی اللہ علیہ وسلم الیهم معلوم من الدین بالضرورة فیکفر منکره۔

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص۷۷): لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی ان الله تعالی ارسل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم الی الانس والجن۔ وبه فسر حدیث الصحیحین بعثت الی الاحمر والاسود ...... وقال امام الحرمین فی الارشاد : قد علمنا ضرورة انه صلی اللہ علیہ وسلم ادعی کونه مبعوثا الی الثقلین۔

(۸۷) حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرنے کو حلال سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

جو شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ حلال اور جائز ہے تو وہ کافر نہیں ہوا لیکن اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لمافی الهندیة (۲۷۳/۲): لو استحل وطء امرأته الحائض یکفر وکذا لواستحل اللواطة من امرأته وفی النوادر عن محمد رحمه الله لایکفر فی المسئلتین هو الصحیح۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۹۷/۱): ووطؤها یکفر مستحله کماجزم به غیر واحد .... وقیل لایکفر فی المسئلتین وهوالصحیح وعلیه المعول لانه حرام لغیره۔ولمایجئ فی المرتد انه لایفتی بتکفیر مسلم کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة۔

وفی الشامیة: (قوله ووطؤها) ای الحائض۔

(لانه حرام لغیره) ای حرمته لالعینه ......من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر اذا کان حراما لعینه وتثبت حرمته بدلیل قطعی۔اما اذاکان حراما لغیره بدلیل قطعی اوحراما لعینه باخبار الآحاد لایکفر اذا اعتقده حلالا۔

Marfat.com

(۸۸) کلمات کفر کا صدور

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلمات کفر کہے مثلا اللہ تعالی نہ رزق دیتا ہے اور نہ شفاء (العیاذ باللہ) بلکہ رزق آدمی محنت سے حاصل کرتا ہے اور شفاء دوا سے ملتی ہے۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص ایسے کلمات کفر کہے جن میں کسی طرح کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا سوال میں ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اس پر توبہ اور تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

لمافی قولہ تعالی (الذاریات:۵۸): إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○

(ھود:۶): وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا

(الشعراء:۸۰): وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○

وفی الھندیۃ (۲/۲۵۷): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لایلیق بہ ...... او جعل لہ شریکا۔

(۸۹) کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بہنوئی بدعتی اور مشرک عقیدہ کے مالک ہیں، قبر پر سجدہ بھی کر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں سجدہ کی نیت نہیں کرتا بلکہ تعظیما جھکتا ہوں، ہماری بہن چار سال سے لڑائی جھگڑے کے بعد سے ہمارے پاس ہے اس کے دو بچے ہیں لڑکا باپ کے پاس ہے لڑکی ہمارے پاس ہے، بہنوئی نے بہن کو دو طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرلیا تھا لیکن اس کے بعد بھی جھگڑے ہوتے رہے، اب چار سال سے بہن ہمارے پاس ہے، اب وہ بہت عاجزی سے کہہ رہے ہیں کہ بچوں کی خاطر بھیج دو جو آپ کہو گے میں ویسا کروں گا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس خراب عقیدہ کے انسان کے پاس بہن کو بھیجنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بہن کو بھیجنا ہی پڑے تو کن شرائط کے تحت بھیجیں تاکہ ہم گناہ گار نہ ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سجدہ تعظیمی قطعی حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افراد پر لعنت بھیجی ہے

Marfat.com

جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں، البتہ آپ کا بہنوئی اس سجدے سے کافر نہیں ہوا اس لئے اس کے ساتھ آپ کی بہن کا نکاح برقرار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے ان افعال قبیحہ سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اس کے خاندان کے بڑے اس کی ضمانت لیتے ہوں تو آپ اپنی بہن کو اس کے پاس بھیج دیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (١/١٧٧): عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔

وفی التاتارخانیة(٣/ص٥): رجل زوج ابنته من رجل ثم زعم انه تکلم بکفر وان ابنته حرمت علیه والزوج ینکر فالقول قول الزوج لانه ینکر الفرقة ولا یحل للمرأة ان تمنع نفسها منه اذا لم تکن سمعت منه کلمة الکفر فان فعلت کانت عاصیة ناشزة۔

وفی الهندیة (٥/٣٦٨): التواضع لغیر الله حرام کذا فی الملتقط من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یاثم لارتکابه الکبیرة هو المختار۔

وفیه ایضاً (٢/٢٧٩): اذا سجد لانسان سجدة تحیة لا یکفر کذا فی السراجیة۔

وفی الدر المختار (٦/٣٨٣): وکذا مایفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة. وفی الملتقط التواضع لغیر الله حرام۔

(٩٠) مسواک کا مذاق اڑانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسواک کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا یہ لکڑی کیسی ہے یا اس نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کیا یہ شخص اس طرح کہنے سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مسواک کون سے درخت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس طرح کے سوال سے مقصود سنت کا مذاق ہے تو اس سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

لما فی التاتارخانیة (٥/٤٧٧): من لم یقر ببعض الانبیاء ...... اولم یرض بسنة من سنن المرسلین

Marfat.com

عليهم السلام فقد كفر۔

وهكذا في الهندية (٢/٢٦٣)

وفيه ايضا (٥/٢٨٢): قيل هذا استخفاف بسنة رسول الله ﷺ وانه كفر ......وكذالك في سائر السنن خصوصا في سنة هي معروفة وثبوتها بالتواتر كالسواك وغيره۔

(۹۱) طلاق ثلاث کے منکر اور اجماعِ سکوتی کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین طلاق کو ایک کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ مفتی صاحب ہم نے تو سنا تھا یہ امت مسلمہ کا اجماعی مسئلہ تھا بجز چند افراد کے کسی نے اختلاف نہیں کیا تو مفتی صاحب یہ چند (خصوصاً غیر مقلدین) ان کا کیا حکم ہوگا صرف ایسے اجماعی مسائل کے انکار والے کا حکم لکھ دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

جس بات پر اور جس شرعی مسئلے پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نصاً اجماع ہوا ہو (اس طور پر کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہہ دیا ہو کہ اس بات سے یا اس مسئلے میں ہم متفق ہیں) اور قطعی ہو تو اس کا حکم نص قرآنی کی طرح ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت، اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد۔ اس کے علاوہ اجماع کے جتنے بھی مراتب ہیں ان کا منکر کافر تو نہیں البتہ فاسق فاجر اور گمراہ ضرور ہے۔

نیز ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع نصاً نہیں بلکہ اجماع سکوتی ہے اور اجماع سکوتی کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں البتہ فاسق فاجر وگمراہ اور سخت گناہ گار ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔

لما في التقرير و التحبير، لابن امير الحاج (٣/١٥١۔ ١٥٢): مسألة انكار الاجماع القطعي، (ط دار الفكر): مسألة انكار حكم الاجماع القطعي كاجماع الصحابة بصريح القول او الفعل المنقول بالتواتر (يكفر) متعاطيه (عند الحنفية وطائفة لان انكاره يتضمن انكار سند قاطع وهو يتضمن انكار صدق الرسول ﷺ وهو كفر ...... (وفخر الاسلام بالقطعي من اجماع الصحابة نصا كعلى خلافة ابي بكر، وقتال مانعي الزكوة ومع سكوت بعضهم، ولفظ فخر الاسلام فصار الاجماع كانه من الكتاب، وحديث متواتر في وجوب العمل والعلم به يكفر جاحده ...... (واما) منكر اجماع (من بعدهم) اى الصحابة (بلا سبق خلاف فيضلل) ويخطأ من غير اكفار۔

Marfat.com

وفی الشامیة (۲۲۳/۴) کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب منکر الاجماع (ط سعید): ثم نقل فی نور العین عن رسالة الفاضل الشهیر حسام جلبی من عظماء علماء السلطان سلیم بن باید خان مانصه اذا لم یکن الاجماع اجماع الجمیع او کان ولم یکن اجماع الصحابة او کان ولم یکن اجماع جمیع الصحابة او کان اجماع جمیع الصحابة ولم یکن قطعیا بان لم یثبت بطریق التواتر او کان قطعیا لکن کان اجماعا سکوتیا ففی کل من هذه الصور لا یکون الجحود کفراً... الخ۔

(۹۲) خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خلافت کا منکر ہو تو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔اور اگر بغیر شبہ یا کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۵/۵): من انکر خلافة ابی بکر فهو کافر علی قول بعضهم وقال بعضهم: هو مبتدع لیس بکافر والصحیح انه کافر وکذا من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال۔

وهکذا فی الهندیة (۲۶۴/۲)

وفی ردالمحتار (۲۶۳/۴): قال فی شرح منیة المصلی: ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لا یکفر۔

(۹۳) نماز کو ورزشی عمل کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کی طرف ایک صاحب رہتے ہیں وہ کہتے ہیں

Marfat.com

نماز ایک ورزشی عمل ہے اصلاح بدن کیلئے لہٰذا جس کی صحت خراب ہو اسے زیادہ نمازیں پڑھنی چاہیئے اور ہماری صحت تو ٹھیک ہے لہٰذا ہم کو زیادہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہمارا دل چاہے گا تو نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں۔ اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

دین کے کسی ادنیٰ جزء کا مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی عبارات سے یہ بات مصرح ہے پھر خاص کر نماز کے بارے میں جس کی فرضیت قرآن وحدیث اجماع امت اور قیاس سے ثابت ہے، بے ہودہ اور استہزائیہ جملے زبان پر لانے سے آدمی بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا کہ "نماز ایک ورزشی عمل ہے بیمار لوگوں کو زیادہ نمازیں پڑھنی چاہیئے اور ہم چونکہ صحت مند ہیں لہٰذا ہمیں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں" یہ کلمہ کفر ہے اور اپنے مذکورہ قول کی بناء پر یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو چکی ہے۔ نماز کو ضمناً ورزش بھی قرار دینا غلط نہیں بلکہ اگر کوئی یوں کہے کہ نماز عبادت کے ساتھ ساتھ ورزش بھی ہے اور جسمانی صحت کیلئے مفید ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کے بعد "جس کی صحت خراب ہو الخ" کے الفاظ استہزاء اور تخفیف پر مبنی ہیں لہٰذا ان کلمات کی بناء پر یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ لہٰذا مذکورہ قول کے قائل کیلئے تجدید ایمان کے ساتھ ساتھ تجدید نکاح بھی ضروری ہے، اور مذکورہ شخص کو اپنے اس قول پر خوب توبہ واستغفار کرنا چاہیئے اور آئندہ اس قسم کے بے ہودہ جملے زبان پر لانے سے گریز کرنا چاہیئے۔

لما فی الهندية (۱/۵۰) کتاب الصلوة (ط: حقانيه): الصلوة فريضة محكمة لايسع تركها ويكفر جاحدها۔

وفيه ايضاً (۲/۲۷۶): الهازل او المستهزی اذا تكلم بكفر استخفافا واستهزاء ومزاحا كفر عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذالك

وفی الشامية (۴/۲۲۲) کتاب الجهاد ، باب المرتد (ط سعيد): (قوله من هزل بلفظ كفر) أی تكلم به باختياره غير قاصد معناه ...... لان الشارع جعل بعض المعاصی امارة علی عدم وجوده كالهزل المذكور ...... فان فعل ذالك استخفافا واستهانة بالدين فهوا مارة عدم التصديق۔

(۹۴) یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گندم نہ کھاتے تو......

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں

Marfat.com

گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہوتے۔ آیا اس طرح کا قول صحیح ہے؟ آیا اس سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

اگر مذکورہ شخص حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقارت کے طور پر کہے یا مطلب یہ ہو کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گندم نہ کھاتے ہم اس طرح بد بخت نہ ہوتے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گندم نہ کھاتے تو ہم ان مصائب اور آلام میں نہ پڑتے تو بلا شبہ سخت گناہ گار ہوگا البتہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور اگر ویسے ہی کہتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام گندم نہ کھاتے تو آپ کو جنت سے نہ اتارا جاتا اور ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اولاد بھی جنت میں ہی ہوتی تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۸۰): اذا قال لولم يأكل آدم الحنطة لماوقعنا فی هذه البلايا ففی كفره اختلاف المشائخ وفی الفتاوى الخلاصة: ولوقال لولم يأكل آدم الحنطة ماصرناأشقياء يكفر۔

وفی البزازية على هامش الهندية (۶/۳۲۷): لولم يأكل آدم الحنطة ماصرنااشقياء يكفرولوقال ماوقعنافی هذالايكفر عند بعضهم۔ والله اعلم بالصواب

(۹۵) کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں کیا ایسا حرام جس میں تھوڑا بہت اختلاف ہوا سے حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ نیز غیر مقلدین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

جس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا انکار کفر ہے اور جب حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو اور اس کا منکر اگر تاویل سے انکار کرے تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ اس پر فسق کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور اگر تاویل کے بغیر انکار کرے تو فاسق وفاجر ہے۔

تین طلاق کا تین واقع ہونا یہ اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع سکوتی ایسی دلیل قطعی نہیں جس کے منکر کو کافر کہا جا سکے البتہ یہ ایک ایسی چیز کا انکار ہے جس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے لہٰذا جو شخص تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین نہیں بلکہ ایک شمار کرے وہ ضال ومضل ہے۔

لمافی احكام القرآن للقرطبی (۳/۱۲۹): تحت آية ''الطلاق مرتان فامسالت بمعروف او تسريح باحسان ''قال علماء نا: واتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فی كلمة

Marfat.com

واحدة وهو قول جمهور السلف۔

وفی اعلاء السنن (۱۱/۱۷۳): والحق هو ماقال جماهير اهل الاسلام من الصحابة وغيرهم ان الثلاث واقعة مجتمعة ومفرقة فی المدخول بها وفی غير المدخول بها تقع مجتمعة ولاتقع مفرقة۔

وفی ردالمحتار (۳/۲۳۳): واماامضاء عمرالثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلايمكن الاوقد اطلعوافی الزمان المتاخر علی وجود ناسخ اولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتاخر۔

وفی نورالانوار (ص۲۲۲): فالاقوی اجماع الصحابة نصا ...... ثم الذی نص البعض وسكت الباقون من الصحابة وهوالمسمی بالاجماع السكوتی ولايكفر جاحده وان كان من الادلة القطعية۔

وفی الشامية (۳/۲۳۳): توفی رسول الله ﷺ عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم وعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضی الثلاث ولا يلزم فی نقل الحكم الاجماعی عن مائة الف تسمية كل فی مجلد كبير لحكم واحد علی انه اجماع سكوتی......... وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف۔

(۹۶) ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہاتھ کی لکیروں پر یقین غیب کے عقیدے اور مؤثر حقیقی سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی یا غیب کے علم کے طور پر ہو تو کفر ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن ابی هريرة قال قال رسول الله من اتی عرافا اوكاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد برئ مما انزل علی محمد۔

Marfat.com

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۱): ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیة هالة القمر ای دائرته یکون مطر مدعیا علم الغیب لابعلامة کفر۔

وفی الدر المختار (۲۴۰/۴): والکافر بسبب اعتقاد السحر توبة له ولو امرأة فی الاصح ...... یکفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحریمه اولا ویقتل انتهی لکن فی حظر الخانیة لو استعمله للتجربة والامتحان ولا یعتقده لایکفر۔

وفی الشامیة تحته: فی الفتح :السحر حرام بلاخلاف بین اهل العلم واعتقاد اباحته کفر ..... وحاصله انه اختار انه لایکفر الااذا اعتقد مکفرا وبه جزم فی النهر ...... وعلم به وبمانقلناه عن الخانیة انه لایکفر بمجرد عمل السحر مالم یکن فیه اعتقاد اوعمل ماهو مکفر ولذا نقل فی تبیین المحارم عن الامام ابی المنصور ان القول بانه کفر علی الاطلاق خطأویجب البحث عن حقیقته فان کان فی ذلك رد مالزم فی شرط الایمان فهوکفر والافلا اھ۔

(۹۷) سنت کامذاق اڑانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی داڑھی کاٹتا ہے پھرآئینہ کے سامنے کھڑے ہوکرکہتا ہے کہ میں خوبصورت ہوگیا یعنی سنت کامذاق اڑاتا ہے توکیا یہ شخص ان الفاظ کے کہنے سے سنت کامذاق اڑانے والانہیں سمجھا جائے گا؟ایسے شخص کاکیاحکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگراس شخص نے مسنون داڑھی کٹواکر یہ الفاظ کہے تو استخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گالیکن اگرکوئی شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے توایسا شخص ان الفاظ سے کافرنہیں ہوگا البتہ سخت گناہ گار ہوگا جس سے اجتناب ازحد ضروری ہے۔

لمافی البحرالرائق (۱۲۱/۵): ویکفر ...... باستخفافه بسنة من السنن۔

وفی الدرالمختار(۲۲۲/۴): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف۔

وفی الشامیة: ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المتهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا بل بالمواظبة علی ترك سنة

Marfat.com

استخفافا بها بسبب انه فعلها النبی ﷺ...قلت ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر بہ۔

(۹۸) داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک داڑھی والے شخص کو بکرا کہا۔ ہماری مسجد کے مولانا صاحب نے جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگراس نے داڑھی کی حقارت اور استخفاف کی وجہ سے یہ الفاظ کہے تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق۔

(۹۹) یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ آیا اس طرح کا کلمہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا اگر سنت کے استہزاء یا حقارت کے طور پر کہے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر ویسے ہی کہہ دے سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا البتہ گناہ گار ضرور ہوگا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہیئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال :۹۷

(۱۰۰) ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کی بات چل رہی تھی، لڑکے کے

Marfat.com

متعلق ساری معلومات کرلی گئیں بعد میں لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل جواب دوں گا۔ دوسرے دن اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں نے وظیفہ کیا ہے، لڑکی اور لڑکے کا آپس میں ستارہ نہیں مل رہا۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ستارہ نہ ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شرعاً اس طرح کرنا ناجائز ہے اور قریب ہے کہ اس طرح کہنا آدمی کو کفر تک پہنچادے لہٰذا اس طرح کی لغویات سے احتراز کرنا چاہئے ایسے معاملات میں سب سے بہتر صورت استخارہ کی ہے کہ استخارہ کرلیا جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں خیر ہوگی۔

لمافی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول اللهﷺ :من اتی عرافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلاة اربعین لیلة۔۔۔۔وعن ابي هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ :من اتی عرافا کاهنا فصدقه بمایقول ......فقد برئ بما انزل علی محمد۔

وفی ردالمحتار (۲۴۳/۴): واماعلم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم اذهو قسمان...... ولولم یعتقد بقضاء الله تعالی اوادعی علم الغیب بنفسه یکفر۔

(۱۰۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سوال کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر سوال کرے تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ایسے سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی بزرگ کے نام پر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایسے شخص کو کچھ دینا بھی جائز نہیں۔

لمافی قوله تعالی (النحل : ۱۱۵): حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِه

(المائده : ۲): وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

وفی المشکوۃ (ص۴۵۱): عن ابی کبشة الانصاریؓ انه سمع رسول اللهﷺ یقول ثلث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه فاماالذی اقسم علیهن فانه مانقص مال عبدمن صدقة

Marfat.com

...... ولا فتح عبد باب مسئلة الا فتح الله عليه باب فقر ......

(۱۰۲) یا محی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ''یا شیخ محی الدین، یا ابوبکر، یا عثمان'' اسی طرح دوسرے اولیاء کو پکارتے ہیں۔ جبکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح پکارنا شرک ہے حالانکہ یہ لوگ اس کو شرک نہیں گردانتے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ التحیات میں آج بھی ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

نیز بعض جگہوں پر ''محی الدین شیئاً للہ'' وغیرہ کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ محی الدین ہماری مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ کئی دفعہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ اس طرح پکارنا اور اس طرح کے عقائد رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مذکورہ طریقوں سے پکارتا ہے، خصوصاً جبکہ اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ ہماری پکار کو یہ سنتے ہیں اور ہماری حاجات پوری کرتے ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی رہا معاملہ التحیات میں ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہم اسی چیز کی اتباع کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھلائی اور آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اسی طرح سکھایا تھا لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بجائے ایہا النبی کے السلام علی النبی کے الفاظ سے التحیات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

نیز جو لوگ ''محی الدین شیئاً للہ'' کے الفاظ سے پکارتے ہیں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ اس طرح سے شیخ محی الدین مجالس میں حاضر ہو جاتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں تو ایسے لوگ شرک میں مبتلا ہیں جس سے توبہ اور اجتناب کی ضرورت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۸۳

(۱۰۳) سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے، کیا اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوهاب

سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔

لما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (۵/۱): واما المکروہ فکما فی اکل الشبہات قیل ومنہ الاتیان بھا فی شرب الدخان عند الجمہور۔

وفی ردالمحتار (۹/۱): وتکرہ عند کشف العورۃ اومحل النجاسات ...وقیل عند شرب الدخان أی ونحوہ من کل ذی رائحۃ کریھۃ کاکل ثوم وبصل۔

(۱۰۴) فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالی کا فون نمبر کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک کارڈ چھاپا جس میں پانچوں نمازوں کے فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالی کا ٹیلیفون نمبر لکھا اور آگے مزید لکھا کہ روزانہ پابندی وقت سے ڈائلنگ کرتے رہیں۔ایمرجنسی کی صورت میں ڈائریکٹ ''۶'' نمبر تہجد میں رابطہ کیجئے اور اپنی پریشانی کو فوراً حل کیجئے۔آیا ایسے الفاظ استعمال کرنا شعائر اللہ کی تعظیم کے خلاف نہیں ہے؟ کیا شرعاً ایسے کارڈ چھاپنا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسا کہنا فی نفسہ جائز ہے گویا انسان اس طرح کی ادائیگی سے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لیکن عرف عام میں اس طرح کے جملوں کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح کے کارڈ چھاپنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/ ۷۶): حدثنا مسلم بن ابراھیم......عن انس قال قال النبی ﷺ ان احدکم اذا صلی یناجی ربہ فلا یتفلن عن یمینہ ولکن تحت قدمہ الیسری۔

وفی عمدۃ القاری (۱۸/۵) تحت ھذہ الروایۃ: ھذا باب یذکر فیہ المصلی یناجی ربہ من ناجاہ یناجیہ فھو مناج وھو المخاطب لغیرہ۔

(۱۰۵) کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا جائز ہے یا

Marfat.com

نہیں؟ یعنی یہ طریقہ اختیار کرنا بجائے دستک دینے کے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی کو بلانے کیلئے دستک کے بجائے کلمہ طیبہ پڑھنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

لمافی الهندية (۵/ ۳۱۵): وان سبح القفاعي اوصلى على النبي ﷺ عند فتح قفاعه على قصد ترويجه وتحسينه اوالقصاص اذاقصد بها اثم وعن هذا يمنع اذا قدم واحد من العظماء الى مجلس فسبح اوصلى على النبي ﷺ واصحابه اعلاما بقدومه حتى ينفرج له الناس اويقوموا له يأثم۔

وفي الدرالمختار (۴۳۱/۶): وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر۔

وفي الشامية: (لاعلام ختم الدرس) اما اذا لم يكن اعلامابانتهائه لايكره لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول فانه استعمله للاعلام......واذا قال الحارس لااله الاالله ونحوه ليعلم باستقاطه فلم يكن المقصود الذكر۔

(۱۰۶) داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک شخص جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اس سے کہنے لگی کہ آپ داڑھی کے ساتھ بکرا لگتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہنے لگی کہ اس داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ نہیں دے گا۔ اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ ایسی عورت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ الفاظ مذاق کے طور پر کہے ہیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ الفاظ کہنے سے وہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے کیونکہ داڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے جن کی توہین موجب کفر ہے۔ دلائل المسئلۃ مرت سابقا فی رقم السؤال: ۹۷

(۱۰۷) دست شناسی کی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں دست شناسی کی حیثیت کیا ہے؟ اس فن کا سیکھنا

Marfat.com

یا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟ "

الجواب بعون الملک الوھاب

دست شناسی کا سیکھنا اور اس پر یقین کرنا اگر غیب کے عقیدے اور مؤثر سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی اور غیب کے عقیدے کے ساتھ ہو تو کفر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۹۶

(۱۰۸) حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سرمایہ دار خاتون حج کے لئے گئی۔ واپس آکر اس نے بتایا کہ دوران حج جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے گئی تو وہاں مختلف لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی تو میں نے بوسہ نہیں دیا۔ اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے ایسا فعل شعائر اسلام کے استہزاء یا تحقیر کے طور پر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر استہزاء یا تحقیر مقصود نہیں بلکہ طبعی کراہت کی وجہ سے ایسا کیا تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگی۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): ولو قال لرمضان آمد این ماه گراں اوبعتیها اندر افتادم ان قال تهاونا برمضان او بالموسم یکفر وان اراد به التعب لنفسه لایکفر۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۹/۴): اعلم انه لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف۔

وفی الشامیة: مقتضی کلامهم ایضا انه لایکفر بشتم دین مسلم ای لایحکم بکفره لامکان التاویل۔

(۱۰۹) حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کا کھانا چوری کرے پھر کھانا کھاتے

Marfat.com

وقت بسم اللہ پڑھے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیونکہ کھانا حرام کا ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی شخص حرامِ قطعی مثلاً زنا، شراب وغیرہ کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ یہ عمل بسم اللہ کی توہین اور استخفاف پر مبنی ہے۔ البتہ حرام کھانے پر بسم اللہ اگر بنیت تحقیر پڑھی تو کافر ہوگا اور اگر بطورِ عادت (یعنی ہر کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کی عادت ہو) پڑھی تو کافر تو نہ ہوگا البتہ سخت گناہ کا مرتکب ہے توبہ و استغفار کرے۔

لمافی روح المعانی (۱/ ٦٧): التسمیة علی الحرام والمکروہ ممالاینبغی بل ھی حرام فی الحرام لاکفر علی الصحیح مکروھة فی المکروہ وقیل مکروھة فیھما ان لم یقصد استخفافاوان قصدہ والعیاذ باللہ تعالی کفر مطلقا۔

وفی الھندیة (۲/۲٧۳): من اکل طعاما حراماوقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمشتملی انه یکفر۔

وفی ردالمحتار (۱/۹): فی البزازیة وغیرھا یکفر من بسمل عندمباشرۃ کل حرام قطعی الحرمة۔

(۱۱۰) گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے اور وہ گناہ صغیرہ ہے کبیرہ نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

گناہ کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرۃ کانت اوکبیرۃ کفر. اذا ثبت کونھا معصیة بدلالة قطعیة۔

وفی التاتارخانیة (۵/۵۰۵): وسألت اذا اعتقدہ حلالا وھو حرام قال ینظر ان کان حرامالغیرہ کمال الغیر لایکفر اذا اعتقدہ حلالا، وان کان محرم العین بأن کانت حرمته ثابتة بدلیل مقطوع به یکفر ...... ھذا التفصیل فی العالم امافی الجاھل لایتفاوت بینھما اذا کان حرامابعینه او لغیرہ لانه لایعرف الفرق. بعد ذلك ان تثبت حرمته بد

Marfat.com

مقطوع به یکفر والا فلا۔

(۱۱۱) یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ مجھے شریعت سے کیا تعلق ہے ،شریعت کیا ہے، مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۶۸): وفی الینابیع ولوقال لرجل حکم خدائ تعالی چنیں است فقال من چکنم حکم خدای چه دانم فهذا استخفاف بالله فیکفر . وفی الفتاوی العتابیة اگر خدای رایاشریعت پیغامبر رانه پسندید چنان که کسی گوید ش خدا چهار زن حلال کرده است ،گوید من این حکم رانمی پسندم فهذا کفر۔

وفی الهندیة (۲/۲۶۱): وفی العتابیة اگر حکم خدای رایاشریعت پیغمبر رانه پسندم......الخ۔

(۱۱۲) انبیاء علیہم السلام وشیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دینا، قرآنی آیات میں تاویل اور زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،سابقہ انبیاء اور شیخین رضی اللہ عنہما کو گالی دے اور قرآنی آیات میں تاویل کرے، زکوۃ کو ٹیکس قرار دے اور دوسرے شخص کے جھوٹ پر اسے داد دیتے ہوئے بارک اللہ فی کذبک کہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورِ مسئولہ کی پہلی صورت میں جبکہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،سابقہ انبیاء یا شیخین رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔دوسری صورت میں اگر وہ شخص قرآنی آیات کی ایسی تاویل کرتا ہے جو صراحۃ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور اگر ایسی تاویل نہیں کرتا تو ضال ومضل اور گمراہ ہوگا۔تیسری صورت میں زکوۃ کو تاوان یا ٹیکس

Marfat.com

تصور کرنا یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے جو مسلمانوں کی انتہائی پستی پر دلالت کرتی ہے۔ چوتھی صورت میں جب یہ شخص جھوٹ پر برکت کی دعا دے تو یہ معصیت کا استحلال ہے (گناہ کو حلال سمجھنا) یا وہ نصوص جن میں جھوٹ پر لعنت وارد ہوئی ہے ان کا استہزاء (مذاق) ہے اور یہ دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران :٦١): فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ٥

وفی الجامع للترمذی (۲/۴۴): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللهﷺ اذافعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قیل وماهی یارسول الله قال إذا كان المغنم دولا والامانة مغنما والزکوة مغرما ... الی آخر الحدیث۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة اوكبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر۔

وفی الروض الازهر (ص۴۵۹): ومن دعی الی جماعة فقال اصلی مؤحدا ای منفردا فان الله تعالی قال ان الصلوة تنهیٰ كفر يعنى استدل بقوله تعالى تنهیٰ انه بمعنى تنها بلغة العجم وقدقال عليه الصلوة والسلام من فسر القرآن برأيه فقد كفر مع انه بدل وحرف وغير۔

وفی الهندية (۲/۲۶۴): الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر۔

وفی ردالمحتار (۴/ ۲۳۵): اذا شتم احدامن الانبياء او الملائكة كفر ......فان تاب فبها والاقتل۔

(۱۱۳) یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے تیرے اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اسی طرح ایک شخص دوسرے کو ماررہا تھا اس نے کہا کہ اللہ سے نہیں ڈرتے تو اس نے کہا نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں یہ شخص ایسے الفاظ کہنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اور دوسری صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا لیکن گناہ گار ہوگا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

لمافی الهندية (۲/ ۲۵۷): رجل قال للآخر مسلمانم فقال له لعنت بر تو وبر مسلمانی تو يكفر۔

وفيه ايضا (۲/۲۶۱): رجل اراد ان يضرب غيره فقال له ذلك الرجل ألا تخاف الله تعالى فقال لا۔ روى عن محمد رحمه الله انه سئل عن هذا فقال لايكفر لان له ان يقول التقوى فيما افعل۔

(۱۱۴) یوں کہنا کہ اللہ ورسول کو گواہ بناتا ہوں

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں اس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بناتا ہوں تو کیا اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اختلاف فقہاء کی بناء پر اس طرح کے الفاظ سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کرلینا چاہیئے اور اس طرح کے کلام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی الدرالمختار (۳/ ۲۷): تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم۔

وفى الشامية تحته: (قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب۔ قال فى التاتارخانية وفى الحجة ذكر فى الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبى ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب۔

وفيه ايضا (۴/۲۲۹): واعلم انه لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اوكان فى كفره خلاف ولوكان ذلك رواية ضعيفة۔

وفى الشامية: ان مايكون كفر اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ۔

(۱۱۵) جادوگر کی شرعی حیثیت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادوگر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، کیا یہ کافر ہیں

Marfat.com

یا مسلمان؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر جادوگر کفریہ اعمال یا کفریہ عقائد میں مبتلا ہو تو کافر ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفریہ اعمال وعقائد سے وابستہ نہیں تو کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی وجہ سے فساد کا خطرہ ہو تو اس صورت میں فساد کو ختم کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے لیکن قتل کرنا حاکم یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (ص١٣٥): قال الشيخ ابومنصور الماتريدى القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ بل يجب البحث عنه فان كان ذلك رد مالزمه فى شرط الايمان فهو كفر والا فلا۔ فلوفعل مافيه هلاك انسان اومرضه اوتفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر بشئ من شرائط الايمان لايكفر لكنه يكون فاسقا ساعيا فى الارض بالفساد فيقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعى فى الارض بالفساد۔

وفى ردالمحتار (٢٤٠/٤): السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر ...... وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا، وبه جزم فى النهر وتبعه الشارح وانه يقتل مطلقا ان عرف تعاطيه له۔

(١١٦) یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا/ سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ (العیاذ باللہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ شریعت غلط ہے اس وجہ سے کہ بہن اگر بھاگ بھی جائے (یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے) تو بھی شریعت کی رو سے اسے ترکہ میں سے حصہ دینا پڑتا ہے۔ ایک بہن بھی گئی، دوسرے زمین بھی دو۔ ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

٢۔ اسی طرح ایک شخص نے غصہ کی حالت میں دوسرے کو یوں بددعا دی کہ میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے بددعا کروں گا کہ خدا تجھے غرق کرے اور اس وقت تک بددعا کرتا رہوں گا جب تک کہ تو غرق نہ ہو جائے۔ اگر خدا نے تجھے غرق نہ کیا تو میں خدا کو خدا نہیں مانوں گا (العیاذ باللہ)۔ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جبکہ وہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے؟

٢۔ غیر مسلم سے سودی قرض لے کر تبلیغ کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

مسئولہ صورتوں کی پہلی صورت میں شریعت مطہرہ کو غلط کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے تجدید ایمان ونکاح اور اپنے ان کفریہ کلمات پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہیئے۔

دوسری صورت میں اپنی خواہشات کی تکمیل پر ایمان کو موقوف کرنا بڑی بدبختی اور موجب کفر ہے۔ یہ الفاظ کہنے والے پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ کے لئے ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

تیسری صورت میں سودی قرضہ لے کر تبلیغ میں جانا جائز نہیں کیونکہ سود سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور تبلیغ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دور دراز مقام کے سفر کئے جائیں، رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے۔

لمافی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۷۲): قال ماذا الشرع ھذا کفر ...... من اھان الشریعة اوالمسائل التی لابد منھا کفر۔

وفیه ایضا (ص۱۶۲): ولایکفی ان المراد بقول علمائنا لانجوز تکفیر أھل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة . فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی فان الله تعالی ارسله الی علی رضی الله عنه وبعضھم قالوا:انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوابمؤمنین وھذا ھو المراد بقوله ﷺ من صلی صلا تنا واستقبل قبلتنا ......قال القونوی ولوتلفظ بکلمة الکفر طائعا غیر معتقد له یکفر لانه راض بمباشرته وان لم یرض بحکمه۔

وفی الاشباہ والنظائر (ص۹۰): درء المفاسد اولی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبالان اعتناء الشرع بالمنھیات اشد من اعتنائه بالماموارت ولذا قال علیه السلام (اذا أمرتکم بشئ فاتوا منه مااستطعتم واذانھیتکم عن شئ فاجتنبوہ) وروی فی الکشف حدیثا (لترك ذرة مما نھی الله عنه افضل من عبادة الثقلین)۔

(۱۱۷) استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص اپنے والدین، امام یا استاد کی توہین کرے تو کیا قاضی یا عالم ایسے شخص کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دے گا یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

امام، استاد یا والدین کی توہین گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب واجب ہے البتہ یہ کفر نہیں لہٰذا اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لمافی قوله تعالی (الاسراء :٢٣): وَقَضٰی رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا○

وفی احکام القرآن للجصاص (٣/ ٣٩٧): إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ... وھذه الآیات وان کانت نازلة فی تعظیم النبی ﷺ وایجاب الفرق بینه وبین الامة فیه فانه تادیب لنا فیمن یلزمنا تعظیمه من والد وعالم۔

وفی خلاصة الفتاوی (٣٢٦/٤): حق العالم علی الجاهل والاستاذ علی التلمیذ قال کلاھما واحد وھوان لایفتح الکلام قبله ولایجلس مکانه ان غاب عنه ولایرد علیه کلامه ولایتقدم علیه فی مشیته۔

(١١٨) یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ”مجھے پتہ نہیں کہ کافر جنت میں جائیں گے یا جہنم میں“ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی قوله تعالی (زمر: ٧١):وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ط

(هود : ١٠٦):فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ

وفی التاتارخانیة (٥/ ٤٨٧): رجل قال لادری الکافر فی الجنة اوفی النار فانه کافر لانه جاحد لکتاب الله تعالی وقال ابومطیع سألت اباحنیفة عمن یقول لادری این یصیر الکافر قال ھو جاحد لکتاب الله فھو کافر۔

Marfat.com

(۱۱۹) یوں کہنا "مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی" اس کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی، اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہوگیا؟ اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتادیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہ گار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔

۳۔ ایسے شخص سے تعلقات ختم کردینے چاہئے جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہوجائے۔

لما فی القرآن الکریم: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام: ۶۸)

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱۳/۴): قال ابن العربی وھذا دلیل علی ان مجالسة اھل الکبائر لا تحل۔

وفی البحر الرائق (۱۲۱/۵) (ط: ماجدیة): ویکفر... باستخفافه بسنة من السنن۔

وفی البزازیة علی ھامش الھندیة (۳۲۸/۶): والحاصل انه اذا استخف بسنة او حدیث من احادیثه علیه السلام کفر۔

وفی الھندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام او لم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر۔

وفی الدر المختار (۲۲۲/۴): وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فھو ککفر العناد

وفی الشامیة (من ھزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه ...ولا اعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنھتکین لدلالتھا علی

Marfat.com

الاستخفاف بالدین کالصلاۃ بلا وضوء عمداً بل بالمواظبۃ علی ترک سنۃ استخفافا...

قلت: ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف علی قصده لما احتاج الی زیادۃ عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق۔

(۱۲۰) داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے داڑھی والے شخص کو صرف اس لئے حقارت سے دیکھا کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کسی شخص کی صرف اس بناء پر تحقیر کی جائے کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ سنت کی تحقیر ہے لہٰذا تحقیر کرنے والا یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دلائل المسئلۃ مرت سابقا فی رقم السؤال:۹۷

(۱۲۱) قراءت سبعہ عشر کے انکار کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ایک محفل میں شریک تھے وہاں قاری صاحب نے عام قراءتِ عاصم کے بجائے دوسری قراءت پر تلاوتِ کلام پاک شروع کردی بعض دوست ہمارے ساتھ تھے انہوں نے کہا یہ کیا پڑھ رہا ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ قرآن پاک ہی ہے اور متواتر قراءت ہے انہوں نے کہا میں اسے نہیں مانتا یہ قرآن نہیں۔ کئی بار انکار کیا گھر آکر میں نے اسے آرام سے سمجھایا تو وہ بہت نادم ہوا اور ان متواتر قراءات کو مان لیا لیکن اب ہم پریشان ہیں کہ کیا اولاً انکار باعثِ کفر ہوگا یا نہیں؟ تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں؟ نیز کوئی عالم اگر جانتے ہوئے کہ یہ قراءات بھی ہیں ان کے متواتر ہونے کا منکر ہو تو کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ ازراہ کرم تفصیل فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قراءت سبعہ عشر ان دس قراءتوں کا نام ہے جو متواتر ہیں۔ ان کے تواتر کو جانتے ہوئے ان کا انکار کفر اور دائرہ اسلام سے

Marfat.com

خروج ہے۔البتہ اگر کوئی شخص ناواقفیت کی بناء پر انکار کردے تو اسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست اس انکار کی وجہ سے کافر نہ ہوگا البتہ اسے توبہ واستغفار کرنا چاہیئے نیز آئندہ ایسے امور میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور اگر کوئی عالم ان قراءات کا تواتر جانتے ہوئے ان کے متواتر ہونے کا انکار کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

لمافی منح الروض الازهر (ص۴۵۱): اما اذا تكلم بكلمة ولم يدرانها كلمة كفر ففی فتاوی قاضيخان حكاية خلاف من غير ترجيح حيث قال قيل لا يكفر لعذره بالجهل وقيل يكفر ولا يعذر بالجهل اقول والاظهر الاول الا اذا كان من قبيل ما يعلم من الدين بالضرورة فانه حينئذ يكفر ولا يعذر بالجهل۔

وفی احكام القرآن للقرطبی (۴۶/۱): وهذه القراء ات المشهورة هی اختيارات اولئك الائمة القراء ...... وكل واحد من هولاء السبعة روی عنه اختيار ان أو اكثر وكل صحيح۔ وقد اجمع المسلمون فی هذه الاعصار على الاعتماد على ماصح عن هولاء الائمة مارووه ورأوه من القرائات وكتبوافی ذلك مصنفات فاستمر الاجماع على الصواب ......قال ابن عطية :ومضت الاعصار والامصار على قرأة السبعة وبهايصلی لانها ثبتت بالاجماع۔

وفی الاتقان للسيوطی (۸۲/۱): القراء ات السبع التی اقتصر عليها الشاطبی والثلاث التی هی قرأة ابی جعفر ويعقوب وخلف متواترة معلومة من الدين بالضرورة وكل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدين بالضرورة انه منزل على رسول الله لايكابر فی شئ من ذلك الاجاهل۔

وفی الشامية (۲۳۰/۴): سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اھ۔ وظاهرأنه امر احتياط۔

(۱۲۲) کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص کسی کو بے ایمان کہے۔اس طرح کہنے سے کہنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے البتہ ایسا کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

Marfat.com

لمافی الهندية (۲/۱۶۸): من قذف مسلما بيافاسق وهو ليس بفاسق ...یاخبیث ...یاخائن ... یازندیق ... عزر۔

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۴/۶۹): وعزر الشاتم بیا کافر یاخبیث یاسارق یافاجر۔

وفی الشامية: (بياكافر) لم يقيد بكون المشتوم بذلك مسلما لما يذكره بعد۔

(۱۲۳) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی بات پر تین طلاقیں دے دیں، شوہر کو بعد میں لوگوں نے کہا کہ آپ تو نماز بھی نہیں پڑھتے بڑے شرم کی بات ہے، تمہاری بیوی، ساس، سسر سب تو نمازی تھے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ "نماز کس کی پڑھوں، خدا تو مر گیا ہے" (نعوذ باللہ)۔ کیا یہ الفاظ کہنے سے یہ شخص کافر ہو گیا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۶۳): ولوقال لله تعالى شريك أوولد اوزوجة اوهو جاهل اوعاجز اونقص بذاته اوصفاته كفر۔

وفی الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بما لايليق به اوسخر باسم من اسمائه .... اونسبه الى الجهل اوالعجز او النقص يكفر۔

(۱۲۴) ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک شخص رہتا ہے اور وہ بظاہر مسلمان لگتا ہے لیکن وہ اپنی ماں سے نکاح کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص شریعت مطہرہ کے ایک قطعی حکم سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

Marfat.com

لقوله تعالى(النساء :٢٣): حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ - الخ

وفى التاتارخانية (٥/٥٠٥): سألت اذا اعتقده حلالا وهوحرام؟ قال ينظر ان كان حراما لغيره ... ... وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر ......ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر۔

وفى الهندية (٢/٢٧٢): اذا كان حراما لعينه انما يكفر اذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به۔

(۱۲۵) کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا کھڑا ہوجائے تو اس سے وہ کافر ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جب کوئی شخص استخفافاً کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے، یا اس پر کھڑا ہوجائے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

لمافى التاتارخانية (٥/٤٩١): سئل الحسن بن على رضی اللہ عنہ عمن وضع رجله على المصحف حالفا هل يكفر فقال نعم ان كان على وجه الاستخفاف۔

وفى الهندية (٢/٢٦٦): اذا انكر الرجل آية من القرآن اوتسخر بآية من القرآن وفى الخزانة اوعاب كفر۔

(۱۲۶) اولیاء سے مدد مانگنا/ اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے۔

Marfat.com

۲۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا تابعین سے یا ان کے ادوار میں کہیں سے مروجہ درود وسلام ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین کے زمانہ میں ۷۸۱ھ میں ہوئی لہٰذا اس کا التزام واہتمام بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لما فی روح المعانی (۱۴/۱۶۶): ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيْقٌ مِنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ... وفی الآیة مایدل علی ان صنیع اکثر العوام الیوم من الجوار الی غیره تعالی ممن لایملك لهم بل ولالنفسه نفعا ولاضرا عنداصابة الضر لهم واعراضهم عن دعائه تعالی عند ذلك بالکلیة سفه عظیم وضلال جدید لکنه اشد من الضلال القدیم۔

وفی المرقاة (۱۰/۵۳): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت خلف رسول اللہ ﷺ یوما فقال یاغلام احفظ الله یحفظك احفظ الله تجده تجاهك واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لواجتمعت علی ان ینفعوك بشیٔ لم ینفعوك الابشیٔ قد کتبه الله لك ولو اجتمعوا علی ان یضروك بشیٔ لم یضروك الابشیٔ قد کتبه الله علیك رفعت الاقلام وجفت الصحف۔

وفی المرقاة تحت هذا الحدیث: واذا سألت فاسئل الله ......فاسئل الله وحده فان خزائن العطایا عنده ومفاتیح المواهب والمزایا بیده وکل نعمة اونقمة دنیویة اواخرویة فانها تصل الی العبد اوتندفع عنه برحمته من غیر شائبة غرض ولا ضمیمة علة لانه الجواد المطلق والغنی الذی لایفتقر ...واذا استعنت ای اردت الاستعانة فی الطاعة وغیرها من امور الدنیا والاخرة۔

وفی البحر الرائق (۱/۲۶۱): والزیادة فی الاذان مکروهة۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۳۹۰): التسلیم بعدالاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبعمائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة۔

وفی الشامیة: (قوله سنة ۷۸۱)کذافی النهر عن حسن المحاضرة للسیوطی ثم نقل عن القول البدیع للسخاوی انه فی سنة ۷۹۱ وان ابتداء ه کان فی ایام السلطان الناصر صلاح الدین بامره۔

(۱۲۷) کتب فقہ کی توہین کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کتب فقہ کی توہین کرتا ہے اور کبھی یوں بھی

Marfat.com

کہتا ہے کہ "چھوڑو یار فقہ شقہ کیا ہے"۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں کتب فقہ سے اگر اہل حق کی مشہور ومعتبر کتب مراد ہیں جن میں دین کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ شخص ان کتب سے نفرت کی بناء پر ایسا کہتا ہے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اور اگر فقہ سے مراد مسائل اجتہادیہ، مختلف فیہا ہیں تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لمافی الروض الازھر (ص۲۷۳): وفی التتمة من اھان الشریعة اوالمسائل التی لا بد منھا کفر۔

وفی التاتارخانیة (۵/۵۰۹): اذا جاءاحدالخصمین الی صاحبه بفتوی الائمة فقال صاحبه لیس کماافتوا، اوقال لایعمل بهذاکان علیه التعزیر وفی الیتیمة : سئل والدی عن قائل یقول لااقول بفتوی الائمة ولااعمل بفتواھم ماحاله ؟قال یلزمه التوبة والاستغفار وسئل عن ھذا بعضھم فقال : اذا کان ذا رأی واجتھاد وعنی انه یجتھد رأی نفسه دون رأیھم فھو معذور وان لم یکن یخشی علیه الکفر۔

وھکذا بتغییر یسیر فی الھندیة (۲/۲۷۲)

(۱۲۸) یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی اگر نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا اور اس سے مراد اس کی یہ ہے کہ نبی تو عیوب سے پاک ہوتا ہے اور یہ کانا مجسم عیب ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شخص قادیانی کو کذاب سمجھنے کے باوجود کافر نہ کہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شخص غلام احمد پر تنقید کر رہا ہے اس لئے اس قول سے وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یوں کہے کہ "فلاں شخص اگر نبی ہوتا تب بھی اسے نہ مانتا" ایسے کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "اگر اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا دیتے تو بھی میں اسے نبی نہ مانتا" گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر رہا ہے۔

غلام احمد قادیانی باجماع اہل حق کافر ہے اس لئے اس کے عقیدے کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

Marfat.com

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۷۸): لوقال لو کان فلان نبیا لم اؤمن به فقد کفر۔ وفی الصغری: لو قال بالفارسیة: اگر فلان پیغامبری بودی من باو نگرویدمی فان اراد به: لوکان فلان رسول اللہ لم اؤمن به فقد کفر۔

وفی الهندیة (۲/۲۶۳): ولوقال لوکان فلان نبیا لم اؤمن به فقد کفر کذا فی المحیط۔

(۱۲۹) ”کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے“ اور ”جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے“ میں تعارض کا دفعیہ

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت مولانا پالن پوری حقانی صاحب اپنی کتاب ''شریعت وجہالت'' کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ حالانکہ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضی حسن چاندپوری اپنی کتاب ''اشدالعذاب'' شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ بظاہر دونوں اقوال میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دونوں حضرات کے اقوال میں فرق ہے۔ پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تذلیل کے لئے اسے کافر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ چونکہ شریعت نے بلاوجہ کسی کی تذلیل کی اجازت نہیں دی لہٰذا اسے مکروہ کہا گیا جبکہ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کفریہ عقائد کے باوجود اس کے کفر کا قائل نہ ہو اور اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لقوله تعالی (الاسراء: ۷۰): وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ الخ

وفی الهندیة (۵/۳۴۸): لوقال لیهودی اومجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه کذافی القنیة۔

وفی الدرالمختار (۴/۷۶): وفی القنیة قال لیهودی اومجوسی یاکافر یأثم ان شق علیه۔

(۱۳۰) سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالی کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا حالانکہ وہ اشرف الحاکمین کہنا چاہتا تھا۔ اس پر دوسرے شخص نے فوراً حکم لگادیا کہ یہ شخص کافر ہوگیا اسے

Marfat.com

تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیئے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ایک شخص نے إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ کے بجائے انما الکافرون نجس پڑھ لیا، کیا اس طرح پڑھنے سے ایمان پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں غلطی سے اللہ تعالی کو ''اشرف المخلوقات'' کہنے والا کافر نہیں ہوا۔اور دوسرے شخص کا بلاعلم کفر کا حکم لگادینا شریعت کے اصولوں کے خلاف اور لاعلمی وجہالت کا نتیجہ ہے جس سے ازحد احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

۲۔ آیت غلطی سے پڑھنے کی وجہ سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا البتہ جب معلوم ہوجائے تو دوبارہ صحیح طریقے سے پڑھنا چاہیئے۔

لمافی الهندية (۲/۲۷۶): الخاطئ اذاء جرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ لم يكن ذالك كفرا عند الكل۔

وفی ردالمحتار (۶۳۰/او ۶۳۱): ان الخطأ اما في الاعراب ......اوفي الحروف بوضع حرف مكان آخر ......اوتقديمه اوتاخيره ......والقاعدة عندالمتقدمين ماغيرالمعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا۔

وفيه ايضا (۲۶۹/۴): ولايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بلاقصد لايصدقه القاضي وان كان لايكفر فيما بينه وبين ربه تعالى۔

(۱۳۱) دعوی مجددیت ومہدیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کے لئے جیسے دعویٰ نبوت ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجدد اور مہدی کے لئے دعویٰ مجددیت اور مہدیت ضروری ہے یا نہیں؟ آج کل کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

روایات میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالی ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کو پیدا کرتے ہیں اس کی خاص علامات وغیرہ روایات میں مذکور نہیں لہٰذا کسی خاص شخص کے بارے میں متعین طور پر یہ کہنا کہ یہ مجدد ہے، بہت مشکل ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خود

Marfat.com

بھی دعوی کرے تو وہ نا قابل قبول ہوگا۔

مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات روایات میں موجود ہیں۔ان علامات کو دیکھ کر اس وقت کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔آج کل جو حضرات مہدی ہونے کا دعوی کرتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اور ایسا جھوٹا دعوی کرنے والے شخص کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد (۲/۲۳۳): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ فیما اعلم عن رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

وفی المشکوۃ (۲/۴۷۱): عن ام سلمۃ عن النبی ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃ ... ... وذکر الحدیث وفیہ فاذا رأی الناس ذلک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق فیبایعونہ ... ... عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الرایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی۔

وفی الفتاوی الحدیثیۃ (ص۳۷): وسئلت عن طائفۃ یعتقدون فی رجل مات من منذ اربعین سنۃ انہ المھدی الموعود بظھورہ آخرالزمان وان من انکر کونہ المھدی المذکور فقد کفر فمایترتب علیہ؟ فاجبت بان ھذا اعتقاد باطل وضلالۃ قبیحۃ وجھالۃ شنیعۃ :اما الاول فلمخالفتہ لصریح الاحادیث التی کادت تتواتر بخلافہ ......واما الثانی فلانہ یترتب علیہ تکفیر الائمۃ المصرحین فی کتبھم بمایکذب ھؤلاء فی زعمھم وان ھذا المیت لیس المھدی المذکور ومن کفر مسلما لدینہ فھوکافر مرتد یضرب عنقہ ان لم یتب وایضا فھولاء منکرون للمھدی الموعود بہ آخرالزمان، وقد ورد فی حدیث عند ابی بکر الاسکافی انھا قالا من کذب بالدجال فقد کفر ومن کذب بالمھدی فقد کفر وھولاء مکذبون بہ صریحا فیخشی علیھم الکفر۔

(۱۳۲) یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ”صلوۃ وسلام“ ہمیشہ یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔کیا شرعا اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

Marfat.com

نیز مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا اور انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ شاید یہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

روضہ مبارک کے علاوہ بطور ندا ''یارسول اللہ'' کیساتھ صلوۃ وسلام پڑھنا اگر اس عقیدے سے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ خود موجود ہیں اور سنتے ہیں یہ عقیدہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص میرے روضہ پر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں''۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا یا انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ کہیں یہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تو نہیں بالکل بے اصل ہے، شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ (۱/۸۶): عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔

وفیہ ایضا (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ۔

وفی المرقات (۲/۳۴۱) تحت الروایۃ الاولی: (من امتی علیہ السلام) اذا سلموا علی قلیلا اوکثیرا وھذامخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطھر۔

(۱۳۳) کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو سلام کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ نیز کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں کافر کو اگر تعظیماً سلام کیا جائے تو یہ موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ صرف ملاقات کے وقت محض تحیہ کے طور پر کرے تو بھی ناجائز ہے البتہ اپنی کسی حاجت وضرورت کے لئے کرے تو جائز ہے۔ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے سلام کرے ''السلام علی من اتبع الھدی'' اور جواب میں صرف ''وعلیک'' کہے۔

لمافی الھندیۃ (۵/۳۴۸): وقال مجاھد اذاکتبت الی الیھودی اوالنصرانی فی الحاجۃ فاکتب السلام علی من اتبع الھدی۔

Marfat.com

(۱۳۷) بغیر تحقیق کفر کا فتوی

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عالم بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتوی لگائے تو یہ فتوی دینا کیسا ہے؟ کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی عالم یا مفتی کے لئے بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتوی دینا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس کے قول یا فعل کی کوئی اچھی تاویل ممکن ہو تو اس پر محمول کرنا چاہیئے۔

لمافی الھندیة (۲۸۳/۲): اذاکان فی المسئلة وجوہ تو جب الکفر ووجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلك الوجہ۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۳/۴): قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لاافتی بشئ منھا۔

وفی الشامیة: روی الطحاوی عن اصحابنا لایخرج الرجل من الایمان الاجحود ماادخلہ فیہ ثم ماتیقن انہ ردة یحکم بھا ومایشك انہ ردة لایحکم بھا اذا الاسلام الثابت لایزول بالشك مع ان الاسلام یعلو وینبغی للعالم اذا رفع الیہ ھذا ان لایبادر بتکفیر اھل الاسلام مع انہ یقضی بصحة اسلام المکرہ ......وفی الفتاوی الصغری: الکفر شئ عظیم لااجعل المؤمن کافرا متی وجدت روایة انہ لایکفر۔

(۱۳۸) علم غیب اور فالنامہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا کیسا ہے؟ جو شخص ہاتھ کی لکیروں یا پرندوں کے ذریعے سے فال نکالتا ہے جو کہ لکھ کر لفافے میں بند کی ہوتی ہے پھر پرندہ اس لفافے کو نکال لاتا ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے یا فاسق؟ وضاحت فرمائیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی مع الادلة واضح فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ جنات کو خود علم غیب حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور باقی سب جھوٹ ہوتا ہے اور جنات کے ذریعے لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے سے لوگوں کے اذہان میں اوہام پیدا ہوتے ہیں جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشھادۃ، علام الغیوب اور اللہ اعلم بما یکتمون ہیں۔

۳۔ جو شخص فال نکالتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ میں علم غیب سے واقف ہوں تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ صرف کاروبار کیلئے ایسا کرتا ہے تو یہ شخص فاسق و گناہگار ہے کیونکہ اس سے لوگوں کے عقائد پر برا اثر پڑتا ہے۔

لقولہ تعالی (البقرہ:۳۳): إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

(الانعام:۵۹): وَعِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَط

(ھود:۱۲۳): وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّه فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

(کھف :۲۶): قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَه غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِه وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِه مِن وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِه أَحَدًا

(النحل: ۷۷): وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(الانعام :۵۰): قُل لَّا أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُوْلُ لَكُمْ إِنِّيْ مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى الخ

(الاعراف ۱۸۸): قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

(لقمان :۳٤): إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَه عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

وفی المشکوۃ (ص۳۹۲): وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سأل اناس رسول اللہ ﷺ عن الکھان

Marfat.com

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۴۱۲/۶): ویسلم المسلم علی اهل الذمة لوله حاجة والاکره هو الصحیح ...... ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔

وفی الشامیة: (لوله حاجة) ...قال فی التاتارخانیة لان النهی عن السلام لتوقیره ولاتوقیر اذا کان السلام لحاجة۔

(۱۳۴) کیا مولانا کہنا شرک ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عادت ہے کہ ہر عالم دین کو ادب کے ساتھ مولانا کے لفظ سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ عمرو اسے کہتا ہے کہ مولانا کا لفظ عام مخلوق کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ہمارے مولی تو صرف اللہ تعالی ہیں۔آیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زید کا کسی بھی عالم کے ادب کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور عمرو کا قول صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ (مولی) جب مخلوق کے لئے استعمال ہو تو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو خالق کے لئے استعمال کے وقت مراد ہوتے ہیں۔

لما فی جامع المسانید والسنن (۲۱۵/۱۹): ...... رسول اللہ ﷺ یقول لعلی رضی اللہ عنہ یوم غدیر خم: ألیس اللہ اولی بالمؤمنین قالوا بلی ، قال : اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه۔

وفی المشکوۃ (ص۵۶۴): عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من کنت مولاه فعلی مولاه۔

وفی الهندیة (۳۷۸/۵): ولو قال لاستاذه مولانا لابأس به وقد قال علی رضی اللہ عنہ لابنه الحسن قم بین یدی مولاك عنی استاذه وکذا لا بأس به اذا قال لمن هو افضل منه۔

(۱۳۵) کافر سے جھاڑ پھونک کرانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریض پر کافر سے جھاڑ پھونک کرانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور مجھے یہ شرک معلوم ہوتا ہے۔آپ قرآن

Marfat.com

وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسی جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں ہے اور کفار کی جھاڑ پھونک عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی الصحيح لمسلم (۲/۲۲۴): عن عوف بن مالك الاشجعي قال كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يارسول الله كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لابأس بالرقي مالم يكن فيه شرك۔

وفي شرح الفقه الاكبر (ص۱۵۰): واتفقوا كلهم ايضا على ان كل رقية وتعزيم اوقسم فيه شرك بالله فانه لايجوز التكلم۔ وكذا الكلام الذي لايعرف معناه لايتكلم به لامكان ان يكون فيه شرك لايعرف۔

(۱۳۶) ارکان اسلام کا انکار

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ اگر زکوۃ ڈھائی فیصد سے زیادہ ہوتی اور روزے ایک مہینے سے زیادہ ہوتے تو میں نہ تو زکاۃ ادا کرتا اور نہ ہی روزے رکھتا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں لہٰذا میں حکم کی بجا آوری نہیں کرسکتا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مقصود اللہ تعالی کے حکم کا انکار ہے تو اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔ البتہ بہرصورت اس طرح کے کلمات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافي التاتارخانية (۵/۴۸۶): لوقال لوامرني الله بالزكاة اكثر من خمسة دراهم او الصوم اكثر من شهر لاافعل فانه كفر۔

وفي الهندية (۲/۲۷۰): ولو قال هذه الطاعات جعلها الله عذابا علينا ان تأول ذلك لا يكفر۔

وفي الهندية (۲/۲۵۸): اذاقال لوامرني الله بكذا لم افعل فقد كفر كذافي الكافي۔

Marfat.com

فقال لهم رسول اللهﷺ انهم ليسوا بشئ قالوا يارسول الله فانهم يحدثون احيانا بالشئ يكون حقافقال رسول اللهﷺ تلك الكلمة من الحق يخطفها الجنى فيقرها فى اذن وليه قر الدجاجة فيخلطون فيها اكثر من مائة كذبة متفق عليه۔

وفيه أيضا (صـ٣٩٣): عن ابي هريرة قال قال رسول اللهﷺ من اتى كاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد برئ مما انزل على محمد۔

قال الملاعلى القارى تحته فى المرقات (٩/ ١٧): (فقد برئ مما انزل الله) اى كفر وهو محمول على الاستحلال اوعلى التهديد والوعيد۔

وفى النبراس (صـ٥٧٥): خامسها خبر الكاهن لانه ممايخبره الجن عن مشاهدة اوسماع عن الملائكة الذين عرفوا الكوائن المستقبلة بالوحى ثم نقول قد نطق كثير من الاحاديث واقوال السلف بكفر المنجم والكاهن ومن يصدقهماوذكر غير واحد من المحققين ان التكفير خاص بمن يدعى علم الغيب اويزعم النجوم مدبرة بالاستقلال اويزعم الجن عالم بالغيب ......قلت ومع هذا ليس الاشتغال بالنجوم والكهانة وتصديقهما من فعل الصالحين ولاشك ان فيها اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمين لزعمهم ان المخبرعالم بالغيب۔

وفى شرح الفقه الاكبر (صـ١٥١): وبالجملة العلم بالغيب امر تفرد به اللهتعالى لاسبيل اليه للعباد الاباعلام منه۔

وفيه ايضا (صـ١٤٩): ومنها ان تصديق الكاهن بمايخبر من الغيب كفر لقوله تعالى قل لايعلم من فى السماوات والارض الغيب الاالله ولقوله عليه السلام من اتى كاهنا فصدقه بمايقول فقد كفر بماانزل على محمد ......ثم الكاهن هو الذى يخبر عن الكوائن فى مستقبل الزمان ويدعى معرفة الاسرار فى المكان۔

وفى التفسير المنير (٢٢/١٦٠): ليس لاحد من الملائكة والجن والانبياء والناس ادعاء علم الغيب وانماذلك مختص باللهتعالى۔

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (٢٤٢/٤): والكاهن لمافى مختصر النهاية للسيوطى من يتعاطى الخبر عن الكائنات فى المستقبل ويدعى معرفة الاسرار ......والحاصل ان الكاهن من يدعى معرفة الغيب باسباب وهى مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهوالذى يخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذى يضرب بالحصى والذى يدعى ان له صاحباه من

Marfat.com

الجن يخبر عماسيكون والكل مذموم شرعا محكوما عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفي البزازية يكفر بادعاء الغيب وباتيان الكاهن وتصديقه۔

(۱۳۹) عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب علم کی فضیلت پر بیان کر رہے تھے، بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک بات یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص عالم دین کے ساتھ بغض رکھے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین سے اس کے عالم ہونے کی بناء پر بغض رکھے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ البتہ اگر علم کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہ ہوگا تاہم کسی مسلمان خصوصاً عالم دین سے بغض رکھنا درست نہیں۔ لقوله عليه السلام و لا تباغضوا و لا تحاسدوا الخ

لما في شرح الفقه الاكبر (ص۱۷۳): وفي الخلاصة من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر۔ قلت: الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوى او اخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك في كفر من انكره فضلا عمن ابغضه۔

وفي ردالمحتار (۴/۷۲): ذكر في شرحه على الملتقى ايضا انه على وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر على المختار۔

(۱۴۰) عالم کی تضحیک کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم دین کی تضحیک کرنا اور اسے مذاق کا نشانہ بنانا، اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو عرف میں برے سمجھے جاتے ہیں مثلاً عالم کو "رانگڑ" یا "رانگڑ اول" کہنا جبکہ عرف میں رانگڑ جاہل اور بدتہذیب لوگوں کو کہا جاتا ہے، کیا حکم رکھتا ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۰۸): وفی الذخیرة ومن شتم عالما اوفقیها من غیر سبب خیف علیه الکفر۔

وفی الھندیة (۲/۲۷۰): ویخاف علیه الکفر اذا شتم عالما اوفقیها من غیر سبب۔

(۱۴۱) عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ایک عالم کے بارے میں یوں کہا کہ ''میرے اوران کے درمیان یہ فرق ہے کہ میں میدان کا میراثی ہوں اور وہ مسجد کا'' ایسے بے ہودہ کلمات کہنے والے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ سے پہلے یہ سمجھئے کہ عام ضابطہ یہ ہے کہ انسان کا جس سے تعلق ہوتا ہے اس کے تمام متعلقین سے بھی وہ روابط رکھتا ہے اوران میں سے کسی کے بارے میں ہر ایسی بات کہنے سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تعلقات پر برا اثر پڑے چاہے اسے کسی موقع پر تھوڑا بہت نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ علماء کون ہیں؟ ان کے بارے میں صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ''العلماء ورثة الانبیاء'' الحدیث (مشکوۃ المصابیح ۳۴) یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اب ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی خاندان کے بڑے سے تعلق ہو اور وہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد پر لعن طعن کرے چاہے وہ ورثاء کیسے ہی کیوں نہ ہوں تو اس خاندان کا بڑا کبھی بھی اسے برداشت نہیں کرے گا خاص طور پر جب وہ خاندان کا سربراہ فخریہ طور پر اپنے خاندان والوں کے بارے میں کہے کہ یہ میرے اپنے ہیں، پھر کیا خیال ہے آپ کا ان علماء کے بارے میں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود یہ فرما رہے ہیں کہ یہ میرے اپنے ہیں اور ان کا صرف میرے ساتھ تعلق نہیں بلکہ تمام انبیاء کے ساتھ ہے، اس کے بعد وہ شخص جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعوی ہو، زبانی دعوے میں وہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ شمار کرتا ہو، وہ آپ کی اطاعت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہو، اس کے باوجود جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کہیں ان پر اعتراضات کرے ان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرے تو کیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا سمجھا جائے گا؟؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ علماء میں اگر آپ کو کوئی خامی نظر آتی ہے تو یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہی غلطی آپ کی اولاد کرے یا آپ کا کوئی عزیز کرے تو آپ کا اس پہ ردعمل کیا ہوگا؟ کیا آپ وہاں یہ دلیل نہیں دیں گے کہ انسان خطاء کا پتلا ہے اس سے خطاء کا سرزد ہونا کو

Marfat.com

ئی بعید نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کو علماء پر نکتہ چینی کرتے وقت بھولے سے بھی یہ بات یاد نہیں آتی کیا آپ انہیں فرشتے سمجھتے ہیں؟ کہ ان سے غلطی کا صدور نہیں ہونا چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ یہ آپ کا معیار ہے کہ آپ انہیں قابل ملامت ٹھہرا رہے ہیں آپ کو کیا معلوم کہ جس وجہ سے ان پر ملامت کر رہے ہیں اس کی حقیقت تک آپ پہنچے ہیں یا نہیں ورنہ اگر یہ لوگ ایسے ہی ہوتے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا ناں، کہ یہ ایسے ہوں گے پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اعلان کیوں کروایا ("العلماء ورثة الانبياء" الحديث) کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک بات بھی اپنی طرف سے بیان نہیں فرماتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اس کا حکم نہ دیں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم:٣،٤) آخر کوئی بات تو تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص علماء پہ بلا وجہ لعن طعن کرے تو سخت گناہ گار ہے اور اگر علماء کو برا بھلا کہنے سے مقصود دین اسلام کی اہانت واستخفاف ہو تو ایسے شخص کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

اب اس کے بعد وہ حضرات ذرا اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں جن کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ جہاں کسی عالم کا تذکرہ ہوا انہوں نے فوراً علماء کی مخالفت میں دلائل دینا شروع کر دیے، کیا یہ حضرات اپنے تئیں اسے دانشمندی گردانتے ہیں، یہ کیسی دانشمندی ہے جو دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے کیونکہ لوگ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے، یہ ہمارا اپنا نقصان ہے اس طرح کی باتوں سے ہم کسی کا کیا بگاڑ رہے ہیں۔ اس مشغلہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی داڑھی والے شخص یا کسی مدرسے سے وابستہ شخص کی برائی کو علماء کی برائی قرار دے کر اسے کئی دنوں تک اخبارات کی زینت بناتے ہیں اور اتنا معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون تھا واقعی عالم تھا یا مدرسے کا باورچی، اور ستم بالا ستم یہ کہ اپنی غلطی ماننے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

آخری گزارش! اگر واقعی ایسا ہے کہ کسی جگہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اس کے کام علماء کے طریقے کے خلاف ہیں تو آپ بتائیں آپ اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یا اسے مزید بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو جگہ جگہ مجالس میں بیٹھ کر کسی کی برائی بیان کرنا یہ اصلاح کا طریقہ نہیں اگر اس طرح کی کوئی مثال موجود ہو کہ اس روش پر کسی کی اصلاح ہوئی ہو تو آپ بتا دیں بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کی اصلاح چاہتے ہیں اسے نرمی سے علیحدگی میں سمجھا دیں خود نہیں سمجھا سکتے تو اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو یہ کام احسن طریقے سے پورا کر سکے، اور اگر آپ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو بلا وجہ غیبت کر کے اپنی نیکیاں برباد نہ کریں بلکہ آپ اس معاملے کو چھوڑ دیں جیسا کہ آپ بہت سے معاملات پر اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ آپ کے اظہار خیال کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایسے ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر آپ سے اچھا کام نہیں ہو سکتا تو برائی نہ پھیلائیں، یہی آپ کے اور آپ کے مسلمان بھائیوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر خاموش بھی نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اتنا ضرور کیجئے کہ اس فرد واحد کی برائی کریں نہ کہ اس برائی میں تمام علماء کو شامل کریں جیسا کسی ادارے میں اگر کوئی ایک شخص خراب ہو تو آپ اسے ہی برا شمار کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی اس ادارے کی برائی کرے تو آپ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سارا ادارہ ایسا نہیں بلکہ یہ سارا

Marfat.com

کیا دھرا فلاں شخص کا ہے اگر یہ یہاں سے فارغ ہو جائے تو یہ ادارہ بالکل صحیح ہے تو یہی معاملہ یہاں بھی کیجئے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ کسی ادارے کا دفاع کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو جب کہ اس معاملے میں اگر آپ نے دین کی نصرت کی نیت کر لی تو یہ آپ کے ہمیشہ کام آنے والی چیز کا سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر اجر جزیل عطاء فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

لما فی الاشباه والنظائر (صـ۱۹۱): الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر۔

وفی المحيط البرهانی (۴۲۰/۷): واذا خاصم فقيها فی حادثة وبين الفقيه له وجها شرعيا فقال ذلك المخاصم اين دانشمندی بود او قال دانشمندی مكن كه پيش نرود يخاف عليه الكفر واذا قال لفقيه ای دانشمندك او قال لعلوی ای علويك لا يكفر ان لم يكن قصد الاستخفاف بالدين۔

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۸/۴): ومن ابغض عالما بغير سبب ظاهر خيف عليه الكفر ...نقل عن الامام الفضلی ان فقيها شكی اليه وقال !قال رجل: دمزه اينجاماندی ورفتی لكتاب تركه فامر الفضلی بقتله۔

وفی البزازية علی هامش الهندية (۳۳۷/۶): قال الفقيه دانشمندك او لعلوی علويك يكفران قصد به الاستخفاف بالدين وان لم يرد به الاستخفاف بالدين لا يكفر ويجئی التصغير للتعظيم ايضا وشتم العالم او العلوی لامر غير صالح فی ذاته وعداوته لخلافه الشرع لا يكون كفراً ولا خطأً۔

وفی الدرالمختار (۷۱/۴): لا يعزر بيا حمار يا خنزير، يا كلب. يا تيس، يا قرد، يا ثور: يا بقر. ياحية لظهور كذبه واستحسن فی الهداية التعزير...

وفی الشامية (واستحسن فی الهداية)...وقيل ان كان المسبوب من الاشراف كالفقهاء والعلوية يعزر لانه يلحقهم الوحشة بذلك وان كان من العامة لا يعزر وهذا احسن ...(صـ۷۲۔ تنبيه) ذكر فی شرحه علی الملتقی ايضا انه لو علی وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر...

(۱۴۲) علماء کرام کو سب وشتم کرنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہتا ہو کہ موجودہ زمانے کے علماء کرام یہودی اور

Marfat.com

نصرانی ہیں ان میں کوئی بھی ایسا عالم نہیں جو شریعت کے راستے پر چلتا ہو اور وہ علماء کرام کو سب وشتم بھی کرتا ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ شخص اگر علماء کرام کو حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کی اہانت کرتے ہوئے ایسے الفاظ کہتا ہے تو وہ کافر ہے اس طرح اگر بغیر کسی سبب کے ایسا کہے تب بھی کافر ہو جائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۳۹ ، ۱۴۰

(۱۴۳) مشائخ پر لعن طعن کرنے والے سے تعلقات رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین جو فقہ کے منکر ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کو گالیاں دیتے ہیں خاص طور پر احناف سے حد درجہ بغض وعناد رکھتے ہیں اور خصوصاً صاحب ہدایہ وغیرہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے مذہب حنفی کو قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ حضرات اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور سب وشتم پر اتر آتے ہیں۔ آیا ایسے منکرین فقہ اور گستاخ مشائخ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ امام بنیں تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسے اشخاص فاسق ہیں۔ مشائخ اور فقہاء کرام کو گالیاں دینے سے کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ان سے تعلقات قائم کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۳/۱۷): فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ ......قال ابن العربي وهذا دليل على مجالسة اهل الكبائر لاتحل۔

وفی الهندية (۸۵/۱): وتجوز امامة الاعرابي ......والفاسق ...الاانها تكره۔

وفيه ايضا (۲۷۰/۲): من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر۔

وفی ردالمحتار (۲۳۷/۴): وترد شهادة من يظهر سب السلف لانه يكون ظاهر الفسق ...وقال الزيلعي اويظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله وقلة مروء ته۔

Marfat.com

(۱۴۴) بے نمازی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بے نمازی کو کامل مسلمان کہنے اور اس کے گھر کا کھانا کھانے اور اس کے ساتھ تعلقات رکھنے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جان بوجھ کر محض اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔قرآن وحدیث میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں تاہم ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ مؤمن ہوتا ہے گو کامل ایمان نہ ہو لہٰذا یہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں جائے گا اور چونکہ یہ مومن ہے اس لئے دوسرے مسلمانوں پر اس کے حقوق (عیادت، جنازہ وغیرہ) ادا کرنا بھی لازم ہے اور عام حالات میں اس کے ساتھ تعلقات رکھنا، اس کے گھر کا کھانا کھانا جب کہ اس میں کوئی دینی نقصان نہ ہو جائز ہے، البتہ تادیباً اس امید سے اس سے قطع تعلقی کرنا کہ شاید اس طرح وہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے جائز ہے بلکہ اگر اس طریقہ سے اس کے نماز اور دین کے پابند ہونے کا غالب گمان ہو تو اس وقت یہ قطع تعلقی ضروری ہوگی۔اسی طرح اگر اس سے تعلقات رکھنے میں غالب گمان یہ ہو کہ اس طرح یہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے گا تو پھر تعلقات رکھنا مناسب ہے۔

لمافی تکملة فتح الملھم(۳۵۶/۵): وحاصل ذلك ان الهجران انما يحرم اذا كان من جهة غضب نفسانی اما اذا كان على وجه التغليظ على المعصية والفسق اوعلى وجه التاديب كما وقع مع كعب بن مالك وصاحبيه اوكما وقع لرسول الله ﷺ مع ازواجه او لعائشة مع ابن الزبير رضى الله عنهم فانه ليس من الهجران الممنوع۔

وفی الهندية(۵۰/۱): ولا يقتل تارك الصلوة عامدا غير منكر وجوبها بل يحبس حتى يحدث توبة۔

وفی الشامية (۳۸۸/۶): (قوله وجاز عيادة فاسق) وهذا غير حكم المخالطة ذكر صاحب الملتقط يكره للمشهور المقتدى به الاختلاط برجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه يعظم امره بين الناس ولو كان رجل لايعرف يداريه ليدفع الظلم عن نفسه من غير اثم فلا بأس به۔

وفی الشامية(۳۳۸/۶): والمراد بها سنن الهدى كالجماعة والاذان والاقامة فان تاركها مضلل ملوم كمافی التحرير والمراد الترك على وجه الاصرار بلاعذر۔

Marfat.com

(۱۴۵) توہین رسالت کے مرتکب کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس شخص کے بارے میں جو آپ ﷺ کو سب وشتم کرتا ہو اور توہین رسالت کا مرتکب ہو اور کہتا ہو کہ آپ ﷺ نے پوری شریعت بیان نہیں کی (العیاذ باللہ) کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو اور العیاذ باللہ آپ ﷺ کو سب وشتم کرتا ہو تو ایسا شخص مرتد ہے اور ایسے شخص کو وہی سزا دی جائے گی جو کہ مرتد کو دی جاتی ہے۔

لما فی الهندیة (۲/۲۶۳): سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزنی ونحوه الذی یقوله الحشویة فی یوسف علیه السلام قال یکفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم قال ابوذر من قال ان کل معصیة کفر وقال مع ذلك ان الانبیاء علیهم السلام عصوا فکافر لانه شاتم۔

وفی الد رالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۱،۲۲۲): والکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حدا ولاتقبل توبته مطلقا ...لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمه کالمرتد ومفاده قبول التوبة کما لایخفی۔

وفی الشامیة: ان المشهور عن مالك واحمد انه لایستتاب ولا یسقط القتل عنه وهوقول اللیث بن سعد وذکر القاضی عیاض انه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء وهواحد الوجهین لاصحاب الشافعی۔وحکی عن مالك واحمد انه تقبل توبته وهوقول ابی حنیفة واصحابه ...... فهذا صریح کلام القاضی عیاض فی الشفاء والسبکی وابن تیمیة وائمة مذهبه علی ان مذهب الحنفیة قبول التوبة بلاحکایة قول اخرعنهم۔

(۱۴۶) نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نداء غیر اللہ سے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر

Marfat.com

پکارنے والا تصفیہ باطن سے منادیٰ کا مشاہدہ کرر ہاہو تو جائز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تصفیہ باطن کے بعد اولیاء اللہ کو پکارا جاسکتا ہے۔اس کی وضاحت فرما کرممنون فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قابل غور امر یہ ہے کہ تصفیہ باطن کے بعد نداء غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص معرفت الٰہیہ میں ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بعض غیر منکشف احوال اللہ تعالی اس پر منکشف فرمادیں۔اس انکشاف کو کرامت یا کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کرامات وکشف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر اولیاء اللہ تک ثابت ہیں جیسا کہ ایک لشکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روانہ فرمایا، ایک موقع پر اس لشکر کو شکست ہونے لگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین دوران خطبہ جمعہ آواز لگائی "یاساریة الجبل" اور یہ آواز مدینہ سے ہزاروں میل دور لشکر نے سنی، اس پر عمل کیا اور شکست سے بچ گئے۔

اب یہاں ندائے غیر اللہ تو پائی جارہی ہے لیکن اس ندا سے مراد وہ ندا نہیں جو ہمارے یہاں معروف ہے کہ کسی ولی کو مدد کے لئے پکارا جائے تاکہ وہ اسے نفع پہنچائے یا نقصان سے بچائے کیونکہ ایسی ندا نصوص کے خلاف اور شرک ہے کیونکہ اس ندا میں اس "ولی اللہ" کو مؤثر خیال کیا جاتا ہے اور یہی شرک ہے۔باقی جو ندا اس واقعہ میں ثابت ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں کیونکہ یہ مدد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ایک دینی مصلحت کے تحت ہے اس طرح کی ندا کسی ولی سے بھی ظاہر ہوجائے ممنوع نہیں بلکہ یہ اس ولی کی کرامت سمجھی جائے گی۔

لمافی البداية والنهاية (۱۳۴/۷): ذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسا ودار ابجرد ...... فرأى عمر فى تلك الليلة فيمايرى النائم معركتهم وعددهم فى وقت من النهار ...... فخطب الناس واخبرهم بصفة مارأى ثم قال ياسارية الجبل الجبل ثم اقبل عليهم وقال :ان لله جنودا ولعل بعضها ان يبلغهم ......وذكر سيف فى رواية اخرى عن شيوخه ان عمر بينما هو يخطب يوم الجمعة اذقال: ياسارية بن زنيم الجبل الجبل۔ فلجأ المسلمون الى جبل هناك فلم يقدر العدو عليهم الامن جهة واحدة فاظفرهم الله بهم۔

وهكذا فى اسد الغابة (۱۷۴/۴)

Marfat.com

فصل فی السنة و البدعة

(سنت اور بدعت کے بیان میں)

رسالة

دفع الظلام عن معنى البدعة أنها النية أم الالتزام

بدعت کی حقیقت، التزام یانیت ثواب میں سے کیا چیز بدعت کے تحقق کیلئے ضروری ہے؟

بدعت کے معنی اور مصداق سے متعلق شافی وکافی بحث

(۱۴۷) بدعت کیا ہے؟

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بدعت کیا ہے؟ نیز کسی بھی عمل کا التزام بدعت ہے یا اس میں دین یا ثواب کی نیت بھی ضروری ہے یا بدعت کی اقسام ہیں؟ از راہِ کرم التزام یا نیت ثواب میں سے کیا چیز وجودِ بدعت کیلئے ضروری ہے تفصیل فرمادیں۔

التزام ودوام میں فرق تحریر فرمادیں کیا دوام بھی بدعت ہوتا ہے؟ اور دوام التزام کب بنتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

لغت کے اعتبار سے بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ وہ عادات سے متعلق ہو یا عبادات سے اور اصطلاحِ شریعت میں ہر ایسے

Marfat.com

نو ایجاد طریقے کو بدعت کہا جاتا ہے جو ثواب کے حصول کیلئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہو لیکن اس کے باوجود نہ وہ قولاً ثابت ہو اور نہ فعلاً، نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً۔

ثابت بالنص امور میں بدعت کا تحقق نہیں ہوتا۔ بدعت کا تحقق غیر ثابت اشیاء میں ہوتا ہے۔ دوام اور التزام میں فرق نہیں کسی شئی کو ہمیشگی کے ساتھ لازم سمجھتے ہوئے کرنا دوام والتزام ہے۔ ثابت بالنص امور میں دوام والتزام اسے بدعت نہیں بنائے گا بلکہ ثابت امور میں تو دوام والتزام مطلوب ہے یہی مطلب ہے اس حدیث "احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل" (رواہ الشیخان) کا۔ یعنی دوام کے ساتھ نیک اعمال کا کرنا اللہ کو محبوب ہے اگرچہ کم کرے لہٰذا تہجد کی نماز، جمعرات کا ثابت روزہ، عصر سے قبل کی سنن غیر مؤکدہ یا ایسے تمام امور جو ثابت ہوں اگر کوئی انہیں التزام کے ساتھ ہمیشہ انجام دے تو وہ قطعاً بدعت نہیں کہلائیں گے بلکہ مستحسن ہونگے لہٰذا ادنیٰ سے ادنیٰ استحباب پر بھی دوام والتزام مطلوب ہے۔ باقی یہ مسئلہ علمِ کلام سے متعلق ہے کہ سنت کو واجب سمجھے یا واجب کو فرض تو اس میں اس شخص پر کیا حکم لگے گا؟ کفر ہوگا یا فسق، اس کا بدعت سے تعلق نہیں یہ علمِ کلام کی بحث ہے۔

غیر ثابت بالنص امور میں بدعت کا تحقق ہوتا ہے وہ امور جو دورِ نبوی میں ثابت نہیں اور ان کا داعیہ وسبب موجود تھا ایسے نو ایجاد طریقے بدعت ہیں اسے بنیت ثواب کیا جائے یا فقط التزام ہو دونوں بدعت ہیں اصل وجہ تو نیت ثواب ہے لیکن التزام بھی نیت ثواب کا قائمقام ہو جائے گا اور اگر کوئی بدعت کا التزام کرے اور کہے کہ میری ثواب کی نیت نہیں تب بھی یہ بدعت ہوگا۔ مثلاً تیجہ، چالیسواں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت منانا، چہلم، وغیرہ بدعات ہیں بنیتِ ثواب کرے یا ان دنوں کا فقط التزام کرے دونوں بدعت ہیں۔ اسی طرح بدھ کا روزہ سنت سمجھ کر رکھے تو یہ بدعت ہے غیر ثابت کو مسنون قرار دے رہا ہے یہ بدعت ہے البتہ ویسے ہی کبھی بدھ کا روزہ رکھ لے تو بدعت نہیں۔

الغرض ثابت بالنص امور میں بدعت کا تحقق نہیں ہوتا چاہے کتنا ہی دوام والتزام ہو بلکہ اس کا دوام یک گونہ مطلوب ہے غیر ثابت امور کو بنیت ثواب کرنا یا فقط التزام ودوام ہی اسے بدعت بنا دیتا ہے۔

لہٰذا یہاں یہ اشکال بھی وارد نہ ہوگا کہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مستحبات پر دوام والتزام ثابت ہے تہجد اور روزے دواماً رکھتے تھے اور بعض حضرات سے تکبیر اولیٰ کا ایسا التزام ثابت ہے کہ چھوٹ جانے پر زار وقطار روتے تھے کیونکہ یہ سب امور ثابت ہیں اگر ان کا التزام ہو تو یہ بدعت نہیں۔ بدعت غیر ثابت امور کا التزام ہے۔ اور التزام عام ہے مکان کا ہو، ہیئت کا ہو، زمان کا ہو یا کسی بھی شئی کا التزام ہو اور وہ شئی غیر ثابت ہو تو یہ بدعت ہوگی۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح (۱/۲۱۶) (باب الاعتصام): قال النووی: البدعۃ کل شئی عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ وقولہ کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص۔

وفی کتاب الاعتصام (۱/۲۲) فی تعریف البدع: والثانی: ... ان یطلب ترکہ وینھی عنہ لکونہ مخالفۃ لظاھر التشریع فالبدعۃ اذن عبارۃ عن طریقۃ مخترعۃ تضاھی الشرعیۃ یقصد

Marfat.com

بالسلوك عليها المبالغة فی التعبد لله سبحانه وهذا على رأی من لا يدخل العادات فی معنی البدعة وانما يخصها بالعبادات واما على رای من ادخل الاعمال العادية فی معنی البدعة فيقول البدعة طريقة فی الدين مخترعة تضاهی الشرعية يقصد بالسلوك عليها مايقصد بالطريقة الشرعية۔

وفی الشامية (١/٥٦٠): فقد تكون (ای البدعة) واجبة كنصب الادلة على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن فی الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما فی شرح الجامع الصغير للمناوی عن تهذيب النووی ومثله فی الطريقة المحمدية للبركلی

وفی القاموس الفقهی (البدع): البدعة شرعا تطلق فی مقابل السنة ولذلك فهی فی عرف الشرع مذمومة۔البدعة شرعا: عند الحنفيه هی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة۔

Marfat.com

(۱۴۸) قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے بلکہ پورے پاکستان میں یہ رواج ہے کہ لوگ بزرگوں یا عام مردوں کی قبروں پر چادر ڈالتے ہیں۔ آیا قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی اس کو چوری کرلے تو اس پر شرعی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قبروں پر چادریں ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اور اگر ان چادروں کو کوئی چوری کرلے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

لما فی الهندية (۲/۱۷۰): وهی فی الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا اوماقيمة نصاب ملكا للغير لاشبهة له فيه علی وجه الخفية۔

وفی الشامية (۲/۲۳۸): تكره الستور علی القبور۔

(۱۴۹) بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب قحط سالی ہونے لگے اور بارشیں بند ہوجائیں تو بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کیا شرعا ایسا کرنا صحیح ہے؟ نیز مصیبت کے وقت اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جانور اگر تقرب لغیر اللہ (غیر اللہ کی رضاوخوشنودی) کے لئے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہوگا۔ اور اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ تعالی کا ہی نام لیا ہو تو جانور حلال ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں مزارات پر جانور ذبح کرنا ناجائز اور بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت خیر القرون سے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مسنون ہے۔

Marfat.com

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۲۲۳): ''وما اهل به لغیرالله'' ای ذکر علیه غیر اسم الله تعالی ... وجرت عادة العرب بالصیاح باسم المقصود بالذبیحة وغلب ذلك فی استعمالهم حتی عبر به عن النیة التی هی علة التحریم۔

وفی روح المعانی (۲/۴۲): (وما اهل لغیرا لله) ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیرا لله تعالی ... والمراد بغیر الله تعالی الصنم وغیره کماهو الظاهر۔

وفی الدرالمختار (۲/ ۳۸۵): وفی حاشیة البحر للخیر الرملی رأیت فی کتب الشافعیة انه قد یسن الاذان لغیر الصلوة کما فی اذان المولود والمهموم والمصروع۔

(۱۵۰) وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی ہر جمعرات کوتبلیغی مرکز جاتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی بدعت ہے لیکن وہ نہیں مانے بلکہ مجھے دلائل دینے شروع کردیئے۔کیا اس طرح جانا درست ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کرلینا درست اور خیر القرون سے ثابت ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۱۶): عن ابی وائل قال کان عبدالله یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا اباعبدالله لوددت انك لو ذکرتنا کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلك انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخولنا بها مخافة السامة علینا۔

وفی فیض الباری تحت هذا(۱/۱۷۰): ان هذه التعینات لاتعد بدعة والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون ملتبسة بالدین۔

(۱۵۱) عاشورہ کے دن سرمہ لگانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

Marfat.com

کیونکہ میری والدہ مجھے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی بہت زیادہ تاکید کرتی ہیں آپ شریعت کی رُو سے اس کا حل بتلائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور سرمہ لگانے کا کوئی خاص دن متعین نہیں ہے جب چاہیں لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ہر روز سرمہ لگاتا ہو اور وہ عاشورہ کے دن بھی لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاص یوم عاشورہ ہی کے دن سرمہ لگائے، اور اس کو ضروری یا سنت سمجھے، اور نہ لگانے والے پر طعن و تشنیع کرے تو یہ درست نہیں۔ اس سے اجتناب بہرحال لازم ہے۔

لما فی البحر الرائق(۳۷۶/۸): الاکتحال فی یوم عاشوراء لا بأس به۔

وفی المقاصد الحسنة(۴۰۱/۱): من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه ابدا، الحاکم والبیهقی فی الثالث والعشرین من الشعب، والدیلمی من حدیث جویبر عن الضحاك عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاکم انه منکر، قلت: بل موضوع أورده ابن الجوزی فی الموضوعات من هذا الوجه ومن حدیث ابی هریرة بسند لین فیه احمد بن منصور الشونیزی فکانه ادخل علیه وهو اسناد مختلف لهذا المتن قطعا قال الحاکم: والاکتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبی صلی الله علیه وسلم فیه أثر وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسین رضی الله عنه۔

وفی الشامیة (۴۱۸/۲): ’’(قوله وحدیث التوسعة) وهو من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها‘‘ قال جابر: جربته أربعین عاما فلم یتخلف ط وحدیث الاکتحال هو ما رواه البیهقی وضعفه ’’من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم یررمدا أبدا‘‘ ورواه ابن الجوزی فی الموضوعات، ’’من اکتحل یوم عاشوراء لم ترمد عینه تلك السنة۔‘‘

قلت: ومناسبة ذکر هذا هنا أن صاحب الهدایة استدل علی عدم کراهة الاکتحال للصائم بأنه علیه السلام قد ندب إلیه یوم عاشوراء والی الصوم فیه۔

وانما الروافض لما ابتدعوا إقامة المأتم واظهار الحزن یوم عاشوراء لکون الحسین قتل فیه ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب والاطعمة والاکتحال، ورووا احادیث موضوعة فی الاکتحال وفی التوسعة فیه علی العیال۔ وهو مردود بأن احادیث الاکتحال فیه ضعیفة لا موضوعة کیف وقد خرجها فی الفتح ثم قال: فهذه عدة طرق ان لم یحتج بواحد منها، فالمجموع یحتج به لتعدد الطرق۔

Marfat.com

وفى الموضوعات الكبرى (ص۳۴۱): قال: واما احاديث الاكتحال والادهان والتطيب فمن وضع الكذابين. وقابلهم آخرون فاتخذوه يوم تألم وحزن. والطائفتان مبتدعتان خارجتان عن السنة- واهل السنة يفعلون ما امربه النبی ﷺ من الصوم. ويجتنبون ما امربه الشيطان من البدع قلت: فينبغی لمن يكتحل يوم عاشوراء ان يكون تبعا للحديث. لا لا ظهار الفرح والحزن. كما هو طريق الخوارج المضادة للروافض. وقد اشتهر عن الرافضة فی بلاد العجم من خراسان والعراق بل فی بلاد ماوراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدواران فی البلاد، وجرح رؤوسهم وابدانهم بأنواع من الجراحة. ويدعون انهم محبوأهل البيت وهم بريئون منهم-

(۱۵۲) مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں گھر کے قریب ایک مزار ہے جس پر لوگ چادریں چڑھاتے ہیں اور وہاں نمک رکھا ہوتا ہے وہ چاٹتے ہیں۔اب میرے گھر والے بھی چادر چڑھانے کا مطالبہ کررہے ہیں، آپ بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے، حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ورنہ اس وقت اولیاء اللہ بھی تھے، لوگوں کو ان سے محبت بھی تھی اور چادریں بھی دستیاب تھیں۔اگر اس فعل میں شرعاً کوئی خوبی ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس کام کو کرتے لیکن ان سے جب یہ فعل ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ اس فعل میں کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔اور وہاں کا نمک چاٹنا بھی درست نہیں۔

لما فی مختصر تفسير ابن كثير (۳۵۰/۲): وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ-الآية (النحل۱۱٦)-ويدخل فی هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعی-

وفی المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "-

قال الملا علی القاری فی المرقاة تحته (۲۱۵/۱): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأيا لم

Marfat.com

یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر اوخفی ملفوظ او مستند فھو مردود علیہ ... وفی روایۃ مسلم من عمل عملا ای من اتی بشی من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویۃ والاخرویۃ سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیہ امرنا ای وکان من صفتہ انہ لیس علیہ اذننا بل اتی بہ علی حسب ھواہ فھو رد ای مردود غیر مقبول۔

(۱۵۳) وضوء میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

وضو میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ خود ساختہ عمل ہے جو شریعت میں قابل قبول نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد "۔

وفی المقاصد الحسنہ (ص۳۸۳): حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا ... ذکرہ الدیلمی فی الفردوس...... بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام...... قال فی آخر البحث: ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئ۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۱۰۸): مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع المؤذن ......وکل مایروی فی ھذا فلایصح رفعہ البتۃ۔

Marfat.com

رسالة

منح الطلبة

عن اخذ الاجرة على تلاوة الكتاب للبركة

برکت کیلئے قرآن خوانی اور اس پر اجرت لینا نیز مسئلہ ھذا میں پائے جانے والے بعض تعارضات کا دفیعہ

(۱۵۴) برکت کیلئے قرآن خوانی اور اس پر اجرت کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ برکت کیلئے قرآن خوانی کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ نجم الفتاویٰ (۱/۲۲۶) پر لکھا ہوا ہے "نیز قراءت قرآن پر کسی بھی صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے" حالانکہ فاروقیہ اور بنوری ٹاؤن والوں نے برکت کیلئے قرآن خوانی کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے اور خود علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "و اما اخذ الاجرة على ختم القرآن وصحيح البخاری لامر من امور الدنيا فذلك جائز واما لامر الآخرة من ايصال الثواب الى الميت وغيره فكلا ثم كلا الخ۔ "معارف السنن (۲/۲۴۳)"
اب دوبارہ گزارش ہے کہ اس بارے میں ہمارے تردد کو دور فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ سے متعلق قرآن وحدیث کے نصوص اور متقدمین فقہاء حنفیہ کی تصریحات ذکر کردی جائیں اس کے بعد مسئلے کی تنقیح کی جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

"وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلاً "(البقرہ:۴۱)

نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک ارشاد ہے:

Marfat.com

۱۔عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حصینٍ أَنَّه مَرَّ عَلٰی قَارِءٍ یَقْرَأُ ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلی الله علیه وسلم- یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْقُرآنَ فَلْیَسْأَلِ اللهَ بِهٖ فَإِنَّه سَیَجِیْءُ أَقْوَامٌ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ یَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ۔ (سنن الترمذی ۱۱۹/۲، ابواب فضائل القرآن)

۲۔عَنْ زَاذَان، قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ لِیَتَأَکَّلَ بِهِ النَّاسَ لَقِیَ اللهَ وَلَیْسَ عَلٰی وَجْهِه مُزْعَةُ لَحْمٍ۔

(الکتاب المصنف ۱۲۵/۶، باب من کره ان یتاکل بالقرآن)

۳۔عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَسَلُوا اللهَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ یَقْرَأَه قَوْمٌ یَسْأَلُوْنَ النَّاسَ بِهٖ۔

(الکتاب المصنف ۱۲۵/۶)

۴۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اقْرَءُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِیْهِ، وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ، وَلَا تَأْکُلُوْا بِهٖ، وَلَا تَسْتَکْثِرُوْا بِهٖ۔" (مسند احمد ۴۲۸/۳)

۵۔"والدلیل علی انه لا یجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن حدیث عبدالرحمن بن شبل الانصاری ان النبی ﷺ قال اقرؤا القرآن ولا تاکلوا به وقال النبی ﷺ لمدرس العلم ایاك والخبز الرقاق والشرط علی کتاب الله تعالیٰ ولما اقرأ ابی بن کعب رجلا سورة من القرآن اعطاه علی ذلك قوسا فقال رسول الله ﷺ اتحب ان یقوسك الله بقوس من نار فقال لا قال رد علیه قوسه ولان من یعلم غیره القرآن فهو خلیفة رسول الله ﷺ فیما یعمل فانه بعث معلما وهو ما کان یطمع فی اجر علی التعلیم فکذلك من یخلفه۔" (مبسوط ۳۷/۱۶)

یہ اور اس جیسے صریح نصوص اس پر دال ہیں کہ قرآن کریم اور طاعات پر اجرت لینا اور اسے مکسب (کمائی کا ذریعہ) بنانا جائز نہیں۔اسی بناء پر متقدمین حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں۔

"ولا یجوز اخذ اجرة عسب التیس.....ولا الاستیجار علی الاذان والحج و کذا الامامة وتعلیم القرآن والفقه والاصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لا یجوز الاستیجار علیه عندنا۔" (هدایه ۳۰۵/۳)

"فان المتقدمین طردوا المنع مطلقا والمتاخرون اجازوه للضرورة کما صرحوا به......" (شفاء العلیل ص ۱۹۰)

"فقد اتفقت النقول عن ائمتنا الثلثة ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد ان الاستیجار علی الطاعات باطل" (شرح العقود ص ۶)

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ متقدمین کا مذہب طاعات پر اجرت سے منع کا ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں طاعات کو

Marfat.com

مکسب بنانا عندالحنفیہ جائز نہیں اور یہ علت (مکسب بنا کر اجرت لینے کا عدم جواز) ان ذکر کردہ نصوص کی بناء پر ہی ہے۔ جیسا کہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والدليل على انه لا يجوز الاستيجار على تعليم القرآن حديث عبدالرحمن بن شبل الانصارى ان النبى ﷺ قال اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به وقال ﷺ لمدرس العلم اياك والخبز الرقاق...... الخ" (مبسوط ۱۶/۳۷)

نیز علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"(قوله: ولا لا جل الطاعات) الاصل ان كل طاعة يختص بها المسلم لايجوز الاستيجار عليها عندنا لقوله اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به" (شامیہ ۶/۵۵)

ان حوالہ جات کی بناء پر متقدمین کا مذہب اور مذہب کا اصل مدار واضح ہوتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم اور دیگر طاعات کو کمائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اخلاص سے بغیر اجرت کے پڑھا اور پڑھایا جائے یہی احادیث کے نصوص سے بھی واضح ہے۔ ہم نے جو نصوص ذکر کئے اور علت یعنی طاعات کو مکسب نہ بنانا یہ سب عام ہیں ان میں دینی، دنیاوی، ثواب، برکت، رقیہ وغیرہ کسی قسم کا فرق نہیں۔ فقط تلاوتِ قرآن کریم مجردہ اور طاعات وغیرہ پر اجرت کو صراحۃً حرام قرار دیا جارہا ہے تاکہ قرآن پاک اور جمیع طاعات سبب کسب بن کر نہ رہ جائیں اور ان کی تعلیم یا تلاوت وقراءت چند روپوں کے عوض نہ کی جائے۔ متقدمین حنفیہ کا مذہب اس سلسلے میں اتنا واضح ہے کہ کسی تفصیل وتشریح کا محتاج نہیں لیکن بعض حضرات کو مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوا ہے لہٰذا اس کی توضیح ضروری تھی۔

یہاں یہ بات تو واضح رہے کہ طاعات مثلاً حج، روزہ وغیرہ کیلئے اجرت لینا تو قطعاً جائز نہیں اور نہ ضرورت ہے۔ مسئلہ قرآن پاک اور اس سے متعلق چیزوں پر اجرت لینے کا ہے اس میں تعلیم قرآن وغیرہ امور آتے ہیں۔ متاخرین حنفیہ نے ضرورت کی بناء پر اس عمومی حکم سے بعض صورتوں کا استثناء کیا ہے ضرورت سے مراد ضیاعِ دین کا اندیشہ ہے یعنی اگر ان صورتوں میں اجرت کو جائز نہ قرار دیا گیا تو دین کا ضیاع لازم آسکتا ہے جن میں تعلیم قرآن، اذان، اقامت اور وعظ وغیرہ شامل ہیں یعنی ہر وہ امر جو دین کی بقاء کیلئے ضروری ہو لیکن اس پر اجرت نہ ملنے کی بناء پر لوگ اس عمل سے اعراض کر رہے ہوں تو اس پر ضرورۃً اجرت کو جائز قرار دیا جائے گا اور ظاہر ہے تعلیم قرآن، اذان اور وعظ وغیرہ ایسے امور ہیں اگر ان پر اجرت نہ ملے تو لوگ ان کی طرف رغبت نہ کریں گے کیونکہ ان میں اپنے وقت کو وقف کرکے ان کے معاش کا مسئلہ ہوگا متقدمین کے زمانے میں تو عطیات اور روزینے ملتے تھے لیکن متاخرین کے زمانے میں ایسا نہیں تھا لہٰذا متاخرین نے ان امور پر اجرت کا جواز نقل کیا ہے تاکہ ان اہم امور کا انقطاع ضیاع دین کا سبب نہ بنے۔

"تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة إليه قوله (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن الخ) قال فى الهداية وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الأمور الدينية ففى

Marfat.com

الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى الخ وقد اقتصر على استثناء تعليم القرآن أيضا فی متن الكنز و مواهب الرحمن و كثير من الكتب وزاد فی مختصر الوقاية و متن الإصلاح تعليم الفقه وزاد فی متن المجمع الإمامة ومثله فی متن الملتقی و درر البحار وزاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ وذكر المصنف معظمها ولكن الذی فی أكثر الكتب الاقتصار على ما فی الهداية فهذا مجموع ما أفتى به المتأخرون من مشايخنا وهم البلخيون على خلاف فی بعضه مخالفين لما ذهب إليه الإمام وصاحباه وقد اتفقت كلمتهم جميعا فی الشروح والفتاوی على التعليل بالضرورة وهی خشية ضياع القرآن كما فی الهداية"۔(ردالمحتار ٦/٥٥)

"(قوله: ويفتی اليوم بصحتها) ای فی هذا الزمان لظهور التوانی فی الامور الدينية و هذا مذهب المتأخرين من مشائخ بلخ استحسنوا ذلك وقالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجواب على ماشاهد وامن قلة الحفاظ ورغبة الناس فيهم وكان لهم عطيات ...... واما اليوم فذهب ذلك كله واشتغل الحفاظ بمعاشهم وقل من يعمل حسبة ولا يتفرغون له ايضا فان حاجتهم تمنعهم من ذلك فلولم يفتح لهم باب التعليم بالاجر لذهب القرآن فافتوا بجوازه لذلك ورأوه حسنا وقالوا الاحكام تختلف باختلاف الزمان وهذا ظاهر فی تعليم القرآن قال السمرقندی وخصه بالذكر للاشارة الی انه لا يجوز لسائر الطاعات المذكورة"

(حاشية الطحطاوی ٤/٣٠)

ان حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ متقدمین حنفیہ کا مذہب تو مطلقاً تعلیم قرآن پر اجرت کے عدم جواز کا تھا متاخرین نے ضیاعِ دین کے اندیشہ کی بناء پر بعض ضروری امور میں اجرت کو جائز قرار دیا اور جہاں ضرورت نہ ہو وہ صورتیں اپنی اصل کے مطابق ناجائز رہیں گی۔ یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ متقدمین کے مذہب کی علت ایصالِ ثواب نہیں یا دینی اور دنیاوی اغراض کا فرق اصل مذہب میں موجود نہیں بلکہ متقدمین کے مذہب کا مدار قرآنِ کریم کو مکسب نہ بنانے پر ہے چاہے ثواب ملے یا نہیں برکت ہو یا نہیں یہ سب محتمل اشیاء ہیں اور بعض حضرات نے ایصال ثواب کی قرآن خوانی کے ناجائز ہونے پر تائید اً یہ بھی ذکر کردیا کہ جب اجرت لے کر پڑھنے والے کو خود ثواب نہ ملے گا تو وہ ایصال ثواب کیا کرے گا۔ بعض فقہاء کی اس بات کو لے کر یہ کہہ دینا کہ ثواب اور اخروی امور میں تو قرآن کریم پر اجرت لینا جائز نہیں لیکن دنیاوی امور مثلاً برکت کیلئے قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز ہو یہ محل نظر معلوم ہوتا ہے بلکہ فقہاء متقدمین کے مذہب کو اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ مطلقاً قرآنِ کریم کی تلاوتِ مجردہ اور تعلیم اور طاعات پر اجرت کی حرمت کا ہے صراحۃً فقہاء تلاوتِ مجردہ پر اجرت کو حرام قرار دیتے ہیں پھر تلاوت للایصال اور تلاوت للامور الدنیاویۃ میں اجرت میں فرق کرنا محل نظر معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

فان المتقدمین طردوا المنع مطلقا والمتاخرون انما اجازو واما اجازو للضرورۃ کما صرحوا به والضرورۃ تتقدر بقدرھا ولا ضرورۃ للاستیجار علی مجرد التلاوۃ فلا یجوز کما لایجوز اکل المیتۃ فی غیر حال الضرورۃ" (شفاء العلیل ص۱۹۰)

وقد اتفقت کلمتھم جمیعا علی التصریح بأصل المذھب من عدم الجواز ثم استثنوا بعدہ ما علمته فھذا دلیل قاطع وبرھان ساطع علی أن المفتی به لیس ھو جواز الاستئجار علی کل طاعة بل علی ما ذکروہ فقط مما فیه ضرورۃ ظاھرۃ تبیح الخروج عن أصل المذھب من طرد المنع۔ (ردالمحتار ۶/۵۵)

مسئلہ زیر بحث یعنی برکت کیلئے کی گئی قرآن خوانی میں ایسی کوئی ضرورت نہیں کہ اس کے نہ کرنے سے دین کا ضیاع ہوجائے لہٰذا یہ اصل مذہب کے اعتبار سے ناجائز رہے گی بلکہ اس کو جائز قرار دینے میں دین کا ضیاع ہے کیونکہ قرآن کریم یہاں مکسب اور کمائی کا ذریعہ بن جائے گا جو کہ احادیث اور مذہب متقدمین سے متصادم ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نہایت عمدہ انداز میں اس بات کو بیان فرماتے ہیں:

"وقد اطبقت المتون والشروح والفتاوی علی نقلھم بطلان الاستیجار علی الطاعات الافیما ذکر وعللوا ذلك بالضرورۃ وھی خوف ضیاع الدین وصرحوا بذلك التعلیل فکیف یصح ان یقال ان مذھب المتاخرین صحة الاستیجار علی التلاوۃ المجردۃ مع عدم الضرورۃ المذکورۃ فانه لو مضی الدھر ولم یستاجر احد احدا علی ذلك لم یحصل به ضرر بل الضرر فی الاستیجار علیه حیث صار القرآن مکسبا وحرفة یتجر بھا وصار القاری منھم لا یقرأ شیئا لوجه اللہ تعالیٰ خالصا بل لا یقرأ الا للأجرۃ (شرح عقود رسم المفتی ص۶)

نیز رقیہ پر اجرت کے جواز سے بھی اس پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ رقیہ میں اجرت کا جواز صریح حدیث سے ثابت ہوتا ہے یعنی قرآن پاک کے ذریعے دم اور تعویذ کر کے اجرت لینا جائز معلوم ہوتا ہے۔

باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم (بخاری ۲/۸۵۴)

عن ابن عباس: أن نفرا من أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم مروا بماء، فیھم لدیغ أو سلیم، فعرض لھم رجل من أھل الماء، فقال: ھل فیکم من راق، إن فی الماء رجلا لدیغا أو سلیما، فانطلق رجل منھم، فقرأ بفاتحة الکتاب علی شاء، فبرأ، فجاء بالشاء إلی أصحابه، فکرھوا ذلك وقالوا: أخذت علی کتاب اللہ أجرا، حتی قدموا المدینة، فقالوا: یا رسول اللہ، أخذ علی کتاب اللہ أجرا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: إن أحق ما أخذتم علیه أجرا کتاب اللہ۔

Marfat.com

اس حدیث سے بظاہر کتاب اللہ کے ذریعے رقیہ پر اجرت لینے کا مطلقاً جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اس حدیث کے مختلف جوابات ہیں ایک جواب تو الزامی ہے کہ اس حدیث کا تعلیم قرآن پر اجرت وغیرہ مسئلے سے تعلق ہی نہیں بلکہ یہ عمل بطور ضیافت تھا اور اس زمانے میں اگر مہمان ضیافت نہ کرے تو اس سے جبراً مال لینا بھی جائز تھا لہٰذا یہ بکریاں تو بطور ضیافت تھیں اور اس حدیث کے دو جواب اور ہیں ایک یہ کہ رقیہ علاج ہے تعلیم و تعلم اور قراءتِ محضہ نہیں اور علاج پر اجرت لینا جائز ہے دوسرا جواب یہ کہ قیاس کا تقاضہ تو رقیہ میں بھی ناجائز ہونا ہے لیکن فقہاء نے رقیہ کو خلافِ قیاس اس نص کی بنیاد پر جائز قرار دیا ہے۔

"وخالف الحنفية فمنعوه فی التعليم واجازوه فی الرقی کالدواء قالوا لأن تعليم القرآن عبادة والاجر فيه علی الله وهو القياس فی الرقی الا انهم اجازوه فيها بهذا الخبر" (فتح الباری ۳۵۸/۴)

معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن بغرضِ رقیہ میں بھی اصل قیاس یہی تھا کہ اس پر اجرت ناجائز ہو لیکن خلافِ قیاس اس نص کی بنیاد پر رقیہ میں اجرت کو جائز قرار دیا گیا اور جو حکم خلافِ قیاس نص سے ثابت ہو وہ اپنے مورد پر خاص رہتا ہے تلاوت قرآن پر اجرت کی دیگر صورتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں یہ بالکل واضح بات ہے۔ رقیہ والی حدیث کا ایک الزامی جواب اور بھی ہے کہ اگر اس سے استدلال کر کے جواز ثابت کرنا ہی ہے تو مطلقاً ہر قرآن خوانی اور قرآن پاک پر ہر اجرت کو جائز قرار دیا جائے کیونکہ اس حدیث کے الفاظ تو مطلق ہیں:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحق ما أخذتم عليه أجرا كتاب الله."

''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "سب سے زیادہ حقدار ان چیزوں میں جن پر تم اجرت لیتے ہو قرآن پاک ہے۔"

لہٰذا ایصال ثواب ہو یا برکت ہر قسم کی تلاوتِ قرآن پر اجرت کا جواز اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے اور متقدمین کا مذہب نیز دیگر احادیث بالکلیہ ترک کر کے اس حدیث پر عمل کر لیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں نے تمام صورتوں کو ہی جائز قرار دید یا اور اصل مذہب کو بالکلیہ ترک کر دیا لیکن بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث رقیہ کے ساتھ خاص ہے اس سے مطلقاً استدلال کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ متقدمین فقہاء حنفیہ نے دیگر احادیث کے صریح نصوص کی بنا پر تلاوتِ قرآن اور طاعات پر اجرت لینے کے حرام ہونے کا قول کیا ہے البتہ رقیہ اس نص کی بنیاد پر مستثنیٰ ہے اور دیگر بعض ضروری امور ضیاعِ دین کے اندیشے کی بنا پر مستثنیٰ کیے گئے ہیں۔ تلاوتِ مجردہ بغرض قرآن خوانی چاہے ایصال ثواب مقصد ہو یا حصولِ برکت ناجائز ہیں اور ہر وہ صورت جس میں طاعات پر اجرت لی جائے اور فقہاء نے بنا بر ضرورت (ضیاعِ دین) کے اسے مستثنیٰ نہ کیا ہو وہ اجرت ناجائز اور حرام ہوگی قرآن کریم اور طاعات کو مکسب اور معاش بنانا جائز نہیں۔ یہ مسئلہ واضح اور اس کے دلائل مبرھن ہیں۔ جن حضرات نے مطلقاً قرآن خوانی پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے مذہبِ حنفی کو اس مسئلے میں ترک کر دیا ہے اور جنہوں نے برکت اور دنیوی امور پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے وہ بظاہر ان حضرات کا تفرد معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۱۵۵) کیا متقدمین کے زمانے کے ہدایا اجرت تھے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعلیم قرآن پر اجرت سے متعلق مسئلہ دریافت کرنا ہے مسئلہ صرف یہ پوچھنا ہے کہ متقدمین حنفیہ کے نزدیک مطلقاً تعلیم قرآن پر اجرت جائز نہیں متاخرین نے ضرورات کا استثناء کیا ہے مثلاً تعلیم قرآن، اذان وغیرہ پر اجرت جائز ہے مفتی صاحب متاخرین یہ اعتراف کرتے ہیں کہ پہلے اجرت بیت المال سے ملتی تھی جسے عطایا سے تعبیر کرتے ہیں لہٰذا متقدمین کے نزدیک جواز نہ تھا۔ اس رقم کو عطیہ کہیں یا ہدیہ یا وظیفہ یا روزینہ کوئی بھی نام رکھ لیں لیکن تھی تو وہ اجرت ہی لہٰذا پھر اجرت مطلقاً کیسے ممنوع اور حرام ہے بیت المال سے دی گئی اجرت بھی تو قرآن پاک کو مکسب بناتی ہے لہٰذا آپ سے اس تردد کا ازالہ مطلوب ہے کہ عام اوقات میں جو اجرت لینا حرام تھی وہ بیت المال سے کیسے لی جاتی تھی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرات فقہاء متقدمین کے زمانہ میں بیت المال سے ملنے والے عطایا کو اجرت نہیں کہا جاسکتا وہ عطایا ہی تھے جو کہ بیت المال سے بغیر کسی شرط کے بطور ہدایا دیئے جاتے تھے، جبکہ اجرت کا متعین اور مشروط ہونا ضروری ہوتا ہے نیز اجرت میں اجیر کا عمل کیلئے مقید ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور حضرات متقدمین کے زمانہ میں معلمین تعلیم قرآن پر اجرت کیلئے مقید نہیں ہوتے تھے۔

حضرات متاخرین کے تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا مطلب یہ ہے کہ اب معلم تعلیم قرآن کیلئے مقید ہوگا اور مشروط و متعین اجرت کا مستحق ہوگا جسے بزور عدالت بھی وصول کرسکتا ہے، جبکہ اس زمانہ میں عطایا کو بزور عدالت اجرت ہونے کے اعتبار سے وصول نہیں کیا جاسکتا تھا۔

لمافی المحیط البرهانی کتاب الاجارة نوع آخر فی الاستیجار علی الطاعات (۳۴۳/۱۱) ادارة: اما الیوم لیس لهم عطیات من بیت المال، والتعلیم یشغلهم عن اکتساب مالابد لهم من امر المعاش، وانقطع رغبة المعلمین فی الاحتساب، ومجازاة المتعلمین من غیر شرط فتجوز الاجارة، ویجبر المستاجر علی دفع الاجرة ویحبس لها وبه یفتی۔

وفی التاتارخانیة ، کتاب الاجارة، نوع منه فی الاستیجار علی الطاعات (۱۲۶/۱۵) فاروقیه: اما الیوم لیست لهم عطیات من بیت المال والتعلیم یشغلهم من اکتساب مالا بدلهم من امر المعاش وانقطع رغبة المتعلمین فی الاحسان. فتجوزالاجارة ویجبر المستاجر علی دفع الاجرة ویحبس

Marfat.com

لها وبه يفتى۔

وفی حاشية الطحطاوی علی الدر كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة (۳۰/۴) رشيديه: (قوله ويفتى اليوم بصحتها) ای فی هذا الزمان ... وكان لهم عطيات من بيت المال وافتقار المتعلمين فی مجازات الاحسان بالاحسان من غير شرط مروءة يعينوهم علی معاشهم ومعادهم۔

(۱۵۶) سبز پگڑی کا اہتمام کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ہری پگڑی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہر جگہ یہی نظر آنے لگی ہے کیا یہ سنت سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو اس کو سنت بتلانا اور اس پر اتنا سخت اہتمام کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالے، سفید اور سبز عمامہ کا استعمال ثابت ہے لیکن اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید عمامہ کا استعمال کیا ہے اور خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی سفید عمامہ پر معمول تھا پس سفید عمامہ باندھنا افضل ہے اور سیاہ عمامہ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ سبز عمامہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو ہے لیکن آج کے دور میں چونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور وہ اس کو تمام دوسرے عماموں پر ترجیح دیتے ہیں اور جب کوئی کام اہل فسق وبدعت کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

لمافی القرآن الكريم (الحشر:۷): وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(الأحزاب:۲۱): لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا

وفی التفسير المظهری (۱۳۳/۲): وقال علی وابن عباس رضی الله عنهم كانت عليهم عمائم بيض قد ارسلوها بين اكتافهم... اهـ

وفی الجامع للترمذی (۳۰۴/۱): عن جابر قال: دخل النبی صلی الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء ... قال وفی الباب عن علی وعمرو بن حريث وابن عباس و ركانة حديث جابر حديث حسن صحيح۔

Marfat.com

وفی مصنف لابن ابي شيبة (۵۴۵/۱۲): حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا جرير بن حازم عن يعلى بن حكيم عن سليمان بن ابي عبدالله قال ادركت المهاجرين الاولين يعتمون بعمائم كرابيس سود و بيض وحمر وخضر وصفر... (رقم: ۲۵۴)

وفی خلاصة الفتاویٰ (۱۵۳/۴): مسئله در بستن دستار سنت آنست که سفید باشد بي آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارك آنحضرت صلی الله علیه وسلم اکثر اوقات سفید بود وگاہی دستار سیاه واحیانا سبز بعضے گفته اند در وقت جنگ وغزا برسر مبارك صلی الله علیه وسلم دستار سیاه بود......... ودر بعض کتب معتبره نوشته اند شخصی که خودرا اکثر اوقات بلباس سیاه وسبز مشهور بگرداند مکروه وممنوع است۔

وفی المستدرك علیٰ الصحیحین (۵۸۳/۴): كتاب الفتن والملاحم: حدثنا على بن حمشاد العدل ...... عن عطاء بن ابي رباح قال: كنت مع عبدالله بن عمر فاتاه فتى يساله عن اسدال العمامة (الحديث)... ثم أمر عبدالرحمن بن عوف يتجهز لسرية بعثه عليها واصبح عبد الرحمن قد اعتم بعمامة من كرابيس سوداء فأدناه النبى صلى الله عليه وسلم ثم نقضه وعممه بعمامة بيضاء وأرسل من خلفه اربع اصابع او نحو ذلك وقال ''هكذا يا ابن عوف اعتم فانه اعرب واحسن'' الحديث۔

وفی مرقاة المفاتیح(۱۴۶/۴) وفيه اشارة إلى أن كل سنة تكون شعار أهل البدعة تركها اولیٰ۔

وفی احیاء علوم الدين (۳۶۵/۲): وبهذه العلة نقول بترك السنة مهما صارت شعارا لأهل البدعة خوفاً من التشبه بهم۔

(۱۵۷) قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ میرے دوست ایک مزار پر لے گئے اگر چہ عام حالات میں میں مزاروں پر نہیں جاتا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کچھ لوگ مزار کے گرد چکر لگا رہے تھے گویا طواف کر رہے تھے۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبروں کا طواف کرنا شرعا صحیح ہے؟

نیز منگھو پیر کے چشمے میں غسل کرنے سے صحت یاب ہونے کو بابا کی کرامت سمجھنا اور یہاں غسل کرنا کیسا ہے؟واضح جواب

Marfat.com

دیگر میرے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

انبیاء وصلحاء کی قبور کا طواف خالص بدعت اور حرام ہے کیونکہ طواف عبادت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ انبیاء وصلحاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا جائے اور شریعت میں طواف جیسی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس سے قطعاً اجتناب ضروری ہے۔

نیز منگھو پیر کے چشمے میں اگر طبی اعتبار سے ایسے اجزاء ہوں جو کسی مرض سے شفاء کا سبب بنتے ہوں جیسا کہ مشہور ہے تو اس اعتبار سے غسل درست ہے لیکن صاحب قبر بزرگ کو متصرف سمجھ کر شفاء کے لئے غسل کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ شفا صرف اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔

۱...... لقوله تعالى (الحج: ۲۹): وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○

وفی المشکوة (ص۶۹): عن عائشة ان رسول اللهﷺ قال فی مرضه الذی لم یقم منه لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد۔ ...... وعن جندب قال سمعت النبی ﷺ یقول الا وان من کان قبلکم کانوایتخذون قبور انبیاء هم وصالحیهم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انی انهاکم عن ذلك۔

وفی المرقاة (۲۰۲/۲) تحت هاتین الروایتین: سبب لعنهم اما لانهم کانوا یسجدون لقبور انبیاء هم تعظیما لهم وذلك هو الشرك الجلی ... والتوجه الی قبورهم حالة الصلاة نظرا منهم بذلك الی عبادة الله۔

۲ قال الله تعالى (الشعراء :۸۰) : وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۱۰/۱۳) تحت هذه الآیة: فالمرض والشفاء من الله عزوجل۔

(۱۵۸) چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد چالیس روز تک اس کی قبر پر تلاوت کی جاتی ہے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اسی طرح یہ لوگ چار جمع یا سات جمع کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کرتے ہیں۔اور ایک یا دو پارے پڑھنے پر پڑھنے والوں کو دس یا بیس روپے دیتے ہیں۔نیز سال ختم ہونے پر

Marfat.com

بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ساتھ میں خیرات بھی کرتے ہیں۔اب اس صورت حال مین کچھ لوگ غریب بھی ہوتے ہیں جن میں اتنا کچھ کرنے کی سکت نہیں ہوتی لیکن رواج کی وجہ سے مجبورا ایسا کرتے ہیں۔شرعا ان تمام امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت گھر یا قبر پر دونوں صورتوں میں جائز ہے اور موجب ثواب ہے۔اسی طرح صدقہ وخیرات کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے لیکن سوال میں مروجہ طریقے میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ امور ناجائز ہوں گے:

اول: یہ لوگ چالیس روز تک تلاوت، چار جمعے، سات جمعے اور سال کے بعد خیرات کرتے ہیں۔اس طرح کی تعیین قرون اولی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

دوم: ختم قرآن پر کھانا کھلاتے ہیں جبکہ یہ صورت درست نہیں۔

سوم: ایک یا دو پارے پڑھنے والے کو دس یا بیس روپے دیئے جاتے ہیں۔یہ صورت بھی ناجائز ہے۔اس صورت میں نہ تو میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ تلاوت کرنے والے کو بلکہ پڑھنے والا اور پیسے دینے والا دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں ان چار جمعوں، سات جمعوں اور سال بعد خیرات کرنے میں نام ونمود، ریا، دکھلاوا اور رسم ورواج کا کرشمہ کارفرما ہوتا ہے جیسا کہ سائل کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ان امور میں رضاء الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ان امور سے احتراز کرنا چاہیئے اور مروجہ قرآن خوانی اور دنوں کی تعیین کئے بغیر میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت وخیرات کرنا چاہیئے۔

لمافی الهندية (۱/۱۶۶): قرأة القرآن عندالقبور عندمحمد لایکره ومشائخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع۔

وفی الشامية (۶/۵۷): ولو زار قبر صديق اوقريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن۔

وفيه ايضا (۲/۲۴۳): من صام اوصلى اوتصدق وجعل ثوابها لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة۔

وفی الطحطاوی علی المراقی (ص۳۳۹): ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن۔

وفی الشامية (۶/۵۷): ولايصح الاستئجار على القرأة واهدائها الى الميت ... وقد قال العلماء ان القارى اذا قرأ لاجل المال فلاثواب له فای شئ يهديه الى الميت۔

وفی الشامية (۶/۵۶): ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العينى

Marfat.com

فی شرح الھدایۃ ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان ....والحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأۃ الاجزاء بالاجر لایجوز۔

وفی الشامیۃ (۲/۲۴۰): ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوۃ بالقرأۃ ... وقال ھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بہ وجہ اللہ تعالی۔

(۱۵۹) جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا جائز ہے یانہیں؟ اسی طرح ہمارے یہاں جنازے کے گرد چند افراد مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید کے نیچے کچھ رقم رکھتے ہیں پھر اس کو گھمایا جاتا ہے۔ بعدازاں اس رقم کو وہ لوگ آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں۔ اس عمل کو حیلہ اسقاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے اس کا اپنے پاس رکھنا موجب برکت وثواب ہے اور شریعت مطہرہ میں مسلمان ہر معاملے میں قرآن وسنت کا پابند ہے۔ کسی بھی معاملے میں اپنی طرف سے بنایا ہوا بے اصل فعل شریعت میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی شریعت ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بلکہ شریعت نے ایسے کاموں کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

اب صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دونوں صورتیں قرآن مجید جنازے کے ساتھ لے جانا اور حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین دین اور خیر کے معاملے میں بڑے ہی حریص تھے اگر ان کاموں میں ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات ضرور ان کاموں کو کرتے لہٰذا یہ طریقہ من گھڑت اور بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی قولہ تعالی (النحل :۱۱۶): وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللہِ الْکَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ

وفی مختصر تفسیر ابن کثیر (۲/۳۵۰) تحت ھذہ الآیۃ: ویدخل فی ھذا کل من ابتدع بدعۃ لیس لہ فیھا مستند شرعی۔

Marfat.com

وفی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد"۔

وفی المرقاة تحته (۱/ ۲۱۵): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر وخفی ملفوظ اومستنبط فهو مردود علیه .... وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من ای بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول۔

(۱۶۰) حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں اس طرح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بعض لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اہل میت قرآن مجید، صابن اور کچھ پیسے لیکر آتے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس کی بخشش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میت کی نمازوں اور روزوں اور دیگر اعمال کے کفارہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے کے بعد دو تین آدمی اٹھ کر ان چیزوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں جبکہ یہ لوگ اس کے جواز کے لئے کچھ کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ براہ کرم آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ ناجائز ہے۔ رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متقدمین کی کتب میں تو اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا البتہ متاخرین نے ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور متاخرین نے جس حیلے کے جواز کا قول کیا ہے مروجہ حیلہ اس سے قطعا مختلف ہے۔ کیونکہ متاخرین کی عام کتب میں جو حیلہ درج ہے وہ یہ ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اور اس کے ترکہ کے ثلث مال سے ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو یا پھر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی بطور تبرع کے ایسا کرنا چاہے تو اس وقت اس حیلہ کی گنجائش ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم کا مالک بنائے وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو وہ جنس واپس ہدیہ دے دے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔ اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اسی طرح متعدد بار کیا جائے یہانتک کہ میت کے روزوں اور نمازوں کے بقدر ہوجائے تو امید

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر اس بندے کے حق میں درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔ اب اس کے مقابلے میں مروجہ حیلہ قطعاً اس سے مختلف ہے کیونکہ.........

۱۔ مروجہ حیلہ میں وصیت اور عدم وصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ یہ حیلہ میت کی غربت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ میت غریب تھا اور اس کے ترکہ کا ثلث مال فدیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ امیر وغریب ہر شخص کا کیا جاتا ہے یہاںتک کہ میت کے ذمے نماز یا روزوں کی قضا لازم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ حیلہ فدیہ کی مقدار کے مطابق نہیں بلکہ امیر وغریب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ امیر کے مرنے پر رقم زیادہ ورنہ کم ہوتی ہے۔

۴۔ حیلے کے وقت حیلے کے لئے بیٹھنے والے فقیر اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۵۔ اگر بالفرض حیلے کے لئے بیٹھنے والے سب کے سب فقیر بھی ہوں تو یہاں کسی شخص کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ صرف ملکیت کا ایک ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

۶۔ اگر بالفرض تملیک کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو مالک بنایا جانے والا اصل مالک کو واپس نہیں کرتا اور نہ ہی تیسرا شخص واپس کرتا ہے بلکہ اسے صرف آگے چلایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض اس کو حیلہ تسلیم بھی کرلیں تو فدیہ کی مقدار کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دفعہ گھمانے کے بعد تقسیم کرلیا جاتا ہے۔

۸۔ اس میں قرآن مجید لانے اور گھمانے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ صابن اور دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر کلام مقدس کو اس طرح گھمانا بے ادبی ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

۹۔ اگر واقعتاً کسی شخص کے حیلے کی ضرورت ہی پڑ گئی تو کیا ضروری ہے کہ جنازے کے فوراً بعد سارے لوگوں کے سامنے اس حیلہ کو کیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھیں کہ زندگی میں اس نے نمازیں نہیں پڑھیں اور روزے نہیں رکھے حالانکہ یہ گناہ کا اظہار ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑھ کر یہ سستی مغفرت (حیلہ) لوگوں میں غفلت اور سستی پیدا کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کو دیکھ کر عام تاثر یہی ہوتا ہے کہ زندگی میں احکام شریعت کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بس مرنے کے بعد کچھ رقم حیلے میں لگادیں گے اور ہماری بھی بخشش ہوجائے گی۔

ان وجوہ کی بناء پر مروجہ حیلہ کتب شرعیہ میں موجود حیلے سے قطعاً مختلف اور ناجائز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی الهندية (۱۲۵/۱): اذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع وبصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاته۔

Marfat.com

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۷۳/۲): ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولولم يترك مالايستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقيرللوارث ثم وثم حتى يتم۔

وفى الشامية: ''ولولم يترك مالا'' اى اصلا اوكان ماوصى لايفئ وزاد فى الامداد اولم يوص بشئ واراد الولى التبرع واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولى۔(قوله ويستقرض نصف صاع مثلاالخ) اى اوقيمة ذلك ......فيستقرضها قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير اولفقير آخر۔

(۱۶۱) بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہے جوکہ بارہ ربیع الاوّل کے دن پکایا جائے؟ ایسے کھانے کو نذر میں شمار کیا جائے گا یا بدعت میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

وہ کھانا جوکہ بارہ ربیع الاوّل کے دن بنایا جاتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر پکایا گیا ہو تو وہ قطعی طور پر حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی نذر ماننا ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد وما اھل بہ لغیر اللہ کے تحت آتا ہے اور اگر اس کھانے کو اللہ کے نام پر پکایا گیا اور اس کا ثواب کسی معین شخص کو بھیجا جائے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی یا غیر معین شخص کو ثواب پہنچائے تو یہ حلال ہے اور ایسا کھانا کھانا جائز ہے لیکن یہ سب چیزیں کسی دن کو مخصوص کر کے کرنا بدعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں تو وہ مردود ہے۔ لہذا اس کو کھانے سے اجتناب کریں۔ اسے فقیر یا نوکرانی وغیرہ کو دیدیا جائے۔

لمافى قوله تعالى(المائده :۳):حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ

وفى روح المعانى (۴۲/۲): وماأهل به لغير الله اى ماوقع متلبسا به اى بذبحه الصوت لغيرالله تعالى ......ثم قيل لرفع الصوت وان كان بغيره والمراد بغيرالله تعالى الصنم وغيره كما هو

Marfat.com

الظاهر۔

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ ……وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد فان خیرالھدی ھدی محمد وشرالامور محدثاتھا وکل بدعة ضلالة۔

وفی الشامیة (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثرالعوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام۔

(۱۶۲) قبروں کو بوسہ دینا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے یانہیں؟ میں اپنے دوست کے ساتھ اس کے والد کی قبر پر فاتحہ کے لئے گیا وہاں اس نے پہلے جھک کر والد کی قبر کو بوسہ دیا پھر فاتحہ پڑھی۔ کیا شرعا اس طرح بوسہ دینا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستقبلا وجه المیت، وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبله ولایمسه فان ذلك من عادة النصاری۔

وفی الھندیة (۳۵۱/۵): ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلك من عادة النصاری۔

(۱۶۳) قبر پر قرآن خوانی کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مرگیا، تجہیز وتکفین کے بعد اس کے بیٹے اور ورثاء قبر پر جمع ہوکر تلاوت کرنے لگے۔ کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر میت کے بیٹے اور دوسرے ورثاء اتفاقا قبر پر جمع ہو جائیں اور بغیر اجرت کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت کریں تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام والتزام کیا جاتا ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

لمافی الهندية (۳۵۰/۵): ولومات رجل واجلس وارثه على قبره من يقرأ الاصح انه لايكره وهو قول محمد رحمه الله۔

وفی الدرالمختار (۲۴۵/۲): لايكره الدفن ليلا ولا اجلاس القارئين عندالقبر وهو المختار۔

وفی الشامية تحته : (ولااجلاس الخ) عبارة نور الايضاح وشرحه ولايكره الجلوس للقرأة فى المختار لتأدية القرأة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ۔

(۱۶۴) مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مصافحہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے۔

لمافی الهندية (۳۶۹/۵): ومايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه بلقاء صاحبه فذالك مكروه بالاجماع كذافى خزانة الفتاوى۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۳۸۳/۶): وكذامايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه اذالقى غيره مكروه فلارخصة فيه۔

وفی الشامية: (مكروه) اى تحريما ويدل عليه قوله بعد فلارخصة فيه۔

Marfat.com

(۱۶۵) ختم قرآن کے موقع پر عزیز واقارب اور بچوں کو مدعو کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قرآن کے ختم پر اپنے عزیز واقارب کو مدعو کرتا ہے، اسی طرح بچوں کو بھی جمع کرتا ہے تاکہ دعا میں سب شریک ہوسکیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

عزیز واقاوب وغیرہ کو ختم قرآن کے موقع پر دعا میں شریک کرنے کیلئے جمع کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافی المصنف ابن ابی شیبة (۱۲۹/۶): حدثنا وکیع عن مسعر عن قتادة عن انس رضی اللہ عنہ انه کان اذا ختم جمع اهله۔

وفی القرطبی (۴۰/۱): عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا ......ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحرجزورا شکر الله۔

لمافی الهندیة (۳۱۷/۵): ویستحب له ان یجمع اهله وولده عندالختم ویدعوا لهم کذافی الینابیع۔

(۱۶۶) بدعتی کی عزت واکرام کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ایسے شخص کے بارے میں جو بدعتی شخص سے عقیدت ومحبت رکھتا ہو اور اس کا اعزاز واکرام کرتا ہو یہ بات جانتے ہوئے کہ وہ اپنے غلط عقیدے اور عمل میں متشدد ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی بھی شخص کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ بدعتی لوگوں کا اعزاز واکرام کرے الآیۃ کہ کوئی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بدعتی کی عزت وتوقیر کرنے پر وعید نازل ہوئی ہے اور محبت وعقیدت یہ تو اس کے آگے درجہ ہے لہٰذا کسی بھی حال میں بدعتی سے محبت وعقیدت رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

لمافی المشکوة (ص۳۱): عن ابراهیم بن میسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد

Marfat.com

اعان على هدم الاسلام۔

وفی المرقاة (۱/ ۲۵۷) تحت هذه الرواية: (من وقر صاحب بدعة) سواء كان داعيا لها ام لا قال ابن حجر كأن قام وصدره فی مجلس اوخدمه من غير عذر يلجئه الى ذلك۔

(۱۶۷) کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رسم رائج ہے کہ لوگ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور یہ چادر پاؤں تک ہوتی ہے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جس چادر پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوں اسے میت پر ڈالنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی الهندية (۵/۳۲۳): كتابة القرآن على مايفترش ويبسط مكروهة ...... بساط اومصلى كتب عليه الملك لله يكره بسطه والقعود عليه واستعماله۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۶): تكره كتابة القرآن واسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش وماذاك الالاحترامه وخشية وطئه ونحوه ممافيه اهانة فالمنع اولى۔

(۱۶۸) نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ امام نماز کے بعد بلند آواز سے آیت إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی تلاوت کرتا ہے پھر سارے مقتدی ملکر اجتماعی صورت میں درود شریف پڑھتے ہیں۔کیا اس طریقے پر درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اس طرح درود پڑھنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر اکابر اسلاف تک کسی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا التزام بدعت اور قابل

Marfat.com

ترک ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " ۔

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۱۱۹/۲): وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلاة لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه۔

وفی الشامیة : (فمکروه) الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه۔

وفیه ایضا (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلاة مع ان المصافحة سنة وماذاك الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانهاسنة فیه ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التی احدثها بعض المبتدعین لانها لم تؤثر علی هذه الکیفیة فی تلك اللیالی المخصوصة وان کانت الصلاة خیر موضوع۔

(۱۶۹) کیا عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے اور شیعوں کی کن کتب سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

مصافحہ شریعت میں انس ومحبت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنے پر مصافحہ کرنا سنت ہے لیکن اپنی طرف سے مصافحہ کو بعض مواقع کے ساتھ خاص کر لینا اور ان مواقع پر اہتمام والتزام کے ساتھ مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترک لازم ہے جیسا کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شیعوں کا شعار قرار دیا ہے۔

لمافی سنن ابي داؤد(۳۵۲/۲): عن ایوب بن بشیر ...عن رجل من عنزة انه قال لابی ذر حیث سیر من الشام انی ارید ان اسألك عن حدیث رسول الله ﷺ ......کان رسول الله ﷺ یصافحکم اذا لقیتموه قال مالقیته قط الاصافحنی۔

وفی ردالمحتار (۳۸۱/۶): فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة رضی الله عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض۔

Marfat.com

(۱۷۰) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے یانہیں؟اس کا قرون اولی سے ثبوت ملتا ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے اور قرون اولی میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لما فی المصنف ابن ابی شیبة (۱۲۹/۶): حدثنا وکیع عن مسعر عن قتادة عن انس انه کان اذا ختم جمع اهله۔

وفی القرطبی (۴۰/۱): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا ...... ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شکر لله۔

وفی الطحطاوی علی الدر المختار (۱۰/۴): وانواع الولائم احدعشر نظمها بعض الفضلاء فی قوله

ان الولائم عشرة مع واحد — من عدها قدعز فی اقرانه
فالخرس عند نفاسها وعقیقة — للطفل والاعذار عند ختانه
ولحفظ قرآن وآداب لقد — قالوا الحذاق لحذقه وبیانه

(۱۷۱) رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رمضان کے مہینے میں ۲۳ویں رات کو سارے محلے والے مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ چینی بھی لاتے ہیں۔تراویح کے بعد امام مسجد سورۃ العنکبوت،سورۃ الروم اور بعض دوسری سورتیں پڑھ کر چینی پر دم کرتا ہے۔اس کے بعد یہ چینی لوگ گھروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو کھایا جاتا ہے اور اس دن سے امام صاحب کے لئے رقم جمع کرنا شروع کردیتے ہیں۔اور یہ جمع شدہ رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں۔ہر سال اس دن لازمی طور

Marfat.com

پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔ آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

قرآن مجید کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا باعث ثواب بلکہ عین مامور بہ ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں لیکن اس میں وہی طریقہ قابل اعتبار ہوگا جو قرآن وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہو ورنہ بجائے ثواب کے گناہ کا سبب ہوگا اور جس چیز کو شریعت نے متعین نہیں کیا اس کی اپنی طرف سے تعیین، التزام اور اہتمام صحیح نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مروجہ طریقہ درست نہیں۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"۔

وفي المرقاة (۲۱۵/۱): وفي رواية لمسلم من عمل عملا اى من اتى بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا اوسابقا على الامر ليس عليه امرنا اى وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتى به على حسب هواه فهو رد اى مردود غير مقبول۔

(۱۷۲) فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقوں میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو دعا کے بعد کئی آدمی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک اس کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ بعض مسنون تو نہیں سمجھتے لیکن نہ کرنے والوں کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا اور اسے مسنون یا مستحب سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

بوقت ملاقات مصافحہ کرنا امر مستحسن بلکہ مسنون ہے لیکن اوقات کی تخصیص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور اسے مسنون سمجھنا یا نہ کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے جو لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ایک بدعت کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس پر توبہ کر کے آئندہ کے لئے اس سے اجتناب کریں۔

لمافي المرقاة (۷۴/۹): قال العلامة ملاعلى القارى بعد البحث ...... ان عمل الناس فى الوقتين المذكورين ليس على وجه الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ...... ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من

Marfat.com

السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة حينئذ وانها من البدع المذمومة۔

وفي ردالمحتار (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاك الالكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بانها سنة فيه۔

(۱۷۳) فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے بعد لوگ پیشانیوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اس میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور مشائخ کا معمول بھی رہا جس میں مختلف اوراد پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّيَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ۔

لمافي كنزالعمال (۵۳/۷): [۱۷۹۱۵] كان اذا صلى مسح بيده اليمنى على رأسه ويقول بسم الله الذى لااله غيره الرحمن الرحيم، اللهم اذهب عنى الهم والحزن (خط عن انس رضی اللہ عنہ)۔

(۱۷۴) میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ورثاء چالیس دن تک مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں کیا مؤذن وخادم کیلئے یہ کھانا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح جمعرات کو بھی بھیجتے ہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اہل میت کا میت کیلئے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دنوں کی تعیین کئے بغیر کوئی کار خیر کرکے (مثلاً کھانا کھلانا فقراء مساکین کو یا ان کو صدقہ وخیرات دینا) اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب میت کی روح کو پہنچا دیا جائے۔ اپنی طرف سے

Marfat.com

چالیس دن اور ہر جمعرات کی تعیین کو ثواب اور اس میں کھانا پکا کر مؤذن وخادم کو ہی بھیجنا لازم سمجھتے ہوئے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور مؤذن وخادم کو ایسے کھانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی القرآن الکریم(الحشر:۷): وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الأحزاب:۲۱):لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ الخ

وفی صحیح البخاری(۲/۱۰۸۰): حدثنا آدم بن ابی ایاس...... قال عبداللہ بن مسعود ان احسن الحدیث کتاب اللہ واحسن الهدی هدی محمد ﷺ وشرالامور محدثاتها وان ماتوعدون لأت وما انتم بمعجزین۔

وفی المصنف لابن ابی شیبة(۷/۲۴۰): حدثنا وکیع عن مالك بن مغول عن طلحة قال: قدم جریر علی عمر رضی اللہ عنہ فقال: هل یناح قبلکم علی المیت قال لا قال فهل تجتمع النساء عندکم علی المیت ویطعم الطعام؟ قال: نعم قال تلك النیاحة۔

وفی سنن ابن ماجة(ص۱۱۶): حدثنا محمد بن یحی ... عن جریر بن عبداللہ قال کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة۔

وفی الحاشیة واما صنعة الطعام من اهل المیت اذا کان للفقراء فلا بأس به لان النبی ﷺ قبل دعوة المرأة التی مات زوجها کمافی سنن ابی داؤد واما اذا کان للاغنیاء والاضیاف فممنوع ومکروه ... ای نعدوزره کوزر النوح۔

وفی الشامیة (۲/۲۴۰): وقال ایضا: ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل البیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال ''کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة''۔ وفی البزازیة: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول وفیه نظر والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراء ة سورة الانعام او الاخلاص... وقال: وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه اللہ تعالیٰ۔

وفی مالا بدمنه (ص۱۶۱): جناب قاضی محمد ثناء اللہ صاحب قدس سره وصیت کرده است: وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دهم وبستم وچهلم وششماهی وبرسینی ہیچ نکنند که رسول اللہ ﷺ زیاده ازسه روز ماتم کردن جائز نداشة اند۔

Marfat.com

(۱۷۵) آیت کریمہ کا ختم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ جب کسی پر مصیبت نازل ہوتو سوالاکھ مرتبہ آیت کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کیا جاتا ہے۔اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ آیت کریمہ یقینا مبارک اور دفع بلایا ومصائب کے لئے مجرب ہے البتہ یہ طریقہ اور مخصوص تعداد شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے صرف بزرگوں کا مجرب عمل ہے۔

لقوله تعالی (الانبياء :٨٧): فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَه وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

وفی تفسير ابن كثير (٣/١٨٣): وكذلك ننجي المؤمنين اى اذاكانوا فى الشدائد ودعونا منيبين الينا ولاسيما اذا دعوا بهذا الدعا فى حال البلاء فقد جاء الترغيب فى الدعاء به عن سيد الانبياء ......عن سعدقال قال رسول الله ﷺ من دعا بدعاء يونس استجيب له ......سعد بن أبي وقاص يقول سمعت رسول الله ﷺ اسم الله الذى اذادعى به اجاب واذا سئل به اعطى دعوة يونس بن متى قال قلت يا رسول الله هى ليونس خاصة ام لجماعة المسلمين قال هى ليونس بن متى خاصة ولجماعة المؤمنين عامة اذادعوابها۔

(۱۷۶) آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور کس تاریخ کو ہوئی اور آج کل میلاد النبی کا منانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو میلاد منانے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف کی بناء پر مختلف اقوال نقل کیے گئے

Marfat.com

جن میں زیادہ راجح آٹھ (۸) ربیع الاول ہے۔

نیز مروجہ میلاد کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت قبیحہ ہے جس کا ترک لازم ہے اور جانتے بوجھتے بدعت کا ارتکاب کرنے والا فاسق ضرور ہے۔

لما فی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" ـ

وفی فیض الباری (۳۱۹/۲): واعلم ان القیام عند ذکر میلاد النبی ﷺ لا اصل له فی الشرع واحدثه ملك الاربل کما فی تاریخ ابن خلکان انه کان یعقد له مجالس ویصرف علیها اموالا ـ

وعلی هامشه یقول العلامة محمد بدرعالم المیرٹھی : یقول العبد الضعیف: ولا ینبغی ان یشك ان المیلاد المروج بین اظهرنا حرام قطعا فانه یشتمل علی المحرمات الکثیرة والمعاصی الظاهرة والباطنة من اضاعة المال وقرأة الروایات الموضوعة التی لا اصل لها فی الدین ...... فتلك المجالس کلها مجالس البدع فاحذروها وعلیکم بسنة نبیکم فانها العروة الوثقی لا انفصام لها ـ

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۱۹۸/۱): ولد صلوات الله علیهم وسلامه یوم الاثنین ......ثم الجمهور علی ان ذلك کان فی شهر ربیع الاول فقیل للیلتین خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالك وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم ـ ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابو الخطاب بن دحیة ...وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة .... وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق......وهذا هو المشهور عند الجمهور ـ وهکذا فی البدایة والنهایة (۲۴۲/۲)

(۱۷۷) دس محرم کے مروجہ افعال

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ دس محرم کو کھچڑہ پکانا، سرمہ لگانا، نیا کپڑا پہننا

Marfat.com

یہ سب سنت ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ کھچڑہ اس وجہ سے سنت ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی جودی پہاڑ پر دس محرم کو پہنچی تھی اور آپ نے اتر کر کھچڑہ پکایا تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ تمام افعال فی نفسہ جائز ہیں لیکن انہیں دس محرم کے ساتھ خاص کرنا اور سنت سمجھ کر کرنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں۔روایات سے دس محرم کا روزہ تو ثابت ہے لیکن یہ افعال ثابت نہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

نیز یہ کہنا کہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جودی پہاڑ پر پہنچنے کے بعد دس محرم کو کھچڑہ پکایا تھا اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کے متبعین نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۹/۴۱): واستوت علی الجودی وقیل بعداللقوم الظالمین ای ھلاکا لھم الجودی جبل بقرب الموصل۔ استوت علیه فی العاشر من المحرم یوم عاشوراء فصامه نوح وامر جمیع من معه من الناس والوحش والطیر والدواب وغیرھا فصاموہ شکراًللّٰہ تعالی۔

وفی المشکوٰۃ (ص۱۷۸): وعن ابن عباس قال حین صام رسول اللّٰہ ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول اللّٰہ انه یوم یعظمه الیھود والنصاریٰ فقال رسول اللّٰہ ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع۔

وفی شمائل الترمذی ص۴: عن ابن عباس ﷺ ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلوالبصر وینبت الشعر وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل منھا کل لیلة۔

(۱۷۸) قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیروں کی قبروں پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبر کی مٹی خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں تا کہ بیماریوں سے شفا حاصل ہو۔نیز دس محرم کو خصوصی طور پر شربت پیتے اور پلاتے ہیں۔شرعاً ان سب امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں پیروں کی قبروں پر یا کسی اور قبر پر چادریں یا پھول وغیرہ چڑھانا جائز نہیں اسی طرح قبر کی مٹی اس نیت سے کھانا کہ اس میں اس صاحب قبر کی وجہ سے شفا ملے جائز نہیں بلکہ شرک ہے جو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔نیز دس محرم کو شربت

Marfat.com

پلانا اور پینا غیر اللہ کی نذر کے طور پر ہوتا ہے یا پھر تشبہ بالروافض کے طور پر ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ عمل ناجائز ہے۔

لمافی قوله تعالى (الشعراء: ۸۰): وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝

وفی تفسير روح البيان (۲۸۴/۶): وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ يبرئني من المرض ويعطى الشفاء لاالاطباء وذلك انهم كانوا يقولون المرض من الزمان ومن الاغذية والشفاء من الاطباء والادوية فاعلم ابراهيم ان الذى امرض هوالذى يشفى وهوالله تعالى۔

وقوله تعالى (المائده: ۳): حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

وفی عمدة القارى (۱۲۱/۳): وكذلك مايفعله اكثرالناس من وضع مافيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشئ۔

وفی المرقاة (۳۵۱/۱): وقد انكرالخطابی مايفعله الناس على القبور من الاخواص ونحوها بهذا الحديث وقال لااصل له۔

وفی الهندية (۳۴۱/۵): الطين الذى يحمل من مكة ويسمى طين حمزة هل الكراهة فيه كالكراهة فى اكل الطين على ماجاء فى الحديث ...... الكراهة فى الجميع متحدة۔

(۱۷۹) ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقریب ختم بخاری شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ عرس ناجائز ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

ختم بخاری شریف علماء کے ہاں نہ تو واجب ہے اور نہ ہی فرض بلکہ لزوم کے اعتقاد کے بغیر بخاری شریف کی آخری حدیث کے موقع پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے جس میں علماء وطلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔ مشائخ بیانات کرتے ہیں اور آخر میں دعا سے یہ اجتماع ختم ہوجاتا ہے اور اس اجتماع کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ ختم بخاری پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس تقریب سعید میں شامل ہوجائے۔

Marfat.com

اس کے برخلاف عرس میں منکرات وفواحش کا ایک ہجوم برپا ہوتا ہے کیونکہ عموماً عرسوں میں مردوزن کا بے جا اختلاط پایا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ نوبت بدکاری تک پہنچ جاتی ہے۔ گانا بجانا اور موسیقی عرس کا جزو لازم سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قبور کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے جو کام کئے جاتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا ان تمام وجوہات کی بناء پر عرس اور ختم بخاری شریف کی تقریب میں فرق ہے کہ ختم بخاری شریف جائز اور مروجہ عرس ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۰) عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں اور اس جوڑے کو احرام کہتے ہیں۔ ایسا سمجھنا اور کہنا صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کرنا اور کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور لفظ احرام جو بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسے ایسی جگہ جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولنا جہاں دنیا بھر کی خرافات ہوتی ہیں قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"۔

وفی المرقات (۱/۲۱۵) تحت هذه الرواية: قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر اوخفی ملفوظ اومستنبط فهو مردود علیه۔

(۱۸۱) عاشورہ کی رسومات اور بدعات

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں وعظ ونصیحت کی مجالس کا انعقاد ختم قرآن اور حضرت حسین کا ذکر شہادت بنیت ثواب اور ان کو ثواب پہنچانا کیا شریعت مطہرہ سے یہ چیزیں ثابت ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ چیزوں کا شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں روافض کی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ دس محرم کا اور ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مشروع ہے۔ پس روزے کے ماسوا دس محرم میں دیگر چیزیں ممنوع اور بدعت کے زمرے میں شامل ہیں۔ نیز یہ روافض کے ساتھ تشبہ کی بنا پر بھی ناجائز ہیں۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"۔

وفیه ایضا (ص۱۷۸): عن ابن عباس رضی الله عنهما قال مارأیت النبي ﷺ یتحری صیام یوم فضله علی غیره الاهذا الیوم یوم عاشوراء وهذا الشهر ......وعنه قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاری فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع۔

وفی ردالمحتار (۴۱۸/۲): وتعقبه ابن العز بانه لم یصح عنها فی یوم عاشوراء غیر صومه وانما الروافض لماابتدعوا اقامة المأتم واظهار الحزن یوم عاشوراء......ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب۔

(۱۸۲) "الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله" کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ کلمات حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر کہے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں البتہ آج کل مروجہ طریقہ التزام کی وجہ سے ناجائز اور بدعت میں شامل ہوگا۔ اور اگر حاضر وناظر کے عقیدے کے ساتھ کہے جائیں تو شرک ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۹۲۶/۲): حدثناابونعیم ...ابن مسعود یقول علمنی النبی ﷺ وکفی بین کفیه التشهد ...التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة الله ....
فلما قبض قلنا السلام یعنی النبی ﷺ۔

Marfat.com

وفی عمدة القاری (۱۱۱/٦): فان قلت ما الحكمة فی العدول عن الغيبة الى الخطاب فی قوله عليك ايها النبی مع ان لفظ الغيبة هو الذی يقتضيه السياق . . . قلت اجاب الطيبی بما محصله نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذی علمه للصحابة ويحتمل ان يقال على طريقة اهل العرفان ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول فی حريم الحی الذی لايموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبی الرحمة وبركة متابعة فاذا التفتوا فاذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته۔

وفی المشكوة (ص۸٦): عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتجعلوا بيوتكم قبورا . . . . . . وصلوا علی فان صلاتكم تبلغنی حيث كنتم۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين فی الارض يبلغونی من امتی السلام۔

وفيه ايضا (ص۸۷): عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من صلى علی عند قبری سمعته ومن صلى علی نائيا ابلغته۔

(۱۸۳) محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محفل میلاد منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مروجہ میلاد کا انعقاد، اس میں شرکت کرنا یہ بدعات کے پرچار کے مترادف ہے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں شرک ہے جس سے توبہ اور آئندہ ایسے کلمات سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۱۸٦

Marfat.com

(۱۸۴) جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک رسم یہ ہے کہ جنازہ سے آگے آگے قرآن مجید لیکر جاتے ہیں۔کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جنازے سے آگے قرآن مجید لیکر جانا خیر القرون سے کہیں بھی ثابت نہیں اور کسی غیر ثابت کام پر التزام کرنا ہی بدعت کہلاتا ہے لہٰذا یہ کام بھی بدعت میں شامل سمجھا جائے گا جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔...وعن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشرالامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة۔

وفيه ايضا(ص۲۸):عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولاآباء كم فاياكم واياهم لايضلونكم ولايفتنونكم۔

(۱۸۵) قرآنی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناموں کے کتبوں کو چومنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناموں کے کتبے لگے ہوتے ہیں بعض لوگ ان پر ہاتھ لگا کر چومتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کے کتبوں کو تعظیم کی بنا پر چومنا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے البتہ التزام سے پرہیز کریں کہ کہیں اس سے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔

Marfat.com

لما فی الدرالمختار (۳۸۴/۶): وفی القنية فی باب مایتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر ﷺ انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربي ومنشور ربي عزوجل وكان عثمان ﷺ يقبل المصحف ويمسحه على وجهه۔

(۱۸۶) ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے رشتہ دار طلباء کو بلا کرلاتے ہیں جو قرآن ختم کرتے ہیں پھر انہیں پیسے یا کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی نہ دے تو پھر ختم کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے اور اس طرح مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کی تقریبات میں شامل ہونے کی نیت عموماً کھانے اور پیسوں کی ہوتی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کھانے کو کچھ نہ ملے گا تو کوئی وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا جیسا کہ خود سائل نے بھی ذکر کیا ہے۔ ایسی نیت کے ساتھ پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملتا چہ جائیکہ وہ مردے کے لئے ایصال ثواب کرے اس کے علاوہ بھی اس طرح کے اجتماعات میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے احتراز لازم ہے۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مرضی سے خود ہی پڑھ کر مردے کو ایصال ثواب کردے اور قرآن ختم کرنا ضروری نہیں۔ سنت کے مطابق تھوڑا سا بھی عمل زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت زیادہ عمل کیا جائے لیکن وہ خلاف سنت ہو بلکہ ایسا عمل مزید وبال کا سبب بنتا ہے۔

لما فی ردالمحتار (۲۴۰/۲): واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءة سورة الانعام او الاخلاص ...... ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره۔

وفيه ايضا (۵۶/۶): فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرأ احد لاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انالله وانا اليه راجعون۔

Marfat.com

(۱۸۷) آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ شب برأت میں آتش بازی کرتے ہیں اور اسے ذریعہ ثواب سمجھا جاتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ اسے ثواب سمجھنا صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کی آتش بازی اسراف میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے اور اسے ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

لمافی قوله تعالی (الاسراء :۲۷): إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

وفی البحرالرائق (۲۱۵/۵): وفی القنية واسراج السرج الکثيرة فی السکك والاسواق ليلة البراءة بدعة۔

(۱۸۸) ۲۲ ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۲ ویں رجب کے کونڈوں کا آج کل عام رواج ہے اور اس میں طرح طرح کی رسومات اور خرافات ہوتی ہیں۔ کیا شرعاً یہ رسم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا سلف سے یہ ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

۲۲ ویں رجب کے کونڈے اور اس طرح کی دوسری خرافات شرعاً عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔ دراصل یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بغض کی علامت ہے کہ ابتداء میں روافض نے اسے ایجاد کیا کیونکہ اس دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس خوشی میں رافضیوں نے کونڈوں کو ایجاد کیا اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ رائج ہو گئے لہٰذا ان سے از حد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔ ...... وعن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدی هدی محمد وشرالامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة۔

Marfat.com

وفى البداية والنهاية (٨/ ١٤٥): بعد ذكر احوال معاوية ......ولاخلاف انه توفى بدمشق فى رجب سنة ستين فقال جماعة: ليلة الخميس للنصف من رجب سنة ستين وقيل ليلة الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين۔

(۱۸۹) رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے بعد اجتماعی یا انفرادی طور پر دعا کرنا کیسا ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ختم قرآن کے بعد اجتماعی اور انفرادی دعا کرنا مستحسن عمل ہے اور رمضان المبارک چونکہ نزول رحمت کا مہینہ ہے جبکہ ختم قرآن کا موقع بھی نزول رحمت وبرکت کا ہے لہٰذا اس موقع پر بلانیت التزام اجتماعی یا انفرادی دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافى القرآن الكريم (المؤمن:٦٠): وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

وفى المصنف لابن ابي شيبة (١٥/ ٤٧١): عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله۔

وفيه ايضاً: عن عبدالرحمن بن الاسود قال يذكر انه يصلى عليه اذا ختم۔

وفيه ايضاً: عن الحكم قال كان مجاهد وعبدة بن ابي لبابة وناس يعرضون المصاحف فلما كان اليوم الذى ارادوا ان يختموا ارسلو الىّ وإلى سلمة بن كهيل فقالوا انا كنا نعرض المصاحف فاردنا ان نختم اليوم فأحببنا ان تشهدونا انه كان يقال: اذا ختم القرآن نزلت رحمة عند خاتمته او: حضرت الرحمة عند خاتمته۔

وفيه ايضاً (صـ٤٧٢): عن الحكم عن مجاهد قال: الرحمة تنزل عند ختم القرآن۔

وفى الهندية (٥/ ٣١٨): الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان مكروه لكن هذا شئ لا يفتى به يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ... وينبغى أن يدعو فى صلوته بدعاء محفوظ واما فى غير حالة الصلوة ينبغى ان يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب... وفى (صـ٣١٧) ولا بأس باجتماعهم

Marfat.com

على قرائة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن... ويستحب له أن يجمع اهله وولده عند الختم ويدعو لهم... كذا فى الينابيع۔

وفى الدر المختار(۲/۱۷۵):وينبغى ان تكون خطبة الكسوف وختم القران كذلك و لم اره الخ...

وفى تقريرات الرافعى(۲/۱۱۵،۱۱۴):(قول الشارح لم اره) قال الشيخ الرحمتى لم ارذكر خطبة ختم القرآن ولا حكمها ولا كيفيتها... الى قوله ان عمر بن عبدالعزيز استحسن قرائة قل هو الله احد ثلاثا عند ختم القرآن ولم يستحسنه بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه بعض اهل العراق وأئمة الامصار فلا باس به لان ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن فى الصلوة المكتوبة فلا يزيد على مرّة ويكره الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضى الله عنهم ولذا قال ابو القاسم الصفار لولا اهل البلدة يقولون يمنعنا من الدعاء لمنعتهم ولكن هذا شئ لا يفتى به لانه لا ينبغى أن يقال للعامة مالا يفهمون ومثله فى التجنيس وفى الخانية وتكلموا فى الدعاءعند ختم القرآن فى رمضان وعند ختمه بجماعة واستحسنه المتأخرون فلا يمنعون من ذلك اهـ

Marfat.com

رسالة

ازالۃ الدرن فی حکم الدعاء بعد السنن

نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

(۱۹۰) سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز اور اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم کیا ہے؟ یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ فرض یا سنتوں کی دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

فرض اور سنت کے بعد اگر اجتماعی دعا ثابت نہیں تو نور الایضاح کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

"ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی یساره لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعده (ای بعد التطوع مراقی الفلاح) الناس ویستغفرون ... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم..."

(فصل فی الاذکار الواردة بعد الفرض، ص۸۰)

نیز التزام اور دوام میں فرق بیان کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ جو لوگ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام کرتے ہیں اور دعا نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تمام سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

فرائض کے بعد مسنون طریقہ یہ ہے کہ باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب مل کر دعا کریں۔ یہی طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سب مل کر دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی

Marfat.com

ہے۔

مامن عبد مؤمن يبسط كفيه فی دبر كل صلاة ثم يقول اللهم الهی و اله ابراهيم واسحاق ويعقوب...الا كان حقا على الله ان لا يرد يديه خائبتين۔ (كنز العمال، ۲/۱۳۴)

(یعنی جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اے میرے معبود، اے ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے معبود......اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۱/۴۸۲) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان رسول الله ﷺ رفع يده بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم خلص الوليد بن الوليد...الحديث

معارف السنن (۳/۱۲۵) میں بھی ''مصنف ابن ابی شیبۃ'' کے حوالے سے روایت مروی ہے۔

منها ما اخرجه ابن ابی شيبة فی مصنفه من حديث الاسود العامری عن ابيه قال صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا۔

(یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی)

کنز العمال کی مذکورہ روایت ''مامن عبد'' چونکہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے اس لئے اس کی تائید میں اسود عامری کی حدیث پیش کرنے کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اعلاء السنن (۳/۲۰۱) میں فرماتے ہیں۔

قلت: دلالته على رفع اليدين فی الدعاء بعد الصلوة المفروضة ظاهرة والحديث وان كان ضعيفاً فله شاهد من رواية الاسود عند ابن ابی شيبة وبه يحصل للضعيف قوة على ان الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع صرح به ابن الهمام فی كتاب الجنائز من الفتح۔

اس کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ آگے چل کر (۳/۲۰۵) فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رائج دعا مستحب ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب بعد كل صلاة مكتوبة متصلا بها برفع اليدين كما هو شائع فی ديارنا وديار المسلمين قاطبة۔

اسی طرح علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ معارف السنن (۳/۱۲۵) میں روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فهذه وما شاكلها من الروايات فی الباب تكاد تكفی حجة لما اعتاده الناس فی البلاد من الدعوات الاجتماعية دبر الصلوات...

یعنی نماز کے بعد اجتماعی دعا کیلئے بطور حجت یہی روایات کافی ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار (۱/ ۳۹۹) میں بھی صراحت فرمائی ہے۔

فدل ان الامر للاستحباب والندب کامرہ بالدعاء فی ادبار الصلوات ونحوہ۔

۲۔سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا کہ فرض نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل الگ الگ پڑھتے اور ان کے بعد دعا بھی الگ ہی کرتے بلکہ شریعت مطہرہ نے سنت ونوافل گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبد الاشھل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلوتھم راٰھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلوۃ البیوت۔ (مشکوۃ المصابیح، ص ۱۰۵)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بنو اشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہیں مغرب کی نماز ادا فرمائی نماز (فرض) کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ سنتیں اور نوافل ادا کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی پر تمام حضرات اکابر کا عمل بھی رہا، لہٰذا جب سنتیں مسجد میں ادا نہ ہوں گی تو سنن کے بعد کی دعا کیسے ثابت ہوگی کیونکہ سنتیں گھر میں پڑھنے کے بعد دعا کیلئے دوبارہ جمع ہونا بھی ثابت نہیں، بلکہ اگر کسی مصلحت یا مجبوری سے مسجد میں سنتیں ادا بھی کرنی پڑیں تو آپ نے مقتدیوں کے ساتھ دعا نہیں فرمائی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراءۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اھل المسجد

(مشکوۃ المصابیح، ص ۱۰۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی سنتوں میں اس قدر طویل قرات فرماتے ہیں کہ نمازی مسجد سے چلے جاتے۔

اسی طرح شرح معانی الآثار (۱/ ۳۳۹) میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مروی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال لی العباس: بتُّ اللیلۃ بآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی رسول اللہ العشاء ثم صلی بعدھا حتی لم یبق فی المسجد غیرہ۔

یعنی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ رہا۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول سنن کے بعد اجتماعی دعا کا نہ تھا۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ شروع سے ہی سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا معمول نہ تھا اب اسے ضروری اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ خصوصاً ایک ایسا کام جو بدعت کے زمرے میں داخل ہو حالانکہ ہمیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور آپ

Marfat.com

نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافاً كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذواياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔ (مشكوة المصابيح، ص۳۰)

یعنی تم میں سے جو میرے بعد رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، (پس ایسے اختلاف کے وقت) تمہارے لئے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اسی پر مضبوطی سے قائم رہو اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق منقول ہے۔

عن مجاهد قال دخلت مع عبدالله بن عمر رضي الله عنه مسجدا وقد اذن فيه ونحن نريد ان نصلى فيه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر رضى الله عنهما من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه۔ (جامع الترمذی، ۵۰/۱)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا، وہاں اذان ہو چکی تھی، ہمارا ارادہ وہاں نماز پڑھنے کا تھا، مؤذن نے لوگوں کو دوبارہ جمع کرنے کیلئے آواز دی (جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ سنے) تو وہاں سے نکلنے کیلئے کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔ گویا آپ نے اس قدر بھی پسند نہ فرمایا کہ اذان کے بعد لوگوں کو صرف جماعت کے وقت میں جمع کرنے کیلئے کوئی کلمات ادا کئے جائیں اور کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ وہاں نماز بھی ادا کرنا گوارا نہ کیا۔

اس طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ مسجد میں جا کر چاشت کی نماز ادا کر رہے ہیں تو چونکہ اس قدر اہتمام سے مسجد میں آ کر ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں تھا لہذا آپ نے اسے بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون فى المسجد صلاة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة۔

(صحيح البخاری، ۲۳۸/۱)

چنانچہ فتح الباری میں اس نکیر کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال عياض وغيره انما انكر ابن عمر ملازمتها واظهارها فى المساجد وصلاتها جماعة لا انها مخالفة للسنة۔ (۴۱/۳)

Marfat.com

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے والے اسلاف نے بھی ایسے امور کو قطعا برداشت نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوں، خواہ ظاہری اعتبار سے وہ فعل کتنا ہی معمولی کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، چنانچہ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے

قال ابن الماجشون: سمعت مالكا يقول من ابتدع فی الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة لان الله يقول "اليوم اكملت لكم دينكم" فما لم يكن يومئذ دينا فلا يكون اليوم دينا۔ (الاعتصام ص۳۰)

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر بھی سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام خداوندی کی تبلیغ میں (العیاذ باللہ) خیانت کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کو مکمل کر دیا تو جو کام آپ ﷺ کے زمانے میں دین میں داخل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ علامہ رازی "لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لان العمل اذا كان خالصا غير صواب لم يقبل وكذالك اذا كان صوابا غير خالص، فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة۔ (التفسير الكبير، ج۱۵/جزء۲۹/ص۵۶)

یعنی جو عمل خالص ہو لیکن صواب (درست) نہ ہو تو قبول نہیں اسی طرح جو صواب ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں اور خالص یہ ہے کہ اللہ کی رضا کیلئے ہو جبکہ صواب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

حاصل یہ ہوا کہ عمل کی قبولیت کیلئے جیسے نیت کا خالص اللہ کیلئے ہونا ضروری ہے ایسے ہی اس عمل کا سنت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

حضرت احمد بن الحواری فرماتے ہیں:

من عمل عملا بلا اتباع سنة فباطل عمله۔ (الاعتصام، ص۶۴)

یعنی جو عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

بلا ثبوت کسی کام کو کرنا تو دور کی بات ہے بلکہ ہر وہ کام جس کی شریعت نے صرف اجازت دی ہے اور اسے کار ثواب بتلایا، اگر اس کام کیلئے شریعت نے کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا، یا مکان کی تعیین نہیں کی، اب اگر ایسے کام کیلئے اوقات یا مکان کی تعیین کر دی جائے تو فقہاء نے اسے بھی بدعت میں شامل کیا ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جو پیچھے نقل ہو چکا کہ آپ نے چاشت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کو بدعت فرمایا حالانکہ یہ نماز فی نفسہ ثابت ہے لیکن جس طرح ثابت ہے جب اس طریقے سے ہٹ گئی تو اسے بدعت میں شامل فرمایا۔ اسی طرح علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں صراحت فرمائی ہے۔

ومنها التزام العبادات المعينة فی اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة۔

Marfat.com

(۱/۲۳)

یعنی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ عبادات معینہ کی اوقات معینہ میں ادائیگی کا ایسا التزام جس کا شریعت نے پابند نہیں کیا۔

آج کل یہی معاملہ دعا جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ کیا جا رہا ہے، شریعت نے اس عبادت کو کسی خاص کیفیت وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا ہے تاکہ ہر ایک کسی وقت بھی اپنے رب سے مناجات کرنا چاہے تو کر لے، لیکن آج کل اس عبادت کو خاص عمل (سنتوں کے بعد) کے ساتھ لازم کیا جا رہا ہے، اور جو ایسا نہ کرے اس پر نکیر بھی کی جاتی ہے، ظاہر ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت کہیں بھی نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام ومن معه یقومون بعد المکتوبة بعد قراءتهم اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذلك وقد جری العمل منهم بذلك علی سبیل الالتزام والدوام حتی ان بعض العوام اعتقدوا ان الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومین ضروری واجب ...ومن لم یرض بذلك یعزلونه عن الامامة ویطعنونه ولا یصلون خلف من لا یصنع بمثل صنیعهم وایم الله ان هذا امر محدث فی الدین۔ (اعلاء السنن، ۳/۲۰۵)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سرزمین ہندوستان کے بعض بدعتی دھڑوں پر رحم فرمائیں جہاں پیش امام اور مقتدی حضرات فرائض کے بعد مسنون دعا "اللھم انت السلام" پڑھنے کے بعد سنن ونوافل ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر باآواز بلند دوسری مرتبہ دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور یہ عمل ان میں دوام اور التزام کے طور پر رائج ہے حتیٰ کہ لوگ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو ضروری اور واجب گردانتے ہیں۔ جو امام بے چارہ ان کی اس خود ساختہ روش پر عمل پیرا نہ ہو اس کو منصب امامت سے معزول کر کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جو ان کے اس طرز دعا کے قائل نہیں ان کی اقتداء میں نماز تک نہیں پڑھتے۔ رب کعبہ کی قسم یہ دین میں نیا اضافہ ہے۔

اسی طرح علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم ان ما راج فی کثیر من بلاد الهند الجنوبیة الدعاء بکیفیة مخصوصة بعد الرواتب ... ففی مثل هذه یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة۔ (معارف السنن ۳/۱۲۶)

سرزمین ہندوستان کے بعض جنوبی علاقوں میں فرائض کے بعد جو مخصوص کیفیت اور طریقہ سے دعا جاری اور رائج ہے...... اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بدعت بدعات کثیرہ کو شامل اور متضمن ہے۔

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے آج کل جو طریقہ رائج ہے کہ سنتوں کے بعد دوبارہ اجتماعی دعا کی جاتی ہے یہ دین میں اپنی طرف

Marfat.com

سے زیادتی ہے۔

دعا کیلئے تین بار ہاتھ اٹھانا

ماقبل تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ہی ثابت نہیں ہے، البتہ جہاں فرائض کے بعد ثبوت ہے تو وہاں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ دعا کیلئے تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے گئے ہوں، لہٰذا جب سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہی نہیں تو تین مرتبہ ہاتھ اٹھانا کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ نیز عدم ثبوت کی ایک واضح اور روشن دلیل یہ بھی ہے کہ دعا کا معاملہ عمر بھر میں کوئی ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ کئی مرتبہ کا ہے اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور نقل کرتے، جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسے نقل نہیں کرتے تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

غیر انه یظهر بعد البحث والتحقیق انه وان وقع ذلك احیانا عند حاجات خاصة لم تكن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة رضی الله عنهم والا لكان ان ینقل متواترا البتة۔ (معارف السنن ۱۲۶/۳)

نور الایضاح کی عبارت کا جواب

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلاء السنن میں یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فانه لا دلالة فیه علی قراءة كل ذلك والدعاء بعدها مجتمعین وان یفعل ذلك كله فی المسجد فان صیغة الجمع لا تستدعی الاجتماع والاصطحاب اصلا نص علی ذلك الاصولیون فمعنی كلامه ان المسلمین ینبغی لهم قراءة الاوراد الماثورة بعد المكتوبات بان یأتی كل احد بها علی حدة ویدعو كل احد بعدها لنفسه وللمسلمین لان الشرنبلالی نفسه قد نص قبل ذلك علی ان الافضل بالسنن اداؤها فیما هو ابعد من الریاء واجمع للخلوص سواء البیت او غیره۔ فلما كان الافضل بالسنن عنده البیت ونحوه فكیف یمكن حمل كلامه ویستغفرون الله ویحمدونه الخ علی فعل ذلك فی المسجد بالاجتماع۔ (۲۰۸/۳)

یعنی مذکورہ عبارت سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر دلالت نہیں کر رہی، اگرچہ اس عبارت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن یہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتے کہ وہ سب مل کر ایک ساتھ دعا کریں، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ سنتوں کے بعد اپنے لئے اور سب مسلمانوں کیلئے دعا کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں خلوص ہو چاہے گھر میں پڑھ لے یا کسی اور جگہ، لہٰذا جب ماتن کے نزدیک سنتیں گھر وغیرہ میں پڑھنا افضل ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس عبارت کو مسجد میں سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر محمول کیا جائے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

الغرض کوئی بھی کام انفرادی یا اجتماعی جس طرح آپ ﷺ نے کیا اسی طرح کرنا اطاعت ہے، اس سے ہٹ کر کرنا دنیا وآخرت دونوں کے اعتبار سے خسارے کا سبب ہے، لہٰذا دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کون سا کام کس طریقے سے کیا ہے نہ کہ ایسا ہو کہ یہ کام ہمیں اچھا لگتا ہے لہذا ہم تو ایسے ہی کریں گے، اور اس کیلئے ثبوت تلاش کیا جائے، من گھڑت قصے سنائے جائیں اور آیات واحادیث کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے، اس سے ہماری علیحدہ پہچان تو ہو سکتی ہے، لوگوں میں ہمارا تذکرہ تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں تو وہی عمل مقبول ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے، چاہے ہمیں وہ اچھا لگے یا نہ لگے کیونکہ ہماری پسند کوئی معیار نہیں، معیار تو صرف آپ ﷺ کے طریقے ہیں۔ لہذا ضد وہٹ دھرمی، عناد اور اندھی تقلید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کون سا طریقہ پسند ہے، جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہو یا جس سے آپ کی علیحدہ پہچان ہو، اور ساتھ میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب حق بات سامنے آجائے اور کوئی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کے بجائے ضد پر ہی ڈٹ جائے تو اللہ تعالی اس کی فہم کی استعداد ختم کر دیتے ہیں اس کے بعد حق بات اسے سمجھ میں ہی نہیں آتی، چنانچہ ایسے ہی حضرات کا اللہ تعالی نے خود ذکر فرمایا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحَوْلَه ذَهَبَ اللهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّايُبْصِرُوْنَ (البقرہ:۱۷)

التزام اور دوام میں فرق:

التزام اور دوام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ التزام میں اعتقاد کا دخل ہوتا ہے جبکہ دوام میں اعتقاد کا دخل نہیں ہوتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ التزام اور دوام اصطلاحی اعتبار سے ہم معنی ہیں، البتہ التزام میں کسی کام پر دوام کے ساتھ اسے اپنے اوپر لازم سمجھا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے دونوں میں یہ فرق ہے کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار دیا ہے، اب اس اختیار کے باوجود کوئی ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے، مثلاً اوابین یا تہجد کے نوافل، ان کو ہمیشہ ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا البتہ اگر کوئی اس دوام کے ساتھ ان کو لازم سمجھے بایں طور کہ ان کو چھوڑنا گناہ سمجھے اور نہ کرنے والے کو قابل ملامت گردانے تو یہ التزام ہے، اور یہ گناہ کا سبب ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت نے جو مرتبہ ان امور کو دیا ہے اس سے ہٹا دینا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب فى كل شىء اى من امور العبادة لكن لما خشى ابن مسعود رضى الله عنه ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته۔ (فتح الباری، ۲/۲۷۰)

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مندوبات اور مستحبات کو شریعت کی جانب سے طے شدہ مرتبہ اور رتبے سے ہٹایا جائے تو وہ مکروہات کا روپ دھار لیتے ہیں۔ دیکھیں عبادت میں ہر چیز کا آغاز دائیں جانب سے کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں تو آپ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔

Marfat.com

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ عزوجل یحب ان تؤتی رخصہ کما یحب ان تؤتی عزائمہ۔

(مرقاۃ المفاتیح، ۲/۳۵۳۵۲/۲)

ترجمہ: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب اور عمل مندوب پر ایسا التزام اور اصرار کرے کہ اس کو عزیمت بنائے اور رخصت پر عمل پیرا ہونے کا قائل ہی نہ ہو تو یقیناً شیطان اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جب ایک مستحب عمل پر مذکورہ طرز سے التزام شیطانی مشن کی تکمیل ہے تو ایک ناجائز اور امر بدعت پر التزام اور اصرار کے وبال کا خود فیصلہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح کہ عزیمتوں پر عمل کرنا اس کو پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطاء فرمائے۔ آمین

Marfat.com

(۱۹۱) نماز تراویح کے دوران الصلوٰۃ بر محمد کا نعرہ لگانا

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں نماز تراویح کے دوران ہر چار رکعات کے بعدزور سے الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگایا جاتا ہے اوراکثر نمازی انتہائی بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔تواب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے کلمات کا نماز تراویح کے درمیان کہنا کیسا ہے؟ کیا یہ کہیں سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز تراویح میں چار رکعات کے بعد الصلاۃ برمحمد کا نعرہ لگانا کہیں سے ثابت نہیں ہے البتہ چار رکعات کے بعد تسبیح وتہلیل اوردعا ثابت ہے لہٰذا اس بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔نیز زور سے نعرہ لگانے میں مسجد کی بھی بے ادبی ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

وفی المرقاۃ (۲۱۵/۱): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من ای بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواہ فهو رد ای مردود غیر مقبول فهذه الروایة اعم۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴۶/۲): یجلس بین کل اربعة بقدرها وکذا الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت۔

وفی الشامیة: (بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلث مرات ''سبحان ذی الملك والملکوت۔

(۱۹۲) بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ زندگی پر زندگی نہ گزار کر بزرگی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو بزرگ کہنا چاہیے یا نہیں؟

Marfat.com

۲۔عام طور پر مشہور ہے کہ کافر کی تعظیم بھی کفر ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آج کل ہمارے حکمران غیر مسلم ممالک کے دورے پر جاتے ہیں یا کافر ممالک کے غیر مسلم حکمران ہمارے یہاں آتے ہیں تو مسلمان حکمران ان غیر مسلموں کا استقبال وتعظیم کرتے ہیں۔آیا یہ فعل کفر شمار ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بزرگی کا معیار ہے کہ جو شخص جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل پیرا ہوگا وہ اسی قدر بڑے پائے کا بزرگ ہے۔اب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر کیسے بزرگ ہوسکتا ہے۔ایسا شخص جھوٹا اور دھوکے باز تو ہوسکتا ہے، بزرگ نہیں ہوسکتا۔لہٰذا ایسے شخص کو بزرگ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔اگر کوئی مسلمان کفار کی اپنے افعال یا اقوال سے تعظیم کرے تو اگر یہ تعظیم ان کے کفر کی بناء پر ہو تو یہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر یہ تعظیم کفر کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس قدر تعظیم سے بھی احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ کافر کی تعظیم فی الجملۃ کفر کی تائید ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۲۳): ولن یکون ولیا الا وان یکون محقا فی دیانته ودیانته الاقرار بالقلب واللسان برسالة رسوله مع الطاعة له فی اوامره ونواهیه حتی لو ادعیٰ هذا الولی الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم یکن ولیا۔

وفیه ایضاً (ص۲۲۳): ولا یصل العبد مادام عاقلا بالغا الی حیث یسقط عنه الامر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف واجماع المجتهدین علی ذلك۔

وفی التاتارخانیة (۵/۵۲۲): واتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فهو کافر۔

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۳): ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔

وفی الشامیة تحته: (قوله تبجیلا) قال فی المنح قید به لانه لو لم یکن کذلك بل کان لغرض من الاغراض فلا بأس به ولا کفر۔

(۱۹۳) شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر جمعرات کو شب جمعہ کے لئے تبلیغی مرکز جانا اور اجتماع کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی کوئی نظیر موجود ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کر لینا درست ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے اکابرین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲۰): عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علینا الرجال فاجعل لنا یوما عن نفسك فوعدھن یوما لقیھن فیه فوعظھن وامرھن۔

وفیه ایضا (۱/۱۶): حدثنا عثمان بن ابی شیبة عن ابی وائل قال کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یااباعبدالرحمن لوددت انك ذکرتنا کل یوم قال اماانه لم یمنعنی من ذلك انی اکرہ ان املکم۔

وفی فیض الباری (۱/۱۷۰): ان مثل ھذہ التعینات لاتعد بدعة والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون متلبسة بالدین۔

(۱۹۴) رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات کو ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو جیسا کہ میں نے اکثر سنا ہے تو اس میں جو اتنا زیادہ انتظام واہتمام کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز اس رات قبرستان جانا کیسا ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شب قدر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ کون سی رات ہے، اکثر حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہے البتہ یہ اختلاف پھر بھی باقی ہے کہ کون سی رات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت والی رات کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جنہیں وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں، ہر چیز کا معلوم ہونا ہمارے لئے ضروری نہیں ہمارا کام صرف تعمیل ارشاد خداوندی ہے نہ کہ احکام کی علتوں کا معلوم کرنا، لہٰذا یہ دعوی کرنا کہ فلاں شب شب قدر ہے بہت مشکل ہے، کیونکہ اول اس کے بارے میں معلوم نہیں، چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بخاری شریف (۱/۲۷۰) میں موجود ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو دوم قرائن وعلامات سے

Marfat.com

معلوم ہو بھی جائے کہ اس رمضان میں فلاں رات تھی تو آئندہ سال اسی رات میں دوبارہ شب قدر کا ہونا کوئی یقینی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رات میں بھی ہو سکتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ تھا کہ اس کا رمضان میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سال بھر کی راتوں میں گھومتی رہتی ہے لہٰذا رمضان کے علاوہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ خود بخود واضح ہو گیا کہ ستائیسویں شب یقینی طور پر شب قدر نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ بعض آثار سے ستائیسویں شب کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد نہیں ہو سکتا کیونکہ اولاً فقہاء ہم سے زیادہ ان آثار سے واقف تھے وہ ضرور صراحت کرتے کہ شب قدر ستائیسویں شب میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ثانیاً جس طرح ستائیسویں شب کے بارے میں روایات ہیں اسی طرح دوسری راتوں کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں۔ ثالثاً ان حضرات کا بیان ان کی اپنی حیات سے متعلق تھا کہ ان کی حیات میں یہ شب کس رات میں تھی۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اس رات کو ہی شب قدر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ دوسری رات بھی شب قدر ہو سکتی ہے۔

البتہ ہمارے ہاں کچھ حضرات ایسے ہیں کہ انہیں چہل پہل، کھانے اور پینے سے خاصی رغبت ہے اگرچہ یہ فی نفسہ مرغوب چیزیں ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اپنی حدود میں رہیں، کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو لیکن جب اپنی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے تو اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ یہی معاملہ یہاں پر بھی ہوا کہ یہ حضرات اس شوق میں یہ بھول گئے کہ دین کے معاملات میں ہر وہ عمل قابل اتباع اور قابل ستائش ہے، جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں موجود ہوا گر عبادت سے متعلق کوئی چیز ایسی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں وہ خاص وقت آنے کے باوجود، اور ایک بار نہیں بار بار آنے کے باوجود اگر اس پر ویسا عمل نہیں کیا گیا، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے تو یہ کام کے صحیح نہ ہونے کی علامت کیلئے کافی ہے اس کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اس دین سے محبت کرنے والا کون ہو سکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ کام نہیں کروایا تو اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا حکم ہی نہ تھا اس کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ سچا عاشق کوئی نہیں ہو سکتا اگر کسی کام کو وہ بھی نہیں کر رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام مشروع نہیں ہے۔ اب ایک نظر ان کاموں کا جائزہ لیتے ہیں جو ہمارے ہاں رائج ہیں

ختم قرآن: بعض فقہاء نے آثار کی وجہ سے اس رات میں ختم قرآن کو مستحب قرار دیا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری اندلسی اپنے فتاوی ''تاتارخانیہ'' (۱/ ۶۶۰) میں اس کی صراحت فرماتے ہیں......

وينبغي للامام اذا اراد الختم ان يختم في الليلة السابعة والعشرين لكثرة ماجاء من الاخبار انها ليلة القدر۔

لیکن اس کا اس طور پر اہتمام کرنا کہ گویا اس رات کے علاوہ میں ختم قرآن ہو نہیں سکتا یہ صحیح نہیں ہے۔

شبینہ: اسی طرح اس رات میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل مفاسد ہیں۔

۱۔ شبینہ کی نماز نوافل میں سے شمار ہوتی ہے، جبکہ احناف کے ہاں راجح مذہب کے اعتبار سے نوافل کی جماعت مکروہ ہے، حالانکہ یہاں جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

۲۔کلام مقدس کوجلدی جلدی پڑھ کرختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں بعض اوقات انتہائی فحش غلطیاں ہوجاتی ہیں۔

۳۔سننے اورسنانے والے قرآن پاک کواس کی عظمت کاخیال کر کےنہیں سنتے یاسناتے کیونکہ ہرایک کے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ اتنازیادہ کون سنے گالہذا جنہوں نے بعد میں سنانا ہے وہ بڑے مزے سے پیچھے بیٹھ کرگپ شپ لگاتے ہیں تا کہ تھوڑا آرام ہوجائے اور سننے والے بھی انتظار کرتے ہیں کہ جب رکوع کے قریب پہنچ جائیں تونماز میں شامل ہوں گے۔یہ مالک الملک کی عبادت کی عظمت کے خلاف ہے۔

۴۔عام طور پراس موقع پرلاؤڈاسپیکر کااہتمام کیاجاتا ہے،اس مسجد کے قریب میں کوئی مریض ہو یا کوئی آرام کرنا چاہتا ہوتو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے،حالانکہ اپنی عبادت کیلئے دوسروں کوتکلیف میں مبتلا کرنا کونسی عبادت ہے،خاص طور پراس وقت جب کہ مسجد میں موجوداشخاص تورکوع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں اورلوگوں کو پریشان کر کے اسے ثواب سمجھا جارہاہواس سے بڑی حماقت اورکیا ہوگی۔

۵۔عام طور پر تلاوت کے بعدتلاوت کرنے والوں کوکچھ دینے کارواج بھی ہے،حالانکہ تلاوت قرآن پراجرت وغیرہ جائز نہیں،چاہے پہلے طے کر کے ہو یامعروف ہو،اورآپ اسے ہدیہ کانام دیں یا کچھ اور،کیونکہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو کتنے حفاظ ان کے علاوہ بھی ہیں کیا آپ انہیں بھی ایسے ہی ہدایا دیتے ہیں حالانکہ ایسانہیں ہوتااوراگر بالفرض مان بھی لیں کہ آپ سب کودیتے ہیں تواس خاص موقع پردینا کیاضروری ہے،جبکہ اس سے شریعت کے خلاف ہونے کاکم سے کم شبہ ضرور موجود ہے۔

۶۔لاؤڈاسپیکر کااستعمال،کھانے پینے کی اشیاء کی فروانی،تلاوت کے بعدقیمتی تحائف یہ سب ریا کاری پردلالت کرتے ہیں جس کاکوئی فائدہ پہنچناتودرکناراُلٹااللہ تعالی کی ناراضگی کاسبب ہے۔

۷۔شبینہ کے بعدحفاظ کے درمیان موازنہ جوبعض اوقات دوسروں کی غیبت تک لے جاتا ہے،ورنہ کم سے کم ہتک عزت تو ہے ہی۔

۸۔شبینہ میں جاگنے والوں میں سے بعض سے صبح کی نماز کاقضاء ہوجانا حالانکہ رات بھرکی نوافل سے صبح کی باجماعت نماز زیادہ ضروری ہے۔

۹۔عام طور پراس میں مسجد کی کمیٹی رقم خرچ کرتی ہے اوران کے پاس مسجد کے چندے کی رقم ہوتی ہے،اسی میں سے اس موقع پرخرچ کردی جاتی ہے،حالانکہ وہ چندہ شبینے کے لیے جمع نہیں کیا گیا ہوتا اس میں وہ افراد جومسجد کی کمیٹی میں شامل ہیں اللہ کے ہاں مجرم ہیں جنہوں نے مسجد کی رقم دوسرے کام میں لگادی۔

۱۰۔اوراگراس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا بھی جائے تواس کاطریقہ یہ ہوتا ہے،تمام افراد کے لئے ایک متعینہ رقم خاص کردی جاتی ہے کہ ہرشخص اتنی رقم ضروراداکرے گااس سے زیادہ چاہے تواداکرسکتا ہے،اب اس میں بعض افرادنہیں دینا چاہتے لیکن اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراًدیناپڑتی ہے اوراگر یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے تودوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ سب کے سامنے اعلان کردیا جاتا ہے اس

Marfat.com

میں بعض افراد باتوں کا نشانہ بننے سے بچنے کیلئے دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے "لا یحل مال امرئ الابطیب نفس" (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ۲۵۵)

یعنی آپ کیلئے کسی دوسرے مسلمان بھائی کا مال اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اپنی دلی چاہت سے نہ دے۔

الحاصل ان تمام مفاسد کی وجہ سے شبینہ کا اہتمام صحیح نہیں ہے۔

چراغاں کرنا: اس رات کیلئے مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور یہ سارا خرچ مسجد کا شمار ہوتا ہے، حالانکہ فقہاء اس سے منع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مسجد کا خرچ نہیں لہذا اگر کمیٹی کے صدر نے ایسا کیا تو یہ خرچ اپنی جیب سے بھرے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں

"ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلك اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بهذه الوصیة ...ویضمن القیم و کذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلة القدر" (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

قبرستان جانا: جب عرب کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبرستان جاتے وقت انہیں شیطان دوبارہ پھسلا دے اور یہ دوبارہ جاہلیت والے کاموں میں لگ جائیں لہذا آپ نے انہیں قبرستان جانے سے منع کردیا جب وہ اس معاملے میں راسخ ہو گئے تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی اور یوں فرمایا:

"کنت نہیتکم عن زیارة القبور الافزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکر الآخرة"

(کنز العمال، ۶۴۶/۱۵)

ترجمہ: میں تم کو زیارت قبور اور قبرستان جانے سے منع کرتا رہا ہاں اب تم قبرستان جایا کرو کیونکہ اس سے دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی یاد میں مدد ملتی ہے۔

اب شریعت مطہرہ نے زیارت قبور کیلئے کسی وقت کو خاص نہیں کیا بلکہ جس وقت جانا چاہیں اسی وقت جا سکتے ہیں البتہ شریعت کے غیر متعین امر کی اپنی طرف سے تعیین صحیح نہیں بلکہ شریعت کی رخصت کو تنگی میں تبدیل کرنا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی آج کل جانا صحیح نہیں کیونکہ مردوزن کا اختلاط، قوالی اور دوسرے مفاسد ثواب سے زیادہ گناہ کا موجب بنتے ہیں اور خاص طور پر عورتوں کو تو عام حالات میں قبرستان جانے کی اجازت نہیں خاص اس موقع پر جب مردوں کا ہجوم ہوتا ہے بے پردگی کا صرف وہم نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے ایسی صورت میں عورتوں کیلئے جانا کیسے جائز ہوگا۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۲۴۴/۱۰): واخرج احمد والبخاری ومسلم والترمذی عن عائشة قالت

Marfat.com

قال رسول الله ﷺ تحروا ليلة القدر فى الوتر من العشر الاواخر من شهر رمضان وفى حديث اخرجه احمد وجماعة عن عبادة بن صامت مرفوعا وحديثين إخرجهما ابن جرير وغيره عن جابر بن سمرة وعن عبدالله بن جابر كذلك مايدل على ماذكر ايضا بل الاخبار الصحيحة الدالة عليه كثيرة وبالجملة الاقوال فيها مختلفة جدا الا ان الاكثرين على انها فى العشر الاواخر لكثرة الاحاديث الصحيحة فى ذلك واكثرهم على انها فى اوتارها لذلك ايضا وكثير منهم ذهب الى انها الليلة السابعة من تلك الاوتار وصح من رواية الامام احمد ومسلم وابي داؤد والترمذى والنسائى وابن حبان وغيرهم ان ذربن حبيش سأل ابي كعب عنها فخلق لا يستثنى انها ليلة سبع وعشرين فقال له بم تقول ذلك ياابالمنذر فقال بالآية والعلامة التى قال رسول الله ﷺ انها تصبح من ذلك اليوم تطلع الشمس ليس لها شعاع وبعض الاخبار عن ابن عباس ظاهرة فى ذلك...

وفى المشكوة (صـ٢٧): عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

وفى الصحيح لمسلم (٢٥٩/١): ان عبدالله بن مسعود يقول من قام السنة اصاب ليلة القدر فقال ابي والله الذى لا اله الا هو انها لفى رمضان يحلف ما يستثنى ووالله انى لاعلم اى ليلة هى هى الليلة التى امرنا بها رسول الله ﷺ بقيامها هى ليلة صبيحة سبع وعشرين وامارتها ان تطلع الشمس فى صبيحة يومها بيضاء لا شعاع لها۔

وفى شرح مسلم للنووى رحمه الله تحت هذا :وهذا احد المذاهب فيها واكثر العلماء على انها ليلة مبهمة من العشر الاواخر من رمضان وارجاها اوتارها وارجاها ليلة سبع وعشرين وثلاث وعشرين واحدى وعشرين...

وفى الهندية (٨٣/١): التطوع بالجماعة اذاكان على سبيل التداعى يكره۔

وفى الدرالمختار (٤٨/٢): (التطوع بجماعة خارج رمضان) اى يكره ذلك على سبيل التداعى بان يقتدى اربعة بواحد كما فى الدرر...وفى الاشباه عن البزازية :يكره الاقتداء فى صلاة رغائب وبراءة وقدر...

وفى الشامية (على سبيل التداعى)هو ان يدعوا بعضهم بعضا كما فى المغرب وفسره الوانى بالكثرة وهو لازم معناه...(وقدر)الظاهران المرادبهاليلةالسابع والعشرين من

Marfat.com

رمضان۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۲):(بزیارۃ القبور)ای لاباس بھا بل تندب کما فی البحر عن المجتبی فکان ینبغی التصریح بہ للامر بھا فی الحدیث المذکور کما فی الامداد وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل، قال فی شرح لباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعۃ والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ، فتحصل ان یوم الجمعۃ افضل۔

(۱۹۵) ۲۷ رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ۲۷ رجب کو شب معراج بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، کیا ۲۷ رجب کو جاگنا، اس رات میں عبادت کرنا، مساجد کا چراغاں کرنا ان تمام چیزوں کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب معراج کا ثبوت ۲۷ رجب میں نہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قرآن وسنت سے شب معراج ثابت تو ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال پہلے ہوا لیکن یہ معراج کون سے مہینے اور تاریخ کو ہوئی اس میں مختلف اقوال ہیں، مثلاً سترہ ربیع الاول، ربیع الثانی، ستائیس رجب، رمضان اور شوال وغیرہ۔ بعض حضرات نے سترہ ربیع الاول اور بعض نے ستائیس رجب کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ کہ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی ایک شب کو تعیین کے ساتھ شب معراج کہنا مشکل ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے یہ شب قدر سے کم نہیں ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شب قدر میں عبادت وریاضت کا ثبوت ملتا ہے جبکہ اس رات میں عبادت کا ثبوت نہیں ملتا، ویسے تو ہر رات کو عبادت کرنا اللہ کے ہاں قربت کا ذریعہ ہے لیکن خاص اہتمام سے لوگوں کو جمع کرنا اور مساجد میں جمع ہو کر عبادت کرنا بغیر ثبوت کے مشکل ہے، اسی طرح چراغاں کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں۔

۱۔ضرورت سے زائد روشنی اسراف ہے جو جائز نہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں ”ان اللہ لا یحب المسرفین“ یعنی اللہ تعالی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اب یہ کام عبادت کے موقع پر ہو رہا ہے اور کام ایسا ہے جو اللہ کے ہاں ناپسند ہے تو بجائے فائدے کے نقصان کا کام ہوا۔

۲۔روشنی کا یہ انتظام یا تو مسجد کے چندے سے ہوگا یا لوگوں سے چندہ کر کے، اگر مسجد کے چندے سے ہو تو جائز نہیں، کیونکہ یہ

Marfat.com

مسجد کی ضروریات سے زائد ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں:

"ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلك اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بهذه الوصیة ...ویضمن القیم و کذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلة القدر" (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا اور اگر یہ خرچ چندے سے کیا جائے تو سارے خرچ کے اعتبار سے عام افراد سے متعین کر کے وصول کیا جاتا ہے، جس میں بعض افراد مجبور اد یتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس" (کسی کا مال اس کی دلی چاہت کے بغیر کھانا، استعمال کرنا جائز اور حلال نہیں ہے)۔ لہٰذا یہ بھی ناجائز ہوا۔ حاصل یہ کہ یہ سارے کام ثابت نہیں پھر ان کا التزام واہتمام بدعت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح عدم ثبوت کے علاوہ بھی اس میں دوسرے مفاسد ہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لمافی القرآن الکریم: سُبْحٰنَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِه لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَه لِنُرِیَه مِنْ اٰیَاتِنَا إِنَّه هُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○ (الاسراء:۱)

وفی روح المعانی (۵/ص۶): وکذا اختلف فی شهره ولیلته فقال النووی فی الفتاوی: کان فی شهر ربیع الاول وقال فی شرح مسلم تبعا للقاضی عیاض إنه فی شهر ربیع الاخر وجزم فی الروضة بانه فی رجب وقیل فی شهر رمضان وقیل فی شوال وکان علی ماقیل اللیلة السابعة والعشرین من الشهر۔ وهی علی مانقله السفیری افضل اللیالی حتی لیلة القدر مطلقا وقیل هی افضل بالنسبة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیلة القدر افضل بالنسبة الی امته صلی اللہ علیہ وسلم وزد بان ماکان افضل بالنسبة الیه افضل بالنسبة الی امته صلی اللہ علیہ وسلم مطلقا نعم لم یشرع التعبد فیها والتعبد فی لیلة القدر مشروع الی یوم القیمة۔

وفی الصحیح للبخاری (۶۸۴/۲): عن جابر بن عبدالله قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله لی بیت المقدس فطفقت أخبرهم عن اياته وانا انظر اليه۔

وفی الصحیح لمسلم (۷۷/۲): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد۔

وفیه ایضاً (۷۶/۱): ... سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الله کره لکم ثلاثا قیل وقال واضاعة المال وکثرة السؤال۔

Marfat.com

وفی طبقات ابن سعد (۱/۱۴۵): اسری برسول اللہ ﷺ لیلة سبع عشرة من شهر ربیع الاول۔

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۲/۹۳): اسری برسول اللہ ﷺ قبل خروجه الی المدینة بسنة ... ان الاسراء کان لیلة السابع والعشرین من رجب۔

وفی سیر اعلام النبلاء (۱/۱۶۴): اسری برسول اللہ ﷺ الی بیت المقدس قبل الهجرة بسنة۔

وفی مختصر سیرة الرسول (ص۱۹۶): کان الاسراء قبل الهجرة بسنة... وقال ابن عبدالبر وغیره کان بین الاسراء والهجرة سنة وشهران ... وذکر النووی فی فتاواه انه کان فی ثالث عشر ربیع الاخروقال فی شرح مسلم فی ربیع الاول وقیل کان لیلة السابع والعشرین من رجب واختاره الحافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی۔

وعلی هامش اللجنة الدائمة (۳/۶۵): وهذه اللیلة التی حصل فیها الاسراء والمعراج لم یأت فی الاحادیث الصحیحة تعیینها وکل ماورد فی تعیینها فهو غیر ثابت عن النبی ﷺ عند اهل العلم بالحدیث ... ولوثبت تعیینها لم یجز للمسلمین ان یخصوها بشئ من العبادات فلم یجز لهم ان یحتفلوا بها ولوکان الاحتفال بها امراً مشروعا لبینه الرسول ﷺ للامة اما بالقول او الفعل... ولنقله الصحابة الینا ... فعلم ان الاحتفال بهاوتعظیمها لیسا من الاسلام فی شئ۔

(۱۹۶) ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صفر المظفر میں چھولے بانٹتے ہیں آیااس کی کوئی شرعی حیثیت ہے یانہیں؟ کیااس کی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

ماہِ صفر میں چھولے بانٹنے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین اور سلف صالحین رحمہ اللہ علیہم سے ثابت ہے۔اس لئے اس کاالتزام بدعت ہے لہٰذا چھولے بانٹنے اوراس کولے کرکھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد "۔

وفی المرقاة (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من ای بشئ من الطاعات او بشئ من

Marfat.com

الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو ردای مردود غیر مقبول۔

(۱۹۷) محرم میں بنائی جانے والی حلیم کا حکم

سؤال

ماشاء اللہ میرا تعلق اہل السنّت والجماعت سے ہے اور میرا مسئلہ محرم میں بنائی جانے والی حلیم سے متعلق ہے۔

۱)۔محرم میں جو حلیم بنائی جاتی ہے اگر امام حسین یا کسی بھی غیر اللہ کے نام پر بنائی جائے تو کیا اس کا کھانا ویسے ہی حرام ہے جیسے غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کو کھانا حرام ہے یا اس میں کچھ تخفیف ہے۔

۲)۔اگر حلیم اللہ کے نام پر بنائی جائے اور سنّی بنائیں تو کیا اس کا کھانا حلال ہے یا تشبہ بالروافض کی وجہ سے حرام ہے؟ تفصیلاً بتائیں کہ یہ حلیم حرام ہے یا مکروہ ہے یا حلال ہے؟ یا اس کا کیا حکم ہے نیز ۱۲/ ربیع الاول اور رجب میں تقسیم ہونے والی چیزیں ان کا کھانا کیسا ہے؟

۳)۔تیسری بات ہمیں یہ ضرور بتائیں کہ اگر ہمارے گھر حلیم یا محرم کا شربت وغیرہ آئے تو اسے لیں یا نہیں ہمارے دوستوں کی اس بارے میں تین رائے ہیں۔(۱) لے لیا جائے اور ضائع کر دیا جائے۔(۲) نہ لیا جائے دروازے سے واپس کر دیا جائے۔(۳) لے لیا جائے اور گھر کے اندر کھا بھی لیا جائے کیونکہ یہ حلال ہے۔آپ ہمیں بتائیں کس کی بات صحیح ہے کیوں اور کیسے صحیح ہے؟ دلائل سے جواب دیں اللہ آپ کو جزاء خیر دے۔

۴)۔اگر تشبہ کی وجہ سے روافض کی یہ حلیم کھانا حرام ہے تو پھر آجکل تو تشبہ نہیں رہا بلکہ تمام سنّی (یا اکثر) تو بہر حال محرم میں حلیم اور شربت بناتے ہیں لہذا تشبہ ختم ہو گیا اس لیے یہاں کچھ تخفیف ہوگی یا ہونی چاہیے؟

۵)۔نیز اگر ان اشیاء کو لے کر ضائع کر دیا جائے تو رزق کو ضائع کرنے کا وبال تو نہیں ہوگا؟ یا اسے غریب کو دیا جائے تو غیر کو حرام مال کھلانے کا وبال اور وعیدیں تو لازم نہیں آئیں گی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں لکھا ہے کہ جب روافض نے عاشورہ کے دن حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے غم کے اظہار اور ماتم وغیرہ کی بدعت کو اختیار کیا تو جاہل سنی عوام نے ان کی دیکھا دیکھی مخصوص قسم کے کھانے حلیم، شربت وغیرہ بنانے کی بدعت کو گھڑ لیا۔اس سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بدعت، بدعت شنیعہ ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔اگر محرم الحرام کے مخصوص ایام میں پکائی جانے والی حلیم اور شربت کی سبیل غیر اللہ کے نام پر ہو تو نص قرآنی "وما اھل بہ لغیر اللہ" کے تحت اس کا کھانا حرام

Marfat.com

ہے اوراس کی حرمت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کی حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اگر یہ حلیم وشربت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے نام پر بنائی جائے اور سنّی بنائیں تو یہ فی نفسہٖ تو حلال ہے لیکن اس کے لئے کسی دن کی تخصیص (مثلاً یوم عاشورہ، ۱۲ ربیع الاول اور ماہِ رجب وغیرہ کی) کرنا اور التزام وغیرہ ایسے امور ہیں جو سراسر بدعت اور گمراہی ہیں لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے۔

ان خاص ایام میں کہیں سے حلیم وغیرہ گھر میں بھیجی جائے تو اسے نہ لینا چاہیئے تاکہ اس سے بدعت کی تائید اور اشاعت میں معاونت نہ ہو کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی معاونت نہ کرو)۔ لیکن اگر واپس کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو لے کر فقراء اور محتاجوں کو دے دیں، اس پر کوئی وبال نہ ہوگا۔ اکثر سنّی عوام کا ان خاص ایام میں روافض کی دیکھا دیکھی حلیم وشربت وغیرہ بنانا اس سے اس حکم میں کچھ تخفیف نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ امر تشبہ بالروافض کے ساتھ بدعت قبیحہ بھی ہے جس سے اجتناب لازم اور ضروری ہے۔

لمافی القرآن الكريم (البقره: ۱۷۳):إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

وفی تفسير روح المعانی (۴۲/۱) : والمراد بغير الله تعالىٰ فی الصنم وغيره كماهو الظاهر۔

وفی التفسير الكبير (۲۲/۳) ط دارالفكر: والحجة فيه انهم اذا ذبحوا على اسم المسيح فقد اهلو به لغير الله فواجب ان يحرم وروى عن على بن ابى طالب رضى الله عنه قال اذا سمعتم اليهود والنصارى يهلون لغير الله فلا تاكلوا اهـ

وفی الشامية (۵۶۰/۱) ط سعيد كمپنی: بانها ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قيما وصراطاً مستقيما اهـ

وفی الشامية (۴۱۸/۲): مطلب فی حديث التوسعة على العيال والاكتحال يوم عاشوراء، ط سعيد كمپنی: قال فی النهر: وتعقبه ابن العز بانه لم يصح عنه ﷺ فی يوم عاشوراء غير صومه وانما الروافض لما ابتدعوا اقامة الماتم واظهار الحزن يوم عاشوراء لكون الحسين قتل فيه ابتدع جهل اهل السنة اظهار السرور و اتخاذ الحبوب والاطعمة والاكتحال اهـ

(۱۹۸) قبر پر اذان دینا / نجومی کو ہاتھ دکھانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان

Marfat.com

دی جاتی ہے اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرشتے جب سوال کرنے آتے ہیں تو مردہ صحیح جواب دیتا ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

نیز پنجاب بلکہ غالباً پورے ملک ہی میں لوگ نجومی کو ہاتھ دکھاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر حالات بتاتا ہے۔ اور کبھی اس کے بتائے ہوئے حالات بالکل درست ثابت ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں میت کے دفن کے وقت یا دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

نجومی کے پاس جانا اور اسے ہاتھ دکھا کر احوال معلوم کرنا شرعاً ناجائز ہے جو نجومی علم غیب کا دعوی کرے اور اس غیب پر جو شخص اس کی تصدیق کرے دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لمافی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من اتى كاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد برئ مماانزل على محمد۔

وفى ردالمحتار (۲/۲۳۵): لايسن الاذان عند ادخال الميت فى قبره كماهو معتاد الآن۔ وقدصرح ابن حجر فى فتاويه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قياساعلى ندبها للمولودالحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب۔

وفيه ايضا (۴/۲۴۲): والحاصل ان الكاهن من يدعى معرفة الغيب باسباب وهى مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم ...والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر۔

(۱۹۹) قبر پر پھول چڑھانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں لوگ قبروں پر سبز پتے، پھول یا خوشبو وغیرہ ڈالتے ہیں۔ آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب مدلل اور واضح بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قبروں پر پھول یا خوشبو ڈالنا شرعاً بے اصل ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آج کل اس کو کار ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جو کہ

Marfat.com

بدعت ہےاوراس کاترک واجب ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۱۸۲،۱۸۴): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بحائط من حيطان المدينة، أو مكة، فسمع صوت إنسانين يعذبان في قبورهما، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يعذبان، وما يعذبان في كبير ثم قال: بلى، كان أحدهما لا يستتر من بوله، وكان الآخر يمشي بالنميمة . ثم دعا بجريدة، فكسرها كسرتين، فوضع على كل قبر منهما كسرة، فقيل له: يا رسول الله، لم فعلت هذا؟ قال: لعله أن يخفف عنهما ما لم تيبسا أو: إلى أن ييبسا۔

وفی عمدة القاری (۳/۱۲۱): وكذلك مايفعله اكثر الناس من وضع مافيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشئ۔

وفی فيض الباری (۲/۴۸۹): وقال العينى رحمه الله ان القاء الرياحين ليس بشئ ولم يمنع عن انبات الشجرة وفی العالمكيرية ان القاء الرياحين ايضا مفيد قلت :والاعتماد على ماذكره العينى۔

وفی معارف السنن (۱/۲۳۶) تحت هذه الرواية: وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه فى القبر عملا بهذا الحديث۔وقال الطرطوشى لان ذلك خاصة ببركة يده وقال القاضى عياض لانه علل غرزهما على القبر بامر مغيب وهو قوله ليعذبان ......قال الراقم :اتفق الخطابي والطرطوشى والقاضى عياض على المنع وقولهم اولى بالاتباع حيث اصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثارا للبدع المنكرة والفتن السائرة۔

(۲۰۰)نماز جنازہ کے بعدفاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعدفاتحہ خوانی کا کیاحکم ہے؟اسی طرح اگر اتفاق سے نماز جنازہ کے وقت میت کوالٹارکھاگیااوراسی طرح نماز پڑھ لی تو یہ نماز ہوجائے گی یادوبارہ پڑھنی پڑے گی؟قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

احادیث مبارکہ میں میت کوجلدازجلدفن کرنے کی تاکیدآئی ہے،چنانچہ انہی روایات کی بناء پرفقہاء کرام نےکفن ودفن کاجو طریقہ بیان کیاہےاس میں یہ صراحت کی ہے کہ جنازہ سےفراغت کے بعدفوراًمیت دفنانے کیلئے لےجاناچاہیے،جنازہ کے بعددعایا

Marfat.com

تلاوت قرآن کے لئے نہ روکنا چاہیئے، لہذا نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی درست نہیں، خاص طور پر جبکہ نماز جنازہ میت کے حق میں خود دعا ہے اور جنازہ میں اس طرح فاتحہ خوانی ثابت بھی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کتنے لوگوں کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی زندگیوں میں کتنے لوگوں کی نمازیں پڑھائیں لیکن کہیں جنازے کے بعد فاتحہ کا ثبوت نہیں ملتا لہذا جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کرنا بدعت ہے۔

۲۔نماز جنازہ کے وقت اگر میت کو الٹا رکھ دیا گیا تو بھی نماز درست ہوگی اعادے کی ضرورت نہیں چاہے یہ الٹا رکھنا غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر البتہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور عمداً کرنے سے گناہ ہوگا۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۶): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسرعوا بالجنازة فان تلك صالحة فخیر تقدمونها وان تلك سوی ذلك فشر تضعونه عن رقابكم۔

وفی البحرا لرائق (۲/۱۸۳): لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصة۔

وفی خلاصة الفتاوی (۱/۲۲۵): لا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة ...ولا یقوم بالدعاء فی قراءة القرآن لاجل المیت بعد صلوة الجنازة وقبلها والله اعلم۔

وفی التاتارخانیة (۲/۱۷۷): واذا اخطئوا بالراس وقت الصلاة فجعلوه فی موضع الرجلین فصلوا علیها جازت الصلوة فان فعلوا ذلك عمدا جازت صلاتهم وقد اساؤا وفی شرح الطحاوی لا تعاد۔

وفیه ایضاً (۲/۱۸۰): ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة۔

وفی الشامیة (۲/۲۰۹): ...ان السنة وضع رأسه مما یلی یمین الامام کما هوالمعروف الان ولهذا علل فی البدائع للاساءة بقوله لتغییرهم السنة المتوارثة۔

(۲۰۱) اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا/تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے ورثاء میت کے کفن دفن کے ساتھ کھانے کا انتظام بھی کرتے ہیں اور جنازے کی ادائیگی کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا کرنا صحیح نہیں۔آپ بتائیں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

نیز ہمارے ہاں جب کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو وہاں سے واپس آنے سے پہلے وہاں بچھی ہوئی دریوں کے نیچے

Marfat.com

سو، پانچ سو یا ہزار روپے رکھ کر آتے ہیں۔ اس سے مقصود ورثاء میت کی امداد ہوتی ہے۔ چاہے ورثاء امیر ہوں یا غریب۔ پھر ورثاء اس رقم کو جمع کر کے آنے والے لوگوں کے لئے حقہ، چائے اور کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پیسے دیئے بغیر چلا جائے تو اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

ورثاء میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ انتہائی قبیح بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے نیز تعزیت کے لئے جانے والوں کا اس طرح پیسے دینا، اس کو ضروری سمجھنا اور نہ دینے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً ناجائز اور بدعت کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

و فی الهندية (۱/ ۱٦۷): ولا بأس بأن يتخذ لاهل الميت طعام كذا فی التبيين ولا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة ايام۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتی لا يفتن ...... والتعزية ان يقول: اعظم الله اجرك، واحسن عزاءك وغفر لميتك... ويكره اتخاذ الطعام من اهل الميت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة۔

(۲۰۲) حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض علاقوں میں حیلہ اسقاط مروج ہے جس پر بعض علماء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جائز نہیں جب کہ حیلہ کرنے والے کتب فقہ کے حوالے سے اس کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟ اور جو حیلہ کتب فقہ میں درج ہے اس کا طریقہ کار اور شرائط بھی بیان فرمائیں تا کہ ہماری اصلاح

Marfat.com

ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔ رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متاخرین کی کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن جس حیلے کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے وہ حیلہ مروجہ حیلہ سے قطعاً مختلف ہے۔ کیونکہ جو حیلہ کتب میں درج ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کا انتقال ہوا کہ اس کے ذمے کچھ نمازیں یا روزے باقی تھے اور اس کے ترکہ کا ثلث مال اس فدیے کے لئے کافی نہ تھا تو ایسی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم وغیرہ کا مالک بنائے اور وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو نقدی یا وہ جنس واپس ہدیہ کردے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے۔ اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔ اور اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے یعنی واقعی فقیر کو مالک بنایا جائے صرف ملکیت کا ڈھونگ نہ رچایا جائے۔ اس طرح متعدد بار کیا جائے ،اس طرح جتنی مقدار بن جائے تو اس قدر تک اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بطور فدیہ کے قبول فرمالیں۔

یہ ہے کتب میں درج حیلہ۔ اور ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ ہر کس و ناکس پر واضح ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مزید تفصیل سوال: ۱۶۰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۰۳) تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر سے واپسی پر میت کے ورثاء کی تسلی و تشفی اور اس کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح تعزیت کے لئے جمع نہیں ہونا چاہیئے، یہ بدعت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو لوگ نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوئے ان کے ذمے سے میت کا حق ادا ہوگیا۔ اب دفن کے بعد ورثاء کے پاس رسماً جانا مکروہ اور بدعت ہے البتہ اگر صبر کی تلقین کے لئے اپنے تعلق کی وجہ سے ورثاء میت کے ہاں جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔

لمافی البحر الرائق (۱۹۲/۲): والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزى مصابا فله مثل اجره قال البقالی فلابأس بالجلوس للعزاء ثلا ثة ايام فی بيت اومسجد وقد جلس رسول اللهﷺ لماقتل جعفر وزيد بن حارثة والناس يأتون ويعزونه والتعزية فی اليوم الاول افضل والجلوس فی المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه وفی غيره جاء ت الرخصة ثلاثة ايام للرجال وتركه احسن

Marfat.com

ويكره للمعزى ان يعزى ثانيا۔

وفى الهندية (١/ ١٦٧): التعزية لصاحب المصيبة حسن وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلاينبغى ان يعزيه مرة اخرى .... ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام۔

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (٢/٢٣٩): ولابأس بنقله .... وبتعزية اهله وترغيبهم فى الصبر .... وبالجلوس لها فى غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الالغائب وتكره التعزية ثانيا وعندالقبر۔

وفى الشامية: وقال كثير من متاخرى ائمتنا يكره الاجتماع عندصاحب البيت ويكره له الجلوس فى بيته حتى يأتى اليه من يعزى بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بامره اه۔

(۲۰۴) میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/ قبر پر اذان دینا/ میت کو چھتری سے ڈھانک کر لے جانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے بعد میت کی پیشانی اور سینے پر کسی خوشبودار چیز سے کلمہ اور بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔اسی طرح کفن میت پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

۳۔میت کو چھتری سے ڈھانپ کر جنازہ گاہ یا قبر تک لے جانا کیسا ہے؟

۴۔بعد دفن میت کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر اذان دینا کیسا ہے؟

تمام سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں چاروں چیزیں بے اصل ہیں، ان کا شریعت وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافى المشكوة (ص٢٧): عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " ۔

وفى ردالمحتار (٢/٢٤٦): وقد افتى ابن الصلاح بانه لايجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف

Marfat.com

ونحوهما خوفا من صديد الميت ......فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلايجوز تعريضها للنجاسة والقول بانه يطلب فعله مردود لان مثل ذلك لايحتج به الااذاصح عن النبی ﷺ طلب ذلك وليس كذلك اهـ۔

وفيه ايضا (۲/۲۳۵): لايسن الاذان عند ادخال الميت فی قبره كماهو المعتاد الآن۔ وقدصرح ابن حجر فی فتاويه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قياساعلى ندبها للمولود الحاقالخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب۔

(۲۰۵) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کرنا یامٹھائی تقسیم کرناشرعاجائز ہے یانہیں؟ کیایہ درست ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اوراس کے ختم پرایک اونٹ ذبح کیا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا یامٹھائی تقسیم کرنا شرعاجائز ہے البتہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے۔نیزیہ بات درست ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اوراس کے ختم پرایک اونٹ ذبح کیاتھا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۰

(۲۰۶) مبتدع (بدعتی) کی تعریف

سؤال

بدعتی یامبتدع کی تعریف کیاہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بدعتی یامبتدع ایسے شخص کو کہتے ہیں جودین میں کوئی نیاطریقہ ایجاد کرے جس کاثبوت قرآن وحدیث وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار سے نہ ملتاہواور یہ طریقہ احکام دین کے مشابہ ہواگرچہ اس سے (اس کا) مقصوداللہ کی بندگی میں کثرت اور مبالغہ ہو،اوراسے

Marfat.com

دین سمجھ کر کرے۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۳۷۱): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبیﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رَدٌّ۔ اهـ

وفی مرقاة المفاتیح(۱/۲۱۶): قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول اللهﷺ اهـ.......

قال الشافعی رحمه الله أحدث مما یخالف الکتاب أو السنة أو الاثر أو الاجماع فهو ضلالة وما أحدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلك فلیس بمذموم...اهـ۔

وفی کتاب الاعتصام (۱/۲۱): وأصل مادة بدع للاختراع علی غیر مثال سابق، ومنه قول الله تعالیٰ (بدیع السموات والارض) أی مخترعهما من غیر مثال سابق متقدم......... یقال ابتدع فلان بدعة یعنی ابتدأ طریقة لم یسبقه إلیها سابق۔

وفی (صـ۲۲)... وهذا هو الابتداء والبدعة ویسمی فاعله مبتدعاً. فالبدعة إذن عبارة عن (طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوك علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه) وهذا علی رأی من لایدخل العادات فی معنی البدعة وانما یخصها بالعبادات وأما علی رأی من أدخل الاعمال العادیة فی معنی البدعة فیقول۔

(البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوك علیها مایقصد بالطریقة الشرعیة)۔

(۲۰۷) غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر کوئی چیز اس لئے رکھ دے کہ یہاں فقراء ومساکین بکثرت آتے ہیں یہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اولا بدعقیدگی کا خطرہ ہے کیونکہ شیطان اسی طرح آہستہ آہستہ بہکاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ کم سے کم دوسرے لوگوں کی بدعقیدگی کا سبب ضرور ہے کیونکہ دوسرے لوگ یہی سمجھیں گے کہ غیر اللہ کے نام پر یہ اشیاء

Marfat.com

یہاں رکھی جارہی ہیں خاص طور پر ہمارے زمانے میں جبکہ مزارات شرک وبدعات کے اڈے بنے ہوئے ہیں اور اگر مقصود صرف فقراء کو ہی کھلانا ہے تو اس کے لئے کئی دوسرے انتظامات کئے جاسکتے ہیں، مزارات پر لانا کیا ضروری ہے؟

لمافي المشكوة (۱/۲۴۱): وعن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه الى آخر الحديث۔

(۲۰۸) رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو دفن میں شریک ہونے والے لوگ آپس میں رقم جمع کر کے میت کے گھر کھانا پکاتے ہیں جس میں سے جنازہ میں شامل ہونے والے اور دوسرے لوگوں سب کو کھلایا جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر کھانا تیار کر کے اہل میت کے ہاں بھیج دیا جائے۔دفن میں شریک ہونے والوں سے اس طرح رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کئی ایسے افراد بھی ہوں گے جو پیسے نہیں دینا چاہتے لیکن دوسروں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے مجبوراً دیتے ہیں۔اسی طرح روایات میں میت کے ورثاء کے ہاں کھانا بھیجنے کا ذکر ہے وہاں جا کر کھانے کا نہیں لہٰذا اس طرح انتظام واجتماع اور کھانا کھلانا جائز نہیں۔

لمافي الجامع للترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما نعي جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعاما فانه قدجاء هم مايشغلهم قال ابوعيسى ...... وقد كان بعض اهل العلم يستحب ان يوجه الى اهل الميت شئ لشغلهم بالمصيبة۔

وفي سنن ابن ماجة (ص۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة۔

وفي كنز العمال (۱/۹۲): [۳۹۷] لايحل مال امرئ مسلم الابطيب نفس منه (د عن حذيفة الرقاشي)

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): قال في الفتح :ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الاباعد تهيئة

Marfat.com

طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله علیه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما الی آخر الحدیث

......ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور۔

(۲۰۹) تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو تیجہ، چالیسواں اور برسی منائی جاتی ہے، اور پھر وہ لوگ جو اپنے آپ کو دیندار کہتے ہیں اس کھانے کو یہ کہہ کر کھالیتے ہیں کہ قل ہی تو پڑھی ہے کھالو۔ کیا تیجہ چالیسواں اور برسی منانا اوران کا کھانا کھانا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں میت کے تیجے، چالیسویں اور برسی کی شرعا کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسوم ورواج شریعت مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے ساتھ دوسری کئی خرافات کے مجموعے ہیں لہٰذا ناجائز ہیں۔

ان کا کھانا اگرچہ فی نفسہ ناجائز نہ بھی ہو تو ایک ناجائز کام کی حوصلہ افزائی ضرور ہے، جبکہ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے لہذا کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لما فی جامع الترمذی (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر رضی الله عنه قال لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی الله علیه وسلم اصنعوا لاهل جعفر طعامافانه قد جاء هم مایشغلهم۔

وفی السنن لابن ماجة (ص۱۱٦): عن جریر بن عبدالله البجلی رضی الله عنه قال کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة۔

وفی الشامیة (۲/۲۴۰): ویکره اتخاذالضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وہی بدعة مستقبحة۔

(۲۱۰) سوئم کی شرعی حیثیت/ دفن کے بعد دعا کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے سوئم میں یعنی تیسرے دن گٹھلیوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح اس دن آنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا کیسا ہے اوراس کام کے لئے تیسرا

Marfat.com

ہی دن متعین کرنا کیسا ہے؟

نیز دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے یا نہیں اور سر اور پاؤں کی طرف شہادت کی انگلی قبر کی مٹی کے اندر کر کے آیات کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ ان سب کے تفصیلی جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تیسرے دن اہتمام والتزام سے کلمہ طیبہ کا اجتماعی طور پر ورد کرنا اور سوئم کے دوسرے لوازمات بدعات میں سے ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرنا ثابت ہے چاہے ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے اسی طرح دفن کے بعد میت کے سر کی طرف سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی طرف آخری آیات پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن سوال میں ذکر کردہ مخصوص طریقہ یعنی شہادت کی انگلی کو قبر کی مٹی میں داخل کرنا ثابت نہیں ہے۔

لمافی السنن للنسائی (۱/۲۲۲): اخبرنا یوسف بن سعید ...... سمعت عائشة رضی الله عنها تحدث قالت الا احدثکم عنی وعن النبی ﷺ قلنا بلی قالت ...... وذکر الحدیث حتی جاء البقیع فرفع یدیه ثلث مرات فاطال ثم انحرف الی آخر الحدیث

وفی المشکوۃ (ص۲۶): وعن عثمان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدالاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص۔

وفیه ایضا (۲/ ۲۳۷): وکان ابن عمر رضی الله عنه یستحب ان یقرأ علی القبر بعدالدفن اول سورۃ البقرۃ وخاتمتها۔

وفی مجموعة الفتاوی (۱/۱۹۵): سوال: روز سوم یاپنجم مردم طلب یابلاطلب جمع میشوند وچند ختمے کلام مجید می خوانند بعضے آهسته وبعضے بآواز بلند درپیاله خوشبو کل می اندازند ودیگر خصوصیات ورسوم اول می آرند چه حکم دارد؟ جواب: مقرر کردن روز سوم وغیره بالتخصص..... واین مجموع بدعت است ومکروه نعم تعزیت اهل میت وتسلیه وصبر فرمودن سنت ومستحب است امااین اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بی وصیت ازحق یتامی بدعت است وحرام است انتهی۔

Marfat.com

(۲۱۱) دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض ائمہ مساجد میت کو دفن کرنے کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔ کیا شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دفن کے بعد ایک دفعہ دعا کرنا تو صحیح ہے البتہ تین دفعہ التزام واہتمام سے دعا کرنا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ کیونکہ دفن کے بعد کا معاملہ بارہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔ اگر کہیں آپ نے تین دفعہ دعا کی ہوتی تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اس کو نقل کرتا لیکن کسی بھی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

لمافي المشكوة (ص۲٦): عن عثمان رضي الله عنه قال كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الآن يسأل۔

(۲۱۲) جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں میں رائج ہے کہ جب جنازہ کی چارپائی اٹھائی جاتی ہے تو امام صاحب دس قدم آگے، دس پیچھے اسی طرح دائیں اور بائیں ناپ کر چلتے ہیں۔ اس وقت تک جن لوگوں نے میت کو اٹھایا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہیں اس کے بعد جب امام کے چالیس قدم پورے ہوجاتے ہیں تو تیز تیز چلنا شروع کردیتے ہیں۔ آیا شرعا اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو چیز شرعا ثابت ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ میت کی چارپائی کے چاروں پائے اٹھا کر دس دس قدم چلا جائے جس میں امام اور غیر امام سب برابر ہیں لہٰذا مروجہ طریقہ جس میں امام چارپائی اٹھائے بغیر دس دس قدم چلتا ہے اس کے بعد چارپائی اٹھانے والے تیز چلنا شروع کردیتے ہیں شرعا ثابت نہیں ہے لہٰذا امام مذکور کا یہ فعل ناجائز ہے۔

لمافي الهندية (۱/۱۶۲): ثم ان حمل الجنازة شيئين نفس السنة وكمالها امانفس السنة فهي ان

Marfat.com

تاخذ بقوائمها الاربع علی طریق التعاقب ...... واما کمال السنة فلایتحقق الافی واحد وھو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة ...... فیحمله علی عاتقه الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقه الایسر۔

وفی الدر المختار (۲۳۹/۲): واذاحمل الجنازة وضع مقدمها علی یمینه ثم مؤخرها علی یمینه کذلك ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها کذلك۔

(۲۱۳) تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب تین دن تک تعزیت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ آیااس طرح تعزیت کے لئے تین دن تک جمع ہونا جائز ہے یانہیں؟

نیز جب کوئی شخص تعزیت کے لئے آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو چنانچہ سب لوگ اس کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاتے وقت بھی کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو حتی کہ وہاں موجود لوگوں کو اس دوران بار بار ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی پڑتی ہے۔ کیاایسا کرنا صحیح ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے کی گنجائش ہے البتہ اسے لازم سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

بار بار ہاتھ اٹھانا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے ورثاء کو صبر کی تلقین کی جائے اور میت کے لئے دعاء مغفرت کی جائے۔

لمافی الھندیة (۱۶۷/۱): التعزیة لصاحب المصیبة حسن ...... ووقتھا من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکرہ بعدھا ...... ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفرالله تعالی لمیتك وتجاوز عنه وتغمدہ برحمته ورزقك الصبر علی مصیبته واجرك علی موته ...... ولابأس لاھل المصیبة ان یجلسوا فی البیت اوفی المسجد ثلاثة ایام والناس یأتونھم ویعزونھم۔

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۲۳۹/۲): وبتعزیة اھله وترغیبھم فی الصبر ...... وبالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلاثة ایام واولھا افضل وتکرہ بعدھا ...... ویقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لمیتك۔

Marfat.com

وفی الشامیة : (وبالجلوس لها)ای للتعزیة واستعمال لا بأس هنا علی حقیقته لانه خلاف الاولی ...وفی الاحکام عن خزانة الفتاوی الجلوس فی المصیبة ثلاثة ایام جاءت الرخصة فیه۔

(۲۱۴)میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کے گھر میت ہوتی ہے تو ایک یا دو من گندم میت کی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ہیں جب غسل دینے والا میت کو غسل دیتا ہے تو میت کے دفن سے پہلے پہلے وہ غلہ غسل دینے والے کو دے دیا جاتا ہے کیا یہ طرزِ عمل شرعاً درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں آپ کے علاقہ میں یہ جو رسم ہے کہ میت کی چارپائی کے نیچے ایک یا دو من گندم رکھ دیتے ہیں اور پھر یہی گندم میت کو غسل دینے والے کو دیدیتے ہیں۔ تو یہ عمل بالکل جاہلانہ رسم ہے۔ جس کا ثبوت نہ تو قرآن وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہیئے اور اسے ترک کرنا واجب ہے۔

لمافی القرآن الکریم(الاحزاب:۲۱): لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا

(الحشر:۷) :وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

وفی صحیح البخاری(۱/۳۷۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ۔ وفی روایة لمسلم (۲/۷۷): من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو ردّ۔

وفی مشکوة المصابیح(۱/۲۷): عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة۔

وفی فتح الملهم(۵/۴۴۷): قال النووی: البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ ...... وتحصل للعبد الضعیف من کلمات شیوخنا وافاداتهم أن الأصل فی البدعة الشرعیة انما هو قول النبی ﷺ من احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ والمراد بالأمر الدین کما صرّحوا به فلا یطلق الا علی الأمور المحدثة فی الدین لاعلی کل امر

Marfat.com

محدث وبهذا يخرج امثال التوسع فی المطاعم وغيرها من الأمور المباحة بل بعض الرسم التی يفعل فاعلوها لاعلی وجه التقرب والاحتساب ايضا عن حد البدعة الشرعية وإن كانت داخلة فی حد البدعة اللغوية فان هذه الافعال لايباشرها من باشرها ظانا وناويا انها من الدين فليست هی من الاحداث فی الدين فی شئ وكذا قوله عليه السلام ماليس منه يدل علی أن الأمور التی لها أصل من الكتاب أو من سنته ﷺ أو من سنة الخلفاء الراشدين المهدين أو تعامل عامة السلف رضی الله عنهم والاجتهاد المعتبر بشروطه المستند إلی النصوص لاتسمی محدثة ولا بدعة شرعية فان هذه الأصول كلها من الدين تنصيصا أو تعليلاً كما تقرر فی محله۔

(۲۱۵) قضائے عمری کی شرعی حیثیت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض لوگ ۱۵ شعبان کوظہر کے بعد اسی طرح جمعۃ الوداع کے دن قضاءعمری کے نام سے نمازیں پڑھتے ہیں کیااس طرح کرنا جائز ہے یانہیں اوراس نماز سے پوری عمر کی نمازیں معاف ہوجاتی ہیں یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مروجہ قضائے عمری کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ اسلام دشمنوں کی طرف سے ایجاد کردہ قبیح بدعت ہے تاکہ مسلمان سال بھرنماز پڑھنے کے بجائے سال میں ۲ یا ۴ رکعت پڑھ کراپنے آپ کوبریٔ الذمہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ ان کی یہ سازش کچھ اپنوں کی وجہ سے کامیاب ہوگئی جنہیں اپنے ہاں کچھ چہل پہل اوررونق چاہیئے تھی۔ انہوں نے ان مواقع پر باقاعدہ اہتمام سے اس پرعمل کرنے کی لوگوں کوترغیب دی جیسے یہ دین کاانتہائی اہم شعبہ ہو۔ حالانکہ یہ عمل کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ کتب احادیث اورتمام فقہاء کی کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب کسی شخص کی نماز قضا ہوجائے توبعد میں اس کی قضا پڑھنا ضروری ہے اوراگرمتعدد نمازیں فوت ہوجائیں توسب کی قضاء بھی اسی طرح پڑھی جائے گی۔ قضاءعمری کامذکورہ طریقہ جائزنہیں ہے۔

لمافی جامع الترمذی (۴۳/۱): عن قتادة رضی الله عنه قال ذكروا للنبی ﷺ نومهم عن الصلوة فقال انه ليس فی النوم تفريط انماالتفريط فی اليقظة فاذا نسی احدكم صلاة اونام عنها فليصلها اذا ذكرها .... عن ابی عبيدة بن عبدالله بن مسعود قال قال عبدالله ان المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات يوم الخندق حتی ذهب من الليل ماشاء الله فامر بلالافاذن ثم

Marfat.com

اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء۔

وفی الھندیة (۱/۱۲۱): كل صلاة فائت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزم قضاء ها سواء ترك عمدا اوسهوا أوبسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة اوقليلة۔

(۲۱۶) تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ختم قرآن اوردوسرے وظائف کے آخر میں تین بارسورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔کیاایسا کرنادرست ہے یایہ ہمارے دور کی ایجاد ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ختم قرآن یادوسرے وظائف کے بعد تین بارسورۃ اخلاص پڑھناجائز ہے بشرطیکہ اس کولازم نہ سمجھاجائے البتہ فرض نماز میں ایسانہیں کرناچاہیئے۔

لمافی التاتارخانية (۱/۵۰۳): قرأة قل هو الله احد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشائخ۔وقال الفقيه ابوالليث: هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلابأس به وفی النوازل: قال الفقيه :وبه نأخذ لان مارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن الاان يكون ختم القرآن فی الصلاة۔وفی الخانية :فی المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة۔

وفی الھندیة (۵/۳۱۷): قرأة قل هوالله احد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ واستحسنها اكثرالمشائخ لجبر نقصان دخل فی قرأة البعض الاان يكون ختم القرآن فی الصلاة المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة۔

(۲۱۷) نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلادالنبی منانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوران بیان یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کرنعمت ہیں اورقرآن میں ہے رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا

Marfat.com

وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ یہاں مائدۃ کے نعمت کی وجہ سے عید منائی جارہی ہے تو اگر مائدہ کی وجہ سے عید منائی جاسکتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا بھی نعمت ہے لہٰذا اس دن بطریق اولی عید منانا جائز ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت سے عید میلاد النبی پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اطہر ومبارک بلاشک وشبہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی خاک پا اور آپ کی سواری تک کا ذکر انتہائی مبارک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذرا بھی تعلق ہے اس کا ذکر نہایت پسندیدہ اور اعلی درجے کا مستحب عمل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسی دن کو مقرر کر کے عید میلاد النبی منانا، محفل میلاد منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کر کے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا اور دلیل میں یہ آیت مبارکہ پیش کرنا کہ مائدہ خداوند کریم کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت خداوندی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ تکون عیدا لاولنا الآیۃ اس آیت سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے ورنہ کہاں یہ آیت کریمہ اور کہاں اس سے استدلال......؟؟

اس لئے کہ وہاں پر نبی کی مبارک ومقدس زبان سے اسے عید کہا جارہا ہے جبکہ یہاں ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں نہیں ملتا اس کے بعد ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا اس میں بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ جن حضرات نے بلاواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن اور دوسری تعلیمات سیکھیں وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے عاشق صادق تھے کہ آپ کے وضو کا پانی اپنے بدن پر ملا کرتے تھے، آپ کے لعاب مبارک کو کبھی زمین پر گرنے نہیں دیا اور آپ کے خون کو بھی باعث برکت سمجھ کر پی لیا۔ اگر اس طرح کے افعال میں کوئی بھلائی ہوتی تو کیا وہ لوگ اس کام کو سب سے پہلے نہ کرتے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک سو سال تک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود پاک اس دنیا پر رہا، کیا کسی صحابی سے ایک دفعہ بھی ایسا کرنا ثابت ہے؟

اس کے بعد تابعین کا دور بھی تقریبا ایک صدی پر محیط ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے خیر القرون کا لقب ملا، ان کے اس دور میں بھی کہیں سے عید میلاد النبی کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر تبع تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ان مبارک ادوار میں اگر کوئی چیز موجود نہیں تھی تو پھر بعد میں آپ اور میں زبردستی اسے دین میں داخل کرنا چاہیں اور یہ چاہیں کہ ہمیں اپنی مرضی سے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالی کی طرف سے ثواب بھی ملے گا اور اسے دین کی خدمت بھی سمجھا جائے تو ہمارے یہ افعال مردودہ ہمارے منہ پر مار دیئے جائیں گے اور بجائے ثواب کے اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہی حال عید میلاد النبی اور اس دن مروجہ رسوم کا ہے کہ ان پر ثواب کے بجائے مواخذہ کے امکانات زیادہ ہیں۔

Marfat.com

ضد وعناد کی وجہ سے اپنا دینی واخروی نقصان کرنا کونسی عقل مندی ہے لہٰذا جب حق سامنے آجائے تو اسے قبول کرلینا چاہیے اور حق یہی ہے کہ عید میلاد النبی اور اس میں مروجہ افعال کا دین سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان سے احتراز کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ دلائل المسئلۃ مرت سابقاً فی رقم السؤال : ۱۷۶

(۲۱۸) تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت

سؤال

بزرگان دین اور سلف صالحین کے کپڑوں یا دوسرے تبرکات کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بزرگان دین کے تبرکات اپنے پاس رکھنا، دوسرں کو زیارت کرانا اور ان کی زیارت کرنا سب صورتیں جائز ہیں البتہ دن اور وقت کی تعیین کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۳۱): قال ابوموسی دعاالنبی ﷺ بقدح فیه ماء فغسل یدیه ووجهه فیه ومج فیه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا علی وجوهکما ونحورکما۔

وفیه ایضا (۱/۳۸): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحدیبیة فذکر الحدیث ...... وماتنخم النبی ﷺ نخامة الاوقعت فی کف رجل منهم فدلك بهاوجهه وجلده۔

وفی سنن ابی داؤد (۲/۸۵): عن اسامة بن زید ......فلما مات اتاه ابنه فقال یانبی الله ان عبدالله ابی قدمات فاعطنی قمیصك اکفنه فیه فنزع رسول الله ﷺ قمیصه فاعطاه ایاه۔

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاك الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه۔

(۲۱۹) بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ کا نمونہ (ماڈل) بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ثواب کی نیت سے ان کی زیارت کرے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ رسول بنانا جیسا کہ آج کل مبتدعین ربیع الاول میں بناتے ہیں کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اول: اس میں بیت اللہ اور روضہ مبارکہ کی توہین ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ثانی: اسراف مال ہے جو عوام سے ہزار دھوکے کرکے لیا جاتا ہے اور انہیں حصول ثواب کی امید دلائی جاتی ہے جو عدم ثبوت کی وجہ سے جھوٹ ہے۔ اور یہ دونوں یعنی اسراف مال اور جھوٹ کبائر میں سے ہیں۔

ثالث: اس کے ذریعے سے عوام میں غلط عقائد پھیلتے ہیں کہ مصنوعی چیز کی بنیت ثواب زیارت کرنے لگتے ہیں جیسا کہ اہل بدعت کے ہاں یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہر وہ چیز جو بدعقیدگی کا باعث بنے ناجائز ہے۔

رابع: عورتوں اور مردوں کا اختلاط پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ جائز نہیں۔

ان خرافات اور غیر مشروع اشیاء کی زیارت بنیت ثواب یہ بجائے ثواب کے گناہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور بلا نیت ثواب زیارت سے بھی احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے کم از کم بنانے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور غیر مشروع چیز کی حوصلہ افزائی بھی شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

لقولہ تعالی (الانعام : ۱۴۱): وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّه لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ۙ

(الحج :۳۰): وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ۙ

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

(۲۲۰) شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے وقت چھوہارے تقسیم کرنا کیسا ہے؟ میرے ایک دوست نے اپنی شادی کے موقع پر چھوہارے تقسیم کئے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ وجہ بتلائی کہ یہ سنت ہے جبکہ میرے دیگر دوستوں کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے کہیں سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ براہ کرم آپ وضاحت فرمائیں کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں چھوہارے تقسیم کرنا مسنون ہے، انہیں بدعت کہنا صحیح نہیں البتہ یہ ایسی چیز نہیں کہ جس پر زیادہ اصرار

Marfat.com

کیا جائے لہٰذا اگر کوئی چیز تقسیم ہی نہ کی جائے یا تقسیم کی جائے لیکن چھوہاروں کے علاوہ کوئی چیز ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی اعلاء السنن (۱۱/۱۲): قالت ام حبیبة زوج النبی ﷺ ----فقال اجلسوا فان سنة الانبیاء علیهم الصلاة والسلام اذاتزوجوا ان یؤکل الطعام علی التزویج فدعا بطعام فاکلوا ثم تفرقوا۔

قلت: ولیس ذلك بولیمة بل هو طعام التزویج ویلتحق به ماتعارفه المسلمون من نشر التمر ونحوه فی مجلس النکاح۔فقد روی البیهقی عن معاذ بن جبل بسند فیه ضعف وانقطاع: ان النبی ﷺ حضر فی املاك (ای نکاح) فاتی بطباق علیها جوز ولوز وتمر. فنثرت فقبضنا ایدینا. فقال :مابالکم لاتأخذون فقالوا:لانك نهیت عن النهبی فقال :مانهیتکم عن نهبی العساکر خذوا علی اسم الله فجاذبنا وجاذبناه۔

(۲۲۱) یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟ اور اسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تاکہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز ومستحسن ہے۔البتہ اس کو دین کا حصہ نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام واہتمام بھی نہ کیا جائے۔نیز اس دن چھٹی کرنا اور جلوس نکالنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں، اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷):عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد"۔

وفی شرعة البهیة (۱/۱۶۵): ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة ...وقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل۔(بحواله راه سنت)

Marfat.com

(۲۲۲) اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مدارس میں فجر کے بعد اجتماعی طور پر سورۃ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس کا شمار بدعت میں تو نہیں ہوگا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں سورۃ یٰسین پڑھنا باعث خیر وبرکت ہے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اور اجتماعی طور پر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر اسے لازم سمجھا جائے اور نہ پڑھنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہو جائے گی۔ لیکن اگر طعن وتشنیع ترک یٰسین پر نہ ہو بلکہ مدرسہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی پر ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لما فی المشکوۃ (ص۱۸۹): عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رسول اللهﷺ قال من قرأ یٰس فی صدر النهار قضیت حوائجه۔ عن انس بن مالک ؓ قال قال رسول اللهﷺ ان لکل شئ قلبا وقلب القرآن یٰس ومن قرأ یٰس کتب الله له لقرأتها قرأة القرآن عشر مرات۔

وفی اعلاء السنن (۱۸۳/۳): عن ابن مسعودؓ قال لا یجعلن احدکم للشیطان من نفسه جزء لایری الا ان حقا علیه ان لاینصرف الا عن یمینه اکثر مارأیت رسول اللهﷺ ینصرف عن شماله۔ قال الامام النووی فی شرح مسلم ...... اما الکراهة التی اقتضاها کلام ابن مسعودؓ فلیست بسبب اصل الانصراف عن الیمین اوالشمال وانما هی فی حق من یری ان حقا علیه فانما ذم من رآه حقا علیه۔

(۲۲۳) ہر جمعرات یٰسین کا ختم کروانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ہر جمعرات کو یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے اور ختم کے بعد اجتماعی دعا بھی کی جاتی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے، لہٰذا اس میں شرکت نہ کرو۔ آپ اس

Marfat.com

سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ختم میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

پہلے یہ سمجھئے کہ ایک دوام ہے اور ایک التزام، دونوں میں اصطلاحی اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں البتہ شرعی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، اور وہ اس طرح کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اب اگر کوئی ان اختیارات کے باوجود ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے مثلاً اوابین یا تہجد کی نماز کہ سلف صالحین نے اس کو ہمیشہ ادا کیا ہے، تو ان امور کا یہ تسلسل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے البتہ اگر کوئی اس تسلسل کے ساتھ اسے لازم بھی سمجھتا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو برا سمجھتا ہے تو یہی التزام ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اب آپ کے ہاں یٰسین کے ختم کا صرف دوام ہے تو یہ جائز ہے لیکن اگر دوام کے ساتھ التزام بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا سمجھا جاتا ہے تو پھر اس میں شرکت جائز نہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۳۶۱): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم۔

قال النووی تحت ھذہ :وفی ھذا الحدیث النھی الصریح عن تخصیص لیلۃ الجمعۃ بصلوۃ من بین اللیالی ویومھا بصوم کما تقدم وھذا متفق علی کواھتہ واحتج بہ العلماء علی کراھۃ ھذہ الصلوۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب قاتل اللہ واضعھا ومخترعھا فانہ بدعۃ منکرۃ من البدع التی ھی ضلالۃ وجھالۃ وفیھا منکرات ظاھرۃ۔

وفی فتح الباری (۲/۲۷۰): قال ابن المنیر فیہ ان المندوبات قد تنقلب مکروھات اذا رفعت عن رتبتھا لان التیامن مستحب فی کل شیء ای من امور العبادۃ لکن لما خشی ابن مسعود ان یعتقدوا وجوبہ اشار الی کراھتہ۔

وفی مرقاۃ المفاتیح (۲/۳۵۳): قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امرمندوب وجعلہ عزما ولم یعملہ بالرخصہ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال۔

وفی الھدایۃ (۱/۱۲۱): (ویکرہ ان یوقت بشیء من القرآن لشیء من الصلوات) لما فیہ من ھجر الباقی وایھام التفضیل۔

وفی فتح القدیر (۱/۳۳۷): قال الطحاوی والاسبیجابی ھذا اذا راہ حتما یکرہ غیرہ اما لو قرأ للتیسیر علیہ او تبرکا بقراتہ ﷺ فلا کراھۃ لکن بشرط ان یقرأ غیرھما احیانا لئلا یظن

Marfat.com

الجاهل ان غيرهما لا يجوز۔

وفی الدرالمختار (۱/۵۴۰):(ومبتدع) ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ۔

وفی الشامية ... ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول ﷺ من عمل او علم او حال بنوع شبهة واستحسان ،وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما۔

(۲۲۴) نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی علماء کا فتوی یہ ہے کہ عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں سے متعلق جوابات مطلوب ہیں:

(۱) عام رواج کے مطابق عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر گرفت کرنے پر لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ عندالملاقات ہے حالانکہ نیت عید کے بعد مصافحے کی ہوتی ہے۔کیاان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) کس حدتک التزام کے بعد یہ بدعت بن جاتا ہے؟

(۳) مصافحہ ومعانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ کی حدتک ہے یا عیدگاہ کے باہر بھی بدعت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مصافحہ ومعانقہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ بوقت ملاقات مصافحہ ومعانقہ مسنون ہے اور عیدین اور نماز پنجگانہ کے بعد علی الدوام یا سنت سمجھ کرنہ ہو یا رواج دینا مقصود نہ ہو بلکہ بلا نیت یا اتفاقا ہوجائے تو درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔لہٰذا اس معاملے میں زیادہ تشدد نہ ہونا چاہیئے البتہ اگر کوئی سنت سمجھے یا علی الدوام کرے تو مکروہ وبدعت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۶۹

(۲۲۵) دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض کے بعد ہمارے ہاں جو دعا مروج ہے اس کی

Marfat.com

شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ مستحب ہے اور عام قاعدہ ہے کہ امر مستحب پر ایسا التزام جیسا فرائض وواجبات کا ہوتا ہے بدعت ہے تو کیا اس التزام کو بدعت نہیں کہا جائے گا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

فرائض کے بعد دعا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لہٰذا یہ مسنون ہے اور اس پر التزام بدعت نہیں ہے اور کسی مستحب پر دوام اس وقت بدعت ہوتا ہے جب اس پر التزام کا عقیدہ بھی ہو۔ اگر صرف عملی اعتبار سے دوام ہے اور عقیدہ التزام کا نہ ہو تو بدعت نہیں کہا جاسکتا ہے خاص طور پر جبکہ وہ حکم خود خیر القرون سے ثابت ہو۔

لمافی المشكوة (ص٨٨): عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال اخذبيدى رسول الله ﷺ فقال انى لاحبك يامعاذ قلت وانا احبك يارسول الله قال فلاتدع ان تقول فى دبر كل صلاة رب اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك۔

عن ثوبان رضي الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلوته استغفرثلثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال والاكرام۔

وفيه ايضا (ص٧٧): عن الفضل بن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الصلوة مثنى مثنى تشهد فى كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن ثم تقنع يديك يقول ترفعهما الى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك وتقول يارب يارب ومن لم يفعل ذلك فهوكذا كذا وفى رواية فهو خداج۔

وفى المرقاة (٢/٢٦٨) تحت هذه الرواية: (ثم تقنع يديك) من اقناع اليدين رفعهما فى الدعاء ......اى اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع يديك سائلاحاجتك۔

وفى فيض البارى (٢/٣١٤): باب الذكر بعد الصلوة ......تحت هذا الباب ...واعلم ان الادعية على نحوين نحوثبت دبر الصلوة قبيل السنة ونحوآخرثبت فى الاوقات المنتشرة۔

(٢٢٦) مبتدعین کی مساجد ومدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن مساجد ومدارس میں بدعات کا پرچار ہوتا ہو ایسی مساجد کے متولیوں کو ہٹا کران مساجد ومدارس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نیت سے کہ بدعات کو ختم کیا جاسکے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

اگرکسی مسجد یا مدرسہ کے متولی یا امام یا کوئی ذمہ دار اہل بدعت (یا فاسق، خائن غرض شریعت کے خلاف کام کرنے والا) ہو اگر ان کو بغیر فساد وانتشار کے معزول کرنا (ہٹانا) ممکن ہو تو ان کو ہٹا کر اہل حق، عالم بالسنۃ متولی اور امام کو مقرر کرنا واجب ہے البتہ اگر بغیر فتنہ وفساد کے امکان نہ ہو تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے نصرت ونجات طلب کرتے رہیں۔

لما فی صحیح البخاری(۱/۱۴): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم... فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فقال کیف اضاعتھا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔

وفی مشکوۃ المصابیح (۱/۳۱): عن حسان قال ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الانزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم یوم الی یوم القیمۃ۔

وفیہ ایضاً: عن ابراھیم بن میسرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام

وفی الھامش ای اسلامہ او کمال اسلامہ او علی ھدم اھل اسلام۔

وفی الھندیۃ (۱/۸۴): تجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ... حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ... ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجماعۃ لکن لاینال مثل ما ینال خلف تقی... الخ۔

وفی الدر المختار(۱/۵۶۰): ویکرہ امامۃ... ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ۔

وفی الشامیۃ (۴/۳۸۰): "وینزع وجوبا" مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن ولا شک فیہ... لو کان المتولی ھو الواقف... واستفید منہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی...

وفی البخاری(۱/۹۶): عن عبید اللہ ابن عدی بن الخیار انہ دخل علی عثمان بن عفان وھو محصور فقال انک امام عامۃ ونزل بک ماتری ویصلی لنا امام فتنۃ ونتحرج فقال الصلوۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساءتھم۔

وفی اعلاء السنن (۴/۲۳۲): کرہ الناس الصلوۃ خلف الذین حصروا عثمان" اھ ولکن

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ انما حضهم على الصلاة خلفهم لما علم من عجز القوم عن عزلهم وبذالك تزول الكراهة عمن يقتدى به۔

وفی الشامية (۱/۵۶۰): واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه، وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء على غير الفاسق۔

(۲۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کہیں سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز نعت خوانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اہل سیر اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس میں آٹھویں ،نویں اور بارہویں ربیع الاول کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ البتہ راجح قول آٹھ (۸) ربیع الاول کا ہے۔

نعت خوانی جب شریعت کی حدود میں ہو تو جائز ہے بایں طور کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کی جائے ،کفریہ وشرکیہ الفاظ نہ ہوں ،کوئی ایسا جملہ نہ ہو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور مروجہ زائد رسوم خاص طور پر مرد وزن کے اختلاط سے پاک اور دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

لقوله تعالى (الشعراء :۲۲۴ الى ۲۲۶): وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ‎ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ‎ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ‎ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

وفی روح المعانی (۱۹/۱۴۷): ان الشعر باب من الكلام حسنه حسن وقبيحه قبيح وفی الحديث ان من الشعر لحكمة وقد سمع رسول الله ﷺ الشعر واجاز عليه وقال عليه الصلوة والسلام لحسان

Marfat.com

رضی الله عنه اهجهم یعنی المشرکین فان روح القدس سیعینك وفی روایة اهجهم وجبرائیل معك۔

وفی المشکوة (ص۴۰۹): عن عمرو بن الشرید عن ابیه قال ردفت رسول الله ﷺ یوما فقال هل معك من شعر امیة بن الصلت شئ قلت نعم قال هیه فانشدته بیتا فقال هیه ثم انشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت۔

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۱۹۸/۱): ولد صلوات الله علیهم وسلامه یوم الاثنین ....ثم الجمهور علی ان ذلك کان فی شهر ربیع الاول فقیل للیلتین خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالك وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم۔ ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابوالخطاب بن دحیة ....وقیل لعشرخلون منه نقله ابن دحیة ......وقیل لثنتی عشرخلت منه نص علیه ابن اسحاق......وهذا هو المشهور عند الجمهور۔ وهکذا فی البدایة والنهایة (۲۴۲/۲)

(۲۲۸) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر قرآن مجید پڑھ کر میت کوثواب بخشنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قبر پرجاکرقرآن مجید پڑھنااورمُردوں کوثواب پہنچانا جائز ہے البتہ اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس ......واخذ من ذلك جواز القرأة علی القبر والمسألة ذات خلاف قال الامام تکره لان اهلها جیفة ولم یصح فیها شئ عنده عنها وقال محمد تستحب لورود الآثار وهوالمذهب المختارکماصرحوا فی کتاب الاستحسان۔

Marfat.com

وفی الهندیة (۳۵۰/۵): ان قراءة القرآن عند القبور ان نوی بذلك ان یونسه صوت القرآن فانه یقرأ وان لم یقصد ذلك فالله تعالی یسمع قراءة القرآن حیث كانت۔

(۲۲۹) کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی کوئی آیت وغیرہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

کفن میت پر روشنائی سے کلمہ طیبہ یا دوسری آیات وغیرہ لکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسانی جسم گلنا سڑنا شروع ہوجاتا ہے لہٰذا کسی کفن پر آیت یا کلمہ لکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر آیات وغیرہ لکھ کر اسے نجاست میں پھینک دینا۔ لہٰذا ہر حال میں اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ اگر بغیر روشنائی استعمال کئے صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا جائے یعنی الفاظ نظر نہ آئیں اور صرف انگلی چلائی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لما فی ردالمحتار (۲۴۶/۲): وفی فتاوی المحقق ابن حجر المكی الشافعی سئل عن كتابة العهد علی الكفن وهو لااله الاالله واللهاكبر ......هل یجوز ولذلك اصل فاجاب بقوله :نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان هذا الدعاء له اصل ، وان الفقیه ابن عجیل كان یأمر به ثم افتی بجوازكتابته قیاسا علی كتابة الله فی ابل الزكاة۔ واقره بعضهم، وفیه نظر۔ وقد افتی ابن الصلاح بانه لایجوز ان یكتب علی الكفن یٰس والكهف ونحوهما خوفامن صدید المیت والقیاس المذكور ممنوع لان القصد ثم التمییز وهنا التبرك ، فالاسماء المعظمة باقیة علی حالها فلایجوز تعریضها للنجاسة۔ والقول بانه یطلب فعله مردود ، لان مثل ذلك لایحتج به الااذا صح عن النبی ﷺ طلب ذلك ولیس كذلك اهـ ......نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یكتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحیم وعلی الصدر لااله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفین۔

Marfat.com

(۲۳۰) قبروں پر چادریں چڑھانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں پرایسی چادریں چڑھانا جن پرسورۃ اخلاص یا کوئی اورسورت لکھی ہوئی ہو جائز ہے یانہیں؟ جبکہ آج کل یہ فعل مزارات پر کثرت سے ہوتا ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قبروں پر چادریں چڑھانا جائزنہیں خاص طور پر جبکہ ان پر قرآنی آیات بھی لکھی ہوں کیونکہ آیات وغیرہ کی بے ادبی کا خطرہ ہے لہٰذااس صورت میں اس کی قباحت اورزیادہ بڑھ جائے گی چاہے وہ عام قبریں ہوں یابزرگوں کے مزارات ہوں۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۳۸): فی الاحکام عن الحجۃ : تکرہ الستور علی القبور۔

وفیہ ایضا (۶/۳۶۳): کرہ بعض الفقہاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورالصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستورعلی القبور.

(۲۳۱) تعزیت کاطریقہ اورمیت کے لئے دعا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب باہر کے لوگ کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو جاتے ہی ایک اجتماعی دعابرائے مغفرت کی جاتی ہے اورآخرمیں رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہیں تو پھر ایک دفعہ اجتماعی دعا کرتے ہیں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ آیااس طرح کرنے میں کوئی قباحت ہے یانہیں؟ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعزیت کے لئے کون سے الفاظ منقول ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کے ورثاء کے پاس تعزیت کے لئے جانا صحیح ہے اورمیت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی جائز ہے چاہے اجتماعی ہو یاانفرادی۔البتہ اس کاالتزام واہتمام درست نہیں کہ ہرشخص آتے وقت ایک دفعہ دعا کرے اورجاتے وقت دوبارہ دعا کرے۔

اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعزیت کے جوالفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں: اعظم اللہ اجرك واحسن عزاءك وغفر لمیتك۔

اس کےعلاوہ دوسرے مواقع پر دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں۔

Marfat.com

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۲۰۱

(۲۳۲)سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں سنتوں کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بارش کے لئے دعا فرمائی تو تین دفعہ دعا فرمائی تھی۔کیا یہ دلیل بیان کرنا صحیح ہے؟ نیز کیا سنتوں کے بعد دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر تین دفعہ دعا کرنا تو درکنار ایک دفعہ بھی اس طرح کرنا ثابت نہیں ہے اور قائلین دعا کا یہ کہنا کہ بارش کے لئے آپ نے نماز استسقاء کے بعد تین دفعہ دعا فرمائی یہ روایت بھی کتب احادیث میں تتبع کے بعد نہیں ملی۔لہٰذا اس طرح دعا کا التزام بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ کسی موقع پر آپ سے تین دفعہ دعا کرنا ثابت ہے تو اس پر سنتوں کے بعد دعا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی عمل کی صراحت موجود نہ ہو اور سنتوں کے لئے آپ کا معمول ثابت ہے کہ گھر جا کر ادا فرماتے اور کبھی بھی آپ نے اجتماعی طور پر سنتوں کے بعد دعا نہیں فرمائی۔

لمافی المشکوة (ص۲۷):عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

وفی الترغیب والترهیب (۱/۱۷۱): عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال صلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلاة المرء فی بیته الا الصلوة المکتوبة۔

وفی معارف السنن (۳/۱۲۶):ان ماراج فی کثیر من بلاد الهند الجنوبیة الدعاء بکیفیة مخصوصة بعد الرواتب-یستقبل الامام المقتدین ویدعون رافعی ایدیهم ......ففی مثل هذا یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة لا اریٰ لمثل هذا وجهه من السنة۔

وفی اعلاء السنن (۳/۲۰۵): ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام ......ثم اذافرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذلك وقد جری العمل منهم بذلك علی سبیل

Marfat.com

الالتزام والدوام...... وایم الله ان هذا امر محدث فی الدین۔

(۲۳۳) کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محافل قرأت اور نعت کا انعقاد کرنا کیسا ہے؟ کیا خیر القرون سے اس طرح انعقاد کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ثبوت نہ ملے تو یہ بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

اگر محفل قرأت منعقد کرانے سے نیت یہ ہو کہ لوگوں میں قرأت کا شوق پیدا ہو اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعت پڑھی جارہی ہو تو ایسی محافل کا انعقاد نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

نیز ہمارے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان سے حسن ظن رکھیں خواہ مخواہ بدگمانی جائز نہیں لہٰذا جو لوگ ان مجالس کا اہتمام کرواتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوگا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال:۲۲۷

(۲۳۴) تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو امام صاحب اور مقتدی حضرات تین دن تک صبح نماز کے بعد قبرستان جاتے ہیں وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یہ جانا امام ومقتدیوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں آپ کے ہاں مروجہ طریقہ شریعت کی تعلیمات کے منافی اور ناجائز ہے کیونکہ قبرستان جانا اور میت کے لئے ایصال ثواب کرنا مستحب ہے اور مستحب میں اپنی طرف سے اوقات کی تعیین یا التزام اس کو بدعت میں داخل کر دیتا ہے لہٰذا آپ کے

Marfat.com

علاقے کا مروجہ عمل قابل ترک واجتناب ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

(۲۳۵) گیارہویں اور شب برأت کا کھانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں گیارہویں کے موقع پر کھانا پکایا جاتا ہے اسی طرح شب برأت میں کھانا پکایا جاتا ہے اور پڑوس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔کیااس کھانے کو خود کھا سکتے ہیں یا کسی غریب یا فقیر کو دے دیا جائے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کھانا اگر غیر اللہ کے نام پر نہ ہو اور حلال مال سے پکایا گیا ہو تو فی نفسہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ دن کی تعیین کی وجہ سے اس میں کراہت آ گئی ہے لہٰذا ایسے کھانے سے احتراز بہتر ہے۔

لقوله تعالى (المائد :۳): حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ

وفی الجامع للترمذی (۲۲۹/۱): عن النعمان بن بشير رضي الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلال بين والحرام بين وبين ذلك امور مشتبهات لايدری كثير من الناس أمن الحلال هی أم من الحرام فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقدسلم ومن واقع شيئا منها يوشك ان يواقع الحرام كما انه من يرعیٰ حول الحمیٰ يوشك ان يواقعه الاوان لكل ملك حمی الاوان حمی الله محار مه۔

(۲۳۶) مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جب بھی کوئی بیماری آجائے یا اس کے علاوہ کوئی مصیبت آجائے تو کالا بکرا ذبح کرنے سے یہ مصیبت یا بیماری ٹل جاتی ہے۔کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے؟

Marfat.com

کیا بیماری کے وقت بکرا ہی ذبح کرنا چاہیئے اور بکرے کے رنگ کی بھی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کوئی بیماری یا مصیبت آجائے تو اسے اللہ تعالی ہی دور کرنے والے ہیں اور صدقہ کرنے کا مقصد اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنا ہے کہ اللہ تعالی اس صدقے کی برکت سے اس مصیبت یا بیماری کو دور کردیں لیکن اس میں بکرے کی تخصیص کرنا یا کالے بکرے کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس قدر ہوسکے اور جیسے ہوسکے اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ روایات سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ ''صدقات مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں''۔ اب اس میں اپنی طرف سے اس قسم کی تخصیص کرنا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے خود اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لما فی المشکوۃ (ص۱۶۴): عن اسماء رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ﷺ انفقی ولاتحصی فیحصی اللہ علیك ولاتوعی فیوعی اللہ علیك ارضخی مااستطعت۔

وفیه ایضا (ص۱۶۸): عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع میتة السوء۔

(۲۳۷) اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجتماعی قرآن خوانی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت اور جائز ہوتو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن خوانی گھر میں برکت کے لئے کی جائے تو اس وقت اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اہل ایمان کے حق میں قرآن کریم سراپا رحمت وبرکت ہے۔ اسلاف امت کی سوانح دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کریم کو اپنے لئے حرز جان بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ شریعت کے ہر عمل کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے۔ اس دائرے اور حد شرعی سے تجاوز اس عمل مشروع میں بگاڑ پیدا کردیتا ہے بلکہ بسا اوقات افراط کا یہ عمل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ کام بجائے عمل مشروع رہنے کے شریعت کے بالکل متصادم ایک بدعت کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

اس اعتبار سے صورت مسئولہ میں حق بات یہ ہے کہ تداعی، التزام، پر تکلف دعوت، اختلاط مردوزن اور مروجہ دوسرے مفاسد سے بچتے ہوئے صرف اپنے اہل واحباب تک محدود رکھتے ہوئے اجتماعی صورت میں بھی قرآن خوانی کی گنجائش ہے البتہ مروجہ بھی قرآن

Marfat.com

خوانی کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ بہت سارے مفاسد سے مرکب بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔ نیز قرأۃ قرآن پر کسی بھی صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے۔

لمافی مسند احمد بن حنبل (۴۴۶/۳): عن عبدالرحمن بن شبل قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا القرآن ولاتأكلوا به الى آخر الحديث۔

وفی البزازية على هامش الهندية (۸۱/۴): واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره۔

وفی ردالمحتار (۵۶/۶): فالحاصل ان ماشاع فى زماننا قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لأجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر۔

(۲۳۸) چالیس روز تک قبرستان جانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے قریبی عزیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چالیس روز تک قبر پر جاکر تلاوت کرتا ہے۔ کیاایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

میت کے ایصال ثواب کے لئے گھر میں یا قبر پر تلاوت کرنے سے میت کوثواب پہنچتا ہے اور قبر کی تنگی وغیرہ سے راحت ملتی ہے لیکن اس جائز کام یعنی تلاوت کے لئے اپنی طرف سے تعیین یا تخصیص جائز نہیں ہے کہ چالیس روز تک ہی جانے کو لازم سمجھے یا ہر جمعرات کو جانا لازم سمجھے۔ اگر اس طرح کا التزام پایا گیا تو یہ بدعت کے زمرے میں آئے گا البتہ بلاتعیین وتخصیص تلاوت جائز اور موجب ثواب ہے۔

لمافی الهندية (۱۶۶/۱): قرأة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالى لاتكره ومشايخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع۔

وفی ردالمحتار (۵۷/۶): ولوزارقبرصديق اوقريب له وقرأعنده شيئا من القرآن فهوحسن۔

Marfat.com

باب الانبیاء

(انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

(۲۳۹) کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے قبول ہوئی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر خطباء وغیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کتب تفسیر میں اصحاب تفسیر نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔

لما فی روح المعانی (۱/۲۳۷): فتلقی آدم من ربه کلمات ... وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انها: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك ... وقيل: رأى مكتوبا على ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به۔

وفی روح البیان (۱/۱۱۳): وعن النبی ﷺ ان آدم قال بحق محمد ان تغفرلی قال وكيف عرفت محمدا قال لما خلقتنی ونفخت فی الروح فتحت عینی فرأيت على ساق العرش لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اكرم الخلق عليك حتى قرنت اسمه باسمك فقال نعم وغفرله بشفاعته۔

(۲۴۰) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا

Marfat.com

تھا یا خلافت کے طور پر؟ آپ کی توبہ زمین پر نازل ہونے سے پہلے تام ہو چکی تھی یا اترنے کے بعد تام ہوئی؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں تشریف لانا خلافت کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی پیدائش سے پہلے فرمایا کہ " وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" الآية (البقرة:۳۰)

اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ زمین پر اترنے سے پہلے تام ہو چکی تھی زمین پر اترنا رب تعالی کی مشیت کے طور پر تھا جو پہلے سے طے تھا۔

لما في احكام القران للقرطبي (۳۲۱/۱): لم يكن اخراج الله تعالى آدم من الجنة واهباطه منها عقوبة له لانه اهبطه بعد ان تاب عليه وقبل توبته، وانما اهبطه اما تاديباً واما تغليظاً للمحنة والصحيح في اهباطه وسكناه في الارض ماقد ظهر من الحكمة الازلية في ذلك...

وفي البحر المحيط (۲۶۴/۱): وامره بالهبوط الى الارض بعد ان تاب عليه...

وفي التفسير المنير (۱۴۶/۱): ...فعاتب الله آدم على مخالفة امره والاكل من الشجرة فندم واستغفر الله وتاب فقبل توبته ولكنه امره وحواء بالخروج من الجنة والاستقرار في الارض...

(۲۴۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت قصہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ہمارے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم دی کہ اگر آپ اپنے بیٹے کو محبت سے دیکھیں تو دوسری بیوی اور اس کے بیٹے کا گوشت کہیں سے کاٹیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قسم کو پورا کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے ناک اور کان چھیدے اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ختنہ کرایا۔ کیا یہ قصہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ کا کہیں سے ثبوت نہیں ملا البتہ یہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ختنہ خود کیا تھا جس کے بعد سے ختنہ مسنون ومشروع ہو گیا۔ اور ناک وکان چھدوانا عورتوں میں بطور زینت کے رائج ہے، قسم پوری کرنے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

لمافي احكام القرآن للقرطبي (۹۸/۲): اجمع العلماء على ان ابراهيم عليه السلام اول من اختتن واختلف في السن التي اختتن فيها ففي الموطا عن ابي هريرة موقوفا وهو ابن مائة وعشرين سنة وعاش بعد ذلك ثمانين سنة ومثل هذا لايكون رأيا۔

وفي روح البيان (۲۲۲/۱): واماالختان ...... جمهور العلماء على ان ذلك من مؤكدات السنن ومن فطرة الاسلام التي لايسع تركها في الرجال الاان يولد الصبي مختونا وقد ولد الانبياء كلهم مختونين مسرورين ......كرامة لهم الاابراهيم خليل الله فانه ختن نفسه۔

(۲۴۲) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کون تھیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ہاجرہ کے بیٹے تھے ؟اور حضرت ہاجرہ شہزادی تھیں یا باندی؟ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ باندی تھیں اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے کیا یوں کہنا انبیاء کے حق میں ان کی تعظیم کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ باندی کا بچہ کہنا خلاف مروت بلکہ انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، امید ہے کہ اس سلسلے میں آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ہی تھیں جو ایک ظالم بادشاہ کی باندی تھیں، اس نے حضرت سارہ کو ہدیہ کے طور پر دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کر دیا، انہی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے عظمت وعزت کا معیار تقوی اور اخلاص کو بنایا ہے، جس بندے کے دل میں جس قدر اللہ تعالی کا خوف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ عظمت وعزت والا ہوگا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں ہو سکتا لہذا انبیاء ہی سب سے عظیم اور شرافت والے ہونگے، حاصل یہ کہ یہ کوئی منافی عظمت بات نہیں ہے۔

لما في القرآن الكريم (الحجرات:۱۳): يَاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللهِ اَتْقٰكُمْ۔

وفي البداية والنهاية (۱۴۴/۱): قالت سارة لابراهيم عليه السلام ان الرب قد احرمني الولد فادخل على امتي هذه لعل الله يرزقني منها ولدا فلما وهبتها له دخل بها ابراهيم عليه السلام

Marfat.com

فحین دخل بها حملت منه۔

وفی المنتظم (۱/۱۵۴): قال ابن اسحاق وکانت هاجرجاریة ذات هیئة فوهبتها سارة لابراهیم وقالت انی اراها وضیئة فخذها لعل الله ان یرزقك منها ولداوکانت سارة قد منعت الولد فوقع علیها فولدت له اسماعیل۔

(۲۴۳) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے تھے تو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ان کو اس حد تک خارش ہوگئی تھی کہ جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے اور جسم کا گوشت گلنا شروع ہوگیا تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں البتہ کوئی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے متنفر ہوجائیں۔حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش بھی مال اور اولاد کے ختم کرنے اور کسی درجے میں بیماری کے ساتھ ہوئی۔اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ انبیاء کی شان میں گستاخی ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۳/۲۰۶): قال العلامة الآلوسی بعد ذکر اقوال عدیدة ......وکل هذه الاقوال عندی متضمنة مالایلیق بمنصب الانبیاء علیهم السلام۔ وذهب جمع الی ان النصب والعذاب لیسا ماکان له من المرض والالم اوالمرض وذهاب الاهل والمال بل امران عرضا له وهو مریض فاقد الاهل والمال۔

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۵/۲۱۰): قال القرطبی بعد ذکر اقوال کثیرة متعلقة بمرض ایوب علیہ السلام .... قال ابن العربی القاضی ابوبکر رضی الله عنه۔ولم یصح عن ایوب فی امره الاما اخبرنا الله عنه فی کتابه آیتین :الاولی قوله تعالی وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر والثانیة فی ص انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب۔ واماالنبی ﷺ فلم یصح عنه انه ذکره بحرف واحد الاقوله :بینا ایوب یغتسل اذخرّعلیه رجل من جراد ذهب الحدیث۔واذلم یصح عنه فیه قرآن

Marfat.com

ولاسنة الاماذكرنا فمن الذى يوصل السامع الى ايوب خبره ، ام على اى لسان سمعه ؟والاسرائيليات مرفوضة عندالعلماء على البتات۔فاعرض عن سطورها بصرك،واصمم عن سماعها اذنيك ، فانها لاتعطى فكرك الاخيالا ،ولاتزيد فؤادك الاخبالا۔

(۲۴۴) حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام

سؤال

کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی تھے یاولی؟انہیں انسانوں سے پیدا کیا گیایا فرشتوں سے؟اگر زندہ ہیں تو ان کے ٹھہرنے کی جگہ کہاں ہے؟اسی طرح حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام راجح قول کے مطابق نبی تھے اور انہیں انسانوں میں سے ہی پیدا کیا گیا۔محققین محدثین اور اکثر مفسرین کے نزدیک ان کا انتقال ہو گیا ہے جبکہ صوفیاء کے نزدیک وہ زندہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں بعلبک نامی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔اہل شہر بعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔آپ نے انہیں ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم ان کی مخالفت پر اتر آئی اور بادشاہ وقت نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔آپ آبادی سے نکل کر ایک غار میں چلے گئے،بعد میں اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔آپ دس سال کے بعد تشریف لائے،دوسرے بادشاہ کو دعوت دی تو وہ اور قوم مسلمان ہو گئی۔

اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں موصل کی بستی نینوئ کی طرف بھیجا گیا آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی لیکن یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔آپ ان سے عذاب الٰہی کا وعدہ کر کے تشریف لے گئے،بعد میں جب قوم پر عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی،اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۱۱): تحت آیة فوجدا عبدا من عبادنا الآیة ......والخضر نبی عند الجمهور وقیل هو عبدصالح غیر نبی والآیة تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتکون الابوحی وایضا فان الانسان لایتعلم ولایتبع الامن فوقه ولیس یجوز ان یکون فوق النبی لیس بنبی۔وقیل کان ملکا امر الله......والاول صحیح۔

وفی تفسیر ابن کثیر (۹۴/۳): وذکر ابن قتیبة فی المعارف ان اسم الخضربلیا بن ملکان ......

Marfat.com

قالوا :وكان يكنى اباالعباس ويلقب بالخضر وكان من ابناء الملوك ذكره النووى فى تهذيب الاسماء وحكى هو وغيره فى كونه باقيا الى الآن ثم الى يوم القيمة قولين ومال هو وابن الصلاح الى بقائه وذكروا فى ذلك حكايات وآثارا عن السلف وغيرهم وجاء ذكره فى بعض الروايات ولايصح شئ من ذلك واشهرها حديث التعزية واسناده ضعيف ورجح آخرون من المحدثين وغيرهم خلاف ذلك واحتجوا بقوله تعالى وماجعلنا لبشر من قبلك الخلد وبقول النبى ﷺ يوم بدر اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد فى الارض وبانه لم ينقل انه جاء رسول الله ﷺ ولاحضر عنده ولاقاتل معه ولوكان حيا لكان من اتباع النبى ﷺ واصحابه لانه عليه السلام كان مبعوثا الى جميع الثقلين۔

وفى البداية والنهاية (۱/۲۱۷): قال اهل التفسير بعث الله يونس عليه السلام الى اهل نينوىٰ من ارض الموصل فدعاهم الى الله عزوجل فكذبوه وتمردوا على كفرهم وعنادهم فلماطال ذلك عليه من امرهم خرج من بين اظهرهم ووعدهم حلول العذاب بهم بعد ثلاث ......قال ابن مسعود ومجاهد وسعيد بن جبير وقتادة وغير واحد من السلف والخلف فلماخرج من بين ظهرانيهم وتحققوا نزول العذاب بهم قذف الله فى قلوبهم التوبة والانابة وندموا على ماكان منهم الى نبيهم۔

وفيه ايضا (۱/۳۱۳):الياس بن العاذر بن العيزار بن هارون بن عمران قالوا وكان ارساله الى اهل بعلبك غربي دمشق فدعاهم الى الله عزوجل ان يتركوا عبادة صنم لهم كانوا يسمونه بعلا وقيل كانت امرأة اسمها بعل والاول اصح ......فكذبوه وخالفوه وارادوا قتله فيقال انه هرب منهم واختفى عنهم ......عن كعب الاحبار انه قال ان الياس اختفى من ملك قومه فى الغار الذى تحت الدم عشر سنين حتى اهلك الله الملك وولى غيره فاتاه الياس فعرض عليه الاسلام فاسلم واسلم من قومه خلق عظيم غير عشرة آلاف منهم فامر بهم فقتلوا عن آخرهم۔

(۲۴۵) کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔دوران درس

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ کہیں قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام خوبصورت تھے۔کیا یہ بات درست ہے؟ اگر یہ بات درست ہے تو آج تک ہم نے جو حسن کے چرچے سنے تھے ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا خوبصورت ہونا نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور جو شخص یوں کہے کہ آپ کا خوبصورت ہونا ثابت نہیں یہ جملہ اس کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

لقولہ تعالی (یوسف : ۳۱):فَلَمَّا رَأَيْنَه أَكْبَرْنَه وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

وفی تفسیر ابن عباس (ص۲۵۰): وقطعن ایدیھن بالسکین من الدھشۃ والتحیرمما رأین من حسن یوسف۔

وفی روح المعانی (۲۲۹/۱۲): فلمارأینه اکبرنه ای اعظمنه ودھشن برؤیة جماله الفائق الرائع الرائق فان فضل جماله علی جمال کل جمیل کان کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب ......

واخرج ابن جریر وغیره عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ انه قال رأیت یوسف لیلة المعراج کالقمر لیلة البدر۔

وفی المشکوۃ (ص۵۲۸): عن انس ؓ ان رسول الله ﷺ قال اتیت البراق وذکر قصة المعراج وفیه فاذا انا بیوسف اذا ھو قد اعطی شطر الحسن۔

(۲۴۶) حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کا زلیخا سے نکاح ہوا تھا اور آپ کی زلیخا سے اولاد بھی پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کتب تفسیر وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے شوہر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوا تھا اور اللہ تعالی نے آپ کو زلیخا سے دو بیٹے بھی عنایت فرمائے۔

لمافی البحر المحیط (۲۹۱/۶): وفوض الملك الیه امره وعزل قطفیر ثم مات بعد فزوجه الملك

Marfat.com

امرأته فلما دخل علیها قال الیس ھذا خیرا مماطلبت ؟ فوجد ھا عذراء لان العزیز کان لایطأ فولدت له ولدین :افرائیم ومنشا۔

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۳/۹): قال ابن زید کان لفرعون ملك مصر خزائن کثیرة غیرالطعام ،فسلم سلطانه کله الیه وھلك قطفیر تلك اللیالی فزوج الملك یوسف راعیل امرأة العزیز فلما دخل علیھا قال الیس ھذا خیر مماکنت تریدین ؟

وفی البدایة والنھایة (۱۹۶/۱): وحکی الثعلبی انه عزل قطفیر عن وظیفته وولاھا یوسف۔وقیل انه لمامات زوجه امرأته زلیخا فوجدھا عذراء ......فولدت لیوسف علیه السلام رجلین وھما افرائیم ومنشا۔

(۲۴۷) کیا حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اسی طرح حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

معتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور صوفیہ کے نزدیک زندہ ہیں اسی طرح حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زندہ ہیں۔

لمافی تفسیر القرطبی (۱۶/۱۱): والخضر نبی عند الجمھور وقیل ھو عبد صالح غیر نبی والآیة تشھد بنبوته ،لان بؤاطن افعاله لا تکون الابوحی وایضا فان الانسان لایتعلم ولایتبع الا من فوقه ولیس یجوز ان یکون فوق النبی من لیس بنبی وقیل کان ملکا امرالله موسی ان یاخذعنه مما حمله من علم الباطن والاول الصحیح والله اعلم۔

وفی تفسیر روح المعانی (۳۲۸/۱۵): ابقی الله تعالی بعد وفاته علیه السلام من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذه الدار اربعة ادریس والیاس وعیسی والخضر علیھم السلام والثلاثة الاول متفق علیھم والاخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا۔

وفی مرقاة المفا تیح (۱۸/۱۱): قال النووی جمھور العلماء علی انه حی موجود بین اظھرنا سیما عند

Marfat.com

الصوفية ...قال الحميری المفسر وابو عمرو هو نبی...اذلا يصح لاحد من الاولياء ان يقتل نفسا زاكية بغير نفس اعتماد ا علی الوحی الالهامی بانه طبع كافرا ... وفی الجامع الصغير روی الحارث عن انس الخضر فی البحر والياس فی البر يجتمعان كل ليلة عند الروم الذی بناه ذوالقرنين ...وفی الفتاوی الحديثية رواه ابن عدی فی الكامل ان الياس والخضر عليهما الصلوة والسلام يلتقيان فی كل عام بالموسم۔

(۲۴۸) قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر مارنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پتھر مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے ہیں،کیا یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قبض روح کے لئے آنے والے فرشتے کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھپڑ مارنا احادیث سے ثابت ہے جو بالکل صحیح ہیں لہٰذا اس پر عقلی اعتبار سے اعتراضات کرنا صحیح نہیں ہے البتہ پتھر مارنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

لما فی الصحيح للبخاری (۱/۴۸۴):عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: " أرسل ملك الموت إلى موسى عليه السلام، فلما جاءه صكه، فرجع إلى ربه، فقال: أرسلتني إلى عبد لا يريد الموت، فرد الله عليه عينه وقال: ارجع، فقل له: يضع يده على متن ثور فله بكل ما غطت به يده بكل شعرة سنة، قال: أي رب، ثم ماذا؟ قال: ثم الموت، قال: فالآن، فسأل الله أن يدنيه من الأرض المقدسة رمية بحجر "، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فلو كنت ثم لأريتكم قبره، إلى جانب الطريق، عند الكثيب الأحمر۔

(۲۴۹) حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کتنے پیغمبر گزرے ہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان چار ہزار (۴۰۰۰) پیغمبر گزرے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ستر ہزار گزرے ہیں۔

لمافی تفسیر روح المعانی (۱/۳۱۶): 'ولقدآتینا موسی الکتاب' شروع فی بیان بعض آخر ... ''ثم ارسلنا رسلنا تتری'' وکانوا الی زمن عیسی علیہ السلام اربعۃ آلاف وقیل سبعین الفا وکلھم علی شریعتہ علیہ السلام۔

وفی روح البیان (۱/۱۷۷): وما بین موسی وعیسی اربعۃ آلاف نبی وقیل سبعون الف نبی۔

وفی حاشیۃ الصاوی علی الجلالین (۱/۴۳): وعدۃ الانبیاء والرسل الذی بین موسی وعیسی سبعون الفا وقیل اربعۃ آلاف۔

(۲۵۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کر دیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں ان کے متبعین نے شہید کر دیا تھا کیسا ہے؟ اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متبعین نے شہید کیا ہے اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں، سراسر غلط اور قرآن وسنت کی صراحت کے خلاف ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح مع الجسد آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا ان کا دوبارہ نزول قرب قیامت کے وقت ہوگا اس کے بعد ان کو موت آئے گی۔

لما فی القرآن الکریم: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء:۱۵۷)

وفیہ ایضاً(آل عمران:۵۵) :إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

وفی التفسیر المنیر (۳/۲۴۰): وللمفسرین رأیان فی تأویل ھذہ الآیۃ ،ان فی الآیۃ تقدیما وتاخیرا والتقدیر انی رافعك الی ومطھرك من الذین کفروا ومتوفیك بعد ان تنزل من السماء ای انہ رفعہ الی السماء حیا بجسمہ وروحہ وسینزل فی آخر الزمان فیحکم بشریعۃ

Marfat.com

الاسلام ثم يميته الله وهذا ما دلت عليه الاحاديث النبوية الصحيحة ...

وفى الجامع لاحكام القرآن للقرطبى (۱۰۰/۲): والصحيح ان الله تعالى رفعه الى السماء من غير وفاة ولانوم كماقال الحسن وابن زيد وهو اختيار الطبرى وهوالصحيح عن ابن عباس وقاله الضحاك...

وفى الصحيح لمسلم (۸۷/۱): عن ابى هريرة رضى الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية وليتركن القلاص ... الحديث

وفى فتح الملهم (۲۸۵/۲): وقال الحافظ ابن حجر فى الفتح قال العلماء الحكمة فى نزول عيسىٰ عليه السلام دون غيره من الانبياء الرد على اليهود فى زعمهم انهم قتلوه ،فبين الله تعالى كذبهم وانه الذى يقتلهم او نزوله لدنو اجله ليدفن فى الارض...

(۲۵۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی الزاماً یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر کیوں اٹھایا گیا؟ وہ وہاں کیا کر رہے ہیں ،کیا کھاتے ہیں ؟وغیرہ وغیرہ۔آپ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر اٹھانے کی حکمت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا {بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا} کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کی حکمتیں وہ خود بہتر طور پر جانتے ہیں۔اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیوں اٹھایا۔وہ قادر مطلق ہیں اور اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

لما فى روح المعانى (۱۲/٦): قال قتادة :رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش والبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار انسيا ملكيا سماويا ارضيا۔

Marfat.com

وفی روح البیان (۴۲/۳): (انی متوفیك) عن الصفات النفسانیة والاوصاف الحیوانیة (ورافعك الی) بجذبات العنایة فمن لم یصر فانیا عماسوی الله تعالی لایکون له وصول الی مقام معرفة الله فعیسی لمارفع الی السماء صارت له حالة کحالة الملائکة فی زوال الشهوات والغضب والاخلاق الذمیمة۔

(۲۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے {وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ۔۔۔الآیة} اور یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ حالت میں موجود ہیں۔اب وہ زکاۃ کس طرح ادا کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ سوال میں کسی بھی طرح سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔

سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف زندہ رہنا وجوب زکوۃ کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری شرائط بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً نصاب کا مالک ہونا، حولان حول (سال کا گزرنا) پایا جانا اور سب سے بڑھ کر مکلف ہونا۔اب نصوص قطعیہ سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور کہیں آپ کے مال ومتاع کو ساتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ملتا اور جس عالم میں آپ زندہ ہیں وہ دار العمل یا دار التکلیف نہیں ہے۔اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ سوال بالکل لغو اور بے محل ہے۔

لمافی قوله تعالی (النساء :۱۵۷): وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًابَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

وفی قوله تعالی (مریم: ۳۱): وَأَوْصَانِيْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝

وفی روح المعانی (۸۰/۱۶): وانت تعلم ان الظاهر المتبادر من المدة المذکورة مدة کونه علیه السلام حیا فی الدنیا علی ماهو المتعارف وذلك لایشمل مدة کونه علیه السلام فی السماء۔

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۰۳/۱۱): قال العلامة القرطبی تحت آیة " وَأَوْصَانِيْ بِالصَّلَاةِ

Marfat.com

وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ''......ای لاؤدیهما اذا ادرك التكلیف وامكننی اداء هما علی القول الاخیر الصحیح۔

(۲۵۳) کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

سؤال

مفتی صاحب یہ بتادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کون کون سے انبیاء کرام زندہ ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت الیاس ،ادریس علیہما السلام زندہ ہیں۔جبکہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟اس موضوع پر کافی کلام کیا گیا ہے لہٰذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور ممات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے اور اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف حیات وممات کو منسوب نہ کیا جائے۔

لمافی قوله تعالی (النساء :۱۵۷): وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ الخ

وفی احكام القرآن للقرطبی (۱۱۵/۱۵): قال بعضهم :كان قدمرض واحس الموت فبكى ...... یاالیاس وعزتی لاؤخرنك الی وقت لایذكرنی فیه ذاكر یعنی یوم القیامة وقال عبدالعزیز بن ابی رواد ان الیاس والخضر علیهما السلام یصومان شهر رمضان فی كل عام ببیت المقدس یلاقیان الموسم فی كل عام۔

وفی تفسیر روح المعانی (۳۲۸/۱۵): أبقی الله تعالی بعد وفاته علیه السلام من الرسل الاحیاء باجساد هم فی هذه الدار اربعة ادریس والیاس وعیسی والخضر علیهم السلام والثلاثة الاول متفق علیهم والأخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا۔

(۲۵۴) تحقیق عصمت انبیاء

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے

Marfat.com

ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ کیا صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اور یہ عصمت نبوت ملنے سے پہلے بھی ہوتی ہے یا نبوت کے بعد؟ نیز حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم میں روح ڈالتے ہی نبوت مل گئی تھی یا پھر زمین پر آنے کے بعد ملی تھی اگر جسم میں روح ڈالتے ہی مل گئی تھی تو جنت میں جس درخت سے منع کیا گیا اس کا کھانا گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ؟ نیز بعض لوگ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو پھر اس بات کے کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

انبیاء کرام راجح قول کے مطابق نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت زمین پر آنے کے بعد ملی ہے آپ کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس درخت سے تناول فرمایا جس سے منع کیا گیا تھا۔ تو درحقیقت یہ نہ ہی صغیرہ گناہ ہے اور نہ کبیرہ بلکہ یہ محض لغزش تھی، جو نسیان یا غلط فہمی کی بنیاد پر صادر ہوئی تھی اور "حسنات الابرار سیأت المقربین" (نیکوکار کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہیں) کے قاعدے پر سرزنش کی گئی۔

لما فی فیض الباری(۲/۱۱): وقد علمت سابقا ان الاشاعرة جوزوا الصغائر قبل البعثة ونفاها الماتريدية وقالوا بالعصمة قبلها وبعدها۔

وفی النبراس(ص۴۵۴): المذكور فی كلام الشارح هو مذهب عامة المتكلمين وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الى العصمة عن الصغائر والكبائر قبل الوحی وبعده وهو مختار ابي المنتهى شارح الفقه الاكبر والشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى ... وقال الإمام الشيخ ابو منصور الماتريدى الانبياء احق بالعصمة من الملائكة لان الامم مامورون بالاتباع للانبياء لا الملائكة واختار القاضى عياض عصمتهم بعد الوحی عن كل صغيرة وكبيرة ونسبه الى طائفة من المحققين وقال وقد اختلف فی عصمتهم قبل النبوة والصحيح انشاء الله تعالىٰ تنزيههم من كل عيب .... (ص۴۵۷) وما كان بطريق التواتر فمصروف عن الظاهر كقول ابراهيم عليه السلام مشيرا الى الكواكب هذا ربي وتاويله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنى اهذا ربي بزعمكم...... ''ان امكن'' الصرف عن الظاهر ''والا'' اى وان لم يكن ''فمحمول على ترك الاولى'' نحو عصى آدم ربه فغوى ... وقال غير واحد من الائمه سمى الله ترك الاولى منهم عصيانا لعظم منزلتهم كماقيل حسنات الابرار سيأت المقربين واستغفار الانبياء من ترك

Marfat.com

الاولى هضما لنفوسهم والافليس من الذنب ولا عقاب عليه اوكونه قبل البعثة كما قيل فى اكل آدم عليه السلام الشجرة وكما قيل فى اخوة يوسف عليه السلام على تقدير انهم انبياء لكن بعض العلماء صحح انهم ليسوا بانبياء۔

وفى شرح الفقه الاكبر(ص۵۶): والانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم اى جميعهم الشامل لرسلهم ومشاهيرهم وغيرهم اولهم آدم عليه الصلاة والسلام على ما ثبت بالكتاب والسنة واجماع الامة فما نقل عن بعض من انكار نبوته يكون كفرا... منزهون ان معصومون عن الصغائر والكبائر اى من جميع المعاصى والكفر خص لانه اكبر الكبائر...(ص۵۷) ثم هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح ...... وقد كانت منهم اى من بعض الانبياء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات اى تقصيرات وخطيئات اى عثرات بالنسبة الى مالهم من على المقامات وسئ الحالات كما وقع لآدم عليه الصلوة والسلام فى اكله من الشجرة على وجه النسيان اوترك العزيمة واختيار الرخصة ظناً منه ان المراد بالشجرة المنهية المشار اليه بقوله تعالىٰ ولا تقربا هذه الشجرة هى الشخصية لا الجنسية فاكل من الجنس لامن الشخص بناء على الحكمة الالهية ليظهر ضعف قدرة البشرية وقوة اقتضاء مغفرة الربوبية۔

(۲۵۵) مہاتما بدھ اور گرونا نک انبیاء میں سے تھے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ'' الآیۃ سے استدلال کرتے ہوئے مہاتما بدھ اور گرونانک کو نبی سمجھتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یا نہیں اگر ہو تفصیلاً ذکر کردیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی دو رائیں ہیں ایک یہ ''ھاد'' سے مراد خود باری تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اگر یہ تفسیر مراد ہو تو پھر یہ سوال سرے سے ختم ہوجاتا ہے اور اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ '' آپ ڈرانے والے ہیں کہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں'' اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں ''ھاد'' سے مراد صرف انبیاء کرام کی ذات گرامی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ان کے قاصدین بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

کوئی خطہ اللہ کی دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہا اس سے مراد صرف انبیاء نہیں بلکہ انبیاء کی طرف سے ان کے متبعین بھی ہو سکتے ہیں جو انبیاء کی دعوت کو لے کر دور دراز علاقوں تک پھیل گئے، لہذا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ہندوستان میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور پیدا ہوا ہوگا اور جب کسی اور کے آثار نہیں ملتے تو مہاتما بدھ اور گرونانک ہی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالی کی طرف سے نبی تھے البتہ ان کے متبعین بعد میں گمراہی میں مبتلا ہو گئے اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے بت پرست یا دوسرے شرکیہ کاموں میں مبتلا ہو گئے، بلا دلیل ہے، خاص طور پر مذہب کی کتابوں میں ان کے نام انبیاء کی فہرست میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ہم ان کے بارے میں یقینی طور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انبیاء میں سے تھے یا نہیں، اور مزید یہ کہ ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جن انبیاء کا اللہ تعالی نے خود ذکر کیا ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا نام نہیں لیا اس میں، ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ اجمالی ایمان لائیں کہ اس کے علاوہ جتنے بھی انبیاء تھے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں اس میں مہاتما بدھ یا گرونانک کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں۔

لما فی قولہ تعالی: وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد:۷)

وفی التفسیر الوسیط (۶/۳): ولکل قوم ھاد ای نبی وداع الی اللہ یدعوھم بما یعطی من الآیات لا بما یریدون ویتحکمون وھذا قول ابن عباس ومجاھد وقتادۃ وقال سعید بن جبیر وعطیۃ والضحاک الھادی ھو اللہ عزوجل والمعنی انت منذر تنذر واللہ ھادی کل قوم یھدی من یشاء۔

وفی التفسیر القرطبی (۲۸۵/۵): (انما انت منذر) ای معلم (ولکل قوم ھاد) ای نبی یدعوھم الی اللہ وقیل الھادی اللہ ای علیک الانذار واللہ ھادی کل قوم ان اراد ھدایتھم۔

وفی التفسیر المنیر (۱۱۵/۱۳): لکل قوم ھاد ای نبی یدعوھم الی اللہ وقیل الھادی اللہ ای علیک الانذار واللہ ھادی کل قوم ان اراد ھدایتھم۔

(۲۵۶) امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکا پڑھتا ہے گزشتہ دنوں اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام گناہوں سے معصوم اور تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہیں اگر یہی بات ہے تو آپ سارے مسلمان ہر نماز میں اور ہر دعا میں ان کے لئے دعا کیوں مانگتے ہو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، براہ کرم آپ اس سوال کا ایسا جواب لکھ دیں کہ میں خود بھی مطمئن ہو جاؤں اور اسے بھی مطمئن کر سکوں؟ اللہ تعالی آپ حضرات کو

Marfat.com

جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام گناہوں سے پاک اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں باقی رہا یہ معاملہ کہ پھر آپ کیلئے اتنا زیادہ دعا کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے، تو یہ دعا کا اہتمام آپ کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

اول: یہ دعا آپ کے درجات کی بلندی کے لئے کی جاتی ہے گناہوں سے معافی کے لئے نہیں کی جاتی۔

دوم: امت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ بندہ کتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب کیوں نہ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں تضرع اور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار ضروری ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ''**تعرف الاشیاء باضدادھا**'' یعنی اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں تو رب کے انتہائی مقربین کا بھی اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار یہ رب کی قدرت کاملہ اور اس کی عظمت کی غمازی کرتا ہے، اور مقربین کو عموماً اور مذنبین کو خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر آمادہ کرتا ہے۔

سوم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں دعا درحقیقت اپنے حق میں دعا ہے کہ جب دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں اس کے ساتھ بندے کی اپنی دعا بھی قبول ہوجائے گی۔

لما فی قوله تعالی : لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح :۱)

وفی روح البیان (۹/۸): قوله تعالی ''ماتقدم من ذنبك وما تأخر''...قال اهل الکلام ان الانبیاء معصومون من الکفر قبل الوحی وبعده باجماع العلماء ومن سائر الکبائر عمداً بعد الوحی واما سهوا فجوزه الاکثرون واما الصغائر فتجوز عمدا عند الجمهور وسهوا بالاتفاق۔

وفی الفتوحات الربانیة للنووی (۲۱۸/۶): روینا فی کتابی ابن ماجة وابن سنی عن حذیفة رضی الله عنه قال شکوت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ...انی لأستغفر الله عزوجل کل یوم مائة مرة۔

قوله ''انی لأستغفر الله عزوجل فی الیوم مائة مرة'' ای لامتی او لتقصیری فی عبادتی اولغفلتی عن حقیقتی او لقناعتی بمرتبتی فی الحال وعدم الاستزاده فی العلم وقرب المتعال۔

... وفی الفتح للحافظ أجوبة ...ومحصل جوابه ان الاستغفار من التقصیر من اداء الحق الذی یجب لله تعالی...ومنها ان استغفاره تشریع لامته وقال الغزالی رحمه الله کان صلی الله علیه وسلم دائم الترقی فاذا ارتقی الی حال رأی ما قبلها ذنباً فاستغفر من الحال السابقة ... الحث والحض لانه اذا کان المصطفی صلی الله علیه وسلم مع تنزهه عن کل وصف دنی وتحلیه بکل نعت سنی یکثر من الاستغفار لعظم ثمرته وشرف نتیجته فمن ابتلی بالنقص اولی بملازمته کالصابون لدرنه۔

Marfat.com

وفی روح البیان (۲۲۴/۷):وأیضاً فیها مزید القربات وذلك لان بالصلوات تزید مرتبة النبی ﷺ فتزید مرتبة الامة لان مرتبة التابع تابعة بمرتبة المتبوع ...وأیضاً فیها اثبات المحبة ومن احب شیئاً اکثر ذکرہ۔

(۲۵۷) انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت

سؤال

انبیاء علیہم السلام کا خون اور فضلات وغیرہ بھی پاک ہوتے ہیں؟ میں نے سنا ہے ایک صاحب سے کیا یہ بات صحیح ہے؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا خون اور فضلات وغیرہ پاک ہیں آپ نے جو سنا وہ صحیح ہے۔

لمافی المستدرك للحاكم (۶۳۸/۳):عامر بن عبدالله بن الزبير يحدث ان اباه حدثه انه اتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما فرغ قال: ''يا عبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراك احد'' فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوت. فلما رجعت الى النبى صلى الله عليه وسلم قال: ''ما صنعت يا عبدالله'' قال جعلته فى مكان ظننت انه خاف على الناس. قال: ''لعلك شربته''؟ قلت:نعم. قال: ومن امرك ان تشرب الدم ويل لك من الناس ويل للناس منك۔

وفی عمدة القاری (۳۵/۳): وقال بعض شراح البخاری فی بوله ودمه وجهان الاليق الطهارة... وقد وردت احاديث كثيرة ان جماعة شربوادم النبى عليه الصلاة والسلام رواه البزاز والطبرانى والحاكم والبيهقى وابو نعيم فى الحلية ويروى عن على. رضى الله تعالىٰ عنه انه شرب دم النبى عليه الصلاة والسلام وروى ايضا ان ام ايمن شربت بول النبى صلى الله عليه وسلم رواه الحاكم والدار قطنى والطبرانى... قال بعضهم الحق ان حكم النبى عليه الصلاة والسلام كحكم جميع المكلفين فى الاحكام التكليفية الافيما يخص بدليل قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساويين للنبى عليه الصلاة والسلام لايقول بذالك الا جاهل غنى واين مرتبته من مراتب الناس...وانا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالو غير ذالك فاذنى عنه صماء۔

Marfat.com

وفی مرقاۃ المفاتیح(۲/۱۶۰): ثم اختار کثیرون من اصحابنا طھارۃ فضلاتہ علیہ الصلاۃ والسلام۔

وفی الشامیۃ (۱/۳۱۸): صحح بعض ائمۃ الشافعیۃ طھارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر فضلاتہ وبہ قال ابو حنیفۃ کما نقلہ فی المواھب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی وصرح بہ البیری فی شرح الاشباہ وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الادلۃ علی ذالک، وعد الائمۃ ذالک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ونقل بعضھم عن شرح المشکوۃ لملا علی القاری انہ اختارہ کثیر من اصحابنا واطال فی تحقیقہ فی شرحہ علی الشمائل فی باب ماجاء فی تعطرہ علیہ الصلاۃ والسلام اھ۔

(۲۵۸) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات (بول و براز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات یعنی بول وبراز کے بارے میں کیا اس کا استعمال کرنا قصداً شفاء کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں باوجود اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات اکثر کے نزدیک پاک ہیں اور جو شخص ان کو شفاء، دواء اور تبرک کیلئے استعمال کرے تو وہ ایک اچھا کام کرے گا کیونکہ ناپاک چیز کا استعمال ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو پاک چیز کا استعمال دواء وغیرہ کیلئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقا تحت السؤال السابق۔

Marfat.com

رسالة

الکتاب المقبول

لبیان مذھب الحنفیة فی الذمی شاتم الرسول

ذمی شاتم رسول ﷺ سے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب اور بالخصوص حنفیہ کے مذہب کی تحقیق

نیز شتم سے عہد ذمہ ساقط ہوگا یا نہیں اور ذمی شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے یا نہیں؟

ان تمام ابحاث سے متعلق تفصیلی اور مدلل فتوی

(۲۵۹) ذمی شاتم رسول سے متعلق حنفیہ کے مذہب کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ مسلمان کے ساتھ خاص ہے ذمی کیلئے نہیں یعنی اگر مسلمان نعوذ باللہ شان رسالت میں گستاخی کرے تو اسے یہ سزا دی جائے گی کیونکہ یہ مرتد ہوجائے گا لیکن اگر ذمی یہ نازیبا حرکت کرے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے کافر ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ احناف کا مسلک ہے تو کیا واقعی احناف کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کو سزا دی جائے ذمی کو نہیں؟ برائے مہربانی ہمارے احناف اور دیگر ائمہ کرام کا مسلک مدلل ومفصل عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک تمام انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ اور تمام تر گمراہیوں کا منبع ہے جیسا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان وتصدیق

Marfat.com

دین کی تمام تر شاخوں کی جڑ و بنیاد اور تمام تر وسائل ہدایت کا منبع ہے پس جو شخص چاہے کافر ہو یا مسلم سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر ہنسی اڑاتا ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارک کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی شان مبارکہ کے بارے میں گستاخی کرتا ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب وشتم کرتا ہے یا امام الانبیاء ﷺ کی طرف بری باتوں کو منسوب کرتا ہے، تو ایسا شخص سراسر کافر، مرتد، زندیق اور ملحد ہے البتہ اگر یہ شخص توبہ کر کے اسلام لے آتا ہے تو ہمارے نزدیک اس شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن توبہ سے قبل ایسا شخص کسی مسلمان ملک کے اندر موجود ہو تو مسلمان حکومت پر ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔

جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ (صفحہ ۹) پر ابو بکر فارسی کے حوالے سے مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ

وقد حكى ابو بكر الفارسي من اصحاب الشافعي اجماع المسلمين على ان حد من يسب النبي ﷺ القتل كما ان حد من سب غيره الجلد. (الصارم المسلول على شاتم الرسول ﷺ ص۹)

ترجمہ: ”شوافع میں سے ابو بکر فارسی نے اس بات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ جو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کرے گا تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ جو نبی ﷺ کے علاوہ کو سب وشتم کرتا ہے اس کو حداً کوڑے لگائے جاتے ہیں۔“

اسی طرح علامہ خطابیؒ کے حوالے سے بھی شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے۔

وقال الخطابي: لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله (الصارم المسلول على شاتم الرسول ﷺ ص۹)

ترجمہ: ”میں مسلمانوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں جانتا جس نے شاتم رسول کے قتل کے بارے میں اختلاف کیا ہو (یعنی قتل پر سب کا اتفاق ہے)۔“

آگے محمد بن سحنونؒ کا قول نقل کیا:

اجمع العلماء على ان شاتم النبي ﷺ المتنقص له كافر و الوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر. (الصارم المسلول على شاتم الرسول ص۹)

ترجمہ: ”علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرنے والا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے۔ اس کے بارے میں اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے اور تمام امت کے ہاں اس کا حکم (صرف) قتل ہے اور جو شخص شاتم رسول کے کفر اور عذاب کے بارے میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو گا۔“

Marfat.com

چنانچہ مذاہب اربعہ کے اکابر علماء رحمہ اللہ علیہم نے ذمی شاتم رسول کے قتل کی تصریح کی ہے۔

ذمی شاتم رسول کی سزا کے بارے میں مالکی مذہب:

واما مذهب مالك رضى الله تعالىٰ عنه فقال مالك فى رواية ابن القاسم ومطرف ومن سب النبى ﷺ قتل ولم يستتب قال ابن القاسم: من سبه او شتمه او عابه او تنقصه فانه يقتل كالزنديق۔ (الصارم المسلول على شاتم الرسول ص ۲۱۴)

ترجمہ: "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ ابن القاسم نے فرمایا کہ جو شخص بھی نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرے یا جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی عیب لگائے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کرے تو اس کو زندیق کی طرح قتل کر دیا جائے گا۔"

ذمی شاتم رسول کی سزا کے بارے میں حنبلی مذہب:

قال الامام احمد فى رواية: كل من شتم النبى ﷺ وتنقصه مسلما كان او كافراً فعليه القتل وارى ان يقتل لا يستتاب وقال: كل من نقض العهد واحدث فى الاسلام حدثا مثل هذا رأيت عليه القتل ليس على هذا اعطوا العهد والذمة۔ (الصارم المسلول على شاتم الرسول ص ۲۰۷)

ترجمہ: "امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کرے گا چاہے مسلمان ہو یا کافر ہو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی اور فرمایا کہ جو ذمی عہد ذمہ کو توڑے گا اور اسلام میں سب وشتم جیسا عمل کرے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اس لیے کہ ہم نے ان سے عہد ذمہ (سب وشتم) پر تو نہیں کیا (کہ وہ مسلمانوں کے سامنے سب وشتم کرتے پھریں)۔"

ذمی شاتم رسول کی سزا کے بارے میں شافعی مذہب:

وقال الشافعى رحمه الله تعالىٰ: يقتل الذمى اذا سب النبى ﷺ وتبرأ منه الذمة۔ (الصارم المسلول على شاتم الرسول ص ۲۱۶)

ترجمہ: "امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب ذمی حضرت اقدس ﷺ کو سب وشتم کرے گا تو اس کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔"

Marfat.com

ذمی شاتم رسول کی سزا کے بارے میں حنفی مذہب:

احناف میں سے امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے السیر الکبیر میں ذمی شاتم رسول کی سزا قتل کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا:

قال محمد فی السیر الکبیر: وکذلك ان کانت تعلن بشتم رسول الله ﷺ فلا باس بقتلها. (اعلاء السنن، باب یقتل الذمی رجلاً کان او امرأة اذا اعلن بسب الله والرسول بما لا یدینه وکذا اذا طعن فی دین الاسلام بنحوه، ۵۳۹/۱۲)

ترجمہ: "امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر میں فرمایا اور اسی طرح اگر عورت جناب رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرے تو اس کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

اسی طرح علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے محقق علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذمی کے قتل کی صراحت نقل کی ہے۔

قال والذی عندی ان سبه علیه الصلاة والسلام او نسبة مالا ینبغی الی الله تعالیٰ ان کان مما لا یعتقدونه کنسبة الولد الی الله تعالیٰ وتقدس عن ذلك اذا اظهره یقتل به وینتقض عهده. (مجموعہ رسائل ابن عابدین کتاب تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابه الکرام علیه وعلیهم الصلاة والسلام، ۳۲۵/۱)

ترجمہ: "ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس ذمی کو قتل کر دیا جائے گا جو نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرے جن کا وہ خود بھی اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا۔ اس صورت میں (اس ذمی کو) قتل کیا جائے گا اور عہد ذمہ بھی ختم ہو جائے گا۔"

آگے علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذا معنی قول ابن همام اذا اظهره یقتل به فلم یکن کلامه مخالفاً للمذهب بل صرح به محرر المذهب الامام محمد (کتاب الجهاد فصل فی الجزیة حکم سب الذمی النبی صلی الله علیه وسلم، ۲۱۵/۴)

ترجمہ: "ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا معنی یہی ہے کہ جب ذمی جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو سب وشتم کرے گا اور اس کا اظہار کرے گا (یعنی لوگوں کو اس کے فعل بد کا علم ہو جائے) تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ پس ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مذہب حنفیہ کے مخالف نہیں بلکہ اسی کی تصریح (یعنی ذمی شاتم رسول کے قتل کی) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ (ما قبل میں تصریح موجود ہے)"

Marfat.com

اسی طرح علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے "مطلب فی حکم سب الذمی النبی ﷺ" کا عنوان قائم کر کے ذمی شاتم رسول ﷺ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(قوله: وسب النبیﷺ) ای اذا لم یعلن، فلوأعلن بشتمه او اعتاده قتل ولو امرأة وبه یفتی الیوم درمنتقی وهذا حاصل ما سیذ کره الشارح هنا وقیده الخیر الرملی بقید آخر حیث قال اقول هذا ان لم یشترط انتقاضه به واما اذا شرط انتقض به کما هو ظاهر۔

(شامیة، فصل فی الجزیة مطلب فی حکم سب الذمی النبی، ۲۱۳/۴)

ترجمہ: "پس اگر ذمی اعلانیہ طور پر سب وشتم کرے گا (یعنی لوگوں کو اس کے سب وشتم کا علم ہو جائے) یا اس کی عادت ہو سب و شتم کی (اور لوگوں کو علم ہو جائے) تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اگر چہ عورت ہی کیوں نہ ہو اور موجودہ زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے۔ "در منتقی" یہ شارح (علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کا خلاصہ ہے۔ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ (یعنی ذمی شاتم رسول کو قتل کیا جائے گا) جب بوجہ سب کے نقض عہد کی شرط نہ لگائی گئی ہو اور اگر بوجہ سب کے نقض عہد کی شرط لگائی گئی ہو تو اس صورت میں اس کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا جیسا کہ ظاہر ہے (اور قتل کر دیا جائے گا)"۔

اسی طرح علماء احناف میں سے قاضی شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا نے احادیث اربعینیہ میں (اعلاء السنن، باب یقتل الذمی رجلاً کان او امرأة الخ، ۵۴۹/۱۲)، ابن نجیم عمر بن ابراہیم نے شرح کنز الدقائق میں (کتاب الجہاد باب المرتدین ۳/ ۲۵۳)، علامہ حصکفی نے الدر المنتقی (کتاب السیر والجہاد فصل فی الجزیۃ، ۲/ ۴۸۲) اور الدر المختار میں (کتاب الجہاد باب المرتد، ۴/ ۲۳۱) سید احمد الطحاوی الحنفی نے طحاوی علی الدر میں (کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، ۲/ ۴۷۲)، مفتی روم مفتی ابو السعود نے معروضات میں (شامیۃ حکم سب الذمی النبی، ۴/ ۲۱۵)، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی نے مجمع الانہر میں (کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ، ۲/ ۴۸۲)، مفتی بغداد العلامۃ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی نے اپنی تفسیر میں (تفسیر روح المعانی، ۴/ ۵۸۴) ذمی شاتم رسول کی سزا قتل کی تصریح کی ہے۔ نیز مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں مذہب حنفیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

"وبالجملة فلا خلاف بین العلماء فی قتل الذمی او الذمیة اذا اعلن بشتم الرسول ﷺ او طعن فی دین الاسلام طعناً ظاهراً او نسب الی الله تعالیٰ مالا یعتقده ولا یتدین به وانما الخلاف فی انتقاض العهد به۔" (اعلاء السنن، باب یقتل الذمی رجلاً کان او امراة، ۵۳۹/۱۲)

ترجمہ: "خلاصہ کلام یہ ہے کہ علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ذمی شاتم رسول کو قتل کیا جائے گا مرد ہو یا عورت جو اعلانیہ طور پر (یعنی لوگوں کو سب وشتم کا علم ہو جائے) جناب رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کرے یا دین اسلام کے بارے میں کھلم کھلا طعن وتشنیع کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرے جن کا وہ خود اعتقاد نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس کے دین کا حصہ ہیں (علماء کا ایسے شخص کے بارے میں متفقہ فیصلہ قتل کا ہے) اختلاف صرف عہد ذمہ ختم ہونے اور نہ

Marfat.com

ہونے میں ہے (یعنی احناف کے نزدیک عہد ذمہ ختم نہیں ہوتا)۔"

لیکن اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جب سب وشتم کی وجہ سے عہد ذمہ ختم نہیں ہوتا تو اس ذمی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا جیسا کہ بعض لوگ سمجھ بیٹھے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمی شاتم رسول کا عہد ذمہ ختم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کذب ہے اس لیے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس ذمی کا عہد ذمہ ختم نہیں ہوگا اس سے یہ بات تو ہرگز لازم نہیں آتی کہ اس کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ اس کی تصریح کرتے ہوئے خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وقال الخير الرملي: لايلزم من عدم النقض عدم القتل"

ترجمہ: "اور عہد ذمہ ختم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو قتل بھی نہ کیا جائے۔"

اسی طرح ابن بکی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

لا ينبغي ان يفهم من عدم الانتقاض انه لا يقتل فان ذلك لايلزم وقد حقق ذلك الوالد في كتابه السيف المسلول وصحيح انه يقتل وان قلنا بعدم انتقاض العهد. (منحة الخالق على البحر الرائق كتاب السير فصل في الجزية، ۱۹۵/۵)

ترجمہ: "عہد ذمہ کے ختم نہ ہونے سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس کو قتل بھی نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے یہ لازم نہیں آتا (یعنی عہد ذمہ ختم نہ ہونے سے عدم قتل لازم نہیں آتا) اور اس کو والد نے اپنی کتاب السیف المسلول میں ثابت کیا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا اگرچہ ہمارا قول عہد ذمہ کے ختم نہ ہونے کا ہے۔"

پس مذاہب اربعہ کے معتمد اکابر علماء کی عبارات اور اجماع امت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جو بھی ذمی کافر ازلی بدبخت، سید الاولین والاخرین رحمت للعالمین امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں سب وشتم کرے گا شریعت مقدسہ میں اس کی سزا صرف اور صرف قتل ہے اور آخرت میں اس کے لیے دردناک عذاب ہے ایسے ملعون کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً (الاحزاب:۶۱)

ترجمہ: "(وہ) ملعون ہیں جہاں پائے گئے پکڑے گئے جان سے مارے گئے۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَه لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورۃ الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

لہٰذا تمام اسلامی حکومتوں کیلئے ضروری ہے کہ اگر ایسا کوئی ازلی بدبخت ان کی حکومت کے ماتحت ہے تو اس کو فوری طور پر قتل

Marfat.com

کر کے جہنم رسید کریں کسی کیلئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کی پشت پناہی کرے یا اس کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ الخ (الممتحنہ :۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔"

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ ذمی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا قانون ائمہ اربعہ رحمہ اللہ علیہم کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ یہ وہی قانون ہے جس کی بنیاد بحکم الٰہی امام الانبیاء نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے حکم کے ساتھ رکھی اور یہ وہی قانون ہے جس پر سب سے پہلے عمل کرنے والی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے لہٰذا مسلمانوں کے ہاں یہ قانون تا قیامت باقی رہے گا۔

Marfat.com

رسالۃ

تنبیہ ذوی العقول

ببیان مذہب الحنفیۃ فی قبول التوبۃ لشاتم الرسول

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے سے متعلق مذہبِ حنفی کی مدلل وضاحت

مسئلہ ھذا میں شامیہ وغیرہ کے کلام کی مدلل تنقیح

(۲۶۰) شاتم رسول کی توبہ کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فقہ حنفی میں شاتم رسول کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟ بحر وغیرہ میں قبولیت کا قول تحریر ہے اور غالباً یہی مذہب حنفیہ ہے جبکہ عند الجمہور قتل معین ہے توبہ قبول نہیں۔ جبکہ مختلف دارالافتاء سے جاری فتاوی میں مذہبِ حنفیہ بھی مع الجمہور قتل کا تحریر کیا جاتا ہے حوالہ فتاوی بزازیہ سے نقل کیا جاتا ہے کیا بزازیہ کے اس قول پر عمل اور فتویٰ درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

شاتم رسول کی توبہ کی قبولیت یا عدمِ قبولیت سے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے یعنی شاتم رسول توبہ کر کے دوبارہ اسلام لے آئے تو اسے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ مالکیہ کے راجح قول اور حنابلہ کے مذہب کے مطابق شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں اور اسے شتم کے بدلے حداً قتل کیا جائے گا البتہ آخرت کے عذاب سے متعلق ان حضرات کے نزدیک بھی توبہ قبول ہے۔ شوافع کی طرف منسوب قول اور حنفیہ کے مذہب کے مطابق شاتمِ رسول کی توبہ قبول کی جائے گی یعنی شاتم رسول اگر توبہ کر کے دوبارہ اسلام لے آتا ہے اور اپنے ارتداد کو ترک کر دیتا ہے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ دنیاوی قتل کے حق میں بھی اس کی توبہ مقبول ہوگی اور قتل ساقط ہو جائے گا۔

Marfat.com

حنفیہ کی کتب میں اس سلسلے میں کچھ تضاد ہے بزازیہ، خلاصۃ الفتاوی، فتح القدیر، البحرالرائق اور دیگر معتبرات میں ہمارا مذہب شاتم رسول کی توبہ کی عدم قبولیت کا نقل ہے جبکہ النتف فی الفتاوی، طحطاوی علی الدر اور تنبیہ الولاۃ والحکام میں اس کے برخلاف قبولیت توبہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے شامیہ میں بھی تصریح فرمائی ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج میں بھی شاتم رسول کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے۔

علامہ طحطاوی اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہما نے شاتم رسول کی توبہ قبول ہونے کے قول کو راجح اور صحیح مذہب قرار دیا ہے جبکہ درمختار میں دونوں قول ذکر کر کے تطبیق دینے کی کوشش کی گئی ہے البتہ تنویر الابصار (جو کہ درمختار کا متن ہے اس) میں مطلقاً عدم قبول توبہ کا قول ذکر ہے بلکہ تنویر الابصار میں تو شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساب کے بھی مطلقاً قتل اور عدم قبولیت توبہ کا قول ذکر ہے۔ تنویر اور درمختار دونوں پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ردّ فرمایا ہے ہم اگلے صفحات میں تفصیل سے ان کا کلام نقل کریں گے یہاں اولاً ہم فقہاء میں اختلاف کی وجہ ذکر کریں گے سب سے پہلے صاحب فتاوی بزازیہ کو اس معاملے میں اشتباہ ہوا اور انہوں نے شفاء القاضی عیاض وغیرہ کتب کی بعض مبہم عبارات سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ حنفیہ کے نزدیک شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں اور وہ بہرصورت قتل ہوگا جبکہ شفاء کی وہ عبارت بھی مبہم تھی اور شفاء میں ہی دوسرے مقام پر حنفیہ کے مذہب کا قبولیتِ توبہ کا ہونا صراحۃً ذکر ہے۔ لہٰذا اولاً صاحبِ بزازیہ سے تسامح ہوا اس کی مکمل وضاحت شامیہ اور تنبیہ الولاۃ والحکام میں دیکھی جاسکتی ہے اس کے بعد آنے والوں نے بزازیہ کو اصل بنالیا اور عدمِ قبولیت توبہ کا قول نقل کرتے آئے جبکہ یہاں حنفیہ کی کوئی تصریح عدمِ قبولیت توبہ سے متعلق نہیں فقط بزازیہ نے نقل کیا اور بعد والے بزازیہ سے نقل کرتے آئے۔ تنویر الابصار میں بھی عدمِ قبولیت توبہ کا ذکر ہے بلکہ شیخین رضی اللہ عنہما کے شاتم سے متعلق بھی عدمِ قبولیتِ توبہ کا قول ذکر ہے نیز درمختار کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے درمختار مع تنویر الابصار کی عبارت یہ ہے:

(وکل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا) جماعة من تکررت ردته علی ما مر و (الکافر بسب نبی) من الأنبیاء فإنه یقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا۔ وقد سمعت من مفتی الحنفیة بمصر شیخ الإسلام ابن عبد العال أن الکمال وغیره تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول عزاه إلیه ولم یعزه لأحد من علماء الحنفیة وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی و حاوی الزاهدی وغیرها بأن حکمه کالمرتد ولفظ النتف من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم فإنه مرتد وحکمه حکم المرتد ویفعل به ما یفعل بالمرتد انتهی وهو ظاهر فی قبول توبته کما مر عن الشفاء فلیحفظ .... فبعد أخذه لا تقبل توبته اتفاقا فیقتل وقبله اختلف فی قبول توبته فعند أبی حنیفة تقبل فلا یقتل وعند بقیة الأئمة لا تقبل ویقتل حدا۔ ولیکن التوفیق۔ (أو) الکافر بسب (الشیخین أو) بسب (أحدهما) فی البحر عن (الجوهرة) معزیا للشهید من سب الشیخین أو طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه أخذ

Marfat.com

الدبوسی وأبو اللیث وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الأشباه وأقره المصنف قائلا وهذا یقوی القول بعدم قبول توبة ساب الرسول صلی الله علیه وسلم وهو الذی ینبغی التعویل علیه فی الإفتاء والقضاء رعایة لجانب حضرة المصطفی صلی الله علیه وسلم۔ لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی أصل الجوهرة وإنما وجد علی هامش بعض النسخ فألحق بالأصل مع أنه لا ارتباط له بما قبله انتهی۔

(الدر المختار المطبوع مع الشامیة ۲۳۲/۴)

درمختار میں شاتم رسول کی توبہ کی قبولیت یا عدم قبولیت کے دونوں اقوال میں یہ تطبیق دی گئی ہے کہ اگر پکڑے جانے سے قبل شاتم رسول توبہ کرلے تو قبول ہوگی اور مخف والا قول لے لیا جائے اور اگر پکڑے جانے کے بعد توبہ کرتا ہے تو بزازیہ والے قول کو لے کر توبہ کو قبول نہ کیا جائے۔ صاحب درمختار نے ساب الشیخین رضی اللہ عنہما میں بھی تنویر پر کوئی خاص ردّ نہیں کیا لیکن درمختار کی اس عبارت کے تحت طحطاوی میں سخت استدراک ہے۔ درمختار میں چونکہ تنویر الابصار کے ساب الشیخین رضی اللہ عنہما کی بھی عدم قبولیت توبہ سے بزازیہ کے قول (ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ کی عدمِ قبولیت) کی ترجیح نقل ہے اس پر طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(قوله: وهذا یقوی القول بعدم قبول توبة ساب الخ) قد علمت انه مخالف لنصوص المذهب (قوله: وهو الذی ینبغی التعویل علیه) قلت الذی یجب التعویل علیه ما نصه اهل المذهب فان اتباعنا للمذهب واجب ولیس المصنف من ارباب الترجیح فیه (قوله: رعایة لجانب المصطفی الخ) ﷺ هو بالمؤمنین رؤوف رحیم فالمؤمل فی حضرته العلیة الصفح عنه اذا رجع (قوله: لکن فی النهر) قال السید الحموی فی حاشیة الاشباه حکی عمر ابن نجیم ان اخاه افتی بذلك فطلب منه النقل فلم یوجد الا علی طرة الجوهرة وذلك بعد حرق الرجل۔ واقول علی فرض ثبوت ذلك فی عامة نسخ الجوهرة لا وجه له یظهر ولما قدمناه من قبول توبة من سب الانبیاء عندنا خلافا للمالکیة والحنابلة واذا کان کذلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بل لم یثبت ذلك عن احد من الائمة فیما علم۔ ونقله عنه ابو السعود فی حاشیتها۔ (طحطاوی علی الدر ۴۸۲/۲)

نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کی اس عبارت کے تحت فرماتے ہیں:

قوله (والبزازی تبع صاحب السیف المسلول) الذی قاله البزازی إنه یقتل حدا ولا توبة له أصلا سواء بعد القدرة علیه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه کالزندیق لأنه حد وجب فلا یسقط بالتوبة ولا یتصور فیه خلاف لأحد لأنه تعلق به حق العبد إلی أن قال ودلائل المسألة

Marfat.com

تعرف فی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۔ وهذا کلام یقتضی منه غاية العجب کیف یقول لا یتصور فیه خلاف لأحد بعد ما وقع فیه اختلاف الأئمة المجتهدین مع صدق الناقلین عنهم کما أسمعناك وعزُوُه المسألة إلی کتاب الصارم المسلول وهو لابن تیمیة الحنبلی یدل علی أنه لم یتصفح ما نقلناه عنه من التصریح بأن مذهب الحنفیة والشافعیة قبول التوبة فی مواضع متعددة وکذلك صرح به السبکی فی السیف المسلول والقاضی عیاض فی الشفاء کما سمعته مع أن عبارة البزازی بطولها أکثرها مأخوذ من الشفاء ۔

فقد علم أن البزازی قد تساهل غاية التساهل فی نقل هذه المسألة ولیته حیث لم ینقلها عن أحد من أهل مذهبنا بل استند إلی ما فی الشفاء والصارم أمعن النظر فی المراجعة حتی یری ما هو صریح فی خلاف ما فهمه ممن نقل المسألة عنهم ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم ۔ فلقد صار هذا التساهل سببا لوقوع المتأخرین عنه فی الخطإ حیث اعتمدوا علی نقله وقلدوه فی ذلك ولم ینقل أحد منهم المسألة عن کتاب من کتب الحنفیة بل المنقول قبل حدوث هذا القول من البزازی فی کتبنا و کتب غیرنا خلافه ۔ قوله (وقد صرح فی النتف الخ) أقول ورأیت فی کتاب الخراج لأبی یوسف ما نصه وأیما رجل مسلم سب رسول الله أو کذبه أو عابه أو تنقصه فقد کفر بالله تعالی وبانت منه امرأته فإن تاب وإلا قتل و کذلك المرأة إلا أن أبا حنیفة قال لا تقتل المرأة وتجبر علی الإسلام ... رأیت بخط شیخ مشایخنا السائحانی فی هذا المحل والعجب کل العجب حیث سمع المصنف کلام شیخ الإسلام یعنی ابن عبد العال ورأی هذه النقول کیف لا یشطب متنه عن ذلك ۔ (شامیة ۴/۲۳۴)

درمختار کی تطبیق بین القولین سے متعلق علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوله (ولیکن التوفیق) أی یحمل ما مر عن النتف وغیره من أنه یفعل به ما یفعل بالمرتد علی ما إذا تاب قبل أخذه وحمل ما فی البزازیة علی ما بعد أخذه وأنت خبیر بأن هذا التوفیق غیر ممکن لتصریح علمائنا بأن حکمه حکم المرتد ولا شك أن حکم المرتد غیر حکم الزندیق ولم یفصل أحد منهم هذا التفصیل ولأن البزازی ومن تابعه قالوا إنه لا توبة له أصلا سواء بعد القدرة علیه والشهادة أو جاء تائبا من قبل نفسه کما هو مذهب المالکیة والحنابلة فعلم أنهما قولان مختلفان بل مذهبان متباینان علی أن الزندیق الذی لا تقبل توبته بعد الأخذ هو المعروف بالزندقة الداعی إلی زندقته کما یأتی ومن صدرت منه کلمة الشتم مرة

Marfat.com

عن غيظ أو نحوه لا يصير زنديقا بهذا المعنى۔ (شامية ۲۳۶/۴)

درمختار میں یہ تطبیق "معروضات مفتی ابو السعودؒ" سے ایک سوال جواب نقل کر کے دی گئی ہے طالب علم نے ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا "أكل أحاديث النبي صلى الله عليه وسلم صدق يعمل بها؟" اس کے جواب میں ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فأجاب بأنه يكفر أولا بسبب استفهامه الإنكاري وثانيا بإلحاقه الشين للنبي صلى الله عليه وسلم ففي كفره الأول عن اعتقاده يؤمر بتجديد الإيمان فلا يقتل والثاني يفيد الزندقة فبعد أخذه لا تقبل توبته اتفاقا فيقتل وقبله اختلف في قبول توبته فعند أبي حنيفة تقبل فلا يقتل وعند بقية الأئمة لا تقبل ويقتل حدا الخ" (در مختار ۲۳۵/۴)

اس سوال وجواب کی بنیاد پر شاتم رسول پر زندیق کا حکم لگانا اور قبل الاخذ اور بعد الاخذ قبول توبہ کا فرق کر کے تطبیق دینا محل نظر ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رسائل ابن عابدین اور فتاویٰ شامیہ میں تفصیل سے اس پر استدراک فرمایا ہے بلکہ علامہ سائحانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"قال السائحاني اقول هذا لا يصدر عن ابي السعود لان كلام القائل يحتمل ان كل الاحاديث الموجودة ليست صدقا لان فيها الموضوع وهذا الاحتمال اقرب من غيره الخ" (شامية ۲۳۵/۴)

شیخین رضی اللہ عنہما پر سبّ کرنے والے کی عدم قبولیت توبہ اور تنویر الابصار کی اس بات کو درمختار کا شاتم رسول کے بارے میں بھی عدمِ قبولیت توبہ پر بدرجہ اولیٰ پیش کرنے پر استدراک کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله (وهو الذي ينبغي التعويل عليه) قلت الذي ينبغي التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب ط. قوله (رعاية لجانب حضرة المصطفى) أقول رعاية جانبه في اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد..... مطلب مهم في حكم سب الشيخين: وأقول على فرض ثبوت ذلك في عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر لما قدمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا خلافا للمالكية والحنابلة وإذا كان كذلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشيخين بل لم يثبت ذلك عن أحد من الأئمة فيما أعلم..... وبهذا تعلم قطعا أن ما عزي إلى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده في الجوهرة باطل لا أصل له ولا يجوز العمل به وقد مر أنه اذا كان في المسألة خلاف ولو رواية ضعيفة فعلى المفتي أن يميل إلى عدم التكفير فكيف يميل هنا إلى التكفير المخالف للإجماع فضلا عن ميله إلى قتله وإن تاب وقد مر أيضا أن المذهب قبول توبة ساب الرسول فكيف ساب الشيخين. والعجب من صاحب

Marfat.com

البحر حيث تساهل غاية التساهل فی الإفتاء بقتله مع قوله وقد ألزمت نفسی أن لا أفتی بشیء من ألفاظ التکفیر المذکورة فی کتاب الفتاوی الخ۔ (شامیة ۴/۲۳۷)

الغرض مسئلہ طویل الذیل ہے خلاصہ یہی ہے کہ حنفیہ کا مذہب جو کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الخراج میں صراحۃ، امام ابو بکر الجصاص سے شرح الطحاوی میں، النتف، طحطاوی اور شامیہ میں ذکر ہے کہ شاتم رسول کی توبہ اور اسلام قبول ہے توبہ کے بعد اسے قتل نہیں کیا جائے گا یہی راجح ہے شفاء، الصارم المسلول اور السیف المسلول میں بھی حنفیہ کا مذہب یہی نقل ہے کہ توبہ قبول ہوگی شوافع اور مالکیہ کے مرجوح قول کے مطابق بھی شاتم رسول کی توبہ قبول ہوگی۔ بزازیہ اور اس کے بعد کے شراح و مصنفین کو السیف المسلول اور شفاء وغیرہ کی بعض مبہم عبارات سے اشتباہ ہوگیا ہے شفاء وغیرہ کی "وبمثله قال ابو حنيفة الخ" اور "لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله الخ" جیسی عبارات سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا گیا کہ حنفیہ کا مذہب بھی توبہ قبول نہ ہونے کا ہے جبکہ انہی کتب میں واضح طور پر ہمارا مذہب قبولیت توبہ کا تحریر ہے "وبمثلہ" سے مراد صرف قتل کرنے میں تشبیہ دینا ہے نہ کہ عدم قبولیت توبہ میں اور "لا اعلم الخ" سے مراد مالکیہ میں اختلاف نہ ہونا ہے نہ کہ جمیع مسلمین کا اتفاق۔۔۔۔ جیسا کہ شفاء لقاضی عیاض کے شہرہ آفاق محشی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الشفاء میں وضاحت فرمائی ہے اور شفاء کے مبہم مقامات پر واضح تشریحات کی ہیں [بما لا مزید علیہ] البتہ اگر اس سے بھی زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام او احد اصحابه الكرام" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تمام باتیں اور شکوک مدلل انداز میں رد کیے ہیں۔ هذا خلاصة ماحررناه فی کتابنا تنبيه الولاة والحكام وان اردت الزيادة فارجع اليه واعتمد عليه ففيه الكفايه لذوی الدراية (شامية ۴/۲۳۷)

لکن یقول الراقم: قد تسامح العلامة ابن عابدين الشامی ایضا فی هذا المقام وذکر العلامة فی الشامية وتنبيه الولاة والحكام بأن القول بعدم قبول توبة الساب لا اصل له فی الكتب ولا یوجد قبل البزازية فی کتاب من کتب الحنفية حيث قال العلامة فی الفتاوی الشامية:

"فقد علم ان البزازی قد تساهل فيه غاية التساهل فی نقل هذه المسالة ...... فلقد صار هذا التساهل سببا لوقوع عامة المتأخرين عنه فی الخطاء حيث اعتمدوا علی نقله وقلدوه فی ذلك ولم ينقل احد منهم المسئلة عن کتاب من کتب الحنفية بل المنقول قبل حدوث هذا القول من البزازی فی کتبنا و کتب غيرنا خلافه. انتهى كلام الشامية (۴/۲۳۴)۔

وحيث قال العلامة فی تنبيه الولاة والحكام:

حيث تابع البزازی ومن بعده علی شئی لا اصل له فی کتب المذهب ولا نقله احد ممن قبلهم وانما المنقول والمحکی عن ائمتنا خلافه بلا حکاية خلاف

Marfat.com

(تنبيه الولاة والحكام المطبوع فى رسائل ابن عابدين ص ٣٣٢)

اقول: وبالله التوفيق: فيه نظر۔ انا نسلم بأن المتاخرين قد اعتمدوا على البزازى فى نقل القول بعدم قبول التوبة لكن هناك كتب اخرى قبل البزازية قد ذكر فيه القول بعدم قبول التوبة۔ منها خلاصة الفتاوى ونصه مايليه:

"وفى المحيط: من شتم النبى ﷺ واهانه او عابه...... صادرا عنه عمدا او سهوا او غفلة او جدا او هزلا فقد كفر خلودا بحيث ان تاب لم تقبل توبته ابدا لا عند الله ولا عند الناس وحكمه فى الشريعة المطهرة عند متاخرين المجتهدين اجماعا وعند المتقدمين القتل قطعا ولا يداهن السلطان ونائبه فى حكم قتله وفى شرح الطحاوى كل من سبّ رسول الله ﷺ او ينقصه كان فيه ردّة وفى الروضة ان الاخبار لاجل اثبات حق النبى فيشترط فيه الدعوى وطلب الحق بطريق النيابة عن رسول الله ﷺ لان كل من اقام من المسلمين بطلب حق رسول الله ﷺ كان نائبا عنه والفرق بين سب النبى وبين سبّ الله تعالىٰ انه يقبل توبة من سب الله ولا يقبل توبة من سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم" (خلاصة الفتاوى ٣٨٦/٤ كتاب الفاظ الكفر)

كان وفاة صاحب خلاصة الفتاوى ٥٤٢ھ (كشف الظنون ٥٥١/١) وهو مما يعتمد عليه فى المذهب الحنفية ومعلوم بالضرورة أن صاحب الفتاوى البزازية قد توفى فى ٨٢٧ھ (كشف الظنون ٢٣٥/١)۔ نقل صاحب خلاصة الفتاوي القول بعدم قبول التوبة عن المحيط والروضة (ولعل المراد بالمحيط محيط السرخسى لمحمد بن احمد السرخسى المتوفى ٤٣٨ھ والمعروف بالرضوى ايضا لأنى لم أجد هذا فى المحيط البرهانى والمحيط محيطان المحيط البرهانى و محيط السرخسى ولعل المراد بالروضة هو الروضة فى فروع الحنفية للناطفى المتوفى ٤٤٦ھ) وكفى بهولاء قدوة ومستندا لأنهم من مشاهير الفقهاء الحنفية۔۔واستدل صاحب الخلاصة ايضا من كلام الجصاص المتوفى ٣٧٠ھ فى شرح الطحاوى "كان فيه ردة" على عدم قبول توبة الساب فهولاء الاعلام صاحب الخلاصة والمحيط والروضة والجصاص قد ذكروا القول بعدم قبول التوبة فكيف يصح ان يقال "ولا نقله احد ممن قبلهم الخ"۔

فاقول صاحب خلاصة الفتاوى والمحيط والروضة قد اختار واقبل البزازية القول بعدم قبول توبة الساب۔ وثبت ان العلامة ابن عابدين قد تسامح فى هذا المقام وأخطأ فى القول بأن مذهب الحنفية بعدم قبول توبة الساب لا يوجد قبل البزازية فى كتب الاعلام۔

لكن اريد ان اوضح فى هذا المقام بانى آخذ بما قاله العلامة الشامى والطحطاوى وهو راجح فى الجملة وان

Marfat.com

اخطا فی ادعاءہ بعدم وجدان ھذا القول قبل البزازية لكن كما ذكر العلامة ابن عابدين أن الامام ابا يوسف فی كتاب الخراج وصاحب النتف وغيرهما من الاعلام الحنفية قد اختاروا القول بقبول توبة الساب وكما ذكرتُ بأنّ على القاری ﷫ قد أوضح فی شرح الشفاء بان المذهب المعتمد عندنا هو قبول التوبة (شرح الشفاء ۴۷۱/۲) و صاحب الشفاء والسيف المسلول قد ذكرا بأن مذهب الحنفية هو قبول التوبة ۔(شفاء ۳۹۲/۲ و ۴۷۰) (السيف المسلول ۱۳۸)فهو جدير بان يوخذ ويفتى به خصوصا فی زماننا لما كثر الطعن على احكام الاسلام لسوء الافهام وزلة الاقدام فلا ينبغی لنا ان نتوفر لاعداء الاسلام موقعالان يطعنواعلى احكامناوشريعتناوان كان ذلك لطغيانهم ۔فلو نقول بقتل الساب ولو تاب واسلم فيشكل الامر ويتعذر العمل به فلا جل هذا نقول بان مذهب الحنفية المعتمد والراجح حسب تحقيق الطحطاوی والشامی هو القول بقبول توبة الساب ماخوذ فی هذا الباب۔ انتهى كلام الراقم۔

یعنی فتاوی بزازیہ پر متاخرین کے اعتماد کا دعویٰ کرنا صحیح تو ہے لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کہ بزازیہ سے قبل کسی نے عدم قبولیت توبہ کا قول ذکر نہیں کیا۔صاحب خلاصۃ الفتاویٰ ۵۴۲ھ نے محیط اور روضہ وغیرہ کے حوالے سے واضح الفاظ میں عدم قبولیت توبہ کا قول ذکر کیا ہے۔محیط سے مراد بظاہر محیط سرخسی ہے، کیونکہ محیط برہانی میں ہمیں یہ مسئلہ باوجود تتبع کے نہ ملا۔محیط سرخسی کے مصنف محمد بن احمد السرخسی ہیں اور ان کی محیط کو محیط رضوی بھی کہا جاتا ہے۔یہ کتاب اگر چہ مطبوع نہیں لیکن فقہ حنفی کے معتمدات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔روضہ سے مراد بظاہر روضہ للناطفی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ناطفی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی کبار فقہاء احناف میں ہوتا ہے۔الفوائد البهية فی تراجم الحنفية میں ہے:

احمد بن محمد بن عمرو ابو العباس الناطفی الطبری نسبته الی عمل الناطف أو بيعه قال امير كاتب فی فصل الغسل من غاية البيان هو من كبار علمائنا العراقيين تلميذ ابی عبد الله الجرجانی .... وفی الجواهر المضية هو احد الفقهاء الكبار وأحد اصحاب الواقعات والنوازل ومن تصانيفه الاجناس والفروق والواقعات وله الهداية مات بالری سنة ست واربعين واربعمائة۔

(الفوائد البهية ۳۶۔احمد بن محمد)

کشف الظنون میں ہے۔

الروضة فی فروع الحنفية للناطفی المتوفی : سنة ۴۴۶، ست وأربعين وأربعمائة وهی صغيرة الحجم كثيرة الفائدة وفيها فروع غريبة ۔ (كشف الظنون ۱/ ۹۲۴)

اور علامہ زرکلی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلام میں ہے:

Marfat.com

أحمد بن محمد بن عمر أبو العباس الناطفي: فقيه حنفي، من أهل الري. نسبته إلى عمل الناطف. من كتبه (الاجناس - خ) في أوقاف بغداد، و (الفروق) و (الروضة - خ) في البلدية (ن ۱۲۰۸ ب) و (الواقعات). (اعلام للزركلي ۲۱۳/۱ ط: دار العلم)

خلاصۃ الفتاویٰ کے مصنف بزازیہ سے تین صدی قبل کے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ کہ بزازیہ سے قبل کسی حنفی فقیہ نے یہ مذہب ذکر ہی نہیں کیا محل نظر ہے۔ تاہم مکمل تحقیق وتفحص کے بعد علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہی صائب معلوم ہوتی ہے بندہ ناچیز اسی کو راجح سمجھتا ہے مسئلہ ہذا میں متاخرین کا مدار فتاویٰ بزازیہ پر ہی ہے اور بزازیہ کا مکمل اعتماد شفاء، سیف اور الصارم پر ہے اور شفاء وغیرہ کی بھی ایک غیر صریح عبارت سے عدم قبولیت توبہ کا مذہب اخذ کرلیا گیا ہے جبکہ ان کتب میں ہی حنفیہ کا مذہب صراحۃ قبولیت توبہ کا ذکر ہے نیز السیف المسلول میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ کسی حنفی کا قول عدم قبولیت توبہ کا مجھے معلوم نہیں لہٰذا ان ہی کتب کی غیر صریح عبارات سے حنفیہ کا مذہب عدم قبولیت توبہ کا اخذ کرنا تسامح ہے نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں اور صاحب تتف وغیرہ نے قبولیت توبہ کا مذہب ذکر کیا ہے یہ اعلام حنفیہ ہیں اسی طرح اسلام کے خلاف موجود پروپیگنڈے بھی اسی کے متقاضی ہیں کہ قبولیت توبہ کا قول اختیار کیا جائے کیونکہ ایک شاتم کو باوجود توبہ اور اسلام کے قتل کرنا سازشیوں کو موقع طعن فراہم کرے گا اور اس پر عمل مشکل ہے لہٰذا راجح اور معتمد مذہب حنفیہ کا یہی ہے کہ شاتم رسول اگر توبہ کر کے اسلام لے آئے تو اس کی توبہ بہر صورت مقبول ہوگی اور قتل ساقط ہو جائے گا فتاویٰ محمودیہ میں بھی شاتم رسول کی توبہ کی قبولیت کا قول لیا گیا ہے اس باب میں مالکیہ کا راجح قول اور حنابلہ کا مذہب عدم قبولیت توبہ کا ہے ان کے نزدیک شاتم رسول کو بہر صورت حداً قتل کیا جائے گا۔

لمافي البزازية (۳۲۱/٦) الا اذا سب الرسول عليه الصلاة والسلام أو واحدا من الانبياء عليهم الصلاة والسلام فانه يقتل حدا ولا توبة له اصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة او جاء تائباً من قبل نفسه كالزنديق لانه حد وجب فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين ...... وبخلاف الارتداد لانه معنى يتفرد المرتد لاحق فيه لغيره من الآدميين ولكنه قلنا اذاشتمه عليه الصلاة والسلام سكران لا يعفى ويقتل ايضاً حدا وهذا مذهب ابي بكر الصديق رضى الله عنه و الامام الاعظم والثورى واهل الكوفة والمشهور من مذهب مالك واصحابه قال الخطابي لا أعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا كان مسلما وقال ابن سحنون المالكى اجمع العلماء ان شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك في عذابه وكفره كفر......"

"وفي خلاصة الفتاوىٰ (كتاب الفاظ الكفر) (۳۸٦/۴): وفي المحيط من شتم النبي واهانه او عابه في امور دينه او في شخصه او في وصفه من اوصاف ذاته سواء كان الشاتم مثلاً من امته او غيرها وسواء كان من اهل الكتاب او غيره ذميا كان او حربياً سواء كان الشتم او الاهانة او

Marfat.com

العیب صادرا عنه عمداً أو سهواً او غفلةً او جداً او هزلاً فقد کفر خلوداً بحیث ان تاب لم یقبل توبته ابداً لا عند الله ولا عند الناس۔

وفی شرح الطحطاوی: کل من سبّ رسول الله ﷺ اوینقصه کان فیه ردة" وفی الروضة: ان الاخبار لاجل اثبات حق النبی ﷺ فیشترط فیه الدعویٰ وطلب الحق بطریق النیابة عن رسول الله ﷺ لان کل من قام من المسلمین بطلب حق عن رسول الله ﷺ کان نائباً عنه والفرق بین سب النبی ﷺ وبین سب الله تعالیٰ انه یقبل توبة من سب الله تعالیٰ ولا یقبل توبة من سب رسول الله ﷺ..."

وفی رسائل ابن عابدین، کتاب تنبیه الولاة والحکام (۱/۳۳): فاذا علمت ذلك فاعلم ان جمیع ما قاله البزازی ماخوذ من الشفاء لموافقته لمذهبه وقد نقل ذلك صاحب البزازیة مع تصرف فی التعبیر اصاب فی بعض منه دون بعض ولما جعل القاضی عیاض الساب بمنزلة الزندیق بنی علیه قوله انه لا یتصور فی عدم قبول توبته خلاف لاحد ...... فلیس مراده انه لم یصدر خلاف بین المجتهدین فی حکم الساب فانه مخالف لما صرح به نفسه من وقوع اختلاف الروایة عن امام مذهبه حیث روی الولید بن مسلم عن الامام مالك ان السب ردة فیستتاب منها ولا یقتل وانه قال بمثله ابو حنیفة واصحابه ۔۔۔۔ واهل الکوفة والاوزاعی وکان البزازی ظن ان قوله ولا یتصور فیه خلاف لاحد انه اراد حکایة الاجماع علی ذلك فجزم بان مذهب ابی حنیفة عدم قبول التوبة ولم یتفطن لما قلنا۔۔الخ"

وفی الصارم المسلول (ص۲۰۹) المسألة الثالثة انه یقتل ولا یستتاب سواء کان مسلما او کافراً ۔۔۔۔ یقتل ساب النبی ﷺ ولا تقبل توبته، سواء کان مسلماً او کافراً. ومرادهم بانه لا تقبل توبته ان القتل لایسقط عنه بالتوبة، والتوبة اسم جامع للرجوع عن السب بالاسلام وبغیره، فلذلك اتوابها، وارادوا انه لورجع عن السب بالاسلام او بالاقلاع عن السب والعود الی الذمة ان کان ذمیاً لم یسقط عنه القتل، لان عامة هؤلاء لما ذکروا هذه المسئلة قالوا خلافا لابی حنیفة و الشافعی فی قولهما: ان کان مسلماً یستتاب، فان تاب و الاقتل کالمرتد......"

وفی الدر المختار، کتاب الجهاد، باب المرتد (۴/۲۳۴) ایچ ایم سعید کمپنی: زاد المصنف فی شرحه وقد سمعت من مفتي الحنفية بمصر شيخ الإسلام ابن عبد العال أن الكمال وغيره تبعوا

Marfat.com

البزازي والبزازي تبع صاحب السيف المسلول عزاه إليه ولم يعزه لأحد من علماء الحنفية وقد صرح في النتف ومعين الحكام وشرح الطحاوي و حاوي الزاهدي وغيرها بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى وهو ظاهر في قبول توبته كما مر عن الشفاء اه فليحفظ

وقال ابن عابدين تحته: قوله (وقد صرح في النتف الخ) أقول ورأيت في كتاب الخراج لأبي يوسف ما نصه وأيما رجل مسلم سب رسول الله أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته فإن تاب وإلا قتل وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر على الإسلام اه وهكذا نقل الخير الرملي في حاشية البحر أن المسطور في كتب المذهب أنها ردة وحكمها حكمها ثم نقل عبارة النتف ومعين الحكام والعجب منه أنه أفتى بخلافه في الفتاوى الخيرية۔

Marfat.com

(۲۶۱) شاتم رسول کو انفراداً قتل کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مدرسہ کا طالب علم ہوں آپ سے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ شاتم رسول کو سزا دینا حکومت وقت کا کام ہوتا ہے یا اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو کوئی بھی دے سکتا ہے اگر کوئی خود دے انفرادی طور پر تو اس کا یہ فعل قابل مذمت ہے یا قابل تحسین؟ نیز آپ حضرات سے التماس ہے کہ مسئلہ ھذا سے متعلق مجھے صحاح ستہ اور اس کے علاوہ جتنا بھی ذخیرہ احادیث آپ حضرات کے پاس ہے وہ استفتاء کے جواب میں دیدیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات سے ایسے ہی دین کا کام لیتا رہے۔ آمین

الجواب بعون الملک الوھاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی اپنی حیات طیبہ میں بہت سے شاتمین رسول کو قتل کروایا جن میں کعب بن اشرف، اسود عنسی اور ابورافع سرفہرست ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے شاتمین سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انتقام لیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئے اور بعض جگہ تو فرمایا "الا اشھدوا ان دمھا ھدر" "لوگو! آگاہ رہو کہ اس کا خون مباح ہے لہٰذا اگر حقیقتاً کسی نے شان رسالت میں توہین کا ارتکاب کیا ہو تو حکومت وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسے گرفتار کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے ہمارے پاکستان میں شاتمِ رسول کی سزا مقرر ہے لہٰذا یہ عدالت کا کام ہے کہ اس پر عمل کرے ہر شخص کیلئے گنجائش نہیں کہ شاتمِ رسول کو قتل کرے البتہ اگر کسی ملک میں شاتمِ رسول کی سزا سے متعلق قانون ہی نہ ہو یا قانون تو ہو لیکن اس پر عمل نہ ہوتا ہو ایسی جگہ پر کسی نے شاتمِ رسول کو قتل کردیا تو شرعاً چونکہ اس شخص کا خون مباح ہے لہٰذا قتل کرنے والے کو سزا نہیں دی جائے گی۔

لما فی سنن ابی داؤد (۲/۲۴۳) باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: عن عکرمة قال حدثنا ابن عباس أن أعمى كانت له أم ولد تشتم النبى -صلى الله عليه وسلم- وتقع فيه فينهاها فلا تنتهى ويزجرها فلا تنزجر - قال- فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فى النبى -صلى الله عليه وسلم- وتشتمه فأخذ المغول فوضعه فى بطنها واتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجليها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما أصبح ذكر ذلك لرسول الله -صلى الله عليه وسلم- فجمع الناس فقال أنشد الله رجلا فعل ما فعل لى عليه حق إلا قام فقام الأعمى يتخطى الناس وهو يتزلزل حتى قعد بين يدى النبى -صلى الله عليه وسلم- فقال يا رسول الله أنا صاحبها كانت تشتمك وتقع فيك فأنهاها فلا تنتهى وأزجرها فلا تنزجر ولى منها ابنان مثل اللؤلؤتين

Marfat.com

وكانت بی رفیقة فلما كانت البارحة جعلت تشتمك وتقع فيك فأخذت المغول فوضعته فی بطنها واتكأت عليها حتى قتلتها. فقال النبی -صلی اللہ علیہ وسلم- ألا اشهدوا أن دمها هدر.

وفی اعلاء السنن (۶۰۳/۱۲) حكم قتل المرتد قبل امر الامام: وفيه ايضاً فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه كره ولا شئی على القاتل ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب وانتفاء الضمان لان الكفر مبيح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب" الخ قال المحقق فی "الفتح" فهی كراهة وعند من يقول بوجوب العرض كراهة تحريم وفی شرح الطحاوی: اذا فعل ذلك بغير اذن الامام ادب الخ (۳۱۰/۵) قلت: دليل جواز القتل بدون الاستتابة مامر من فعل ابی موسى وسعد، ولم يوجب عليهم عمر بفعلهم شيئا، فدل على انتفاء الضمان، فافهم ......وفيه (ص۶۴۲): قلت وما ذكره المحقق من عدم قبول توبة الساب لعله اخذه عن البزازی والا فالمشهور من مذهب الحنفية ان حكمه حكم المرتد فی قبول توبته فان تاب نكل وان ابى قتل، كما ذكره فی الدر والشامية......الخ.

وفی صحيح البخاری (۵۷۶/۲) باب قتل كعب بن اشرف: قال عمرو: سمعت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنهما، يقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من لكعب بن الأشرف، فإنه قد آذى اللہ ورسوله فقام محمد بن مسلمة فقال: يا رسول اللہ، أتحب أن أقتله؟ قال: نعم، قال: فأذن لی أن أقول شيئا، قال: قل، فأتاه محمد بن مسلمة فقال: إن هذا الرجل قد سألنا صدقة، وإنه قد عنانا وإنی قد أتيتك أستسلفك، قال: وأيضا واللہ لتملنه، قال: إنا قد اتبعناه، فلا نحب أن ندعه حتى ننظر إلى أی شیء يصير شأنه، وقد أردنا أن تسلفنا وسقا أو وسقين- وحدثنا عمرو غير مرة فلم يذكر وسقا أو وسقين... فقال: نعم، ارهنونی، قالوا: أی شیء تريد؟ قال: ارهنونی نساءكم، قالوا: كيف نرهنك نساءنا وأنت أجمل العرب، قال: فارهنونی أبناءكم، قالوا: كيف نرهنك أبناءنا، فيسب أحدهم، فيقال: رهن بوسق أو وسقين، هذا عار علينا، ولكنا نرهنك اللأمة- قال سفيان: يعنی السلاح- فواعده أن يأتيه، فجاءه ليلا ومعه أبو نائلة، وهو أخو كعب من الرضاعة، فدعاهم إلى الحصن، فنزل إليهم، فقالت له امرأته: أين تخرج هذه الساعة؟ فقال إنما هو محمد بن مسلمة، وأخی أبو نائلة، وقال غير عمرو، قالت: أسمع صوتا كأنه يقطر منه الدم، قال: إنما هو أخی محمد بن مسلمة ورضيعی أبو نائلة إن الكريم لو دعی إلى طعنة بليل لأجاب، قال: ويدخل محمد بن مسلمة معه رجلين... قال عمرو: جاء معه

Marfat.com

برجلين، فقال: إذا ما جاء فإني قائل بشعره فأشمه، فإذا رأيتموني استمكنت من رأسه، فدونكم فاضربوه، وقال مرة: ثم أشمكم، فنزل إليهم متوشحا وهو ينفح منه ريح الطيب، فقال: ما رأيت كاليوم ريحا، أي أطيب، وقال غير عمرو: قال: عندي أعطر نساء العرب وأكمل العرب، قال عمرو: فقال أتأذن لي أن أشم رأسك؟ قال: نعم، فشمه ثم أشم أصحابه، ثم قال: أتأذن لي؟ قال: نعم، فلما استمكن منه، قال: دونكم، فقتلوه، ثم أتوا النبي صلى الله عليه وسلم فأخبروه.

وفيه أيضاً(ص ٥٧٧)باب قتل أبي رافع عبد الله بن أبي الحقيق:....عن البراء بن عازب، قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أبي رافع اليهودي رجالا من الأنصار، فأمر عليهم عبد الله بن عتيك، وكان أبو رافع يؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه، وكان في حصن له بأرض الحجاز، فلما دنوا منه، وقد غربت الشمس، وراح الناس بسرحهم، فقال عبد الله لأصحابه: اجلسوا مكانكم، فإني منطلق، ومتلطف للبواب، لعلي أن أدخل، فأقبل حتى دنا من الباب، ثم تقنع بثوبه كأنه يقضي حاجة، وقد دخل الناس، فهتف به البواب، يا عبد الله: إن كنت تريد أن تدخل فادخل، فإني أريد أن أغلق الباب، فدخلت فكمنت، فلما دخل الناس أغلق الباب، ثم علق الأغاليق على وتد، قال: فقمت إلى الأقاليد فأخذتها، ففتحت الباب، وكان أبو رافع يسمر عنده، وكان في علالي له، فلما ذهب عنه أهل سمره صعدت إليه، فجعلت كلما فتحت بابا أغلقت علي من داخل، قلت: إن القوم نذروا بي لم يخلصوا إلي حتى أقتله، فانتهيت إليه، فإذا هو في بيت مظلم وسط عياله، لا أدري أين هو من البيت، فقلت: يا أبا رافع، قال: من هذا؟ فأهويت نحو الصوت فأضربه ضربة بالسيف وأنا دهش، فما أغنيت شيئا، وصاح، فخرجت من البيت، فأمكث غير بعيد، ثم دخلت إليه، فقلت: ما هذا الصوت يا أبا رافع؟ فقال: لأمك الويل، إن رجلا في البيت ضربني قبل بالسيف، قال: فأضربه ضربة أثخنته ولم أقتله، ثم وضعت ظبة السيف في بطنه حتى أخذ في ظهره، فعرفت أني قتلته، فجعلت أفتح الأبواب بابا بابا، حتى انتهيت إلى درجة له، فوضعت رجلي، وأنا أرى أني قد انتهيت إلى الأرض، فوقعت في ليلة مقمرة، فانكسرت ساقي فعصبتها بعمامة، ثم انطلقت حتى جلست على الباب، فقلت: لا أخرج الليلة حتى أعلم: أقتلته؟ فلما صاح الديك قام الناعي على السور، فقال: أنعى أبا رافع تاجر أهل الحجاز، فانطلقت إلى أصحابي، فقلت: النجاء، فقد قتل الله

Marfat.com

أبا رافع، فانتهيت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فحدثته، فقال: ابسط رجلك فبسطت رجلي فمسحها، فكأنها لم أشتكها قط۔

(۲۶۲) جنات کی طرف مبعوث انبیاء

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی نے جس طرح انسانوں میں یکے بعد دیگرے انبیاء کو مبعوث فرمایا کیا اسی طرح جنات میں یہی معاملہ رہا یا ان کے ہاں انبیاء مبعوث نہیں ہوتے تھے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جنات کی طرف ان میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ہاں انبیاء کے رسول وقاصد جنات میں جا کر جنات کو دعوت دیتے رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

لما في الفتاوى الحديثية (ص۶۶): ولم يبعث اليهم نبي قبل نبينا قطعا على ماقاله ابن حزم: اى انماكانوا متطوعين بالايمان لموسى مثلا والدخول فى شريعته۔ وقال السبكى: لاشك انهم مكلفون فى الامم الماضية كهذه الملة اما بسماعهم من الرسول او من صادق عنه۔

وفيه ايضاً (ص۶۹): وجمهور الخلف والسلف انه لم يكن منهم رسول ولانبى خلافا للضحاك ومعنى رسل منكم اى من مجموعكم وهم الانس اوالمراد بهم رسل الرسل۔

وفى لقط المرجان فى احكام الجان (ص۷۲): جمهورا لعلماء سلفا وخلفا على انه لم يكن من الجن قط رسول ولانبى كذا روى عن ابن عباس ومجاهد وكلبى وابى عبيد۔

(۲۶۳) انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے ختنہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے انبیاء ختنہ کراتے تھے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر مختون پیدا ہوئے۔

Marfat.com

لمافی روح البیان (۲۲۳/۱): وقد ولد الانبیاء کلھم مختونین مسرورین ای مقطوعی السرۃ کرامۃ لھم الاابراھیم خلیل اللہ فانہ ختن نفسہ ببلدۃ قدوم بالتخفیف والتشدید وھو ابن مائۃ وعشرین اوثمانین لیستن بسنۃ بعدہ۔

وفی المرقاۃ (۷/۲): الختان بخاء معجمۃ وتاء فوقھا نقتطان وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا وھودا وصالحا ولوطا وشعیبا ویوسف وموسی ....ولدوا مختونین۔

(۲۶۴) مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل ہوسکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ مرتبہ نبوت ہی افضل ہوتا ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۴۱): ولایبلغ ولی درجۃ الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی ومشاھدۃ الملک مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۱۸): ونبی واحد افضل من جمیع الاولیاء۔

(۲۶۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ووفات اور آپ کے غسل وجنازہ کی کیفیت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو غسل کس نے دیا تھا؟ آپ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ نیز تاریخ پیدائش مع تاریخ وفات تینوں اجزاء میں راجح اقوال تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ حضرت عباس، فضل اور قثم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے پہلو ے

Marfat.com

مبارک بدلتے رہے اور حضرت اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ آپ کے جسد اطہر کو حجرہ مبارکہ میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جماعت در جماعت اندر جاتے، انفرادی طور پر نماز پڑھتے اور واپس آجاتے۔ بس یہی آپ کی نماز جنازہ تھی۔

نیز راجح قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت آٹھ [۸] ربیع الاول ہے اور تاریخ وفات بارہ [۱۲] ربیع الاول ہے۔

لمافی البداية والنهاية (۲۲۸/۵): فاسنده على رضي الله عنه الى صدره وعليه قميصه وكان العباس وفضل وقثم رضي الله عنهم يقلبونه مع على وكان اسامة بن زيد وصالح مولاه هما يصبان الماء وجعل على رضي الله عنه يغسله۔

وهكذا فى السيرة النبوية لابن كثير (۵۱۸/۴)

وفى السيرة النبوية لابن هشام (۳۲۱/۴): ...... ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ يصلون عليه ارسالا دخل الرجال حتى اذافرغوا ادخل النساء حتى اذا فرغ النساء ادخل الصبيان ولم يؤم الناس على رسول الله احد۔

(وهكذا فى البداية والنهاية (۵/ ۲۳۲) ......وقال فى آخر البحث ...وهذ الصنيع وهو صلاتهم عليه فرادى لم يؤمهم احدعليه امر مجمع عليه لاخلاف فيه)۔

وفى البداية والنهاية (۲۴۲/۲): وهذا مالاخلاف فيه انه ولد يوم الاثنين ......ثم الجمهور على ان ذلك كان فى شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتامنه ......وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدى عن ابن حزم ورواه مالك وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهرى عن محمد بن جبير بن مطعم ونقل ابن عبدالبر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمى ورجحه الحافظ ابوالخطاب بن دحية فى كتابه التنوير فى مولد البشير والنذير......والصحيح عن ابن حزم الاول انه لثمان مضين كمانقله عنه الحميدى وهو اثبت۔

وهكذا فى السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۹/۱)

وفى البداية والنهاية (۲۲۴/۵): قال محمد بن اسحاق توفى رسول الله ﷺ لاثنى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول فى اليوم الذى قدم فيه المدينة مهاجرا ......قال الواقدى وهو المثبت عندنا وجزم به محمد بن سعد كاتبه......والمشهور قول ابن اسحاق والواقدى۔

وفى المنتظم (۴۷۷/۲): توفى رسول الله ﷺ يوم الاثنين نصف النهار ......خلت مع ربيع الاول

Marfat.com

سنة احدی عشرة۔

وفی تاریخ الطبری (۲/۴۵۵): عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیه قال توفی رسول اللہ ﷺ فی شهر ربیع الاول فی ثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول۔

(۲۶۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کس طرح ہوئی؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اسی طریقہ پر ہوئی جیسا کہ عام انسانوں کی ہوتی ہے یا کسی خاص طریقے پر ہوئی؟ خاص طریقے میں کتنے قول ہیں؟ نیز یہ طریقہ تمام انبیاء میں مشترک ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت بھی عام انسانوں کی طرح ہوئی اور تمام انبیاء کا طریقہ ولادت یہی رہا۔ چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاوی محمودیہ ج ۵/ص ۴۲۰ میں ابن سعد ج ۱/ص ۲۰۳ کے حوالے سے حضرت مفتی محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت ذکر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

روایت یہ ہے: عن همام بن یحیی عن اسحاق بن عبداللہ ان ام رسول اللہ ﷺ قالت لما ولدته خرج من فرجی نور اضاء له قصور الشام...... اور اس کے ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوۃ ج ۲/ص ۱۹ کے حوالے سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

"این صریح است در آنکه ولادت از طریق معتاد بود که سائر زنان را باشد وحدیث دیگر نیز که در وے آمده فاخذنی المخاض که بمعنے دردزه است نیز ظاہر در آنست"..........البتہ آگے جا کر نہایۃ الامل کے حوالے سے دو قول مزید نقل کئے:

اول: ناف کے نیچے ایک سوراخ پیدا ہوا جس سے ولادت ہوئی اور وہ سوراخ فوراً بند ہو گیا۔ دوم: یہ کہ بائیں پسلی کے نیچے سے ولادت ہوئی۔ قول اول تمام انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور قول ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے لیکن دونوں قولوں کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

یہاں تک نفس مسئلہ کا جواب ہوا لیکن واضح رہے کہ اس طرح کے مباحث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے منافی اور سوء ادب ہے لہٰذا اس طرح کے مباحث میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

(۲۶۷) کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خطباء سے میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح بالکل ابتدائی عمر میں کلام کیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابتدائی عمر میں کلام کرنا ثابت ہے۔

لما فی روح المعانی (۲۲۰/۱۲): وقد جمعت من تکلم فی المھد وبلغوا احد عشر ونظمتھا فقلت:

تکلم فی المھد النبی محمد ویحیی وعیسی والخلیل ومریم

وفی تفسیر المظھری (۱۵۶/۵): وقد جمعت من تکلم فی المھد فبلغوا احد عشر تضمینا فقلت قطعۃ تکلم فی المھد النبی محمد ﷺ۔

(۲۶۸) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے یا بشر؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے یا بشر؟ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہو کہ آپ نور تھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے اعتبار سے بشر تھے جس کا ذکر بارہا دفعہ کتاب مقدس میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کی بشریت کا کلی طور پر انکار کرے اور آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو صریح نصوص کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق وفاجر ہے۔

لقولہ تعالی (المائدہ:۱۵): يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ

وفی تفسیر ابن کثیر (۳۲/۲): قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین ای طرق النجاۃ والسلامۃ

Marfat.com

ومناهج الاستقامة۔

وفيه ايضاً (۱۰۲/۳): قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى الآية ......قل لهولاء المشركين المكذبين برسالتك اليهم انما انا بشر مثلكم فمن زعم انى كاذب فليأت بمثل ماجئت به فانى لا اعلم الغيب فيما اخبرتكم به من الماضى عماسألتم من قصة اصحاب الكهف ......لولا ما اطلعنى الله عليه۔

وفيه ايضا (۲۹۱/۳): وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشى فى الاسواق لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا .... يخبر تعالى عن تعنت الكفاروعنادهم وتكذيبهم للحق بلاحجةولادليل منهم وانماتعللوابقولهم (مالهذا الرسول يأكل الطعام) يعنون كمانأكله ويحتاج اليه كمانحتاج اليه (ويمشى فى الاسواق) اى يترددفيها واليها طلبا للتكسب والتجارة (لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا) يقولون هلاانزل اليه ملك من عندالله فيكون له شاهدا على صدق مايدعيه۔

(۲۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات میں نے پہلی دفعہ سنی ہے۔آپ وضاحت فرمائیں تاکہ میرا یہ خلجان دور ہوجائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً موجود نہیں ہے البتہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق الم نشرح لک صدرک کا مدلول یہی ہے۔

قال الله تعالى (الانشراح:۱): أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝لا.

لمافى تفسير روح المعانى (۲۱۲/۳۰): وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ وجماعة انه اشارة الى شق صدر الشريف فى صباه عليه الصلاة والسلام۔

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۰۴/۲۰): وفى الصحيح عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ عن مالك بن

Marfat.com

صعصعة رجل من قومه ان النبی ﷺ قال فینا انا عندالبیت بین النائم والیقظان اذ سمعت قائلا فاتیت بطست من ذهب فیها ماء زمزم فشرح صدری الی کذا وکذا۔

وفی التفسیر المنیر (۳۰/۲۹۴): وقیل المراد بذلك شرح صدره لیلة الاسراء کمارواه الترمذی عن مالك بن صعصعة قال ابن کثیر ولکن لامنافاة فان من جملة شرح صدره الذی فعل بصدره لیلة الاسراء۔

(۲۷۰) نبوت سے قبل طریقہ عبادت

سؤال

کیارائے ہے علماء شرع متین کی اس بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کے مطابق عبادت کرتے تھے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنی فکر اور رائے سے عبادت کرتے تھے۔

لمافی قوله تعالی (النحل :۱۲۳): ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

وفی التفسیر المنیر (۱۴/۲۶۳): امر النبی باتباع ملة ابراهیم علیه السلام فی عقائد الشرع واصوله من الدعوة الی التوحید لله والتحلی بفضائل الاخلاق لااتباع فی الفروع۔

وفی عمدة القاری (۱/۶۱): اختلف فیه علی ثمانیة اقوال احدها انه کان یتعبد بشریعة ابراهیم علیه السلام ...... الخامس قیل ماکان صفة تعبده اجیب بان ذلك کان بالتفکر والاعتبار کاعتبار ابیه ابراهیم علیه الصلوة والسلام۔

وفی سیرة النبی لابی الفداء (۱/۳۹۱): قیل شرع ابراهیم علیه السلام وهو الاشبه الاقوی۔

(۲۷۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف انسانوں کیلئے مبعوث ہوئے تھے

Marfat.com

یا انسان وجن دونوں کیلئے؟ نیز مؤمنین جنات کا کیا حکم ہے کیا وہ مسلمان انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اللہ تعالی نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام مخلوقات (بشمول جن وانس) کیلئے رسول بنا کر بھیجا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کی بعثت جن وانس دونوں کی طرف فرمائی۔

نیز مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے توقف کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر مجتہدین واکابرین احناف نے مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کی صراحت کی ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔

لما فی قوله تعالى (السبا:٢٨):وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلاَّ كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ

وفيه أيضاً (الانبياء:١٠٧): وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

وأيضاً (الاحقاف:١٨) :أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

وفى التفسير المظهرى (١٠/٨٢): قال البغوى فى تفسير سورة الاحقاف انه قال ابن عباس رضي الله عنه فاستجاب لهم اى نفر من الجن بعد مااستمعوا القرآن من النبى ﷺ بنخلة ورجعوا الى قومهم منذرين من قومهم سبعين رجلا من الجن فرجعوا الى رسول الله ﷺ فوافقوه فى البطحاء فقرأ عليهم القرآن وامرهم ونهاهم و ذكر الخفاجى انه قد دلت الاحاديث على ان وفادة الجن كانت ستة مرات وهذا يدل على انه ﷺ كان مبعوثا الى الجن والانس جميعاً وقال مقاتل لم يبعث قبله نبى الى الانس والجن۔

وفيه أيضاً (١٠/٩٠): والصحيح عندى ما قاله الجمهور وبه قال ابو يوسف ومحمد ﷺ قال من اثبت الثواب فقوله مبنى على دليل وشهادة على الاثبات فيقبل بخلاف قول ابى حنيفة رحمه الله فانه متوقف بناء على عدم بدليل ولا شك ان قول ابن عباس واقوال عمرو بن عبد العزيز

Marfat.com

ونحوه من ثقات الصحابة والتابعين لها حكم الرفع وقد اخرج البيهقى عن انس عن النبى ﷺ مرفوعا ان مؤمنى الجن لهم ثواب وعليهم عقاب فسألنا عن ثوابهم وعن مؤمنهم فقال على الاعراف وليسوا فى الجنة فسألنا وما الاعراف قال خارج الجنة تجرى فيه الانهار وتنبت فيه الاشجار والاثمار۔ والله سبحانه اعلم بالصواب۔

وفی کنز العمال (۱۱/۴۴۵): بعثت الى الاحمر والاسود۔

وفی فتاوی الحدیثیة (۱/۶۶): ورسالة نبيناﷺ اليهم قطعية فقد اجمع عليها المسلمون وقد استمعوا قرائة النبیﷺ ببطن نخلة وكانوا تسعة كما صح عن ابن مسعود رضى الله عنه آذنته بهم شجرة وكانوا يهوداً وجاء عن عكرمة انهم كانوا اثنى عشر الفاً اى فى واقعة اخرى . . .

وفيه ايضاً (۱/۷۰): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب فى الاخرة وعن ابى حنيفة وابى الزناد وليث بن ابى سليم ان مؤمنهم لا ثواب لهم الا النجاة من النار ثم يقال لهم كونوا تراباً مثل البهائم والصحيح الذى قاله ابن ابى ليلى والاوزاعى والشافعى واحمد واصحابهم رضى الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابى حنيفة واصحابه رضى الله عنه انهم يدخلون الجنة ونقله ابن الحزم عن الجمهور واستدلوا بقوله تعالى ولكل درجات مما عملوا فانه ذكر فى الجن والانس فقط۔

(۲۷۲) دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کبھی میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے لہٰذا ہم اسی کو ماننے کے پابند ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں ہوا تو یہ ان امور میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس میں مخلوق کو "کیوں" کے سوال کا حق نہیں ہے۔

Marfat.com

لقوله تعالى (البقره:۲۵۳): تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ الخ

(الاسراء:۱):سُبْحٰنَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَه لِنُرِيَه مِنْ آيَاتِنَا إِنَّه هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

وفی المشکوۃ (ص۵۱۱): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللهﷺ انا سيد ولد آدم يوم القيمة واول من ينشق عنه القبر واول شافع مشفع۔

وعن انس قال قال رسول اللهﷺ انا اكثر الانبياء تبعا يوم القيمة وانا اول من يقرع باب الجنة۔

(۲۷۳) کیا نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کے دوران کہا کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء میں سے بھی کوئی مختون پیدا ہوا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی کریم ﷺ کا مختون پیدا ہونا مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات نے مختون پیدا ہونے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے غیر مختون پیدا ہونے کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ سترہ انبیاء کے مختون پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے اور اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا غیر مختون پیدا ہونا بھی مان لیں تو اس کی وجہ سے آپ کی ذات گرامی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مختون پیدا ہونا انبیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی افراد امت میں سے بھی بہت سے افراد مختون پیدا ہوئے۔

لما فی فتح الملهم (۲۱۸/۱): وقد اختلف فی ختانه ﷺ علی ثلاثة اقوال احدها ولد مختونا مسرورا ......وليس هذا من خواصه فان كثيرا من الناس يولد مختونا ......القول الثانی انه ختنا يوم شق قلبه الملائكة عند ظئره حليمة ......والقول الثالث ان جده عبدالمطلب ختنه يوم سابعه ووضع له مأدبة۔

وفی المرقاة (۷/۲): الختان ...وهی من سنة الانبياء كماسبق من لدن ابراهيم عليه الصلوة والسلام الی زمن نبينا محمدﷺ وروی ان آدم وشيثا ونوحا ......ومحمد صلوات الله

Marfat.com

وسلامه علیهم ولدوا مختونین۔

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۶/۷۵۱): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام فقال:

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم
وهم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلة عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان یحیی هود لبس خاتم

وفی الشامیة: وقد اختلف الرواۃ والحفاظ فی ولادۃ نبیناﷺ ....قال بعض المحققین من الحفاظ الاشبه بالصواب انه لم یولد مختونا۔

(۲۷۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی تعداد

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل کتنی اولاد تھی؟ ان کی تعداد مع اسماء تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

آپ علیہ السلام کی کل اولاد کی تعداد آٹھ ہے جن میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام ابراہیم، قاسم، طیب اور طاہر رضی اللہ عنہم جبکہ بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک طیب اور طاہر ایک ہی بیٹے کے دو نام ہیں تو اس اعتبار سے بیٹوں کی تعداد تین اور کل اولاد کی تعداد سات ہو جائے گی۔

لمافی البدایة والنهایة (۵/۲۵۵): وقال ابن جریج کان علیه السلام ابن سبع وثلاثین سنة فولدت له القاسم وبه کان یکنی والطیب والطاهر وزینب ورقیة وام کلثوم وفاطمة قلت وهی خدیجة ام اولاده کلهم سوی ابراهیم فمن ماریة۔

وفی المنتظم (۲/۸۶): قال ابن اسحاق فولدت (ای خدیجة) له ولده کلهم الاابراهیم زینب ورقیة وام کلثوم وفاطمة والقاسم وبه کان یکنی والطاهر والطیب وهلك هؤلاء الذکور فی الجاهلية ......وقال غیره الطیب والطاهر لقبان لعبدالله۔

وفی السیرة النبویة لابی الفداء (۱/۲۶۴): عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ولدت خدیجة لرسول اللهﷺ

Marfat.com

غلامين واربع نسوة القاسم وعبدالله وفاطمة وام كلثوم وزينب ورقية وقال الزبير بن بكار عبدالله هوالطيب وهوالطاهر۔

(۲۷۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی تعداد کتنی تھی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو ان کے اسماء گرامی بھی تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی تعداد سات تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

دلائل المسئلة مرت فی السؤال السابق۔

(۲۷۶) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے تھے یا نہیں؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو علم غیب عطائی حاصل تھا اور آپ مختار کل بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے تھے یا نہیں اور مختار کل تھے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی مختار کل تھے بلکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں نیز اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب عطائی حاصل تھا تو اول اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوم جب خود عطائی کہہ دیا تو علم غیب نہ رہا کیونکہ علم غیب اس کو کہا جاتا ہے جو بغیر سبب اور واسطے کے حاصل ہو۔ جب عطاء واسطہ بن گیا تو وہ غیب نہ رہا لہٰذا علم غیب کو علم غیب عطائی کہنا کہنے والے کی علمیت کا پردہ چاک کر کے اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۵۴، ۵۸

Marfat.com

(۲۷۷)حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اوپر درود پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ درود پڑھنا صرف مسلمانوں پر لازم ہے ،خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم نہ تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب نہیں تھا کہ اپنے اوپر درود وسلام بھیجیں اور یاآیھا الذین آمنوا صلوا علیہ الآیۃ میں خطاب عام مؤمنین کو ہے۔

لمافی البحرالرائق (۱/۳۲۷): وفی المجتبی معزیا الی خزانة الاکمل انه لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۵۱۵): لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه۔

وفی الشامیة: (لایجب علی النبی الخ)لانه غیرمراد بخطاب صلوا ولاداخل تحت ضمیره کماهو المتبادر من ترکیب صلواعلیه وقال فی النهر لایجب علیه بناء علی ان یاایهاالذین آمنوا لایتناول الرسول ﷺ بخلاف یاآیها الناس یاعبادی کماعرف فی الاصول۔

(۲۷۸)حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟اور آپ کے گریبان پر بٹن تھے یا نہیں؟وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان مبارک سینے پر تھا جیسا کہ آج کل رائج ہے اور اس پر بٹن بھی تھے۔

لمافی المرقاۃ (۸/۲۴۷): عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من مزینة فبایعوه وانه لمطلق الازار فادخلت یدی فی جیب قمیصه فمسست الخاتم۔(فی جیب قمیصه)قال السیوطی

Marfat.com

فیه ان جیب قمیصه کان علی الصدر کما هو المعتاد الآن فظن من لاعلم عنده انه بدعة ولیس کماظن۔

وفی عمدة القاری (۳۰۲/۲۱) : باب جیب القمیص ای هذا باب فی ذکر جیب القمیص الکائن عندالصدروکأنه اشار بهذا الی ماوقع فی حدیث الباب من قوله ویقول باصبعه هکذا فی جیبه فان الظاهرانه کان لابس قمیص وکان فی طوقه فتحة الی صدره وعن هذا قال ابن بطال کان الجیب فی ثیاب السلف عندالصدر۔

(۲۷۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کا رنگ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیلے رنگ کے چپل پہنتے ہیں اوران کوآپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں آیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

احادیث مبارکہ میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک (چپلوں) کے دو تسمے تھے اور نعلین مبارک ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جو بالوں سے صاف تھے۔البتہ کتب احادیث اور سیروتاریخ کی کتابوں میں یہ بات تلاش کے باوجود نہیں مل سکی کہ نعلین مبارک کا رنگ کیا تھا؟ لہٰذا جب تک تحقیق سے یہ بات معلوم نہ ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کا رنگ پیلا تھا اس وقت تک پیلے رنگ کے جوتے کوآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پہننا صحیح نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۸۷۱/۲): عن قتادة قال حدثنا انس رضی اللہ عنہ ان نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لها قبالان۔

وفی الشمائل للترمذی(ص۶): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان لنعل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکهما۔

وفی مصنف ابن ابی شیبة(۵۳۴/۱۲): عن یزید بن ابی زیاد قال رأیت نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المدینة مخصّرة ملسنة لها عقب خارجٌ۔

وفی حاشیته للشیخ محمد عوامه: المخصرتان: الضیقتان من وسطهما ملسنة: کانت دقیقة علی شکل اللسان۔

Marfat.com

وفی الصحیح للبخاری(۲۱/۱): ربعی بن حراش یقول سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتکذبوا علی فانه من کذب علی فلیلج النار۔

حدثنا المکی بن ابراهیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة هو ابن الاکوع قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار۔

(۲۸۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا ایک واقعہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں قلم اور کاغذ منگوایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر کہا کہ (العیاذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکواس کر رہے ہیں۔ کیا واقعی مرض الموت میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

اصل جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ یہ محبت ان کو مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئے اور بعض غزوات میں مقابلے پر اتر آئے تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت قریب آ گیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہو گیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دیکھی نہ جاتی تھی اور دوسری طرف آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کا غم انہیں کھائے جا رہا تھا۔

اسی دوران جبکہ آپ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ نے فرمایا کہ ''قلم اور دوات لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے لکھوا دوں''۔ اب اس موقع پر اختلاف ہو گیا بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قلم دوات لانا چاہتے تھے اور بعض نہیں لانا چاہتے تھے۔ جو لانا چاہتے تھے اسکی وجہ آپ کے ارشاد کی تعمیل تھی اور جو نہیں لانا چاہتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شدید تکلیف میں آرام کی ضرورت ہے ایسے موقع پر آپ کو لکھواتے ہوئے زیادہ تکلیف ہو گی اس لئے انہوں نے قلم دوات نہ لانے میں بھلائی سمجھی۔

ایسے موقع پر یہ جملہ بولا گیا ''اهجر استفهموه'' جس کے مطلب میں علماء نے فرمایا:

ا...... یہ جملہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بولا جو قلم دوات لانا چاہتے تھے۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ قلم دوات لے آؤ اگرچہ شدت بیماری کی وجہ

Marfat.com

سے بتقاضائے بشریت آپ شدید تکلیف میں ہیں لیکن ایسی حالت نہیں ہے کہ آپ کی بات نہ سمجھی جاسکے۔

۲......جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کو شدت تکلیف میں دیکھا اور آپ نے قلم دوات بھی منگوانا چاہی گویا آخری وصیت لکھی جارہی ہے تو شدت غم میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ آپ سے پوچھ لو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس جملہ کی نسبت کی جائے تو آپ نے اس وجہ سے فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت اس کی مؤید ہے جس میں فرمایا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے لہٰذا آپ کو تکلیف نہ دی جائے۔

یہ تھا اصل معاملہ، لیکن شریعت مطہرہ کو جس طرح دنیا سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں اسی طرح ان کوششوں اور طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست شاگرد اور دنیائے اسلام کو اسلام کی اصل روح پہنچانے والی جماعت پر اعتراضات کر کے ان کی عدالت کو مجروح کر دیا گیا تاکہ لوگوں کا ان پر اعتماد ختم ہوجائے اور جب ان پر اعتماد ختم ہوجائے گا تو اسلام بھی مٹ جائے گا کیونکہ اگر انہیں ہٹا دیا جائے تو قرآن کی تشریح جو سنت نبوی سے کی گئی اور آپ کے عملی نمونوں کی شکل میں موجود ہے ختم ہوجائے گی اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کی من مانی تشریحات شروع ہوجائیں گی۔ پھر امت کا وہی حال ہوگا جو پہلی امتوں کا ہوچکا چنانچہ یہ اعتراض بھی ان ہی کوششوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہے جس کی اصل حقیقت واضح ہوچکی لیکن ان کی کوششوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس شریعت مطہرہ کے بارے میں اعلان فرمایا ویأبی اللہ الاان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ان ملحدین کے دلوں تک پہنچادیں۔ آمین

لمافی الصحیح للبخاری (۶۳۹/۲): حدثنا عبداللہ بن یوسف ...... عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت مات النبی ﷺ وانہ لبین حاقنتی وذاقنتی فلااکرہ شدۃ الموت لاحد بعدالنبی ﷺ۔

وفیہ ایضا (۶۳۸/۲): حدثنا قتیبۃ قال ......قال ابن عباس رضی اللہ عنہ یوم الخمیس ومایوم الخمیس اشتد برسول اللہ ﷺ وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابالن تضلوابعدہ ابدافتنازعواولاینبغی عند نبی تنازع فقالوا ماشانہ اھجراستفھموہ فذھبوایردون عنہ فقال دعونی ......وفی روایۃ عن ابن عباس قال :لماحضر رسول اللہ ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ ھلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ قال بعضھم ان رسول اللہ ﷺ قدغلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب کتابالا تضلوا بعدہ ومنھم من یقول غیر ذلک فلمااکثروا اللغووالاختلاف قال رسول اللہ ﷺ قوموا...

(وھکذانقل فی الصحیح (۴۲۹/۱) فی باب جوائز الوفد والفاظھا فقالوا اھجر رسول اللہ قال دعونی ...)

وفی عمدۃ القاری (۲۹۸/۱۴): أھجر بھمزۃ الاستفھام الانکاری ای انکرواعلی من قال لاتکتبوا

Marfat.com

ای لاتجعلوہ کامرمن ھذی فی کلامہ۔

وفیہ ایضا (۲/۱۷۱): قال البیھقی قصد عمرؓ تخفیف علی النبی ﷺ حین غلبہ الوجع ولوکان مرادہ علیہ الصلوۃ والسلام ان یکتب مالایستغنون عنہ لم یترکھم لاختلافھم۔

وعلی ھامش البخاری (۲/۶۳۸): وان صح بدون الھمزۃ فھوانہ لمااصابہ الحیرۃ والدھشۃ یعظم ماشاھدہ من ھذہ الحالۃ الدالۃ علی وفاتہ وعظم المصیبۃ ......اوھومن الھجر ضد الوصل ای یھجر من الدنیا۔

(۲۸۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے توباقی مسلمان اس کی جنازہ پڑھتے ہیں، اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیاحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟اگرآپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی توآپ کی نماز کس نے پڑھائی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ ہوئی تھی لیکن مستقل امامت کسی نے نہیں کی بلکہ جنازہ حجرہ شریفہ میں رکھ دیا گیاتھااورلوگ باری باری حجرہ شریفہ میں آتے اورانفرادی طور پرنماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔

لمافی شمائل الترمذی (ص۲۷): عن سالم بن عبید وکانت لہ صحبۃ روایۃ..۔ قالوا یاصاحب رسول اللہ ﷺ أتصلی علی رسول اللہ ﷺ قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس۔

وفی سنن ابن ماجۃ (ص۱۱۷): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ روایۃ ......ثم دخل الناس علی رسول اللہ ﷺ ارسالا یصلون علیہ حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول اللہ ﷺ احد۔

وفی حاشیۃ النووی علی الصحیح لمسلم (۱/۳۱۲): والصحیح الذی علیہ الجمھور انھم صلوا علیہ فرادی فکان یدخل فوج یصلون فرادی ثم یخرجون ثم یدخل فوج اخر فیصلون کذلک

Marfat.com

ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبيان۔

(۲۸۲) حیات النبی ﷺ کا کتاب وسنت سے ثبوت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یانہیں؟تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حیات النبی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتاہے۔قرآن کریم میں حیات النبی کا ثبوت اشارۃ ملتاہے جبکہ احادیث میں حیات النبی کا ثبوت صراحۃ ملتاہےاوراہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔

لمافی قوله تعالی(البقره:۱۵٤): وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَن يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلَـٰكِن لَّا تَشْعُرُوْنَ

وأيضاً (آل عمران :۱٦۹): وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۝ لا

وفی سنن ابي داؤد (۱/۱۵۰): ان الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الانبياء۔

وفی ابن ماجة (ص۱۱۸): ان الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي الله حي يرزق۔

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲٦۸): قال رسول الله ﷺ مررت على موسى وهو يصلي في قبره۔

وفی عمدة القاری (۱٦/۳۵): رؤيته ﷺ ليلة المعراج وهو يصلي في قبره۔قلت :لااشكال فيها اصلا وذالك ان الانبياء افضل من الشهداء والشهداء احياء عند ربهم فالانبياء بالطريق الاولى۔

وفی انوارالمحمود (۱/٦۱۰): انهم اتفقوا على حياته ﷺ بل حياة الانبياء متفق عليه لاخلاف لاحد فيه۔

(۲۸۳) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ قبر اطہر میں دنیوی ہے یا برزخی؟

Marfat.com

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کو قبر مبارک میں دنیوی حیات حاصل ہے کھاتے پیتے ،نماز پڑھتے اور ازواج مطہرات سے ملتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی اعتبار سے موت طاری ہوچکی ہے جس کی واضح دلیل آیت إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ہے۔ اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات، دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے۔اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتیٰ کہ روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود سنتے ہیں۔غیر مکلف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں اور رزق بھی دیا جاتا ہے البتہ ازواج مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے۔اور بعض حضرات نے اسی پر حیات برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالم برزخ میں حاصل ہوئی۔

لمافی سنن ابي داؤد(۱/۱۵۰): حدثنا هارون بن عبدالله ... عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلاتكم معروضة على قال قالوا يارسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد الانبياء۔

وفي المشكوة (۱۲۱/۱): عن ابي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلاة على يوم الجمعة فانه مشهود يشهده الملائكة وان احدا لم يصل على الا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبي الله حي يرزق۔

وفي مسند ابي يعلى (۳۷۹/۳): حدثنا ابوالجهم... عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون۔

وفي الصحيح للمسلم (۲۶۸/۲): حدثنا هداب... ....عن انس بن مالك رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔

وفي مرقاة المفاتيح (۲۴۱/۳): قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء اى جميع اجزائهم فلا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينقلون من دار الى دار ...... فنبي الله حي اى دائما يرزق رزقا معنويا فان الله تعالى قال في حق الشهداء من امته

Marfat.com

بل احياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له ايضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعودسمها المخمومة .... ولاينافيه ان يكون هناك رزق حسی ایضا وهو الظاهر المتبادر۔

(۲۸۴) انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں؟ آپ کے علاوہ دیگر مومنین اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ نہیں ہیں تو یقیناوہ سنتے بھی نہیں ہوں گے۔اور اگر زندہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور دیگر مردوں کی حیات میں کیا فرق ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔اسی طرح شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ خودنصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔اور عام مومنین کو بھی ایک نوع کی حیات حاصل ہوتی ہے۔اب رہا یہ معاملہ کہ انبیاء اور عام مومنین کی زندگی میں کیا فرق ہے؟......تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے کم درجہ کی حیات عام مومنین کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے انعامات کی لذت یا تعذیب کی سختی کو محسوس کر سکتے ہیں اور شہداء کی حیات ان سے کچھ زائد ہے اور انبیاء کی حیات سب سے بڑھ کر ہے۔اس قدر فرق انبیاء اور عام مومنین کی حیات میں نصوص سے ثابت ہے البتہ ہر ایک کی تعیین کہ ہر ایک کو کس قدر حیات حاصل ہے اس کی تعیین مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

باقی رہا مردوں کے سننے کا مسئلہ تو اس کے دو حصے ہیں اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق، دوم: عام لوگوں سے متعلق۔اول الذکر متفق علیہا مسئلہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور دوسرے مسئلہ میں یعنی عام لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے اختلاف چلا آرہا ہے۔بعض حضرات سننے کے قائل ہیں اور بعض نہ سننے کے قائل ہیں۔ہمارے اکثر علماء دیوبند سماع کے قائل ہیں کیونکہ نصوص اس بارے میں زیادہ واضح ہیں۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲۶۸/۲): عن انس بن مالك رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بي عندا لكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔

وفي سنن ابي داؤد (۱۵۰/۱): عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان افضل ايامكم يوم الجمعة ... فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قال قالوا يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض

Marfat.com

اجساد الانبیاء۔

وفی المشکوۃ (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ ﷛ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته۔

وفی فیض الباری (۶۴/۲): ونقل عن مالك رحمه اللہ ان احترام النبی بعد وفاته ایضا کما کان فی حیاته۔ وفی البیھقی عن انس ﷛ وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ...... ثم الحیاۃ فیھا مراتب لایعدھا عاد ولایحصیھا محص، فحیاۃ الانبیاء اعلی واتم وحیاۃ الصحابة دونھا ثم وثم۔

وفی الصحیح للبخاری (۱۷۸/۱): عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان۔

(۲۸۵) قبر اطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کا جواب سن کر جواب دیتے ہیں؟ یا صرف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں؟ یا کچھ اور بھی سنتے ہیں اور سفارش بھی فرماتے ہیں؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سننا اور جواب دینا ثابت ہے؟ قبر اطہر میں جسم مبارک سے روح مبارک کا تعلق مستقلا ہے یا روح مبارک آتی جاتی رہتی ہے؟ مذکورہ مسائل میں ہمارے اکابرین علمائے دیوبند کا مذہب کیا ہے؟ نیز آپ ﷺ اور دوسرے مردوں کی برزخی زندگی میں اگر کچھ فرق ہو تو وہ بھی بیان کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شریعت مطہرہ کامل وجامع دین ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل ہدایات عنایت فرمائیں۔ اس کمال کے ساتھ ساتھ کمال کے خاصہ لازمہ کا بھی خیال رکھا کہ وہ باتیں جن کی عقائد یا اعمال کے اعتبار سے زیادہ ضرورت نہ تھی ان کو کہیں تو بیان ہی نہیں فرمایا اور کہیں اجمالا بیان کردیا۔ اس طرز بیان سے مقصود یہی تنبیہ تھی جو کچھ بیان کردیا اسی پر اکتفا کیا جائے اور بغیر ضرورت بحث ومباحثہ سے کسی اجمالی مسئلہ کی دقیق جزئیات کی چھان بین نہ کی جائے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیر ضروری سوالات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور بعض مواقع پر جب آپ سے ایسے سوالات کثرت سے پوچھے گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام شدید غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غصے کی حالت میں فرمایا کہ ’’اب جو پوچھنا ہے پوچھ لو‘‘ اس سے بھی مقصود تنبیہ تھی۔

Marfat.com

اب ہمارے لئے عافیت وسلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو کلام مقدس میں یا احادیث مبارکہ میں جس قدر بیان فرمادیا اوراس میں مزید بحث پر کوئی عقیدہ تفصیلی یا اجمالی موقوف نہیں ہے تو اس کے بارے میں بحث ومباحثہ سے اجتناب کیا جائے۔

اس ضروری تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ اطہر میں امتیوں کا صلوٰۃ وسلام جو قریب ہیں خود اور جو دور ہیں ان کا فرشتوں کے ذریعے سننا اور جواب دینا روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ عام مومنین کے بارے میں روایات میں تصریح موجود ہے کہ وہ قبر پر آنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اورجس روایت میں "مامن احد یسلم علیَّ الا رد اللہ علیَّ روحی حتی أرد علیه السلام" (تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیتے ہیں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں) کے الفاظ آتے ہیں اس کے معنی محدثین نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ روح مبارک رب تعالیٰ کی تجلیات عالیہ میں مستغرق ہوتی ہے اوراس حالت میں جب کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو دوسری حالت میں واپس لوٹاتے ہیں تاکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام امتیوں کے سلام کا جواب دے سکیں۔ محدثین کا اس معنی کو بیان کرنا اس پر صراحۃ دلالت کرتا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ آپ کو قبر اطہر میں حیات دائمی حاصل ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات دائمی عطا فرمائی ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علاوہ دوسرا کلام بھی سنتے ہیں۔

اور روضہ مطہرہ پر اگر کوئی حاضر ہوکر سفارش کی درخواست کرے تو سفارش بھی فرماتے ہیں اور بعض خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کو سفارش کی درخواست کے بعد مغفرت کی خوش خبری بھی مل جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سننے اور جواب دینے سے متعلق کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ مستقل ہے۔ یہی مسلک ہمارے اکابر دیوبند کا تھا (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ المھند علی المفند)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور دوسرے امتیوں کی زندگی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے کہ تمام امتیوں میں شہداء کی زندگی قوی ہوتی ہے، پھر انبیاء کی زندگی شہدا سے بھی قوی تر ہوتی ہے، پھر تمام انبیاء میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی امتیاز حاصل ہے اور آپ کی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے۔ البتہ اس میں یہ تعیین کہ نبی اور امتی کی زندگی میں کس قدر فرق ہے صراحۃ منقول نہیں ہے۔

لما فی البحر المحیط (۶۹۴/۳): تحت آیة ولو انھم اذظلموا انفسھم الآیة . . . روی عن علی کرم اللہ وجھه انه قال قدم علینا اعرابی بعد مادفنا رسول اللہ ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبرہ وحثا من ترابه علی رأسه ثم قال

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه   فطاب من طیبھن القاع والأکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه   فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ثم قال قد قلت یارسول اللہ فسمعنا قولك، ووعیت عن اللہ فوعینا عنك وکان فیما انزل اللہ

Marfat.com

عليك ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك الآية وقد ظلمت نفسی وجئت استغفرالله فاستغفرلی من ربك فنودی فی القبر انه قدغفرلك۔

(وهكذا ذكر هذه القصة بتغيير يسير في احكام القرآن للقرطبی (۵/۲۶۵) ...... وفی تفسير ابن كثير (۱/۳۶۱)

وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی (۳۸/۸): تحت آية ماكان محمداباآحد الآية ......
والاخبار المذكورة بعدفيما سبق المراد منها اثبات الحياة فی القبر بضرب من التاويل والمراد بتلك الحياة نوع من الحياة غير معقول لنا وهو فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا اكمل واتم من حياة سائر هم عليهم السلام وخبره مامن مسلم يسلم على الارد الله تعالى على روحی حتی ارد عليه السلام محمول على اثبات اقبال خاص والتفات روحانی يحصل من الحضرة الشريفة النبوية الی عالم الدنيا وتنزل الی عالم البشرية حتی يحصل عنه ذلك رد السلام وفيه توجيهات اخر مذكورة فی محلها ثم ان تلك الحياة فی القبر وان كانت يترتب عليها بعض مايترتب على الحياة فی الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك الاانها لايترتب عليها كل مايمكن ان يترتب على تلك الحياة المعروفة ولايحس بهاولايدركها كل احد فلوفرض انكشاف قبرالنبی من الانبياء عليهم السلام لايری الناس النبی فيه الاكما يرون سائر الاموات الذی لم تأكل الارض اجسادهم۔

وفی الصحيح للبخاری (۱/۱۹): عن ابی موسی قال سئل النبی ﷺ عن اشياء كرهها فلما اكثر عليه غضب ثم قال سلونی عماشئتم وذكر الحديث۔

وفی احكام القرآن للتهانوی رحمه الله (۳/۱۷۰): وقد ذكره جماعة من العلماء ويشهد له صلوة موسی عليه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حيا وكذلك الصفاة المذكورة فی الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات الاجسام ولايلزم من كونها حياة حقيقة ان تكون الابدان معها كماكانت فی الدنيا مع الاحتياج الی الطعام والشراب وغير ذلك من صفات الاجسام التی تشاهدها بل يكون لها حكم آخر واما الادراكات كالعلم والسمع فلاشك ان ذلك ثابت لهم يعنی الشهداء وسائر الموتی (شرح الصدور)۔

وفی الصحيح ا لمسلم (۲/۲۶۸): عن انس بن مالك رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفی رواية هداب مررت علی موسی ليلة اسری بی عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلی۔

Marfat.com

وفی سنن الدارمی (١/٥٧): عن سعید بن عبدالعزیز قال لماکان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لایعرف وقت الصلاة الابهمهمة یسمعها من قبرا لنبی ﷺ۔

وفی مشکوۃالمصابیح (ص٨٦و٨٧): عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللهﷺ ان للهملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام ......عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ مامن احد یسلم علی الارد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام.......... وعن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته۔

وفی مرقاة المفاتیح تحت هذه الروایات (٣٤١/٢): (یبلغونی من امتی السلام) اذا سلموا علی قلیلا اوکثیرا وهذا مخصوص بمن بعد عن حفرة مرقده المنور ومضجعه المطهر واشارة الی حیاته الدائمة وفرحه ببلوغه سلام امته الکاملة وایماء الی قبول السلام حیث قبلته وحملته الیه علیه السلام وسیاتی انه یرد السلام علی من سلم علیه۔

(ومامن احد یسلم علی الاردالله علی روحی) قال ابن حجر ای نطق (حتی ارد علیه السلام)ای اقول وعلیك السلام قال القاضی لعل معناه ان روحه المقدسة فی شأن مافی الحضرة الالهیة فاذابلغه سلام احد من الامة رد الله تعالی روحه المطهر من تلك الحالة الی رد من سلم علیه ...... وقال ابن ملك رد الروح کنایة عن اعلام الله ایاه بان فلانا صلی علیه۔

وفی مشکوۃ المصابیح (ص١٢١): عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللهﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائکة وان احدًا لم یصل علی الاعرضت علی حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق۔

وفی مرقاة المفاتیح تحتها (٢٤١/٣): (ان تاکل اجساد الانبیاء) ای جمیع اجزاءهم فلافرق لهم فی الحالین ......وفیه اشارة الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منهم بخلاف غیرهم ومن فی معناهم من الشهداء والاولیاء فان عرض الامور ومعرفة الاشیاء انماهو بارواحهم مع اجسادهم۔ (فنبی الله)یحتمل الجنس والاختصاص بالفردالاکمل والظاهر هو الاول لانه رأی موسی قائما یصلی فی قبره وکذلك ابراهیم کمافی حدیث مسلم وصح خبرالانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔(حی)ای دائما (یرزق) رزقا معنویا فان الله تعالی قال فی حق الشهداء من امته بل احیاء عند ربهم یرزقون فکیف سیدهم بل رئیسهم لانه حصله له ایضا مرتبة الشهادة

Marfat.com

مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعود سمها المغمومة وانما عصمه الله تعالى من بين اعدائه من شرالبرية ولدينا فيه ان يكون هنالك رزق حسی۔

وفی عمدة القاری (۱۸۵/۱۶): (ولايذيقك الله الموتتين) اراد بالموتتين الموت فی الدنيا والموت فی القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذکرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم لايموتون فی قبورهم بل هم احياء واماسائر الخلق فانهم يموتون فی قبورهم ثم يحيون يوم القيامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حياة وموتا فلابد من ذوق الموتتين لكل احد غيرالانبياء۔

وقال العلامة انورشاه الكاشميری فی فيض الباری (۶۴/۲):۔نقل عن مالك رحمه الله احترام النبی بعد وفاته ايضا كماكان فی حياته وفی البيهقی عن انس وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبياء احياء فی قبورهم يصلون ......ثم الحياة فيها مراتب لايعدها عاد ولايحصيها محصی فحياة الانبياء اعلی واتم وحياة الصحابة دونها ثم وثم۔

ويقول فيه ايضا (۴۶۷/۲): والاحاديث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حديث صححه ابوعمرو ان احدا اذاسلم علی الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه فی الدنيا (بالمعنی) واخرجه ابن كثير ايضا وتردد فيه فالانكار فی غير محله سيما اذا لم ينقل عن احد من ائمتنا رحمهم الله تعالی فلابد بالتزام السماع فی الجملة۔

وفی اعلاء السنن (۵۰۵/۱۰): ولاشك فی حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائرالانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فی قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التی اخبرالله تعالی بهافی كتابه العزيز ونبينا ﷺ سيدالانبياء وسيدالشهداء۔

ويقول فيه ايضا (۵۱۲/۱۰): عن داؤد بن ابی صالح قال :اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ برقبته وقال اتدری ماتصنع قال نعم فاقبل عليه فاذاهوابوايوب الانصاری رضی الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ لم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتبكوا علی الدين اذاوليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقره الذهبی فی تلخيص مستدرك ۵۱۵/۴ فقال صحيح۔

(قوله عن داؤد بن ابی صالح الخ)قلت موضع الاستدلال منه قول ابی ايوب جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر فتأيد به حديث من زارنی بعد وفاتی فكانما زارنی فی حياتی وثبت به ان حكم

Marfat.com

قوله تعالى ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها۔

وذكر رواية ابي ايوب الانصاری فی مسند احمد بن حنبل (٦/٥٨٤)

ويقول العلامة العثمانى فى اعلاء السنن ايضا (١٠/٥١٢): اذا اختار الرجوع يستحب له ان يأتى القبر الشريف ويقول بعد السلام والدعاء ودعناك يارسول الله غير مودع ولاسامعين بفرقتك۔نسألك ان تسأل الله تعالى ان لايقطع آثارنا من زيادة حرمك۔

وقال الملاعلى القارى فى مناسك ملاعلى (٥١٠): ثم فى تلك الساعة يطلب الشفاعة اى فى الدنيا بتوفيق الطاعة وفى الاخرة بغفران المعصية فيقول يارسول الله اسألك الشفاعة ثلاثا۔

وقال ايضا فى آخر بحث الزيارة (ص٥١٢): من ارادالكمال اى ممن يسعه القال والحال فليقل ...اللهم آته نهاية ماينبغى ان يسأله السائلون وغاية ماينبغى اى يومله الآملون وحسن اى بصيغة الوصف اى يستحسن ان يقول كماقال اعرابي مقبول :اللهم انك قلت وانت اصدق القائلين ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك (اى تائبين) فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول (اى بالشفاعة لردهم الى الطاعة) لوجدوا الله توابارحيما جئناك اى فقد آتيناك ظالمين لانفسنا مستغفرين من ذنوبنا اى مستشفعين بك الى ربنا (فاشفع لنا) الى ربك واسأله ان يمن علينا بسائر طلباتنا اى مطلوباتنا ومسئولا تنا۔

قال العلامة حسن شاه فى غنية الناسك (ص٣٨٠): وحسن ان يقول: يارسول الله قد قال سبحانه وتعالى وقوله الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما۔فجئناك ظالمين لانفسنا مستغفين (مستغفرين) من ذنوبنا فاشفع لنا الى ربنا واسأله ان يميتنا على سنتك وان يحشرنا فى زمرتك۔

وفى الهندية فى آخر بحث الزيارة (١/٢٦٦): ثم يقف عند رأسه كالاول ويقول اللهم انك قلت وقولك الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك الآية وقد جئناك سامعين قولك طائعين امرك مستشفعين بنبيك اليك۔

وفى ردالمحتار (٣/١٥١): واما مانسب الى الامام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهوافتراء وبهتان والمصرح به فى كتبه وكتب اصحابه خلاف مانسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم۔

Marfat.com

قال السيوطی فی الحاوی للفتاوی (۱۴۷/۲): من الادلة فی ذلك وتواترت به الاخبار ...... وبعد صفحة يقول : قال البیهقی فی كتاب الاعتقاد :الانبياء بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء وقال القرطبی فی التذكرة فی حديث الصعقة نقلا عن شيخه :الموت ليس بعدم محض انماهو انتقال من حال الی حال ويدل علی ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الأحياء فی الدنيا۔ واذا كان هذا فی الشهداء فالانبياء احق بذلك واولی ......وبعد اسطر يقول ......قال الاستاذ ابومنصور عبدالقاهر بن طاهر البغدادی الفقيه الاصولی شيخ الشافعية فی اجوبة مسائل الجاجرمين قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبيناﷺ حی بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصی العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلی عليه من امته۔

(۲۸۶) کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ ﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مومنوں کی خدمت کے لئے حوریں موجود ہوں گی، تو کیا نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی یا نہیں؟

۲۔حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا جاتا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہوئے یا نہیں؟

۳۔میں نے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھا کر ان کے تابوت کو اونٹنی پر سوار کر کے صحرا میں چھوڑ دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابوت تو نہیں ملا لیکن ان کی اونٹنی مری ہوئی ملی، جہاں اونٹنی ملی وہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار بنا دیا تھا۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اور اگر عراق میں بنایا گیا مزار فرضی ہے تو اہلسنّت کے علماء اسے بچانے کے لئے کیوں سرگرم ہیں؟

۴۔عراق میں بنائے گئے مزار میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں ا۔جس طرح عام مومنین کے لئے حوریں ہوں گی اسی طرح انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی۔

۲۔جس طرح تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔اسی طرح حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء امت کے باپ ہوتے ہیں

Marfat.com

اور آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ الآیۃ میں نفی صلب (حقیقی باپ) کے اعتبار سے ہے۔

۳، ۴۔ یہ واقعہ جو آپ نے سنا ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ میں اس وقت کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا تھا البتہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف میں جسے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار سمجھا جاتا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

لمافی روح المعانی (۳۱/۸): قال الراغب بعد ان قال الاب الوالد مانصه :ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شئ او اصلاحه اوظهوره اباولذلك سمی النبی ﷺ اباالمومنین قال الله تعالی النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم وفی بعض القراآت وهو اب لهم وروی انه علیه السلام قال لعلی کرم الله تعالی وجهه اناوانت ابواهذه الامة ......وحاصله انه استدراك من نفی الابوة الحقیقیة الشرعیة التی یترتب علیها حرمة المصاهرة ونحوها الی اثبات الابوة المجازیة اللغویة التی هی من شان الرسول علیه الصلوة والسلام۔

وفی المشکوة المصابیح (ص۴۹۶): عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ وذکرالحدیث بطوله ثم قال لکل امرئ منهم زوجتان من الحور العین۔

وفیه ایضا (ص۴۹۹): عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ ....ادنی اهل الجنة الذی له ثمانون الف خادم واثنتان وسبعون زوجة۔

وفی المرقاة (۳۲۳/۱۰): قدجاء ان للواحد من اهل الجنة العدد الکثیر من الحور العین۔

وفی البدایة والنهایة (۳۴۲/۷): ان علیا رضی الله عنه لما مات صلی علیه ابنه الحسن فکبر علیه تسع تکبیرات ودفن بدارالامارة بالکوفة خوفا علیه من الخوارج ان ینبشوا عن جثته هذا هو المشهور ومن قال انه حمل علی راحلته فذهبت به فلایدری این ذهب فقد اخطأ وتکلف مالاعلم له به ولایسیغه عقل ولاشرع ومایعتقده کثیر من جهلة الروافض من ان قبره بمشهد النجف فلادلیل علی ذلك ولااصل له ویقال انماذلك قبرالمغیرة بن شعبة۔

(۲۸۷) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے

Marfat.com

تھے یا انسانوں اور جنات دونوں کی طرف؟ نیز جنات میں جو مومنین ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جنات میں سے جو مومنین ہیں وہ بھی انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

لمافی قولہ تعالی (الجن :۱۱۲۱):قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا (١) يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (٢) وَأَنَّه تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا (٣) وَأَنَّه كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللهِ شَطَطًا (٤) وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللهِ كَذِبًا (٥) وَأَنَّه كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا (٦) وَأَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللهُ أَحَدًا (٧) وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَّشُهُبًا (٨) وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَه شِهَابًا رَّصَدًا (٩) وَأَنَّا لَا نَدْرِيْ أَشَرٌّ أُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (١٠)وَأَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا (١١)

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۷/۱۶): تحت آیۃ ''یقومنا اجیبواداعی اللہ وآمنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم'' ھذہ الآیۃ تدل علی ان الجن کالانس فی الامر والنھی والثواب والعقاب قال الحسن لیس لمومنی الجن ثواب غیر نجاتھم من النار ......وبہ قال ابوحنیفۃ قال لیس ثواب الجن الاان یجاوروا من النار ثم یقال لھم کونوا ترابا مثل البھائم وقال آخرون انھم کمایعاقبون فی الاساءۃ یجازون فی الاحسان مثل الانس والیہ ذھب مالک والشافعی وابن ابی لیلی وقد قال الضحاک الجن یدخلون الجنۃ ویأکلون ویشربون قال القشیری والصحیح ان ھذا مما لم یقطع فیہ بشئ والعلم عنداللہ۔

وفی الفتاوی الحدیثیۃ (ص۱۷): واعلم ان العلماء اتفقوا علی ان کافرھم یعذب فی الآخرۃ وعن ابی حنیفۃ وابی الزناد ولیث بن ابی سلیم ان مؤمنھم لاثواب لہ الاالنجاۃ من النار ......والصحیح الذی قال ابن ابی لیلی والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واصحابھم رضیَ اللہ عنھم انھم یثابون علی طاعاتھم ونقل عن ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ عنھم انھم یدخلون الجنۃ ونقلہ ابن حزم عن الجمھور واستدلوابقولہ ولکل درجات مماعملوافانہ ذکر بعد الجن

Marfat.com

والانس۔

وفی روح إلمعانی (۳۲/۲۶): تحت آیة ''یاقومناأجیبوا داعی الله الآیة '' وهذا ونحوه یدل علی ان الجن مکلفون ...... وعن ابن عباس لهم ثواب وعلیهم عقاب یلتقون فی الجنة ویزدحمون علی ابوابها ......وقیل لاثواب لمطیعهم الاالنجاة من النار، فیقال لهم کونوا ترابا فیکونون ترابا۔وهذا مذهب لیث بن ابی سلیم وجماعة ونسب الی الامام ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه،وقال النسفی فی التیسیر: توقف ابوحنیفة فی ثواب الجن فی الجنة ونعیمهم لانه لااستحقاق للعبد علی الله تعالی ولم یقل بطریق الوعد فی حقهم الاالمغفرة والاجازة من العذاب واما نعیم الجنة فموقوف علی الدلیل ...... قال النووی فی شرح صحیح مسلم :والصحیح انهم یدخلونها وینعمون فیها بالاکل والشرب وغیرهما وهذا مذهب الحسن البصری ومالك بن انس والضحاك وابن ابی لیلی وغیرهم۔

(۲۸۸) کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے مین کہ معجزہ شق قمر کس سن میں واقع ہوا؟ منکرین حدیث اس کاانکارکرتے ہیں اوردلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگرواقعی معجزہ شق قمرواقع ہواہوتاتومشہورتاریخ نویس اور مصنفین اس کواپنی تاریخ میں ذکرکرتے حالانکہ ایسانہیں ہے۔اس سوال کاتسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

معجزہ شق قمرکاظہورہجرت نبوی سے پانچ سال قبل ہواتھا۔اوراگرمنکرین حدیث اس کاانکارکرتے ہیں تویہ ان کی حماقت ہے کیونکہ تاریخ کی کتب کادرجہ سب سے آخرمیں ہےسب سے پہلے سب سے سچی اور معتبرکتاب کلام مقدس ہے پھراحادیث مبارکہ ہیں۔اگرکوئی چیزان میں نہ ملےتوتاریخ کی طرف رجوع کیاجاتاہےجبکہ شق قمرکاذکرقرآن مجیدمیں موجودہے۔اس کے بعداحادیث کی کتابوں میں بکثرت روایات موجودہیں،سب سے بڑھ کربخاری ومسلم جن پرپوری امت کااتفاق ہےان میں اس معجزے کاذکرموجود ہے پھرمزیدکسی تاریخی روایت کی کیاضرورت ہے؟ نیزیہ کہناکہ کسی تاریخ کی مشہورکتاب میں اس کاذکرموجودنہیں یہ بھی بالکل لغواور فضول بات ہےکیونکہ تاریخ کی معتبرکتب میں بھی اس کاذکرملتاہے۔

لمافی روح المعانی (۴۷/۹): اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ انفصل بعضه عن بعض وصار فرقتین

Marfat.com

وذلك على عهد رسول الله ﷺ قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين ......
والاحاديث الصحيحة فى الانشقاق كثيرة،واختلف فى تواتره فقيل :هوغيرمتواتر وفى شرح المواقف الشريفى انه متواتروهو الذى اختاره العلامة ابن السبكى قال فى شرحه لمختصر ابن حاجب: الصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه فى القرآن مروى فى الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لا يمترى فى تواتره۔

وفى احكام القرآن للقرطبى (١٢٥/١٧): اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اى وقد انشق القمر ... وعلى هذا الجمهور من العلماء۔

وفى الصحيح للبخارى (٥١٣/١): حدثنا عبدالله بن محمد ......عن انس رضی اللہ عنہ انه حدثهم ان اهل مكة سألوا رسول الله ﷺ ان يريهم آية فأراهم انشقاق القمر ...عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان القمر انشق فى زمان النبى ﷺ۔

(۲۸۹)شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفل نماز پڑھائی تھی یا فرض؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کرائی تھی اس نماز میں انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ حاضر تھے یا صرف روحیں موجود تھیں نیز وہ نفل نماز تھی یا فرض نماز؟

الجواب بعون الملک الوھاب

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات جو انبیاء کی امامت کرائی تھی وہ نفل نماز تھی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں وہاں موجود تھیں۔

لمافى مرقاة المفاتيح (١٤٣/١١): قال ابن الملك فى شرح المشارق المرئى كان ارواح الانبياء متشكلة بصورهم التى كانوا عليها الاعيسى فانه مرئى بشخصه وسبقه التوربشتى حيث قال ورؤية الانبياء فى السمٰوات وفى بيت المقدس يحمل على رؤية روحانيتهم الممثلة بصورهم التى كانوا عليها غيرعيسى فان رويته محتملة للامرين او احدهما۔

لمافى السراجية (ص٢٢): امامة النبى ﷺ ليلة المعراج لارواح الانبياء عليهم السلام كانت فى النافلة۔

Marfat.com

(۲۹۰) معراج جسمانی یا روحانی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جمہور کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی۔ البتہ بعض حضرات نے بعض آثار کی وجہ سے تطبیق یہ بیان کی ہے کہ آپ کو دو دفعہ معراج ہوئی، اول روحانی اور دوئم جسمانی۔

لقوله تعالى (الاسراء:١):سُبْحٰنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ الخ

وفى روح المعانى (٥/ص٧): واختلف ايضا انه فى اليقظة اوفى المنام...وذهب الجمهور الى انه فى اليقظة ببدنه وروحه صلى الله عليه وسلم والرويا تكون بمعنى الرؤية فى اليقظة كمافى قول الراعى يصف صائدا

وكبر للرؤيا وهش فؤاده وبشر قلبا كان جما بلاله

......وذهبت طائفة...بان الاسراء كان مرتين احداهما فى نومه صلى الله عليه وسلم قبل النبوة...ثم اسرى بروحه وبدنه بعد النبوة قال فى الكشف وهذا هو الحق به يحصل الجمع بين الاخبار۔

وفى احكام القرآن للقرطبى (٢٠٨/١٠): هل كان اسراء بروحه اوجسده اختلف فى ذلك السلف والخلف فذهبت طائفة الى انه اسراء بالروح ......وذهب معظم السلف والمسلمين الى انه كان اسراء بالجسد وفى اليقظة وانه ركب البراق بمكة ووصل الى بيت المقدس وصلى فيه ثم اسرى بجسده۔

وفى تفسير كبير (١٤٨/٢٠): اختلف فى كيفية ذلك الاسراء فالاكثرون من طوائف المسلمين اتفقوا على انه اسرى بجسد رسول الله صلى الله عليه وسلم والاقلون قالوا انه ما اسرى الا بروحه۔

وفى المرقاة (١٣٨/١١): فى شرح السنة قال القاضى عياض اختلف الناس فى الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم فقيل انما كان جميع ذلك فى المنام والحق الذى عليه اكثر الناس ومعظم السلف وعامة

Marfat.com

المتاخرین من الفقهاء والمحدثین والمتکلمین انه اسری بجسدہ۔

(۲۹۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا ایمان

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو اللہ تعالی نے دوبارہ زندہ کیا تھا کہ آپ پر ایمان لائیں؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو معتبر کتابوں سے حوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں البتہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بجائے اس معاملے میں بحث ومباحثہ کے سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ اس معاملے کا تعلق نہ تو عمل سے ہے اور نہ ہی آخرت میں ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا خواہ مخواہ ایسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں جس میں ہمارا فائدہ تو کوئی نہیں البتہ اگر کوئی کمی زیادتی کردی تو نقصان ہو سکتا ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۹۲/۲): انا ارسلناك بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسئل عن اصحاب الجحیم ......قال ابن عباس ومحمد بن کعب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم لیت شعری مافعل ابوای فنزلت ھذہ الآیة وھذا علی قرأة من قرأ ولا تسال جزما علی النھی۔

وفی ردالمحتار (۱۸۵/۳): قال ابن عابدین بعد بحث طویل ......قال بعض المحققین :انه لاینبغی ذکر احد ھذہ المسئلة الامع مزید الادب۔ ولیست من المسائل التی یضر جھلھا اویسأل عنھا فی القبر اوفی الموقف۔ وحفظ اللسان عن التکلم فیھا الابخیر اولی واسلم۔

Marfat.com

كتاب التفسير و ما يتعلق بالقرآن

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

(۲۹۲) ”مافی الارحام“ سے کیا مراد ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا کہ ان پانچ کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مافی الارحام (جو کچھ رحم کے اندر ہے) کے بارے میں معلوم ہوسکتا ہے۔ تو آیت سے کیا مراد ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مافی الارحام کی تفسیر پر اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

۱.........سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم کی نفی کی ہے اور غیب کہا جاتا ہے ایسے علم کو جو بغیر اسباب کے حاصل ہو جبکہ آج کل کی تحقیق نہ صرف اسباب کی محتاج ہے بلکہ اسباب کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا اسے غیب نہیں کہا جاسکتا۔

۲.........”ما“ عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں صرف ذکورۃ وانوثۃ (لڑکا یا لڑکی ہونا) شامل نہیں بلکہ بچے کی عمر، رزق، شقی یا سعید ہونا تمام باتیں شامل ہیں اور ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

۳.........انسانی مادہ منویہ میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں۔ جب مرد وعورت کے مادہ کا باہم ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کے مادہ منویہ سے ہزاروں جرثومے وجود میں آتے ہیں۔ بعد ازاں استقرار حمل مرد وعورت کے ہزاروں جرثوموں میں سے دونوں کے ایک ایک جرثومے سے وقوع پذیر ہوجاتا ہے اور باقی جرثومے ضائع ہوجاتے ہیں۔ اب کون سے جرثومے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور جدید سائنس بھی اس کی تعیین سے قاصر ہے۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک جوابات دیئے گئے ہیں لیکن اسی قدر کافی ہیں۔

لمافي التفسير المنير (۲۱/۱۷۹): (يعلم مافي الارحام) اي لايعلم احد الاالله مافي الارحام من

Marfat.com

خواص الجنين واحواله العارضة له من طبائع وصفات وذكورة وانوثة وتمام خلقه ونقصها، فان توسل العلماء بسبب تحليل الكيميائی كون الجنين ذكرا أو انثی فلايعنی ذلك غيبا وانما بواسطة التجربة وتظل احوال اخرىٰ كثيرة مجهولة للعلماء لاتعلم الابعد الولادة قال القرطبی وقد يعرف بطول التجارب اشياء من ذكورة الحمل وانوثته الی غير ذلك۔

(۲۹۳)''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ یونس کی آیت وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ میں ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟ معتبر تفاسیر سے نقل فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قدم صدق کی مراد میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والے بلند درجات مراد ہیں۔

(۲) جنت میں دخول کے اعتبار سے باقی امتوں پر سبقت مراد ہے۔

(۳) دوبارہ اٹھائے جانے میں سبقت مراد ہے۔

اور قدم کی اضافت صدق کی طرف اضافت موصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہے اور اس سے مقصود مبالغہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ چیز یقینی ہے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسبب کی اضافت سبب کی طرف ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ درجات عالیہ کا حصول صدق قول اور صدق نیت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

لمافی قوله تعالی(يونس :۲): وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُونَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ

وفی روح المعانی (۶۲/۴): قدم صدق ای سابقة ومنزلة رفيعة......واصل القدم العضو المخصوص واطلقت علی السبق مجازا مرسلا لكونها سببه وآلته واريد من السبق الفضل والشرف والتقدم المعنوی الی المنازل الرفيعة مجازا ....وقيل :المراد تقدمهم علی غيرهم فی دخول الجنة لقوله عليه السلام نحن الآخرون السابقون يوم القيامة ......وقيل تقدمهم فی البعث واصل الصدق مايكون فی الاقوال ويستعمل كماقال الراغب فی الافعال

Marfat.com

.....وصرحواهنا بان الاضافة من اضافة الموصوف الى صفته والاصل قدم صدق اى محققة ومقرره وفيه مبالغة لجعلها عين الصدق ثم جعل الصدق كانه صاحبها، ويحتمل ان تكون الاضافة من اضافة المسبب الي السبب وفى ذلك تنبيه على ان مانالوه من المنازل الرفيعة كان بسبب صدق القول والنية۔

(۲۹۴) وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا۔ الآية کا مطلب؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اسلام کسی بھی طریقے سے نہ پہنچا ہو وہاں کے کسی انسان کو شرک پر عذاب ہوگا؟ اگر ہوگا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا نیز کسی مقام پر اسلام تو لوگوں کو معلوم نہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے بارے میں انہیں معلوم ہے اور اس پر وہ من وعن عمل کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل دی ہے کہ اگر اسے رسولوں کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو اس کی عقل اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا ادراک کرسکتی ہے، اور معجزات کی روشنی میں انبیاء کی تصدیق کی مکلف ہے، اب اس بات کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد یہ سمجھے کہ اگر کہیں پر رسولوں کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو اولاً ایسی جگہ مشکل ہے جہاں انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو، ثانیاً اگر فرض بھی کرلیں تو چونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار بغیر رسولوں کی ہدایت کے کرسکتی ہے لہٰذا وہاں لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو اس پر انہیں عذاب ہوگا اگرچہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ اس کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (۱/ ۴۷۲) پر ذکر کیا ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَعِنْدَهُ يَشِيبُ الصَّغِيرُ {وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ} قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَأَيُّنَا ذَلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا۔

Marfat.com

(اللہ تعالی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے اے اللہ میں حاضر ہوں، تمام بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ تعالی فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکالیں، وہ عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالی فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس وقت (خوف کی بناء پر) بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایسے ہو رہے ہوں گے جیسے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالی کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ایک کون ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہو تم میں ایک اور یاجوج ماجوج میں ہزار ہوں گے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سد سکندر کی اوٹ میں رہنے والی شرک میں مبتلا انسانی مخلوق ہے حالانکہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہیں پھر بھی ان کو شرک کی بنا پر عذاب دیا جائے گا معلوم ہوا کہ مشرک قوم کی طرف اگرچہ کوئی رسول اور قاصد مبعوث نہ بھی ہو تب بھی شرک کی بناء پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی روایات اور آیات سے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص کو انبیاء کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو بھی اس کے لئے اللہ تعالی کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ بعثت سے قبل عذاب کی نفی سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد معاصی اور بداعمالیوں پر عذاب کی نفی ہے شرک کی صورت میں عذاب کی نفی نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں ''رسولا'' میں عقل کو بھی شامل کیا ہے یعنی یہاں جن رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے اس میں عقل انسانی بھی داخل ہے کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی انسانی عقل جن اعمال وافعال کا ادراک کرسکتی ہے ان کے ترک پر عذاب ہوگا۔

۲۔ آج کل کے اعتبار سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں دعوت نہ پہنچی ہو، ہاں اگر کوئی ایسا مقام ہو جہاں کلی طور پر اسلامی احکامات کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

لما فی التفسیر الکبیر (۱۰/۱۷۴): فی الآیة قولان :الاول ان نجری الآیة علی ظاهرها ونقول العقل هو رسول الله الی الخلق بل هورسول الذی لولاه لما تقررت رسالة أحد من الانبیاء فالعقل هورسول الاصلی فکان معنی الآیة وماکنا معذبین حتی نبعث رسول العقل۔

والثانی ان نخصص عموم الآیة فنقول المراد وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفة وجوبها الا بالشرع الا بعد مجئ الشرع۔

وفی تفسیر روح المعانی (۵/۳۹): ...قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فیخلقه الله تعالی عقیب نظر العقل نظرا صحیحا وأوجبوا الایمان بالله تعالی وتعظیمه وحرموا نسبة ما هوشنیع الیه سبحانه حتی روی عن ابی حنیفة رضی الله عنه انه قال لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی

Marfat.com

الخلق معرفته وقد صرح غير واحد من علماء هم بأن العقل حجة من حجج الله تعالى ويجب الاستدلال به قبل ورود الشرع واحتجوا فى ذلك بماأخبرالله تعالى به عن ابراهيم عليه السلام من قوله لابيه وقومه ''انى اراك وقومك فى ضلال مبين'' حيث قال ذلك ولم يقل أوحى الى ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه وكذلك كل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل كما ينبئ عنه قوله تعالى ''قالت رسلهم افى الله شك فاطرالسمٰوات والارض'' الآية وبقوله تعالى ''ومن يدع مع الله الها آخر لا برهان له به'' الآية حيث لم يقل ومن يدع مع الله الها آخر بعدما أوحى اليه أوبلغته الدعوة۔

وفى التفسير المظهرى (۴۲۱/۵): قال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرك بعض ما وجب عليه وهو توحيد والتنزيهات والاقراربالنبوة بعد مشاهدةالمعجزات فهذه الامور غير متوقفة على الشرع والا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها فيجب على الانسان اتيان هذه الامور قبل بعثة الرسل ويعذب المشرك وان لم يبلغه الدعوة ويؤيد هذا القول مافى الصحيحين عن ابى سعيد الخدرى ... الحديث

وجه الاستدلال ان يأجوج ومأجوج رجال وراء السد لم يبعث فيهم رسول فلو لا التعذيب على الشرك قبل بعثة الرسل لما عذبت يأجوج ومأجوج ...

وفى الصفحة ۴۲۳: ان عدم التعذيب قبل البعثة مخصوص بالمعاصى دون الشرك حيث قال الله تعالى ''ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء'' فالتقدير ماكنا معذبين على المعاصى حتى نبعث رسولا يبين لهم مايتقون وقيل المراد بالرسول اعم من البشر والعقل فان العقل ايضا رسول من الله يدرك به الخير والشر فما يدركه العقل ويكفى فى ادراكه من الواجبات يعذب الله العاقل عليها على عدم اتيانها۔

(۲۹۵) ''واهجرهم هجرا جميلا'' سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلام مقدس میں ''واهجرهم هجراً جميلا'' الآیۃ میں ہجران جمیل سے کیا مراد ہے؟ کیااس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ سے قبل یہ سمجھئے کہ یہ آیت آیات قتال سے منسوخ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی رسول اللہ سے مخاطب ہیں جب اسلام کا ابتدائی دور تھا اور کفار ہمہ وقت آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے تو آپ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان سے نہ تو فکر مند ہوں اور نہ ہی انہیں جواب دینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ اس معاملے کو اللہ تعالی کے سپرد کر دیں۔ بعد میں جب قتال و جہاد فی سبیل اللہ کی آیات نازل ہوگئیں تو یہ آیت ان سے منسوخ ہوگئی۔ اگر اس کو منسوخ نہ بھی مانیں تو بھی اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ رہبانیت کہا جاتا ہے دنیا کی لذتوں کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لینا جبکہ اس آیت میں کفار کی تکالیف پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۱۰/۱۳۳): (واهجرهم هجرا جميلا) بان تجانبهم وتداريهم ولا تكافئهم وتكل امورهم الى ربهم كما يعرب عنه.

وفی تفسير لابن كثير (۴/۳۹۵): يقول تعالى آمراً رسوله ﷺ بالصبر على ما يقوله من كذبه من سفهاء قومه وأن يهجرهم هجرا جميلا وهو الذى لا عتاب معه ثم قال له متهددا لكفار قومه متوعدا وهو العظيم الذى لا يقوم لغضبه شئ.

وفی احكام القرآن للقرطبی (۱۹/۴۵): (واهجرهم هجرا جميلا) أى لا تتعرض لهم ولا تشتغل بمكافأتهم فان فى ذلك ترك الدعاء الى الله وكان هذا قبل الامر بالقتال ثم امر بعد بقتالهم وقتلهم فنسخت آية القتال ما كان قبلها من الترك.

وفی التفسير الكبير (۱۵/۲۴۶): الرهبانية ترهبهم فى الجبال فارين من الفتنة فى الدين مخلصين انفسهم للعبادة ومتحملين كلفاً زائدة على العبادات التى كانت واجبة عليهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد فى الغيران والكهوف.

وفی مرقات المفاتيح (۵/۲۷۴): ... قيل المراد بالصرورة التبتل وترك النكاح اى ليس فى الاسلام بل هو فى الرهبانية واصل الكلمة من الصر وهو الحبس.

(۲۹۶) علم الیقین اور عین الیقین میں فرق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ التکاثر میں ایک جگہ علم الیقین کا لفظ آیا ہے

Marfat.com

اور دوسری جگہ عین الیقین کا لفظ آیا ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

علم الیقین اور عین الیقین کے فرق میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے:

(۱) علم الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو کسی دلیل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچا دے اور عین الیقین سے مراد ایسا علم ہے کہ دلیل کے بعد اس کا مشاہدہ بھی ہو جائے تو یہ یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن موت آنی ہے یہ علم الیقین ہے اور جب موت کے وقت آخرت کے احوال نظر آنے لگتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات بطور تنبیہ کے ذکر کی گئی ہیں اور وہ اس طور پر کہ تمہیں آخرت کا علم یقینی طور پر حاصل نہیں ہے، اگر تمہیں آخرت کے احوال کا یقینی علم حاصل ہوتا تو تمہیں دل کی آنکھوں سے جہنم کے احوال نظر آتے۔ گویا وہ مناظر تمہارے سامنے گھومتے اور تم کبھی کسی گناہ کے قریب نہ جاتے۔ لیکن چونکہ تمہیں یقین نہیں لہٰذا تم دنیا کی رونق اور چکا چوند میں گم ہو اور آخرت سے غافل ہو۔

لقولہ تعالی(التکاثر:۸): كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِينِ (٥) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ (٦) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ (٧) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (٨)

وفی روح المعانی (۱۰/۲۸۷): لوتعلمون علم الیقین ای لوتعلمون مابین ایدیکم علم الامر المتیقن ای کعلمکم ماتستیقنونہ من الامور ...... ثم لترونها عین الیقین ای الرؤیة التی هی نفس الیقین فان الانکشا ف بالرؤیة والمشاهدة فوق سائر الانکشا فات فهو احق بان یکون عین الیقین ...... وعلم الیقین بمااعطاء الدلیل من ادراك الشئ علی ماهو علیه وعین الیقین بمااعطاء المشاهدة والکشف وجعل وراء ذلك حق الیقین وقال علی سبیل التمثیل علم کل عاقل بالموت علم الیقین واذا عاین الملائکة علیهم السلام فهو عین الیقین۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۰/۱۷۳): کلالوتعلمون علم الیقین ...... کانه قال لا تفعلوا فانکم تندمون... لوتعلمون علم الیقین ای لوتعلمون الیوم فی الدنیا علم الیقین فیما أمامکم مماوصفت لترون الجحیم بعیون قلوبکم فان علم الیقین یریك الجحیم بعین فؤادك وهوان تتصور لك تارات القیامة وقطع مسافاتها۔

Marfat.com

(۲۹۷) انسان کو ظالم کیوں کہا گیا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی نے کلام مقدس میں فرمایا:

إِنَّا عَرَضْنَا الأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَاالخ۔

اب سوال یہ ہے کہ تحمل امانت سے جب ساری چیزیں عاجز ہوگئیں تھیں سوائے انسان کے اور انسان نے اس بارامانت کو اٹھالیا تو یہ انسان کی فضیلت ہوئی لیکن آیت کے آخر میں انسان کو ظالم کہا گیا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تحمل امانت کے بعد انسان کو ظالم کہنا اس اعتبار سے ہے کہ اس نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے اس کو قبول کرلیا اور بعد میں اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگا البتہ یہ "ظالم" کی صفت اکثر افراد کے اعتبار سے ہے کہ جو لوگ شریعت کی حدود سے متجاوز ہیں وہ ظالم ہیں ورنہ جو متجاوز نہیں وہ ظالم نہیں ہیں۔

لمافی روح المعانی (۲۲/۹۶): انه کان ظلوما جهولا ......ای انه کان مفرطا فی الظلم مبالغا فی الجهل ای بحسب غالب افراده الذی لم یعملوا بموجب فطرتهم السلیمة۔

وفی التفسیر الکبیر (۲۵/۲۳۶): قوله تعالی انه کان ظلوما جهولا فیه وجوه ...ثانیها المراد بالانسان یظلم بالعصیان ویجهل ماعلیه من العقاب۔

(۲۹۸) تفاسیری واقعات کی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ہر قسم کے واقعات کو بیان کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر اجازت نہیں ہے تو سورۃ بقرہ کی آیت {وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔۔ الآیة} اسی طرح {فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا۔۔ الآیة} اور اسی طرح جہاں حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کی بیماری کا ذکر آتا ہے وہاں مختلف قسم کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ان واقعات کا بیان کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں واقعات کی تین قسمیں ہیں:

Marfat.com

ا۔ایسے واقعات جن کو خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا وہ حق وصحیح ہیں اور انہیں بیان کرنا جائز ہے۔

۲۔ایسے واقعات جن کا حقائق ثابتہ کے ساتھ تناقض ہو جیسا کہ عقیدہ توحید، عصمت انبیاء، تنزیہہ باری تعالی کے معارض ہوں ایسے واقعات بیان کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ایسے واقعات جو نہ تو احادیث سے ثابت ہوں اور نہ ہی حقائق ثابتہ کے خلاف ہوں البتہ ان کی صحت کے بارے میں کوئی علم نہ ہو ایسے واقعات کا نقل کرنا جائز ہے البتہ اس قول کی صحت وعدم صحت کی تعیین مشکل ہے۔

لمافی تفسیر البغوی (۱/۱۳): قال علیه الصلوة والسلام حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج وذلك فیمایتعلق بماضیهم للعبرة والاتعاظ بمایتوافق مع جلالة الانبیاء والمرسلین السابقین لان الیهود لایتورعون من الحط من شان انبیاء هم والافتراء علیهم۔واخبارهم عن انبیاء هم محشوة بالاضالیل والاکاذیب ،وان کان ولابد من ذکر شواهد من الاخبار الاسرائیلیة فلابد من التقیید بهذا المنهج المستقیم :

۱۔ ماعلمت صحته عن النبی ﷺ فیمایحکیه عن بنی اسرائیل فهذا ممالاتخرج فیه قطعا وهوحق وصدق۔

۲۔ ماعلم عدم صحته بان کان یناقض الحقائق الثابتة التی لاتتغیر ولاتتبدل فی کل زمان ومکان کعصمة الانبیاء .وعقیدة التوحید. وتنزیهه الباری سبحانه وتعالی فکل خبر یناقض معنی من معانی هذه الحقائق الثابتة فهو مردود لاتجوز روایته الاللتنبیه اولتفنیده ونقضه۔

۳۔ ماهومسکوت عنه لاهو من قبیل الاول ولاهو من قبیل الثانی وهذا القسم نتوقف فیه فلانؤمن به ولانکذبه وتجوز حکایته وهذاالنوع مالیس فیه فائدة تعود علی المسلمین فی امر دینهم۔

(۲۹۹) ایک آیت کے متعلق وضاحت

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج صبح میں دوران تلاوت ترجمہ دیکھ رہا تھا کہ اس آیت پر پہنچا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہاں اللہ تعالی نے "فجور" کو "تقوی" سے پہلے ذکر کیا حالانکہ تقوی کا ذکر پہلے ہونا چاہیئے تھا۔اس کی کیا وجہ ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں فجور کو تقویٰ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کو مزین کرنا مقصود ہو تو پہلے اس کی صفائی کی جاتی ہے پھر تزئین کی جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق جب نفس کی تزئین ہوگی تو نفس کو پہلے فسق و فجور سے پاک کیا جائے گا پھر تقویٰ سے مزین کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے فجور کا ذکر پہلے اور تقویٰ کا ذکر بعد میں کرنا ہی مناسب ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کلام مقدس میں صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ ہدایت کے لئے نازل کئے جانے والے احکام انتہائی بلاغت و فصاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں چنانچہ قافیہ بندی کا اعتبار کریں تو تقویٰ کو بعد میں ہی آنا چاہیئے۔

لما فی روح المعانی (۳۰/۱۸۲): وقدم الفجور على التقوى لان الهامه بهذا المعنى من مبادی تجنبه وهو تخلية والتخلية مقدمة على التحلية وقيل قدم مراعاة للفواصل واضيفا الى ضمير النفس قيل اشارة الى ان الملهم للنفس فجور وتقوى قد استعدت لهما فهما لها بحكم الاستعداد وقيل رعاية للفواصل۔

(۳۰۰) تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجھے کبھی کبھار سخت خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں تورات، زبور اور انجیل کو پڑھوں۔ آپ یہ بتلائیں کہ میرے لئے ان کتب کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آپ کے لئے تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا جائز نہیں اور اس میں عوام و خواص کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ البتہ اگر کسی شخص کو اسلام کے احکام پر عبور حاصل ہو اور وہ ان کتب کا مطالعہ اس لئے کرے تاکہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی المشکوة (۱/۳۲): عن جابر رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يتغير فقال ابوبكر ثكلتك الثواكل ما ترى بوجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الى وجه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱/۱۷۵): ویکره له قرأة توراة وانجیل وزبور۔

وفی الشامية فی آخر بحث القرأة: واختار سیدی عبدالغنی ما فی الخلاصة واطال فی تقریره وقال: وقد نهینا عن النظر فی شئ منها سواء نقلها الینا الکفار او من اسلم منهم۔

(۳۰۱) قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگانا اور اسے چومنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کھولتے وقت تلاوت سے پہلے پاس بیٹھے بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائے یعنی تبرک کے لئے ایسا کرے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز قرآن مجید کو چومنا یا آنکھ پر لگانا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قرآن مقدس سے مذکورہ طریقے سے تبرک حاصل کرنا کہ بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائی جائے یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مقدس کی بے حرمتی ہے لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کا چومنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے لہٰذا چومنا یا آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔

لمافی الدر المختار (۶/۳۸۴): تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر ﷺ انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان ﷺ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه۔

(۳۰۲) آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے کتبوں کو چومنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ ورسول کے نام کے کتبے لگے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو چومتے ہیں، یہ عمل شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں کے کتبوں کو تعظیم کی وجہ سے چومنا جائز ہے لیکن اس پر التزام درست

Marfat.com

نہیں۔

لمافی الدر المختار (۳۸۴/۶) وفی القنية فی باب مایتعلق بالمقابرتقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر رضي الله عنه انه كان ياخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربي ومنشور ربي عزوجل وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه۔

(۳۰۳) قرآن مجید کے نقطے

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے نقطے سب سے پہلے کس زمانے میں لگائے گئے اور کس نے لگائے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قرآن مجید کے نقطے عبدالملک بن مروان کے دور میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور یحیی بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج بن یوسف کے حکم سے لگائے۔

كذافی احكام القرآن للقرطبی (۶۳/۱): واماشكل المصحف ونقطه فروى ان عبدالملك بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلك الحجاج بواسط وجد فيه وزاد تحزيبه،وامر وهو والى العراق الحسن ويحيى بن يعمر بذلك۔

وفی البداية والنهاية (۱۲۴/۹): فی ترجمة الحجاج ... وفی ايامه نقطت المصاحف۔

(۳۰۴) جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کمرے میں قرآن مجید رکھا ہو اس میں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسی صورت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

لما في الهندية (٣٢٢/٥): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور كذا في القنية۔

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (١٧٨/١): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور۔

وفي الشامية: (مستور) ظاهره عدم الجواز اذالم يشترط اقول وعبارة الخانية ولا بأس بالخلوة والمجامعة في بيت فيه مصحف لان بيوت المسلمين لاتخلوا من ذلك۔

(٣٠٥) دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس گھر یا کمرے میں دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہو اس کمرے میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مسلمانوں کے گھروں میں عام طور پر دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں صحبت جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق

Marfat.com

کتاب مایتعلق بالحدیث

(حدیث شریف سے متعلق سوالات)

(۳۰۶) وحی کی برکات سے محرومی

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت میں ہے ''جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہوجائے گی''۔ وحی کی برکات سے کیا مراد ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

وحی کی برکات سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی بناء پر امت محمدیہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے محروم ہوجائے گی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرآن وسنت کے علوم کے احیاء کا ذریعہ ہے جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑے گی تو نتیجے کے طور پر قرآن وسنت کے علوم اور اس سے حاصل ہونے والے انوارات وبرکات سے محروم ہوجائے گی۔

لمافی کنزالعمال (۳/۱۸۳): [۶۰۷۰] اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکة الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله۔

(۳۰۷) حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے۔ آپ کچھ ایسی آیات ذکر کریں جن سے حجیت حدیث کا ثبوت ملتا ہو۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

درج ذیل آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے۔

۱ قُلْ اَطِیْعُوااللہ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللہ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (آل عمران: ۳۲)

۲ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہ ج وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآاَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظاً ۝(النساء : ۸۰)

۳فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (النور:۶۳)

٤ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالاً مُّبِينًا ۝ (الاحزاب :۳۶)

۵ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہ فَا تَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہ (آل عمران :۳۱)

۶ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوْااللہ وَاَطِیْعُوْاالرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللہ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللہ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط (النساء: ۵۹)

۷ وَمَآاٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ج وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج (الحشر:۷)

۸ وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ ط ج اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ لا (النجم :۳، ۴)

(۳۰۸) قبور صحابہؓ کی زیارت اور حدیث ''لاتشدالرحال الخ'' کا مطلب

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ افغانستان میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور ہیں۔اب اگر کوئی شخص ان کی زیارت کی نیت سے جاتا ہے تو یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ یہ جو بعض روایات میں ہے کہ ''تین مسجدوں کے علاوہ کیلئے سفر نہ کیا جائے'' اس روایت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور وہ روایت مبارکہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی {لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد} یہ صرف مساجد کی فضیلت وعظمت کے بیان کے لئے ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت یا حصول ثواب کے لئے اس کی طرف سفر نہ

Marfat.com

کیا جائے۔باقی رہا یہ معاملہ کہ مساجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے یا نہیں تو اس روایت میں اس کی نفی نہیں ہے۔اور قبور کی زیارت متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا ان قبور کی زیارت کرنا صحیح ہے۔

لما فی المشكوة (ص۶۷): عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لاتشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا متفق علیه۔

وفی المرقاة (۲/۱۹۰): والمراد نفی فضیلة شدها وربطها ......قیل نفی معناه نهی ای لاتشدوا الی غیرها لان ماسوی الثلاثة متساوفی الرتبة غیر متفاوت فی الفضیلة وکان الترحل الیه ضائعا ...وفی الاحیاء ذهب بعض العلماء الی الاستدلال به علی المنع من الرحلة لزیارة المشاهد. وقبور العلماء والصالحین وماتبین لی ان الامر کذلك بل الزیارة مامور بها لخبر کنت نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروها والحدیث انماورد نهیا عن الشد لغیر الثلاثة من المساجد لتماثلها۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۴۲): وبزیارة القبور ولو للنساء لحدیث کنت نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروها۔

وفی الشامیة: بعد بحث طویل ...... قلت :استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة کماعتید ......لم أرمن صرح من ائمتنا ومنع منه بعض ائمة الشافعیة الالزیارته صلی اللہ علیہ وسلم قیاسا علی منع الرحلة لغیر المساجد الثلاث۔ورده الغزالی بوضوح الفرق فان ماعدا تلك المساجد مستویة فی الفضل فلافائدة فی الرحلة الیها واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالی ونفع الزائر بحسب معارفهم واسرارهم۔

(۳۰۹)وقت طلوع وغروب پرایک اشکال وجواب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسے اوقات میں نماز مکروہ ہے تا کہ شیطان کی عبادت کا شائبہ نہ ہو۔لیکن جب سائنس نے ترقی کے منازل طے کر لئے تو یہ بات ثابت اور معلوم ہوئی کہ سورج ہر وقت کسی نہ کسی خطے میں طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے گویا سورج ہر وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے کسی بھی وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہونی چاہیئے۔آپ تفصیل سے اس مسئلہ کا ایسا جواب عنایت فرمائیں

Marfat.com

جس سے تسلی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ حکم ہر جگہ کے طلوع اور غروب کے اعتبار سے ہے کہ جب وہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ سورج ہر لحہ طلوع یا غروب ہو رہا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ ایک جگہ کے تمام اوقات طلوع یا غروب کے سمجھے جائیں گے بلکہ ایک جگہ کے اعتبار سے دن میں صرف ایک بار طلوع اور غروب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہاں کے اعتبار سے مکروہ اوقات بھی وہی ہوں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لیلۃ القدر ایک ہی رات ہوتی ہے لیکن ایک جگہ رات ہونے سے ساری دنیا میں رات نہیں ہوتی بلکہ کسی جگہ دن ہوتا ہے تو لیلۃ القدر پوری دنیا میں کس طرح تسلیم کی جائے گی۔ اس کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جہاں جہاں اس مخصوص تاریخ کی رات آئے گی وہی لیلۃ القدر ہوگی۔ ٹھیک اسی طرح جہاں جہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو وہاں کراہت کا حکم آئے گا باقی جگہوں پر نہیں۔

(۳۱۰) گرگٹ کو مارنے پر ثواب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے اور احادیث میں اسے مارنے پر ثواب کا ذکر موجود ہے؟ اور اسکی وجہ کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آگ جلائی گئی تو اس نے اسے مزید بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ دوم یہ موذی جانوروں میں سے ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا اسے مارنے کا حکم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۵): حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ...... عن ام شریك ان النبی ﷺ امرھا بقتل الاوزاغ وفی حدیث ابن ابی شیبة امر۔

وفی حاشیة النووی: امر النبی ﷺ بقتله وحث علیه ورغب فیه لکونه من الموذیات۔

وفی المشکوۃ (ص۳۶۱): عن ام شریك ان رسول اللہ ﷺ امر بقتل الوزغ وقال کان ینفخ علی ابراھیم۔۔۔عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال من قتل وزغا فی اول ضربه کتبت له مائة حسنة وفی الثانیة دون ذلك وفی الثالثة دون ذلك۔

Marfat.com

(۳۱۱) جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جذامی سے تعلقات ختم کردینے چاہئیں حالانکہ وہ بھی تو مسلمان ہے، ہمارے ایک عزیز کہنے لگے کہ ایک روایت میں ہے کہ جذام والے شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے لہٰذا ایسے شخص سے تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں، اور انہیں کھانا بھی بانس سے دیا جانا چاہیئے، ان کے قریب بھی بالکل نہ جانا چاہیئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''لاعدوی'' الحدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کا مرض دوسرے آدمی میں منتقل نہیں ہوتا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے بھی اس مرض میں مبتلا کرنا چاہیں تو علیحدہ مسئلہ ہے۔ اب اس کے بعد سوال میں ذکر کردہ روایت کا مطلب سمجھئے کہ اس روایت میں ایسے شخص کو جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی جارہی ہے جو اپنے ضعف عقیدہ کی بناء پر یہ سمجھتا ہو کہ کسی مریض کے قریب جانے سے اس مرض کے اثرات منتقل ہوجاتے ہیں تو ایسے شخص سے کہا جارہا ہے کہ وہ جذامی کے قریب نہ جائے کیونکہ اگر اسے یہ مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنے ضعیف عقیدے کی بناء پر یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ مرض اس مریض کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ عام حالات میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے ایک موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور اسے فرمایا اللہ پہ اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ چنانچہ ''سنن ابن ماجہ'' (ص ۲۵۳) میں روایت موجود ہے:

"عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ أخذ بيد رجل مجذوم فأدخلها معه في القصعة ثم قال: كل ثقة بالله وتوكلا على الله"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جذامی سے قطع تعلق مقصود نہیں بلکہ فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا۔

لقوله تعالى: وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ (البقرہ:۱۰۲)

وفي الصحيح للبخاري (۸۵۰/۲): ...سمعت اباهريرة رضي الله عنه يقول قال رسول الله ﷺ لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الاسد۔

وفي فتح الباري (۱۲۹/۱۰): اختلف الاثار في المجذوم فجاء ما تقدم عن جابر رضي الله عنه ان النبي ﷺ اكل مع المجذوم وقال ثقة بالله وتوكلا عليه قال فذهب عمر رضي الله عنه وجماعة

Marfat.com

من السلف الى الاكل معه ورأوا ان الامر باجتنابه منسوخ ...والصحيح الذى عليه الاكثر ويتعين المصير اليه ان لا نسخ بل يجب الجمع بين الحديثين...

وفى الصفحة ۱۳۲: ويمكن الجمع بين فعله وقوله بان القول هوالمشروع من أجل ضعف المخاطبين وفعله حقيقة الايمان فمن فعل الاول اصاب السنة وهى اثر الحكمة ومن فعل الثانى كان اقوى يقينا لان الاشياء كلها لا تاثير لها الا بمقتضى ارادة الله تعالى وتقديره...فمن كان قوى اليقين فله ان يتابعه ﷺ فى فعله ولا يضره شئ ومن وجد فى نفسه ضعفاً فليتبع أمره ﷺ فى الفرار لئلا يدخل بفعله فى القاء نفسه الى التهلكة۔

(۳۱۲) حدیثِ حوأب کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے اپنے دوست سے کہ کسی حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر مقامِ حوأب پر کتے بھونکنے کا ذکر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی کی تھی کہ میری ازواج میں سے کسی پر حوأب کے کتے بھونکیں گے اور جمل کی لڑائی میں عائشہ رضی اللہ عنہا جب امیر لشکر بن کر نکلیں تو مقامِ حوأب میں آپ پر کتے بھونکے۔

قاری صاحب! مجھے درج ذیل سوالات کے جوابات دیں:

۱)۔کیا حوأب مقام پر کسی ایسے واقعے کا حدیث میں ذکر ہے؟

۲)۔کیا یہ حدیث صحیح ہے یا رافضی کی ایجاد ہے؟

۳)۔قاری صاحب عائشہ رضی اللہ عنہا تو ہماری ماں ہیں جبکہ ہم نے سنا تھا کہ صحابی کے تقدس میں تو اگر کوئی صحیح حدیث بھی جرح کرتی ہو تو اس حدیث کو ترک کردیا جاتا ہے پھر یہ حدیث کس مقام کی ہے اور اسے قبول کیا گیا ہے یا نہیں؟

۴)۔قاری صاحب! یہ بھی بتائیں کہ کیا اہل حق میں سے کوئی اس بات کا قائل ہے مجھے میرے محلے کا دوست (جو کسی مدرسے کا طالب علم ہے) بتارہا تھا کہ اہل حق اس کے قائل ہیں کہ جمل میں مقام حوأب پر عائشہ رضی اللہ عنہا پر کتے بھونکے تھے میں یقین نہیں کرسکتا کہ کوئی اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ سے متعلق اس کا قائل ہوگا۔قاری صاحب! برائے مہربانی اس واقعہ کی حقیقت بتائیں؟ یہ کہاں کس کتاب میں لکھا ہے؟ محدثین وفقہاء کا اس بارے میں کیا کہنا ہے؟

قاری صاحب! میرے چاروں سوالات کا واضح جواب عنایت فرمائیں اگر میری سمجھ غلط ہو تو میں سمجھ سکوں ورنہ اپنے اس دوست کو سمجھا سکوں۔برائے مہربانی اس حوأب کے واقعے کے تمام مالہ وماعلیہ کو بیان فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

مقام حواب پر "کتے بھونکنے والی حدیث" کو روایت کرنے والے قیس بن ابی حازم ہیں اور قیس بن ابی حازم کو اکثر محدثین نے ثقہ کہا ہے، لیکن بعض نے اُن پر تنقید بھی کی ہے اور اُن کو ضعیف، منکر الروایۃ اور ساقط الحدیث بھی کہا، اور اُن کی "حواب والی روایت" کی صحت میں کلام کیا ہے، جیسا کہ "سیر اعلام النبلاء ۵ / ۲۰۳" پر ہے:

"وروی علی بن المدینی ان یحییٰ بن سعید قال له: قیس بن ابی حازم منکر الحدیث قال: ثم ذکر یحییٰ احادیث مناکیر منها حدیث "کلاب الحوأب"۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ قیس بن ابی حازم منکر الحدیث ہیں، پھر یحییٰ بن سعید نے قیس بن ابی حازم کی احادیث منکرہ کو ذکر کیا جس میں سے "کلاب الحوأب" والی حدیث بھی ہے۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو تہذیب التہذیب ۸ / ۳۸۸ اور میزان الاعتدال ۵ / ۴۷۶ پر بھی نقل کیا گیا ہے، لہٰذا یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی بنا پر یہ حدیث منکر ہے اور حدیث منکر قابلِ احتجاج نہیں ہوتی نیز اگر قیس بن ابی حازم کو ثقہ بھی تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ جمہور محدثین نے کہا ہے تو اس حدیثِ "کلاب الحوأب" سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جنگِ جمل میں اجتہادی خطا سرزد ہوئی تھی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اس پر بھی اُنھیں اجر دیا جائے گا جیسا کہ جنگِ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آمنا سامنا ہوا تھا، اور دونوں کا مقصد رضائے الٰہی تھا، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی تھی، نیز اس قسم کی اجتہادی غلطی سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

لما فی مسند الامام احمد بن حنبل (۴۸/۷)(۵۲/۶) حدیث: ۲۴۷۳۳: حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا یحییٰ عن اسماعیل ثنا قیس قال "لما اقبلت عائشة بلغت میاه بنی عامر لیلاً نبحت الکلاب قالت: أی ماء هذا؟ قالوا: ماء الحوأب قالت: ما اظننی الا انی راجعة، فقال بعض من کان معها: بل تقدمین فیراك المسلمون فیصلح الله ـ عزوجل ـ ذات بینهم، قالت: ان رسول الله ـ صلی الله علیه وسلم ـ قال لها ذات یوم کیف باحدکن تنبح علیها کلاب الحوأب"

وفی تهذیب التهذیب (۳۸۸/۸) (القاف ـ قیس): وقال یحیی ابن ابی غنیة ثنا اسماعیل بن ابی خالد قال: کبر قیس حتی جاز المائة بسنین کثیرة حتی خرف وذهب عقله وقال ابن المدینی: قال لی یحییٰ بن سعید: قیس بن ابی حازم منکر الحدیث ثم ذکر له احادیث مناکیر منها حدیث "کلاب الحوأب" قال عمرو مات سنة اربع وثمانین، ...... وفی مسند البزار عن قیس بن حازم قال:

Marfat.com

قدمت على رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ فوجدته قد قبض. فسمعت ابابكر يقول. فذكر حديثاً۔ والرواية التى فيها انه راى النبى ۔صلى الله عليه وسلم۔ لو ثبتت لكان صحابياً بلا خلاف، وقد او ضحت القول فيها فى كتابي ''الاصابة فى تمييز الصحابة'' وفيها انه رآه يخطب وكان حينئذ ابن سبع او ثمان ، ومراد القطان بالمنكر الفرد المطلق. وقال اجمعوا على الذهبى الاحتجاج به ومن تكلم فيه فقد اذى نفسه كذا قال۔

(۳۱۳) احادیث سے متعلق چند سوالات

سؤال

مفتی صاحب درج ذیل باتوں سے متعلق استفسار کرنا ہے:

۱۔سید الاستغفار کیا ہے؟

۲۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کے بارے میں کون سی دعا سکھائی تھی جس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ دعا نہ پڑھتا تو مجھے جادو کے زور پر گدھا بنا دیا جاتا۔

۳۔حجاج حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو ساتھیوں کے ساتھ گیا اور انہیں دھمکیاں دیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بتلائی ہے کہ جو شخص پڑھ لے وہ محفوظ رہے گا۔اس پر حجاج کے ساتھیوں نے کہا کہ تو حملہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔حجاج نے جواب دیا کہ میں ان کے کاندھے پر جو چیز دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔بعد ازاں حجاج نے کہا کہ وہ دعا مجھے بھی بتلائیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ظالم ہے لہٰذا تجھے نہیں بتاؤں گا۔وہ دعا کون سی ہے تحریر کر دیں۔

۴۔یہ حدیث معہ ترجمہ بیان فرمادیں جس کا ایک جملہ یہ ہے ''الاان سلعة اللہ الغالية''۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مسئولہ صورتوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ سید الاستغفار یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ''۔

اس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے:

Marfat.com

"ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من يومه قبل ان يمسی فهو من اهل الجنة ومن قال لها موقناً من الليل وهو موقن بها فمات قبل ان يصبح فهو من اهل الجنة"۔

(صحیح البخاری ۲/۹۳۳)

۲۔ وہ صحابی جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھلائی وہ عبداللہ بن سلام نہیں بلکہ حضرت کعب احبار ہیں اور وہ روایت یہ ہے:

عن القعقاع بن حکیم ان کعب الاحبار قال لولا کلمات اقولهن لجعلتنی الیهود حمارا فقیل له وماهن فقال: اعوذ بوجه الله العظیم الذی لیس شئ اعظم منه وبکلمات الله التامات التی لایجاوزهن بر ولا فاجر وباسماء الله الحسنی کلها ما علمت منها ومالم اعلم من شر ما خلق وبرأ وذرأ۔ (المؤطا للامام مالک: ۷۲۳)

۳۔ کتب میں تلاش وتتبع کے باوجود آپ کا ذکر کردہ واقعہ نہیں ملا البتہ اکثر کتب احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ موجود ہے وہ یہ ہے:

"عن الزبیر بن عدی قال اتینا انس بن مالك رضی اللہ عنہ فشکونا الیه مایلقون من الحجاج فقال اصبروا فانه لایأتی علیکم زمان الاالذی بعده شرمنه حتی تلقوا ربکم سمعته من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم"

(صحیح البخاری ۲/۱۰۴۷)(هکذا روی فی المسند الجامع: ج۳/ص۲۵...وفی مسند احمد بن حنبل ۴/۱۷...وفی سنن الترمذی ۲/۴۴)

۴۔ یہ روایت درج ذیل ہے:

"سمع اباهریرة رضی اللہ عنہ انسص یقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ادلج ومن ادلج فقد بلغ المنزل الاان سلعة الله غالیة الاان سلعة الله غالیة ......وفی روایة کعب: الاان سلعة الله الجنة"۔

(المستدرك للحاكم: ۴/۳۴۳)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں تیاری شروع کر دیتا ہے (یعنی جسے آخرت کا خوف ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری شروع کر دیتا ہے) اور جو شخص رات کی ابتداء میں سفر شروع کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے اور حضرت کعب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا سودا جنت ہے"۔

Marfat.com

(۳۱۴) "ان الله خلق آدم علی صورته" کا مطلب

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور حدیث ہے "ان الله خلق آدم علی صورته" (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اس حدیث کا مطلب ومفہوم کیا ہے؟ بحوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اس روایت مبارکہ کی تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو "ان کی" صورت پر پیدا کیا یعنی دوسرے انسانوں کی طرح پہلے نطفہ پھر خون کا لوتھڑا اس طرح مختلف مراحل سے گزار کر پیدا نہیں کیا بلکہ براہ راست ان کی صورت پر پیدا کیا (یعنی صورته کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے)۔

۲۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا جو اپنے غلام کو منہ پر تھپڑ مار رہا تھا، آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا لہٰذا اس کا احترام کرو۔

۳۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔جس طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے، سنتے اور جانتے ہیں اسی طرح انسان کو بھی ان صفات پر پیدا کیا، اگرچہ انسان کی اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں فرق ہے۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت محض حضرت آدم کی شرافت وتعظیم کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا روح اللہ کہا جاتا ہے۔

لما في عمدة القاري (۲۲/۲۲۹): عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خلق الله آدم على صورته طوله ستون ذراعا الحديث (قوله على صورته) اى على صورة آدم لانه اقرب الى خلقه فى اول الامر كامل الخلقة طويلا ستين ذراعا كماهوالمشاهد بخلاف غيره فانه يكون اولا نطفة ثم علقة ......وقيل انه مر برجل يضرب عبده في وجهه كظما فزجره عن ذلك وقال خلق الله آدم على صورته فانها كناية عن المضروب وجهه قال وقد يقال هو عائد الى الله تعالى لكن الصورة هي الهيئة وذلك لايصح الاعلى الاجسام فمعنى الصورة الصفة كمايقال عرفني صورة هذا الامر اى صفته يعني خلق آدم على صفته اى حيا، عالما، سميعا، بصيرا متكلما او هو اضافة تشريفه نحو بيت الله وروح الله لانه ابتدء ها لاعلى مثال سابق بل بمحض الاختراع فشرفها بالاضافة اليه۔

وفي المرقات (۹/۴۶): عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلق الله آدم على صورته اى على صورته التي استمر عليها الى ان أهبط والى ان مات دفعا للتوهم ان صورته كانت في الجنة

Marfat.com

علی صفة اخری۔

(۳۱۵) "من ترك الصلاة متعمدا فقد کفر" کا مطلب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تو مسجد کی دیوار پر ایک حدیث لکھی ہوئی تھی من ترك الصلوٰة متعمدا فقد کفر۔ (ترجمہ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ یہ پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہی نہیں تو یہ سب کافر ہوں گے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟ اگر حدیث ہے تو اس کا مطلب یہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے یا کوئی اور مطلب ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے مگر علماء کے نزدیک یہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ علماء کرام اس میں کئی تاویلات کرتے ہیں۔

(۱)۔ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو کہ نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو۔

(۲)۔ یا مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمان کو کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ نماز کو سستی کی بنیاد پر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل میں بند کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلے یا مرجائے۔

لمافی مرقاة المفاتیح (۲/۲۵۳): والظاهر ان فعل الصلاة هو الحاجز بین العبد والکفر فقال القاضي یحتمل ان یؤول ترك الصلاة بالحد الواقع بینهما فمن ترکها دخل الحد وحام حول الکفر ودنا منه او یقال المعنی ان ترك الصلاة وصلة بین العبد والکفر... الی ان قال قلت: (و) نعم الرأی رأی ابي حنیفة اذ الاقوال باقیها ضعیفة۔ ثم من التاویلات ان یکون مستحلا لترکها، او ترکها یؤدی الکفر۔ فان المعصیة برید الکفر، اویخشی علی تارکها ان یموت کافرا، اوفعله شابه فعل الکافر۔

وفی الدر المختار(۱/۳۵۲): (ویکفر جاحدها) لثبوتها بدلیل قطعی(وتارکها عمدا مجانة) ای تکاسلاً فاسق (یحبس حتی یصلی) قال فی الشامی (قوله ای تکاسلاً) تفسیر مراد اھ ح (قوله فحق الحق احق) لا یقال ان حقه تعالی مبنی علی المسامحة لانه لا تسامح فی شئ من ارکان الاسلام اھ۔

Marfat.com

اسماعیل (قوله وقیل یضرب) قائله الامام المحبوبی ح عن المنح۔ وظاهر الحلیة انه المذهب فانه قال: وقال اصحابنا فی جماعة منهم الزهری لایقتل بل یعذر ویحبس حتی یموت او یتوب۔

وفی الروض الازهر فی شرح فقه الاکبر(ص۴۶۹): اما قوله ومن ترك الصلاة تهاوناً ای استخفافاً، لاتکاسلاً فقد کفر اقول وهو احد تاویلات قوله علیه السلام من ترك صلاة متعمدا فقد کفر۔

وفی الفقه الاسلامی وادلته(۱/۶۵۸): واجمع المسلمون علی ان من جحد وجوب الصلاة فهو کافر مرتد لثبوت فرضیتها بالادلة القطعیة من القران والسنة والاجماع کما أبنت ومن ترکها تکاسلا وتها ونا فهو فاسق عاص الا ان یکون قریب عهد بالاسلام۔۔۔الخ۔

(۳۱۶) بعد عصر مطالعہ کی ممانعت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی حدیث ایسی موجود ہے جس میں عصر کے بعد مطالعہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اگر ہے تو بیان فرمائیں ورنہ اس کی صراحت کریں کہ اس طرح کی کوئی روایت نہیں تا کہ لوگ اس بات کی غلط نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ کریں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس طرح کی کوئی روایت موجود نہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد لکھنے یا پڑھنے سے منع فرمایا ہو البتہ بعض اطباء نے منع کیا ہے چنانچہ امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما سے عصر کے بعد پڑھنے کی ممانعت نقل کی گئی ہے۔

لمافی الموضوعات الکبیر (ص۱۱۲): من احب حبیبتیه اوکریمتیه وفی روایة من اکرم حبیبتیه فلایکتبن بعد العصر لااصل له فی المرفوع قال السخاوی لعل المعنی بعدخروج العصر من غیر ان یکون سراج عنده وقد اوصی الامام احمد بعض اصحابه ان لاینظر بعد العصر الی کتاب اخرجه الخطیب قلت وهو کلام الطبیب کماقال الشافعی الوراق انما یاکل من دیة عینیه انتهی۔

وهکذافی المقاصدالحسنة(ص۳۹۷)

Marfat.com

(۳۱۷) اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر جماعت والے یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر اپنے او پر ایک روپیہ لگانے میں سات لاکھ روپے لگانے کا ثواب ہے اور دوسرے پر اگر خرچ کرے گا تو بیس لاکھ خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے او پر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک ملے گا۔ اس کا ثبوت تو ملتا ہے البتہ بیس لاکھ کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا۔

لمافی سنن ابن ماجة (ص۱۹۸): حدثنا هارون بن عبدالله ......عن علی بن ابی طالب وابی الدرداء وابی هريرة وابی امامة الباهلی وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن الحصين كلهم يحدث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من ارسل بنفقة فی سبيل الله واقام فی بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ومن غزى بنفسه فی سبيل الله وانفق فی وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلی هذه الآية والله يضاعف لمن يشاء۔

(۳۱۸) حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مقرر فرمایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں فرمایا من كنت مولاه فعلیؓ مولاه۔ اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں''۔ اب مولیٰ کسے کہتے ہیں؟ تو مولیٰ مختلف معانی کے لئے

Marfat.com

استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی ''جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے''۔ اس کے علاوہ سید ، مالک ، انعام والا ، مددگار ، محبت کرنے والا ، اتباع کرنے والا ، چچازاد بھائی ، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوں گے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً تائید ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارہ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے کہ ''میرے بعد ابو بکر و عمر کی اتباع کرنا''۔ اگر اشارے سے خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا؟؟ ...... بلکہ بعض روایات میں صراحت موجود ہے مثلاً حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا ، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکرؓ کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابو بکر و عمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے ، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور یہاں صراحت ، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا؟ اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ ''آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو''، کیونکہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے سامنے یہ ارشاد فرمایا اور دوسری بات یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر لیا تھا۔ اولاً یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کر رکھا تھا کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا اسی لئے آپ خاموش رہے۔

اور اگر تسلیم بھی کر لیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کر لیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا کہ جو لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ فوراً لیا جائے انہیں خاموش

Marfat.com

کرانے کے لئے ظاہری طور پر کچھ کام کر لئے جاتے اور حقیقت میں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں تھا حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کر لیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ یہ روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پُرزور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو ان ہی روایات کو توڑ مروڑ کر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کر دیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

لما فی المشکوۃ (صـ۲۲۴): عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال ... وذکر الحدیث وفیہ قدم علی من الیمن ببدن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ماذاقلت حین فرضت الحج قال قلت اللھم انی اھل بما اھل بہ رسولك قال فان معی الھدی فلاتحل۔

وفیہ ایضا (۵۶۵/۲) : عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغدیر خم اخذ بید علی رضی اللہ عنہ فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلك فقال لہ ھنیئا یاابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومومنۃ۔

وفیہ ایضا (صـ۵۶۰): عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذی من بعدی ابی بکر وعمر...... وعن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فساءہ ذلك فقال خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ الملك من یشاء۔

وفی المرقاۃ (۳۴۹/۱۱): تحت روایۃ البراء وزید بن ارقم ... تمسکت الشیعۃ انہ من النص المصرح بخلافۃ علی رضی اللہ عنہ حیث قالوا معنی المولی الاولی بالامامۃ والالما احتاج الی جمعھم کذلك وھذہ من اقوی شبھتھم ودفعھا علماء اھل السنۃ بان المولی بمعنی المحبوب وھو کرم اللہ وجھہ سیدنا وحبیبنا ولہ معان اخر تقدمت ومنہ الناصر وامثالہ فخرج عن کونہ

Marfat.com

نصافضلاعن ان يكون صريحا ولوسلم انه بمعنى الاولى بالامامة فالمراد به المآل والالزم ان يكون هوالامام مع وجودهﷺ فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من علیؓ ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانهﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فى صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا مااتفقوا عليه من اشتراط التواتر فى احاديث الامامة ماهذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح۔

وفى المرقاة (۱۱/۳۴۱) : عن زيد بن ارقم ان النبیﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلى اتولاه ......وفى النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاء ت فى الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحتمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعى يعنى بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا ......وقول عمر لعلى اصبحت مولى كل مؤمن اى والى كل مومن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلى لست مولاى انما مولاى رسول اللهﷺ فقالﷺ من كنت مولاه فعلى مولاه ......قال الطيبى لايستقيم ان تحمل الولاية على الامامة التى هى التصرف فى امور المؤمنين لان المتصرف المستقل فى حياتهﷺ هو هو لاغيره فيجب ان يحمل على المحبة وولاء الاسلام ونحوهما۔

(۳۱۹) واقعہ فدک کی تفصیل اور حقیقت

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واقعہ فدک کی تفصیل جو صحیح روایات سے مروی ہو مطلوب ہے؟ براہ کرم کتب کا حوالہ ضرور درج کیجئے گا۔ اور شیعوں کے ہاں بیان کیا جانے والا واقعہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں کتاب المغازی اور مسلم شریف میں کتاب الجہاد میں مذکور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان اموال (ترکہ) سے اپنی میراث کا مطالبہ فرمایا جو اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمائے تھے، اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی وہ روایت مبارکہ سنائی ''ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' البتہ آل محمد اسی مال سے اپنی ضرورت پوری کرے گی اور خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ حضور ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو حضور ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا، اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہوئیں اور اس کے بعد وفات تک ان سے (اس معاملے کے بارے میں) گفتگو نہیں فرمائی۔

اب اس آخری جملے کی وجہ سے روافض نے یہ مشہور کردیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں جس کی تفصیل آجائے گی اس سے پہلے ایک نظر ان دلائل کو دیکھتے ہیں جو روافض نے اپنے حق میں بیان کیے۔

سب سے بڑی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ کلام مقدس کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالی کلام مقدس میں فرماتے ہیں "وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ" الآیۃ (اور داؤد کے قائم مقام سلیمان ہوئے) اسی طرح حضرت زکریا کے بارے میں ہے، "فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۔ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا" الآیۃ (سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنایئے) چنانچہ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت تقسیم ہوتی ہے۔

روافض کا ان آیات سے استدلال کرنا کئی وجوہ سے صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

ا۔ اللہ تعالی کے اس قول "وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ" سے مراد ملک اور نبوت ہے کہ جس طرح داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کو نبوت اور ملک ملا اسی طرح سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے بھی اللہ تعالی نے نبوت اور بادشاہت کو جمع کیا، ورنہ تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے اکیلے بیٹے نہ تھے بلکہ آپ کثیر الاولاد تھے کہا گیا ہے کہ آپ کے بیٹوں کی تعداد سو تھی اگر اس کو نہ بھی مانیں تو کم سے کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے علاوہ بھی ان کے بیٹے تھے اور اگر ان کے علاوہ بھی تھے، تو پھر صرف سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو وارث کے طور پر ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ کیا ان کی باقی اولاد کو وراثت سے محروم رکھا گیا اور صرف یہ وراثت حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے حصے میں آئی؟ جب یہ مطلب نہیں تو کہنا پڑے گا کہ وراثت سے مراد نبوت اور ملک ہے۔ یہی معاملہ حضرت زکریا علیہ الصلوۃ والسلام کا ہے کہ انبیاء کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک حقیر چیز سے بھی کم ہوتی ہے پھر وہ کیوں دعا کریں گے کہ یا اللہ اس دنیا کو سنبھالنے کیلئے مجھے کوئی

Marfat.com

وارث چاہیئے، حاصل یہ کہ یہاں بھی نبوت کی وراثت مراد ہے، جس کا سب سے واضح ثبوت اس آیت کا آگے والا حصہ ہے، جس میں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام وراثت کا ذکر فرمارہے ہیں اللہ تعالی نے ان کے الفاظ نقل فرمائے "یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا" کہ اے اللہ یہ میرا بھی وارث ہوگا اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان کے جدامجد ہیں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالی نے نبوت کا سلسلہ چلایا یہ ان سب کا بھی وارث ہوگا اب جب یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری اولاد بھی اس میں آگئی تو پھر اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا کہ یہاں وراثت سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں کوئی خزانہ وراثت کے طور پر نہیں چل رہا تھا جس کا وارث بنانا مقصود تھا، بلکہ نبوت چل رہی تھی اس کا وارث بنانا چاہتے تھے، اس آیت کا آخری حصہ بھی اس مفہوم کا مؤید ہے جو بیان کیا گیا کیونکہ آگے فرمایا "وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا" کہ یا اللہ وہ آپ کو راضی کرنے والا ہو یعنی اعمال صالحہ سے۔

۲۔ دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائیں وہ سب صدقہ ہے'' کیا اس روایت کی موجودگی میں بھی ان لوگوں کو اجتہاد کی ضرورت ہے؟ کیا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا وہ (العیاذ باللہ) ان کی تشفی کیلئے کافی نہیں ہے؟ کہ انہوں نے خود اجتہاد کرنا شروع کر دیا اور اجتہاد بھی کیا تو کیسا؟ کہ اگر پوری آیت کو دیکھ لیا جائے تو اس اجتہاد کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حق بات کو جاننے کے باوجود چھپالینا اور ناحق بات کا پرچار کر کے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کرنا انسانی عقل کو اندھا کر دیتا ہے پھر وہ ایسے ہی بے ڈھنگے استدلالات کرتا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو حق کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آخری بات کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کئی شراح نے یہ کیا ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کر رہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کر دی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نہایت شاق گزرا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کس قدر شاق گزرا ہوگا کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تدفین کا مرحلہ طے پا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی تدفین کو کیسے برداشت کر لیا اب اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور ان کو میل جول چھوڑ کر ناراض ہونے کا حق تب ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود اس کو اپنے لیے روک لیتے حالانکہ اس میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کر رہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرتے رہے

Marfat.com

تو ناراض ہونے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔

ہاں اتنا ضرور تھا ان کی طبیعت پر جو وقتی طور پر ناگواری ہوئی اس کی تلافی کیلئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لے گئے، آپ اس وقت بیمار تھیں آپ نے جا کر دوبارہ ان سے یہی درخواست کی کہ میں نے جو کچھ کیا اس میں اللہ تعالی کی رضامندی مقصود تھی اس میں سے میں نے اپنی ذات کیلئے کچھ بھی نہ لیا اس طرح کی باتوں سے جو طبعی طور پر ناگواری تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جا سکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے

اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ ......قال زید بن علی بن الحسین بن علی اما انا فلوکنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحکمت بمثل ماحکم بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فی فدک۔(السنن الکبری للبیہقی، ۳۰۲/۶)

یعنی اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم کر لیں تو روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر طعن کی صورت میں نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر پر اس لئے کہ ''ھجران'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فی السنن الکبری للبیہقی (۳۰۱/۶): اخبرنا ابو عبداللہ...عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ عنہا اتاھا ابوبکر رضی اللہ عنہ فاستأذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یا فاطمۃ ھذا ابوبکر یستأذن علیك فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا یترضاھا وقال واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الاابتغاء مرضاۃ اللہ و مرضاۃ رسولہ ومرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت۔

وفی عمدۃ القاری (۲۰/۱۵): قال المھلب انماکان ھجرھا انقباضا عن لقائہ وترك مواصلتہ ولیس ھذا من الھجران المحرم واماالمحرم من ذلك ان یلتقیا فلایسلم احدھما علی صاحبہ ولم یر واحد انھما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلك لم یکونا متھاجرین الاتکون النفوس مظھرۃ للعداوۃ والھجران وانما لازمت بیتھا فعبرالراوی عن ذلك بالھجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاھین عن الشعبی ان ابابکر قال

Marfat.com

لفاطمة يابنت رسول الله ماخير عيش حياة اعيشها وانت على ساخطة فان كان عندك من رسول الله ﷺ فى ذلك عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة على ماقلت قال فما قام ابوبكر حتى رضيت ورضى

وفى فيض البارى (٩٣/٣): واماعدم كلام فاطمة اياه حتى ماتت فالمراد منه كلامها فى امر فدك اوانه لم يتفق له ذلك فلو سلمنا موجدتها عليه فله العذر ايضا كماعلمت ،على انه لم يهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هى فلاطعن على ابى بكر بحال ـ

وفى الاصابة (٢٦٦/٨): وقدثبت فى الصحيح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبى ﷺ ستة اشهر وقال للواقدى وهو ثبت :وروى الحميدى عن سفيان عن عمرو بن دينار انها بقيت بعده ثلاثة اشهر وقال غيره :بعدها اربعة اشهر وقيل شهرين ـ

وفى البداية والنهاية (٢٥٣/٥): وتكلمت الرافضة فى هذا المقام بجهل عظيم وتكلفوا مالا علم لهم به وكذبوا بما لم يحيطوا بعلمه . . .

''وورث سليمان داؤد ''الآية (النمل:١٦)انما يعنى بذلك فى الملك والنبوة اى جعلناه قائما بعده فيما كان يليه من الملك وتدبير الرعايا والحكم بين بنى اسرائيل وجعلناه نبيا كريما كأبيه وكما جمع لأبيه الملك والنبوة كذلك جعل ولده بعده وليس المراد بهذا وراثة المال لان داؤد كما ذكره كثير من المفسرين كان له أولاد كثيرون يقال مأته. فلم اقتصر على ذكر سليمان من بينهم لوكان المراد وراثة المال ؟ انما المراد وراثة القيام بعده فى النبوة والملك ولهذا قال ''وورث سليمان داؤد''. . .

واما قصة زكريا عليه السلام فانه من الانبياء الكرام والدنيا كانت عنده أحقر من أن يسال الله ولداً ليرثه فى ماله . . .وانما سأل ولداً صالحاًيرثه فى النبوة والقيام بمصالح بنى اسرائيل وحملهم على السداد ولهذا قال تعالى كهيعص ذكر رحمة ربك عبده زكريا اذنادى ربه نداءً خفيا قال رب انى وهن العظم منى واشتعل الرأس شيباً ولم أكن بدعائك رب شقياوانى خفت الموالى من ورائى وكانت امرأتى عاقراًفهب لى من لدنك وليا يرثنى ويرث من آل يعقوب واجعله رب رضيافقال وليا يرثنى من آل يعقوب يعنى النبوة كما قررناه ذلك فى التفسير ولله الحمد المنة وتقدم فى رواية ابى سلمة عن ابى هريرةرضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال النبى لايورث وهذا اسم جنس يعم كل الانبياء ـ

Marfat.com

والوجه الثانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد خص من بین الانبیاء بأحکام لا یشارکونه فیها ...فلو قدر ان غیره من الانبیاء یورثون ولیس الامر کذلک لکان ماروه من ذکرنا من الصحابة الذین منهم الائمة الاربعة أبوبکر وعمر وعثمان وعلی مبنیا لتخصیصه بهذا الحکم دون ماسواه۔

(۳۲۰) موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیان وغیرہ میں کوئی موضوع حدیث بیان کرے تو اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر اس کے موضوع ہونے کو بیان نہ کرے تو بعض روایات میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ارشاد فرمائی اس وعید میں داخل ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

جب بیان کرنے والے کو معلوم ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اسے بیان کرتے وقت اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا ضروری ہے، اگر بیان نہیں کیا تو اس وعید میں داخل ہوگا۔

لما فی تدریب الراوی (۱/۲۷۴): الموضوع هو المختلف المصنوع وشر الضعیف وتحرم روایته مع العلم به فی ای معنی کان الامبینا۔(الامبینا) ای مقرونا ببیان وضعه لحدیث مسلم: من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکذابین۔

وفی اعلاء السنن (۱۹/۳۷): ولایجوز روایة الموضوع الا ببیان حاله۔

(۳۲۱) کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب ''بہار شریعت'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی اس اعتبار سے آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

Marfat.com

صورت مسئولہ میں کہیں سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام کائنات کو پیدا کیا گیا حالانکہ اس دعوی کے لئے نقل کی ضرورت ہے لہٰذا یہ دعوی بلا دلیل ہے اور اس بے بنیاد بات پر دوسری بات کی بنیاد رکھنا کہ آپ حاضر وناظر ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کو حاضر وناظر ماننا آیات قرآنیہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے لہٰذا کسی مسلمان کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

مرت دلائله فی رقم السؤال : ۲۶۸

(۳۲۲) اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل امت مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر جماعت کا یہ دعوی ہے کہ وہ حق کے راستے پر ہے اور روایت میں نے سنی ہے کہ قیامت کے قریب تہتر فرقے ہوں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ کیا اس کی کوئی نشانی وغیرہ ہے کیونکہ آج کل ہر جماعت اپنے بارے میں دعوی کرتی ہے کہ وہی حق جماعت ہے۔ براہ کرم بیان کر کے تشفی فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسی جماعت کی نشانی روایات میں یہ آئی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلنے والی ہو وہ نجات پانے والی ہے۔

لمافی المشکوة (ص۳۰): عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیأتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل ...... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا.من هی یارسول الله قال ماانا علیه واصحابی۔

وهکذا بتغییر یسیر نقل عن انس رضی الله عنه فی مسند احمد بن حنبل (۶۱۱/۲)

(۳۲۳) کسی مسلمان کو کافر کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسلمان غصے میں آکر دوسرے مسلمان کو کافر کہہ

Marfat.com

کر پکارتا ہے تو اس طرح کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں اور یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب نے بیان کیا اور انہوں نے ایک روایت سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس طرح کہنے سے قائل کافر نہیں ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ روایت میں ایسے شخص کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ:

(۱) حلال سمجھ کر کہنے والے کے بارے میں ہے کہ اگر اسے حلال سمجھ کر کہے تو خود کافر ہو جائے گا۔ (۲) مسلمان کو کافر کہنے کا گناہ اس پر لوٹ کر آئے گا۔ (۳) یہ خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے۔ (۴) مآل (انجام کار) کے اعتبار سے ایسے کہا گیا ہے کہ بلا وجہ دوسرے کو کافر کہنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اس کا انجام ایسا ہی ہو جائے گا۔ (۵) روایت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کافر کہنا ایسا ہے گویا اپنے آپ کو کافر کہا جائے۔

یہ چند توجیہات علماء سلف نے اس روایت کی تشریح میں بیان کی ہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۵۷/۱): حدثنی ابوبکر ...... عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بھا احد ھما وفی روایۃ ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء باحدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔

وقال النووی تحتہ: فقیل فی تاویل الحدیث اوجہ احدھا انہ محمول علی المستحل لذلک وھذا یکفر ...... والوجہ الثانی معناہ رجعت علیہ نقیصہ لاخیہ ومعصیۃ تکفیر والثالث انہ محمول علی الخوارج المکفرین للمؤمنین ...... والوجہ الرابع معناہ ان ذلک یؤل بہ الی الکفر ...... والوجہ الخامس معناہ فقد رجع علیہ تکفیرہ فلیس الراجع علیہ حقیقۃ الکفر بل التکفیر لکونہ جعل اخاہ المومن کافرا فکانہ کفر نفسہ۔

(۳۲۴) جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک مرد کو حوروں کے علاوہ دو عورتیں ملیں گی، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورتیں کب ملیں گی جنت میں داخل ہوتے ہی یا جنت وجہنم کا آخری فیصلہ ہونے کے بعد کہ جنتی

Marfat.com

اب ہمیشہ جنت میں اور جہنمی اب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مجھے دکھایا گیا کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہے" حالانکہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر مرد کو دو عورتیں ملیں گی تو عورتوں کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگی جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، یہ تضاد کیسا ہے؟ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں پہلے جز کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جنت میں ہر جنتی کو دنیا کی عورتوں میں سے دو عورتیں ملیں گی، چنانچہ صحیحین میں روایت موجود ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا ابو الیمان...عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اول زمرۃ تدخل الجنۃ علی صورۃ القمر لیلۃ البدر والذین ھم علی اثرھم کاشد کوکب اضاءۃ قلوبھم علی قلب رجل واحد لا اختلاف بینھم ولا تباغض لکل امرءٍ منھم زوجتان کل واحدۃ منھما یری مخ ساقھا من وراء لحمھا من الحسن... الحدیث

(اخرجہ البخاری ۱/۴۶۰، ومسلم ۲/۳۷۹، والمشکوۃ صد ۴۹۷، وابن ابی شیبۃ ۷/۶۱، والحافظ الطبرانی فی المعجم الاوسط ۱/۳۷۴، والحافظ القرطبی فی التذکرۃ ۲/۴۷۴)

روایت میں موجود لفظ زوجتان کی تفسیر شراح حدیث نے نساء الدنیا سے کی ہے یعنی دنیا کی دو عورتیں ملیں گی، اب رہی یہ بات کہ یہ عورتیں کب ملیں گی؟ یہ وہی عورتیں ہوں گی جن سے دنیا میں نکاح ہوا تھا یا اس کے علاوہ ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دنیا میں جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوگی چاہے ایک ہو، دو ہوں تین یا چار ہوں وہ اس کی جنت میں بیوی کے طور پر ہوں گی۔

اب رہا یہ اشکال کہ اوپر ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی جب کہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے

حدثنا عثمان بن الھیثم ...عن عمران رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال اطلعت فی الجنۃ فرأیت اکثر اھلھا الفقراء واطلعت فی النار فرأیت اکثر اھلھا النساء۔ (اخرجہ البخاری ۲/۷۸۳، والامام احمد فی مسندہ ۵/۵۹۲، والحافظ القرطبی فی التذکرۃ ۲/۳۶۹، عن عمران بن حصین ان رسول اللہ ﷺ قال ان اقل ساکنی الجنۃ النساء وھکذا فی فتح الباری ۶/۲۴۹)

اس ظاہری تعارض کے کئی جوابات دیے گئے ہیں

Marfat.com

اول: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت سے جنت میں عورتوں کی کثرت کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے لہٰذا ایسا ہوسکتا ہے کہ عورتیں جنت میں بھی زیادہ ہوں اور جہنم میں بھی۔

دوم: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دنیاوی عورتوں کے بارے میں ہے، ورنہ جنس عورت جس میں جنت کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنت میں زیادہ ہوں گی۔

سوم: اس بات کا امکان ہے کہ جنت میں عورتوں کی قلت اول مرحلے میں ہو ورنہ جب آخری فیصلہ ہوجائے گا تو اس کے بعد جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں تو کلام مقدس میں اشارۃً اور احادیث مبارکہ میں اس کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ جنت میں بھی جماع کا سلسلہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم (الواقعة:٣٥ الی ٣٨): إِنَّآ أَنشَأۡنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۔ فَجَعَلۡنَٰهُنَّ أَبۡكَارًا ۔ عُرُبًا أَتۡرَابًا ۔ لِّأَصۡحَٰبِ ٱلۡيَمِينِ۔

وفی التفسیر المظهری(٩/١٤٣): (فجعلناهن ابکارا) عذاری کلما اتٰهن ازواجهن وجدوهن عزاری۔

وفی المصنف لابن ابی شیبة (٧/٥٧): حدثنا وکیع ...عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل من اهل الجنة لیعطی قوة مائة رجل فی الاکل والشرب والجماع والشهوة...الحدیث

وفی التذکرة للحافظ القرطبی (٢/٤٨٣): وروی من حدیث ابی هریرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل تمس اهل الجنة ازواجهم فقال نعم بذکر لا یمل وفرج لا یحفی وشهوة لا تنقطع...الحدیث۔

و فی فتح الباری (٦/٢٤٩): (ولکل واحد منهم زوجتان) ای من نساء الدنیا...واستدل ابو هریرة رضی الله عنه بهذا الحدیث علی ان النساء فی الجنة اکثر من الرجال کما اخرجه مسلم من طریق ابن سیرین عنه وهو واضح لکن یعارضه قوله صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث الکسوف المتقدم رأیتکن اکثر اهل النار ویجاب بانه لا یلزم من اکثریتهن فی النار نفی اکثریتهن فی الجنة ...ویحتمل ان یکون ذلک فی اول الامر قبل خروج العصاة من النار بالشفاعة۔

وفی عمدة القاری (١٥/١٥٢): فان قلت لیس فی الجنة عزب ولکل رجل زوجان فکیف یکون وصفهن بالقلة فی الجنة وبالکثرة فی النار قلت ذکر الحکیم الترمذی وغیره ان الاکثار بکون النساء اکثر اهل النار کان قبل الشفاعة فیهن فعلی کون زوجین لکل رجل یکن اکثر اهل الجنة۔

Marfat.com

وفيه ايضاً (۱۵/۱۵۵): (زوجتان) اى من نساء الدنيا ويؤيد هذا ما رواه احمد من وجه اخر عن ابي هريرة مرفوعا فى صفة ادنى اهل الجنة منزلة وان له من حور العين ثنتين وسبعين زوجة سوى ازواجه من الدنيا... (فان قلت) يعارضه قوله صلى الله عليه وسلم فى حديث الكسوف ''رأيتكن اكثر اهل النار'' (قلت) اجيب بانه لايلزم من اكثريتهن فى النار نفى اكثريتهن فى الجنة (فان قلت) يشكل على هذا قوله صلى الله عليه وسلم فى الحديث الاخر اطلعت فى الجنة فرأيت اقل ساكنيها النساء (قلت) قد ذكرنا فيما مضى عن قريب ان هذا كان قبل الشفاعة۔

وفى شرح المسلم للنووى رحمه الله (۲/۳۷۹): قال القاضى ظاهر هذا الحديث ان النساء اكثر اهل الجنة وفى الحديث الاخر انهن اكثر اهل النار قال فيخرج من مجموع هذا ان النساء اكثر ولد آدم قال وهذا كله فى الآدميات والا فقد جاء ان للواحد من اهل الجنة من الحور العدد الكثير۔

(۳۲۵) ''لا نکاح بین العیدین'' کا مطلب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے: لا نکاح بین العیدین (دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا صحیح نہیں ہے)۔ اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ بظاہر مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عید الفطر وعید الضحیٰ کے درمیان نکاح نہیں کرنا چاہیئے؟ کیا یہی مطلب ہے وضاحت فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

عید الفطر اور عید الضحیٰ کے درمیانی مہینوں میں نکاح اور زفاف دونوں بلا کراہت جائز ہیں بلکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہی نکاح فرمایا اور شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ لا نکاح بین العیدین کا کیا مطلب ہے تو اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الضحیٰ نہیں بلکہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الجمعۃ مراد ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ واقعہ جزئیہ ہے یعنی جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ سردیوں کے دن تھے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اس موقع پر آپ نے فرمایا ''لا نکاح بین العیدین'' کہ صلاۃ عید اور جمعہ کے درمیان نکاح نہیں اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ جمعہ کا افضل وقت نکاح کی وجہ سے فوت نہ ہوجائے لہٰذا اس روایت سے عیدین کے درمیان شادی کے عدم جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

لمافی رد المحتار (۸/۳): قال فی البزازیة : والبناء والنکاح بین العیدین جائز وکره الزفاف والمختار انه لایکره لانه علیه الصلوة والسلام تزوج بالصدیقة فی شوال وبنی بها فیه وتاویل قوله علیه الصلوة والسلام لانکاح بین العیدین ان صح انه علیه الصلوة والسلام رجع عن صلوة العید فی اکثر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لایفوته الرواح فی الوقت الافضل الی الجمعة۔

Marfat.com

فصل ما يتعلق بتحقيق الروايات

(روایات کی تحقیق کے بیان میں)

(۳۲۶) ''اللهم اعز الاسلام باحد العمرين'' کی تحقیق

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر علماء سے سننے میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے یہ دعا فرمائی تھی اللهم اعز الاسلام باحد العمرين یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے اور دعا کن الفاظ سے کی گئی؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں سوال میں ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو بے اصل کہا گیا ہے لیکن معنی کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسی مضمون کی دوسری روایات صحیحہ موجود ہیں جن میں دعا کے الفاظ مختلف آئے ہیں ایک روایت میں اللهم اعز الاسلام بأبي جهل بن هشام اوبعمر بن الخطاب جبکہ دوسری میں اللهم اعز الاسلام باحب هذين الرجلين اليك بأبي جهل اوبعمر بن الخطاب کے الفاظ آئے ہیں۔

لما فی كشف الخفاء (۱/۱۵۸) وقال في التمييز وأما يدور على الألسنة قولهم اللهم أيد أو أعز الإسلام بأحد العمرين فلاأعلم له أصلا انتهى ، ونقل النجم عن السيوطي أنه قال وقد اشتهر الآن على الألسنة بلفظ بأحب العمرين ولا أصل له من طرق الحديث بعد الفحص البالغ انتهى ، يعني بهذا اللفظ ، وإلا فمعناه ثابت كما علم مما تقدم.

لمافی الموضوعات الكبير (ص۲۷): اللهم أيد الاسلام باحدالعمرين لااصل له بهذا اللفظ ...

... ومعنى الحديث صحيح ثابت فقد رواه۔

وفی المشكوة (ص۵۵۷): عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اللهم اعز الاسلام بابي جهل بن

Marfat.com

ھشام اوبعمر بن الخطاب فاصبح عمر رضی اللہ عنہ فغدا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صلی فی المسجد ظاھرا۔

وفی الجامع للترمذی (۲/۲۰۹): عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیك بابی جھل اوبعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیہ عمر رضی اللہ عنہ۔

(۳۲۷) ”لولاک لما خلقت الافلاک“ کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا وجود نہ ہوتا۔ اور استدلال لولاك لما خلقت الافلاك کی حدیث سے کرتا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مذکورہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔

کماھو مصرح فی الموضوعات الکبیر (ص۱۰۱): لولاك لماخلقت الافلاك قال الصنعانی انہ موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما مرفوعا اتانی جبریل فقال یامحمد لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاك ماخلقت الدنیا۔

(۳۲۸) ”اختلاف العلماء رحمة“ کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ایک جملہ سننے میں آتا ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ کیا یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے یا تابعین میں سے کسی کا قول ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ حدیث کے الفاظ ہیں اگرچہ سنداً یہ حدیث ضعیف ہے۔

لمافی الموضوعات الکبیر (ص۲۶): اختلاف امتی رحمة زعم کثیر من الائمة انہ لااصل لہ لکن

Marfat.com

ذكره القرطبي في غريب الحديث مستطردا واشعر بان له اصلا عنده وقال السيوطي اخرجه نصرالمقدسي في الحجة والبيهقي في الرسالة الشعرية بغيرسند واورده الحليمي والقاضي حسين وامام الحرمين وغيرهم ولعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم يصل الينا والله اعلم انتهى وقال الزركشي اخرجه نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعا۔

وفي المقاصد الحسنة للسخاوي (ص۵۰): اختلاف امتي رحمة للناس ،وكثر السوال عنه وزعم كثير من الائمة انه لااصل له لكن ذكره الخطابي في غريب الحديث مستطردا وقال اعترض على هذا الحديث رجلان احدهما ماجن والآخر ملحد ...... ثم تشاغل الخطابي برد هذا الكلام، ولم يقع في كلامه شفاء في عزو الحديث، ولكنه أشعر بان له اصلا عنده۔

(۳۲۹) انچاس کروڑ کے ثواب سے متعلق روایات کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا سوال انچاس کروڑ کے بارے میں ہے، مفتی صاحب! تبلیغی ساتھی دعوت وتبلیغ میں نکلنے پر انچاس کروڑ کا ثواب بتاتے ہیں۔کیا یہ ثابت ہے؟ سنا ہے کہ یہ لوگ دو حدیثوں کو ضرب دے کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔اس بارے میں دوسوالوں کا جواب مطلوب ہے۔

۱)۔ایک یہ کہ اس طرح حدیثوں کوضرب دینا کیسا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟

۲)۔سنا ہے کہ ان دو حدیثوں میں اصل جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو کیا جہاد کی فضیلت میں وارد حدیث کو تبلیغ پر چسپاں کرنا درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

۱)۔مذکورہ فضیلت دو حدیثوں کو ملانے سے حاصل ہوتی ہے۔وہ اس طرح کہ ایک حدیث میں ہے کہ" فی سبیل اللہ" ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ کے برابر ہے۔دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک کا بدلہ سات سوگنا المضاعف ہوتا ہے۔سات لاکھ کو جب سات سو سے ضرب دیا جائے تو انچاس کروڑ بنتا ہے۔اگرچہ اس طرح حدیث کو ضرب دے کر بیان کرنے میں کوئی حرج تو نہیں۔کیونکہ دونوں باتیں حدیث سے ثابت ہیں لیکن احتیاط اس میں ہے کہ حقیقت ضرب کو واضح کر دیا جائے۔تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے کیونکہ معاملہ بیانِ حدیث کا ہے، انتہائی نازک موقعہ ہے۔

۲)۔جہاد جہد سے مشتق ہے۔یعنی کوشش کرنا، اس کا اولین مصداق قتال بالسیف ہے۔اس کے علاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر کوشش

Marfat.com

پر جہاد کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جہاں فضائل جہاد کو تبلیغ کیلئے بیان کیا جاتا ہے اس میں عموماً "فی سبیل اللہ" کے لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ لفظِ جہاد اور فی سبیل اللہ کا اطلاق دوسرے دینی کاموں پر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بدائع کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ ("وفی سبیل الله" یدخل فیه جمیع القرب و کل من سعی فی طاعة الله) عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کوشش جو اطاعتِ الٰہی سے متعلق ہو اس پر فی سبیل اللہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تعلم وغیرہ کو جہاد قرار دیا ہے چونکہ تبلیغِ دین کا کام اسی زمرے میں آتا ہے (اس لئے تبلیغ بھی جہاد کا ہی ایک شعبہ ہوا) لہٰذا جن آیات واحادیث میں جہاد کے فضائل وارد ہوئے ہیں تو ان کو تبلیغ کے فضائل کے مواقع پر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ وہ آیات واحادیث جو قتال بالسیف کے ساتھ خاص ہیں ان کو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیرنا درست نہیں۔

لمافی سنن ابی داؤد (۳۳۸/۲): عن سهل بن معاذ عن ابیه قال: قال رسول الله ﷺ ان الصلوة والصیام والذکر تضاعف علی النفقة فی سبیل الله عزوجل بسبعمائة ضعف۔

وفی سنن ابن ماجة: عن علی بن ابی طالب ...... کلهم یحدث عن رسول الله ﷺ انه قال: من ارسل بنفقته فی سبیل الله، واقام فی بیته فله لکل درهم سبع مائة درهم، ومن غزا بنفسه فی سبیل الله وانفق فی وجه ذلك فله لکل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلا هذه الآیة "والله یضاعف لمن یشاء"

وفی فتح الباری (۶/۲): "الجهاد بکسر المیم" اصله لغةً المشقة۔۔۔وشرعاً بذل الجهد فی قتال الکفار، ویطلق ایضاً علی مجاهدة النفس و الشیطان والفساق، واما مجاهدة النفس فعلی تعلم امور الدین ثم علی العمل بها، ثم علی تعلیمها"

(۳۳۰) "لوبغی جبل علی جبل لدك الباغی" کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث لوبغی جبل علی جبل لدك الباغی کتب حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو یہ روایت کس درجے کی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ روایت کتب احادیث میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (ص۳۴۵): حدیث لوبغی جبل علی جبل لدك الباغی، البخاری فی الادب

Marfat.com

المفرد حدثنا ابونعيم ......عن ابن عباس به موقوفا وهو عند البيهقی فی الشعب من طريق الاعمش عن ابن يحيى القتات به ورواه ابن مردوية عن طريق قطبة عن الاعمش به مرفوعا ومن طريق الثوری عن الاعمش موقوفا ،ورواه ابن المبارك فی الزهد عن فطرعن ابی يحيى عن مجاهد مرسلا قال ابن ابی حاتم اختلف فيه علی ابی يحيى القتات والموقوف اصح وفی الباب عن ابن عمر عند ابن مردوية ،وعن انس رضی اللہ عنہ عند ابن حبان فی الضعفاء فی ترجمة احمد بن الفضل وقال انه كان يضع الحديث۔

وفی تذكرة الموضوعات علی هامش الموضوعات الكبير (ص۹۹): لوبغی جبل علی جبل لجعله الله دكا فيه احمد بن محمد بن الفضل كان يضع الحديث۔

(۳۳۱)''اطلبوا العلم ولو بالصين'' کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ''اطلبوا العلم ولو بالصین (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے)'' یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے۔اگر حدیث ہے تو ضعیف ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بعض حضرات نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۸۳): اطلبوا العلم ولوبالصين البيهقی فی الشعب والخطيب فی الرحلة وغيرها وابن عبدالبر فی جامع العلم والديلمی كلهم من حديث ابی عاتكة طريف بن سلمان وابن عبد البر وحده من حديث عبيد بن محمد عن ابن عيينة عن الزهری كلاهما عن انس مرفوعا به وهوضعيف من وجهين بل قال ابن حبان انه باطل لااصل له وذكره ابن الجوزی فی الموضوعات۔

(۳۳۲)تحقیق روایت''العلماء ورثة الانبياء''

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اردو کی کتاب میں ایک حدیث لکھی ہے کہ علماء کرام انبیاء

Marfat.com

کے وارث ہیں۔ اس روایت کے عربی الفاظ معلوم نہیں ہورہے۔ آپ عربی الفاظ لکھ دیں اور اگر یہ روایت صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں موجود ہو تو اس کا حوالہ ذکر کر دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولادرهما انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔ (ابن ماجة ص:۲۰)

وهكذا فى سنن ابى داؤد (۲/۱۵۷)۔۔۔ وفى الجامع للترمذى (۲/۹۷)

(۳۳۳) یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

لما فى المقاصد الحسنة (ص۴۲۷): [۱۱۹۳] حديث :من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، الطبرانى والبيهقى فى الشعب وفضائل الاوقات وابوالشيخ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔۔۔ وقال ان اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذا ضم بعضها الى بعض افاد قوة، بل قال العراقى فى اماليه :لحديث ابي هريرة رضی اللہ عنہ طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ۔

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۴۱۸): حديث التوسعة على العيال يوم عاشوراء صحيح۔

وفى الشامية : حديث التوسعة وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها قال جابر جربته اربعين عاما فلم يتخلف ۔۔۔۔۔۔حديث التوسعة ثابت صحيح كماقال الحافظ السيوطى فى الدرر۔

Marfat.com

(۳۳۴) تحقیق روایت "کنت کنز امخفیا الحدیث"

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے:

"کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف" یہ سنداً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس کا حدیث قدسی کے طور پر ثبوت تو درکنار سند ضعیف سے بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے ہاں معنی کے اعتبار سے اس کے معنی صحیح ہیں اور اس آیت کے قریب ہیں: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥

لما فی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۳۲۲): کنت کنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفونی قال ابن تیمیة :انه لیس من کلام النبی ﷺ ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی وشیخنا۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۳):کنت کنزا لااعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفونی قال ابن تیمیة لیس من کلام النبی ﷺ ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی والعسقلانی لکن معناه صحیح مستفاد من قوله تعالی (وماخلقت الجن والانس الالیعبدون) ای لیعرفون کما فسره ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

(۳۳۵) تحقیق روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" یہ صحیح سند سے ثابت ہے یا نہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے مسئلہ واضح فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ تو ثابت نہیں لیکن دوسری روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس کے معنی صحیح ہیں۔

لما فی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۳۲۳): واماالذی علی الالسنة بلفظ کنت نبیا وآدم بین الماء

Marfat.com

والطین فلم نقف علیه بهذا اللفظ فضلا عن زیادة۔ وکنت نبیا ولا آدم ولا ماء۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۲): کنت نبیا وآدم بین الماء والطین قال السخاوی لم اقف علیه ...... وقال الزرکشی لااصل له بهذا اللفظ ولکن فی الترمذی متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد وفی صحیح ابن حبان والحاکم عن العرباض بن ساریة ان عندالله لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینه قال السیوطی وزاد العوام ولا ماء ولا طین ولا اصل له ایضا یعنی بحسب معناه والا فهو صحیح باعتبار معناه لما تقدم۔

(۳۳۶) تحقیق "لهدم الکعبة حجراً حجراً أهون من قتل المسلم"

سوال

ایک حدیث ہے جو زبانِ زدِ عام ہے "لهدم الکعبة حجراً حجراً أهون من قتل المسلم" (کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا کسی مسلمان کا خون بہانے سے کم گناہ ہے) کیا اس حدیث کی صحیح سند ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

یہ روایت باعتبار لفظ ضعیف اور معناً صحیح ہے۔

لما فی المقاصد الحسنة (ص۳۴۴): لهدم الکعبة حجرا حجرا اهون من قتل المسلم لکن لم اقف علیه بهذا اللفظ ولکن فی معناه ما عند الطبرانی فی الصغیر عن انس رضی اللہ عنہ رفعه: من آذی مسلما بغیر حق فکانما هدم بیت الله ونحوه غیر واحد من الصحابة۔

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۸): لهدم الکعبة حجرا حجرا اهون من قتل المسلم قال السخاوی لم اقف بهذا اللفظ ولکن فی معناه ما عند الطبرانی فی الصغیر عن انس رضی الله عنه رفعه من اذی مسلم بغیر حق فکانما هدم بیت الله۔

(۳۳۷) "انا مدینة العلم الخ" اس روایت کی تحقیق

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ روایت صحیح ہے "ان النبی صلی الله علیه

Marfat.com

وسلم قال انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلی بابها"۔(یعنی آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں)۔کیا یہ روایت ثابت ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں یہ ضعیف حدیث ہے یا صحیح؟ براہِ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت کے بارے میں علماء کرام نے کلام کیا ہے، اوراس کے اکثر الفاظ کوضعیف ورکیک قرار دیا ہے،لہٰذا اس روایت کوحضور پاک ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما فی المقاصد الحسنة(ص۱۱۵):عن ابن مسعود رفعه: أنا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلى بابها۔

وعن انس مرفوعا، أنا مدينة العلم، وعلى بابها ومعاوية حلقتها، وبالجملة فكلها ضعيفة والفاظ اكثرها ركيكة۔

وفی كشف الخفاء (۲۰۴/۱): انا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها وعلى بابها وروى الديلمى بلا اسناد عن ابن مسعود رفعه۔

وفی اللآلی المصنوعة فی الاحاديث (۳۳۰/۱): كان ابو سعد اسماعيل بن المثنى الاسترابادی يعظ بدمشق فقام اليه رجل، فقال ايها الشيخ ماتقول فی قول النبی صلى الله عليه وسلم أنا مدينة العلم وعلى بابها قال فاطرق لحظه ثم رفع رأسه قال نعم لا يعرف هذا الحديث على التمام الامن كان صدرا فی الاسلام۔ انما قال النبی صلى الله عليه وسلم انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلى بابها قال فاستحسن الحاضرون ذلك وهو يردده ثم سألوه ان يخرج له اسناده فاغتنم ولم يخرجه لهم الخ۔

Marfat.com

رسالة

الکلمات الغریبة

فی تحقیق حدیثٍ یُروی فی القرابة القریبة

قرابت قریبہ میں نکاح سے متعلق ایک حدیث روایت کی جاتی ہے،

"لا تنکحوا القرابة القریبة فان الولد یخلق ضاویا"

اس حدیث کی مکمل تحقیق اور مالہ وماعلیہ کا بیان

(۳۳۸) قرابت داری میں نکاح نہ کرنے سے متعلق حدیث کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ بندے نے احیاء علوم الدین میں ایک حدیث پڑھی:

"لا تنکحوا القرابة القریبة فإن الولد یخلق ضاویا" (الحدیث) (احیاء ۲/۵۷)

اس سے تو قرابت داری میں نکاح سے اجتناب کرنا معلوم ہوتا ہے اس کے حاشیہ پر علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس کی کسی اصل معتمد کا نہ پایا جانا بتایا ہے لیکن علامہ عراقی نے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کا مشابہ ذکر کیا ہے.......... تو کیا اس حدیث سے استدلال ہوسکتا ہے؟ اس حدیث سے متعلق چند باتیں دریافت طلب ہیں:

۱)۔ یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب مثلاً بیہقی، ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہے؟

۲)۔ اس کی مکمل سند، مع اسم الصحابی ذکر کردیں۔

۳)۔ کسی محدث نے اسے موضوع کہا ہو تو ذکر کردیں کیونکہ اصل معتمد کا نہ پایا جانا وضع پر دال نہیں اگر یہ حدیث فقط ضعیف ہو تو

Marfat.com

ایک حد تک مع شرائط قابلِ استدلال ہے؟

۴)۔ ابن الجوزی، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث پر کوئی تبصرہ کیا ہو تو تحریر فرمادیں۔ ازراہ کرم تحقیق فرما کر جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مشہور کتب احادیث اور دیگر احادیث کی کتب میں نہ تو یہ حدیث ہے اور نہ ہی اس حدیث کی کوئی سند ملتی ہے اسی وجہ سے علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۴۳ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لم أجد له أصلاً معتمداً" (المغنی عن حمل الأسفار فی تخریج ما فی الإحیاء من الأخبار للعراقی علی ھامش الإحیاء ۵۷/۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: کہ مجھے اس حدیث کی کوئی باعتماد اصل نہیں ملی۔

علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ جو شوافع کے بڑے محدثین اور فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، حدیث اور اصولِ حدیث میں ان کو مہارت تامہ حاصل ہے انکا اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ((لم أجد له أصلاً معتمداً)) اس بات پر دال ہے کہ مشہور ذخیرہ احادیث میں اس حدیث کی کوئی باعتماد اصل نہیں ہے۔

ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید السید مرتضی بن محمد الزبیدی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۱ھ)، سراج الدین ابوحفص عمر بن علی المعروف بابن الملقن (المتوفی ۸۰۴)، ناصر الدین البانی اور دیگر محدثین نے کی ہے[1]۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۵ھ) نے احیاء علوم الدین میں اس حدیث کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔ (احیاء علوم الدین للغزالی، ۲/۵۷، کتاب النکاح)

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں ہے چنانچہ ملک المحدثین محمد طاہر پٹنی (المتوفی ۹۸۶ھ) اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ((ولیس بمرفوع)) کہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتنی ص ۱۲۷ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

محمد بن علی الشوکانی (المتوفی ۱۲۵۵ھ) اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ((قال فی المختصر لیس بمرفوع)) (الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ۱/۱۳۱، ط: دار الکتب العلمیة)

ناصر الدین البانی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: لا اصل له مرفوعاً...... لا أصل له من کلامه علیه الصلاة والسلام... کہ مرفوعاً اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة... للالبانی ۱/۲۰۵، ط:

---

[1] دیکھئے: (اتحاف السادات المتقین بشرح إحیاء علوم الدین للزبیدی، ۳۴۹/۵، ط: المیمنیة) (وطبقات الشافعیة الکبری للسبکی ۲۱۰/۶، ط: دار احیاء الکتب العربیة: القاھرہ مصر) (والبدر المنیر لابن الملقن الشافعی ۵۰۰/۷، ط: دار الھجرۃ ریاض)

Marfat.com

مکتبة المعارف ریاض)

لہٰذا جب تک مرفوعاً اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ملتی اس وقت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں۔ جن احادیث کی کوئی اصل نہ ہو، یا ان کی "سند" معلوم نہ ہو، اور نہ ہی وہ حدیث، حدیث کے کسی معتبر امام کی کتاب میں منقول ہو وہ حدیث قابل قبول اور قابل استدلال نہیں ہوتی، چنانچہ ملک المحدثین محمد طاہر پٹنیؒ لکھتے ہیں:

((واعلم ان الأحاديث التي لا أصل لها لا تقبل، والتي لا اسنادلها لا يروى بها، ففي الحديث التي "اتقوا الحديث عني الا ما علمتم فمن كذب علي متعمداً فليتبوا مقعده من النار" فقيد ﷺ الرواية بالعلم، وكل حديث ليس له إسناد صحيح ولا هو منقول في كتاب لا يعلم ذلك الحديث عنه فلا يجوز قبوله: ففي مسلم "كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع" وفيه يكون في آخر الزمان كذابون دجالون يأتون بأحاديث بمالم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم لا يضلونكم ولا يفتنونكم)). (تذكرة الموضوعات للفتني ص٦)

محدثین کی تصریح کے مطابق مذکورہ بالا حدیث کی کوئی باعتماد اصل نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی سند معلوم ہے لہٰذا یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے البتہ حافظ ابراہیم بن اسحاق الحربی (المتوفی ۲۸۵ھ) نے اپنی کتاب "غریب الحدیث" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کو علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۶ھ) نے بھی ان کے حوالہ سے المغنی عن حمل الاسفار ... (۲/۵۷) میں نقل کیا ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ "قال عمر قد أضويتم فانكحوا في النوابغ" ترجمہ: کہ تمہارے بچے کمزور پیدا ہوگئے ہیں لہٰذا غیروں (رشتہ داروں کے علاوہ) میں شادی کرو۔

اس حدیث سے مذکورہ مسئلہ کے بارے میں صرف استیناس حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ابن الملقن الشافعی لکھتے ہیں:

((ولم ارانا في الباب في كتاب حديثي ما يستأنس به إلا ما وجدت في غريب الحديث لإبراهيم الحربي من حديث عبدالله المؤمل، عن ابي مليكه قال: قال عمر قد أضويتم فانكحوا في النوابغ)). ترجمہ: کہ مجھے اس مسئلہ (قرابت داروں میں شادی نہ کرنے کے متعلق) کے بارے میں استیناس کیلئے بھی حدیث کی کسی کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں ملی الخ۔ (البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير لابن الملقن (۷/۵۰۰، ط: دار الهجرة الرياض السعوديه)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث منقول ہے اس حدیث کے راویوں میں "عبداللہ بن المؤمل" ایک مجروح راوی ہے۔ جس کی وجہ سے حدیث قابل استدلال نہیں ہے، جن احادیث میں عبداللہ بن المؤمل روایت کرنے میں راوی سے متفرد ہوں وہ احادیث قابل حجت نہیں اور مذکورہ حدیث میں بھی "عبداللہ بن المؤمل" ابو ملیکۃ راوی سے روایت کرنے میں متفرد ہے، لہٰذا یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر (المتوفی ۸۵۲ھ) "عبداللہ ابن المؤمل" کے بارے میں أئمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں:

Marfat.com

عبدالله بن المؤمل...... قال صالح بن احمد عن ابیه کان قاضیاً بمکة ولیس بذاك. قال عبدالله بن احمد عن ابیه احادیثه مناکیر ...... وقال ابن ابی خیثمة وغیر واحد عن ابن معین ضعیف، وقال النسائی ضعیف، قال ابو داود منکر الحدیث، قال ابو زرعة وابو حاتم لیس بقوی، ...... قال ابن عدی احادیثه علیها الضعف بین ...... قلت وقد ذکره ابن حبان فی الضعفاء وقال لا یجوز الاحتجاج بخبره إذا انفرد...... قال علی بن الجنید شبه المتروك...... قال العقیلی: لا یتابع علی کثیر من حدیثه، قال الدارقطنی ضعیف...[1]

(تھذیب التھذیب لابن حجر ۲۷۹/۳، ط: داراحیاء التراث العربی)

نیز صحابہ کرام اور دیگر حضرات کا تعامل بھی اس حدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے قرابت داروں سے نکاح کئے ہیں[2]۔

تقی الدین السبکی الشافعی فرماتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے شادی نہ کرنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے ((قال السبکی، فینبغی ان لا یثبت هذا الحکم لعدم الدلیل وقد زوج النبی ﷺ علیا بفاطمة رضی الله عنهما وهی قرابة قریبة))۔ (نهایة المحتاج للرملی ۱۸۱/۶، ۱۸۲۔ مغنی المحتاج ۱۲۷/۳، بحواله المفصل فی احکام المرأة لعبدالکریم زیدان ۵۳/۶، ط: مؤسسة الرسالة)

نوٹ: (۱) "احیاء علوم الدین" تربیۃ وتزکیۃ کیلئے ایک بہترین کتاب ہے لیکن اس میں بہت سی موضوع احادیث بھی ہیں، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ) اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: ((قلت اما الإحیاء ففیه من الاحادیث الباطلة وفیه خیر کثیر لولا مافیه من اٰداب ورسوم وزهد من طرائق الحکماء ومنحر الصوفیة ....))

ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

---

[1] دیکھئے تفصیل کیلئے: (کتاب الجرح والتعدیل ۱۱۵/۵، ط: دار الفکر) (والکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ۲۲۱/۵۔ ۲۲۶، دارالکتب العلمیة) (والضعفا الکبیر للعقیلی، ۳۰۳/۲، ط: دار الکتب العلمیة) (وتقریب التهذیب لابن حجر ۴۵۳/۱، ط: شرکة الطباعة المتحدة بمصر) (وتهذیب الکمال للمزی ۱۸۷/۱۶، ط: مؤسسة الرسالة ترجمة ۳۵۹۹) (وخلاصة التهذیب للخزرجی ۱۰۴/۲، ط: المکتبة الأثریة: باکستان)

[2] دیکھئے: البدایة والنهایة ۲۵۷/۵، ط: دارالکتب العلمیة۔ اسد الغابة ۴۵۵/۲، وایضاً ۷۸/۴، ط: داراحیاء التراث العربی۔ وصحیح البخاری ۷۶۵/۲، ط: قدیمی کتب خانه۔ المصنف لابن ابی شیبة ۱۴۷/۹، ادارة القرآن۔

Marfat.com

صنف ابو حامد(الإحياء) وملاه بالأحاديث الباطلة ولم يعلم بطلانها ۔ (سیر اعلام النبلاء، ۳۳۰/۱۴۔۳۳۲، ط:دار الفکر)

تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعیة الکبریٰ" میں امام غزالی کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک مستقل فصل ان احادیث کیلئے باندھی ہے جو "احیاء علوم الدین" میں ہیں اور انہیں اُن احادیث کی کوئی اصل نہیں ملی، منجملہ ان احادیث کے جن کی کوئی اصل انہیں نہیں ملی یہ حدیث بھی شامل ہے جو سوال میں ذکر ہے۔ (طبقات الشافعیة الکبری، ۶/ ۲۸۷، ۳۸۹، ط: داراحیاء الکتب العربیۃ مصر)

(۲) "غریب الحدیث" کے نام سے جو کتب لکھی گئی ہیں ان کے مصنفین کا مقصود، حدیث میں جو مشکل الفاظ ہوں ان کا معنی بیان کرنا ہوتا ہے چاہے وہ حدیث ضعیف یا موضوع ہی کیوں نہ ہو، "غریب الحدیث" نامی کتب میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس "غریب الحدیث" نامی کتاب میں ہے اس کے مصنف حافظ حربی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ ۱۵۳ احادیث میری کتاب میں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۶۷۴، ط: دار الفکر)

لہٰذا "غریب الحدیث" نامی کتاب اور "احیاء علوم الدین" میں موجودہ احادیث جو مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتیں ان احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کرنے سے پہلے ان کی صحت کی تحقیق کر لینی چاہیے[1]۔

---

[1] قرابت قریبہ میں نکاح افضل ہے یا اجانب میں؟؟؟ اس مسئلہ سے متعلق روایت ھذا سے بعض حضرات کا استدلال اور اس بحث کے تمام مندرجات سے متعلق تفصیلی فتوی نجم الفتاوی جلد چہارم میں "الاجابة عن تحذير بعض الناس من نكاح القرابة" کے نام سے ملاحظہ ہو۔ از مرتب فرحان حسن عفی عنہ

Marfat.com

(۳۳۹) حدیث "الصلوۃ خلف عالم تقی" کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے ایک روایت سنی ہے اس کی تحقیق مطلوب ہے۔ روایت یہ ہے کہ متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ یا صرف لوگوں میں ہی مشہور ہے؟ براہ کرم جلد تحقیق کرکے بتائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ذکر کردہ حدیث "من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ" (ترجمہ: جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی) محدثین نے اس حدیث کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بعض حضرات نے بے اصل کہا، علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ میں اس حدیث کو غریب کہا اور بعض شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث کی کچھ نہ کچھ اصل ملتی ہے۔

لما فی المقاصد الحسنة للسخاوی(ص۳۱۱): وما وقع فی الهداية للحنفية بلفظ: من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ فلم أقف عليه بهذا اللفظ۔

وفی الموضوعات الکبریٰ(ص۱۴۷): وكذا قول صاحب الهداية لقوله عليه السلام: من صلی خلف تقیّ فکأنما صلّی خلف نبیّ۔ غير معروف كما قال مخرّجه۔ وقال السخاوی: لم أقف عليه بهذا اللفظ۔

وفيه فی مقام آخر(ص۲۲۵): حديث: من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلّی خلف نبی۔ لا اصل له۔

وفی نصب الراية(۲/۲۸): الحديث الحادی والستون: قال عليه السلام: من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ قلت غريب۔ وروی الطبرانی فی معجمه حدثنا محمد بن عثمان بن أبی شيبة... قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إن سرّكم أن تقبل صلوتكم فليؤمكم علماؤكم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربّكم، ۔ ورواه الحاكم فی المستدرك فی كتاب الفضائل، عن يحيی بن يعلی به سندا ومتنا إلا انه قال: فليؤمكم خياركم، و سكت عنه۔ وروی الدار قطنی، ثم البيهقی فی سننهما الخ۔

وفی البناية (۲/۳۱۳): لقوله عليه الصلاة والسلام "من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ"

Marfat.com

هذا الحديث غريب ليس فى كتب الحديث۔ لكن روى الطبرانى مافى معناه من حديث يزيد بن أبي زيد للعلوى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم فيما بينكم وبين ربّكم۔ رواه الحاكم فى مستدركه فى فضائل الأعمال عن يحى بن يعلى به سنداً ومتنا، إلا أنه قال فليؤمكم خياركم وسكت عنه و روى الدار قطنى ثم البيهقى فى سننهما عن إبن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله تعالى، قال البيهقى إسناده ضعيف، وقال ابن القطان فيه الحسين بن نصير لا يعرف۔

(۳۴۰)السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض کی تحقیق

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل خطبوں میں پڑھاجاتا ہے "والسلطان المسلم ظل اللہ فی الارض من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ" یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے؟ اس کا خطبے میں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا آپ ﷺ کے دور میں بھی اس طرح پڑھا جاتا تھا؟ اگر یہ حدیث ہے تو اب بھی اس کا حکم باقی ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ الفاظ حدیث کے ہیں البتہ آپ ﷺ سے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ الفاظ خطبہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن فقہاء نے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما کے ذکر کو مستحب لکھا ہے۔ بادشاہوں اور سلاطین کے لئے خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہوں اگر عادل وصالح نہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

لمافى جامع الترمذى (۴۶/۲): حدثنا بزار ......عن زياد بن كسيب العدوى قال كنت مع ابى بكرة تحت منبر ابن عامر وهو يخطب ...... فقال ابوبكرة اسكت سمعت رسول الله ﷺ يقول من اهان سلطان الله فى الارض اهانه الله هذا حديث حسن غريب۔

وفى المقاصد الحسنة (ص۱۲۳): [۲۰۷]حديث انما السلطان ظل الله ورمحه فى الارض۔ ابوالشيخ والبيهقى والديلمى وعباس الترقفى وآخرون عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعا :اذامررت ببلدة ليس فيها سلطان فلاتدخلها، انما السلطان، وذكره لفظ الآخرين، وفى لفظ للديلمى وابي نعيم وغيرهما من جهة قتادة عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعا :السلطان ظل الله ورمحه فى الارض، فمن نصحه ودعا له

Marfat.com

اهتدی،ومن دعاعلیه ولم ینصحه ضل، وهماضعیفان لکن فی الباب عن ابی بکر وعمر وابن عمر وابي بکرة وابي هريرة رضی الله عنهم وغیرها کمابینتهاواضحة فی جزء رفع الشکوك فی مفاخر الملوك۔

وفی الدرالمختار (۱۴۹/۲): ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعا للسلطان وجوزه القهستانی ،ویکره تحریما وصفه بمالیس فیه۔

وفی الشامیة : واشار الشارح بقوله وجوز الی حمل قوله ثم یدعوا الخ علی الجواز لاالندب لانه حکم شرعی لابدله من دلیل۔

(۳۴۱)روایت "من ضرب اباه فاقتلوه، العنکبوت شیطان فاقتلوه" کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض روایات میں آتا ہے "من ضرب اباه فاقتلوه ،العنکبوت شیطان فاقتلوه" یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں "العنکبوت شیطان فاقتلوه" والی روایت اگر صحیح تسلیم کرلی جائے پھر بھی "انها جند من جنود الله" والی روایت سے یہ منسوخ ہے۔

اور "من ضرب اباه فاقتلوه" والی روایت مراسیل سعید بن مسیب میں سے ہے جس پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے اور اگر اسے بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اسے مقتول اور مردہ کی طرح سمجھو۔

لمافی کنزا لعمال (۴۲/۱۵)، وفی مراسیل ابی داؤد(ص۲۰): عن یزید بن المرثد المرعی قال قال رسول الله ﷺ العنکبوت شیطان فاقتلوه۔

وفی مراسیل ابی داؤد (ص۱۹)، کنزالعمال (۱۶/۴۸۱)، جامع الاحادیث الکبیر (۷/۲۷۰): عن سعید بن المسیب قال قال النبی ﷺ من ضرب اباه فاقتلوه۔

وفی مقدمة مراسیل ابي داؤد (ص۴): وفی التدریب تکلم الحاکم علی مراسیل سعید فقط دون سائر من ذکر معه۔

وفی روح البیان (۴۳۳/۳): قال العلماء ویکفی للعنکبوت شرفا نسجها علی الغار وهی

Marfat.com

النبی ﷺ یومئذ عن قتل العنکبوت ...... واما قوله علیه السلام العنکبوت شیطان فاقتلوه وفی لفظ العنکبوت شیطان مسخه الله فاقتلوه فان صح فلعله صدر قبل الغار فهو منسوخ۔

وفی مجمع بحار الانوار (۲۱۱/۴): من دعا الی امارة نفسه اوغیره من المسلمین فاقتلوه ای اجعلوه کالمقتول بان لاتقبلوا له قولا وکذا اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخرای اجعلوا دعوته واجعلوا کمن مات۔

(۳۴۲) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل داخل ہونے والی حدیث کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خطیب سے سنا کہ حضرت بلال قیامت کے روز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری کی لگام تھامے آگے آگے چلیں گے اور جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل داخل ہوجائیں گے؟ کیا یہ کسی حدیث سے ثابت ہے؟ راقم سمجھتا ہے کہ پھر تو قوی اشکالات واقع ہوں گے۔

(۱)۔انبیاء سے قبل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا دخولِ جنت لازم آئے گا۔

(۲)۔حضرت صدیق اکبر سے قبل سیدنا بلال کا دخولِ جنت لازم آئے گا۔

جبکہ دونوں خلافِ منصوص ہیں نیز بطورِ دربان دخول کا جواب بھی قوت نہیں رکھتا کیونکہ یہ عام مقام نہیں مقامِ خلد جنت میں داخلہ ہے جس کے لیے دربان کو روک کر اولاً منصوص انبیاء اور حضرات کا داخلہ ممکن ہے۔ازراہِ کرم تفصیل تحریر فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت "حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے آگے چلیں گے اور جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے داخل ہوجائیں گے" باوجود تلاش کے کسی مستند حدیث کی کتاب میں نہیں ملی۔البتہ حضرت علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حادی الارواح" میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ "قیامت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا جائے گا تو اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اذان دیں گے۔

سوال میں مذکورہ اشکال کا جواب یہ دیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دخول جنت کے وقت اذان دیں گے جو درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے اعزاز میں ہوگا، کہ جب حور وملائک، انبیاء سابقین ان کی امتیں اور تمام جنتی جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ذات اقدس سید المرسلین والآخرین کے محوانتظار ہوں گے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص خزانچی رسول اور اسلام کے مؤذن اوّل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی سفر وحضر میں آپ کے مؤذن رہے، آج ہر بادشاہ سے بڑھ کر بادشاہ کی شان و

Marfat.com

شوکت لیے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا اعلان کرتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔

یہاں یہ معاملہ اس ذات اقدس کے جنت میں داخل ہونے کا ہے جس کیلئے کون و مکان سجائے گئے، ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے خادم خاص کا ساتھ ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز اور استیناس کے واسطے ہوگا۔ اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے قبل دخولِ جنت بھی صدیق اکبر کے اعزاز و اکرام کے طور پر ہوگا کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دونوں حضرات سے خصوصی نسبت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤذنیت کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں ظلم کے پنجے سے خرید کر آزاد کیا تھا۔ لہٰذا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دخول سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

لمافی حاد الارواح الباب السابع والعشرون فی ذکر السابقین من هذه الامة (۷۹) دارالکتب:
فان قیل فما تقول فی الحدیث الذی رواه الامام احمد والترمذی وصححه من حدیث بریده بن الحصیب قال: ''اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم فدعا بلالا فقال یا بلال بم سبقتنی الی الجنة فما دخلت الجنة قط الاسمعت خشخشتك امامی'' ... فقال بلال یا رسول الله ما اذنت قط الاوصلیت رکعتین وما اصابنی قط الاتوضات عندها ورأیت ان الله تعالیٰ علی رکعتین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بذلك'' قیل فتلقاه بالقبول والتصدیق ولا یدل علی ان احدا یسبق رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الجنة واما تقدم بلال بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الجنة فلان بلالا کان یدعو الی الله او لا بالاذان فیتقدم اذانه بین یدی النبی صلی الله علیه وسلم فتقدم بین یدیه کالحاجب والخادم وقدروی فی الحدیث ''ان النبی صلی الله علیه وسلم یبعث یوم القیامة وبلال بین یدیه ینادی بالاذان'' فتقدمه بین یدیه صلی الله علیه وسلم کرامة لرسوله واظهار الشرفه وفضلا لا سبقا من بلال له بل هذا السبق من جنس سبقه الی الوضوء ودخول المسجد ونحوه۔

(۳۴۳) مؤمن کی شان کا بیان

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی شان بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شامل ہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے کہ مومن کی شان وعزت بیت اللہ سے زیادہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعزت نہ

Marfat.com

صرف بیت اللہ بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۲۳): ونظر ابن عمر یوماالی البیت اوالی الکعبة فقال ماأعظمك واعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة اللہ منك۔

وھکذا فی الترغیب والترھیب (۳/۱۶۹)

وفیه ایضا (۳/۲۰۱): عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال :رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبة ویقول ماأطیبك وماأطیب ریحك، ماأعظمك وماأعظم حرمتك والذی نفس محمد بیده لحرمة المؤمن عنداللہ اعظم من حرمتك۔

وفی المرقاة (۶/۱۰): وعن عبداللہ بن عدی بن حمرا قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقفا علی الحزورة فقال واللہ انك لخیرارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولولا انی أخرجت منك ماخرجت ......فیه تصریح بان مکة افضل من المدینة کماعلیه الجمهور الاالبقعة التی ضمت اعضاء ه علیه الصلوة والسلام فانها افضل من مکة بل من الکعبة بل من العرش اجماعا۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۶۲۶): ومکة افضل منها علی الراجح الاماضم اعضاء ه علیه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتی من الکعبة والعرش والکرسی۔

وفی الشامیة: ...... والخلاف فیماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ه الشریفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع۔

(۳۴۴) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت، نور اور بشر میں افضل کون

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔ کیا کسی حدیث سے ایسا ثابت ہے؟ نیز نور اور بشر میں فضیلت کس کو حاصل ہے نور کو یا بشر کو؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

تفسیر روح البیان میں ''قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین'' الآیة کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے:

"روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق ادم باربعة عشر الف عام وکان

Marfat.com

یسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله ادم القى ذلك النور فى صلبه"

(۳۷۰/۲)

''نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے نور (کی صورت) تھا اور فرشتوں کی تسبیح اس نور کی تسبیح کے مطابق تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب (حقیقت) میں شامل کر دیا''

اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ'' کی پہلی فصل میں جو نور محمدی کے عنوان سے قائم ہے، ان روایات کو جمع کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نور سے پیدا ہوئے لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کی شرح میں لکھا ہے کہ اس نور سے مراد ''روح'' ہے، اسی طرح ان روایات سے آپ کا باطنی اعتبار سے نور ہونا معلوم ہوتا ہے کہ آپ باطنی اعتبار سے نور تھے کیونکہ آپ ''ھادی للامۃ'' تھے، البتہ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے۔
جس پر بے شمار نصوص قرآنیہ اور احادیث دال ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو نور کہہ کر آپ کی بشریت کی نفی کرنا یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، چنانچہ بطور نمونہ ہم چند ایک آیات اور احادیث آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کتاب وشریعت کے عطا فرمانے کا ضابطہ بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔

(آل عمران:۷۹)

(ترجمہ: کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ، اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔)

یہاں پر اس بات کو بھی بیان کیا جا رہا ہے کہ کتاب، حکمت اور نبوت بشر ہی کو ملا کرتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ پر اس سے بھی زیادہ صراحت فرمائی جب کفار کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی بشر کو رسول کیوں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی تو قادر تھے کہ فرشتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیج دیتے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطہ بیان فرمایا کہ ہم جیسی مخلوق ہو ویسا ہی رسول بھی ان کی طرف بھیجا کرتے ہیں چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

(بنی اسرائیل:۹۵)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور یہ بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتوں

Marfat.com

کو رسول بنا کر اتار دیتے)

ایک دوسری جگہ جب لوگوں نے انبیاء کی طرف طرح طرح کی باتیں منسوب کرنا شروع کر دیں تو اللہ تعالی نے انبیاء کے مشترکہ جواب کا ذکر فرمایا کہ انبیاء نے اس کے جواب میں کیا فرمایا؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراهيم:١١)

(ترجمہ: ان رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لا سکیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔)

ایک اور جگہ پر کفار کے ایمان نہ لانے کے عذر غیر معقول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُّؤْمِنُوْا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوْا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

(بنی اسرائیل:۹۴)

(ترجمہ: اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)

اسی طرح جب کفار نے انبیاء کے ہاتھ پر معجزات کی شکل میں عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنی شروع کر دیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ الآية (الكهف:١١٠)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

یہ تو چند نمونے آیات کے تھے جس میں اللہ تعالی نے انبیاء کی بشریت کو بیان فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں بھی خود آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے کہ آپ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے چنانچہ "بخاری شریف" (۱/۳۳۲) پر یہ روایت موجود ہے۔

حدثني عروة ابن زبير ان زينب بنت ام سلمة اخبرته ان ام سلمة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ اخبرتها عن رسول الله ﷺ انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج اليهم فقال انما انا بشر وانه ياتيني الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق واقضى له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هي قطعة من النار فلياخذها او فليتركها۔

یعنی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ آپ ﷺ نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ ان کی طرف نکلے اور ان سے فرمایا (یعنی فیصلہ کے وقت) کہ میں بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے کے بعد لوگ آتے ہیں تو ہوسکتا

Marfat.com

ہے کہ کوئی ایک فریق دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کر سکے اور میں اس کو سچا سمجھ کر اس کیلئے فیصلہ کر دوں، پس جس کے لئے میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کروں تو یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اب اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت کی نفی کرے کہ جب قرآن وسنت میں بالکل واضح اور صاف الفاظ سے بشریت کو بیان کر دیا تو ایسے شخص کیلئے صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالی اسے ہدایت عطا فرمادیں۔ آمین

۲۔نور اور بشر میں افضل کون ہے؟ تو اگر نور سے مراد فرشتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں میں افضل کون ہے؟ تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ خواص فرشتے عام اولیاء اور علماء سے افضل ہیں اور عام فرشتے عام مومنین سے افضل ہیں البتہ انبیاء کو عام وخاص دونوں طرح کے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح علماء اولیاء کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اگر مطلق نور اور بشر مراد ہو کہ ان میں کون افضل ہے تو علی الاطلاق بشر ہی کو افضلیت حاصل ہے اس صورت میں یہ صرف نور سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے، جس کے کئی ایک قرائن ہیں، بشر کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے سجدہ کروانا، فرشتوں کے سامنے اس کا امتحان اور اس کی تمام پر فوقیت، اللہ تعالی کا اسے اپنا خلیفہ بنانا اور خلافت والی فضیلت ایسی ہے کہ اگر بشر کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہ تنہا اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت کے لئے کافی تھی۔

لما فی التفسیر الکبیر (۶/۱۹۴): قال تعالی ''قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین'' وفیه اقوال الاول ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن الثالث النور والکتاب هو القرآن وهذا ضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیه وتسمیة محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هوا لذی یتقوی به البصر علی ادراك الاشیاء الظاهرة والنور الباطن ایضا هو الذی تتقوی به البصیرة علی ادراك الحقائق والمعقولات۔

وفی جامع العقائد (ص۳۶۹): منها تفضیل الملائکة فخواصهم افضل بعد الانبیاء علیه السلام من عموم الاولیاء والعلماء رحمهم الله وافضلهم جبرائیل علیه السلام کما فی حدیث رواه الطبرانی وعامة الملائکة افضل من عامة المومنین لکونهم مجرمین والملائکة معصومون۔

هکذا فی شرح فقه الاکبر (ص۱۱۸)

Marfat.com

باب مایتعلق بالصحابة

(صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

(۳۴۵) مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟

سؤال

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز کون پڑھاتا رہا اور کتنی نمازیں ایسی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ نماز پڑھانے نہ آسکے اور دوسرے کسی صحابی نے وہ نمازیں پڑھائیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھاتے رہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے ایام میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۹۳/۱): عن ابی موسی قال مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضه فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس...... فاتاه الرسول فصلی بالناس فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفی فیض الباری (۲۰۵/۲): فقال البیهقی انه لم یشهد سبع عشر صلوات احداها عشاء یوم الخمیس واخری فجر یوم الاثنین۔

وفی البدایة والنهایة (۲۰۷/۵): وقال الزهری عن ابی بکر عن ابی سبرة ان ابابکر صلی بهم سبع عشرة صلاة۔

(۳۴۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں کن کن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتدا کی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کن کن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتداء

Marfat.com

میں نماز ادا فرمائی۔ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ہر نبی نے اپنی اپنی امت میں سے کسی نہ کسی نیک آدمی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کما فی روایة ابن سعد نقلها العلامة شیخ الاسلام شبیر احمد العثمانی رحمه الله فی فتح الملهم (۳/۲۷)۔

چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی دو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے، البتہ دونوں موقع پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مسبوق تھے، ایک حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ۹ھ بروز جمعرات غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا فرمائی۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مرض الوفات کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا فرمائی۔

لمافی فتح الباری(۲/۱۳۹): وتعقب بصلاته صلی الله علیه وسلم عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه وهو ثابت بلاخلاف وصح ایضا انه صلی خلف ابی بکر رضی الله عنه۔

وفی سنن ابی داؤد(۱/۲۰): ان عروة بن المغیرة بن شعبة اخبره انه سمع اباه المغیرة یقول عدل رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه فی غزوة تبوك قبل الفجر فعدلت معه فاناخ النبی صلی الله علیه وسلم فتبرز ثم جاء فسكبت علی یده من الاداوة فغسل كفیه ثم غسل وجهه ثم حسر عن ذراعیه فضاق كما جبته فادخل یدیه... حتی نجد الناس فی الصلوة قد قدموا عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه فصلی بهم حین كان وقت الصلوة ووجدنا عبدالرحمن رضی الله عنه وقدركع بهم ركعة من صلوة الفجر، فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم فصفّ مع المسلمین فصلی وراء عبدالرحمن رضی الله عنه بن عوف الركعة الثانیة ثم سلم عبدالرحمن فقام النبی صلی الله علیه وسلم فی صلوته ففرغ المسلمون فاكثروا التسبیح لانهم سبقوا النبی صلی الله علیه وسلم بالصلوة فلما سلّم رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لهم قد اصبتم اوقد احسنتم۔

وفی فتح الباری(۲/۱۳۳): وبهذا یجاب عن الفرق بین المقامین حیث امتنع ابوبكر هنا ان یستمرّ اماما وحیث استمرّ فی مرض موته صلی الله علیه وسلم حین صلی خلفه الركعة الثانیة من الصبح كما صرّح به موسیٰ بن عقبة فی المغازی، فكانه لمّا ان مضی معظم الصلاة حسن الاستمرار ولما ان لم یمض منها الا الیسیر لم یستمر، وكذا وقع لعبدالرحمن بن عوف حیث صلّی النبی صلی الله علیه وسلم خلفه الركعة الثانیة من الصبح فانه استمر فی صلاته اماما لهذا المعنی۔

وفی فتح الملهم(۳/۲۷): وفی روایة ابن سعد فصلینا الركعة التی ادركنا، وقضینا التی سبقتنا، فقال صلی الله علیه وسلم حین صلی خلف عبدالرحمن: ''ماقبض نبی قط حتی صلی خلف رجل صالح من امته''

Marfat.com

وفی بذل المجهود(۱/۸۹): وغزوة تبوك هی آخر ماغزاها رسول اللهﷺ بنفسه خرج الیها فی رجب سنة تسع یوم الخمیس۔

(۳۴۷) حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے۔اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص گمراہ اور فاسق ہے۔اس کو فوراً اس عمل سے توبہ کرنا چاہیئے البتہ اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

لما فی الشامیة (۴/۷۲): فی الخلاصة ان سب الختنین لیس بکفر والمراد بالختنین عثمان وعلی رضی الله عنهما۔

وفیه ایضا (۴/۲۳۷): فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة ......ولاتقبل شهادة من یظهر سب السلف لانه یکون ظاهر الفسق ......وقال الزیلعی أویظهر سب السلف یعنی الصالحین منهم وهم الصحابة والتابعون۔

(۳۴۸) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں یا نہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں یا نہیں؟ اگر معیار حق ہیں تو جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں یعنی ان کے اقوال وافعال حق وباطل کی کسوٹی ہیں۔ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اور جو دینی کام کئے وہ ہمارے لئے مشعل راہ اور ذریعہ نجات وفلاح ہے اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں اور اہل سنت

Marfat.com

والجماعت سے خارج ہیں۔

لمافی قولہ تعالی (التوبہ:۱۰۰):وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

(البقرہ : ۵):اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(الحجرات : ۷):اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ

(البینہ : ۸): رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط

وفی المشکوۃ (ص۳۰): عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیأتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل ... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

وفیہ ایضا (ص۳۲): عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیہ الفتنۃ اولئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا ...وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم۔

وفیہ ایضا (ص۵۵۴): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یامحمد ان اصحابك عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئ مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

وفیہ ایضا (ص۵۶۰): عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

Marfat.com

رسالۃ

تنبیہ العقول

برفع الشبہات عن "الصحابہ کلھم عدول"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مطلقاً عادل ہیں یعنی روایت اور عام زندگی دونوں میں صحابہؓ کی تعدیل کی جائیگی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب

(۳۴۹) "الصحابہ کلھم عدول" تمام صحابہؓ عادل ہیں پر ایک شبہ کا جواب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں "الصحابۃ کلھم عدول" کی تشریح کرتے ہوئے (ص ۳۶۲) پر فرمایا کہ اس کا تعلق فقط صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت بالروایۃ سے ہے باقی پوری حیات میں عدالت سے اس کا چنداں تعلق نہیں یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین روایت کے باب میں تو بعید عن الکذب ہیں مگر دیگر زندگی میں عدالت سے فروتر ہو سکتے ہیں۔ بندہ عاجز راقم اثیم کافی عرصے سے تذبذب کا شکار ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا کیا مطلب ہے؟ میرا ناقص خیال یہ ہے اور تھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی پوری حیات میں موصوف بالعدالۃ ہیں اور مقولہ "الصحابہ کلھم عدول" اس پر ہی قول کیا گیا ہے اور یہی احقر نے اپنے بڑوں اور اساتذہ سے سنا تھا، لہٰذا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اس سے معارض معلوم ہوتا ہے۔

برائے مہربانی مفتی صاحب "الصحابۃ کلھم عدول" یہ حدیث ہے یا قول؟ نیز یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری حیات سے متعلق ہے یا صرف باب روایت سے؟ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق تفرد ہے یا مبہم ہے یا اس کا کوئی محمل ہے؟ ان تینوں سوالوں کا جواب مدلل عنایت فرما کر اہل السنۃ والجماعت کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں عقیدہ واضح فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

"الصحابۃ کلھم عدول" یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی زندگی میں تمام پہلو کے اعتبار سے موصوف بالعدالۃ ہیں، اس پر قرآن وحدیث کے نصوص وتصریحات شاہد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ کسی صحابی سے اگر عمر بھر میں کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو وہ اس پر قائم نہیں رہتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ونصرت اور دین کی خدمات عظیمہ اور ان کی بے شمار حسنات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو فوراً توبہ کی توفیق دے کر ان کی معافی کا اعلان فرما دیتے ہیں اور ان کی موت اس سے پہلے نہ ہوگی کہ ان کا گناہ معاف ہوکر وہ صاف ہوجائیں اسی لئے ان میں سے کسی بھی صحابی کو ساقط العدالۃ یا فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ صدورِ گناہ کے وقت اس پر تمام وہی احکام نافذ ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں پر ہوتے ہیں۔ حد شرعی یا تعزیری سزائیں جو عام مسلمانوں کیلئے ہیں وہ ان پر بھی جاری کی جائیں گی، اور صدورِ گناہ کے وقت اس عمل کو فسق بھی کہا جائے گا جیسا کہ آیت "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ" سے معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ ان کی توبہ یا معافی بنص قرآن معلوم ہوچکی ہے اس لئے ان کو کسی وقت بھی ساقط العدالۃ فاسق نہیں کہا جائے گا جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر "روح المعانی" میں مذکورہ آیت کے ماتحت تحقیق فرمائی ہے۔

باقی جہاں تک حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مقام صحابہ" (ص ۶۰) (مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی) میں اس طرح لکھا ہے:

"اور بعض علماء نے جو عدم عصمت اور عموم عدالت کے تضاد سے بچنے کیلئے "عدالت" کے مفہوم میں یہ ترمیم فرمائی کہ یہاں عدالت سے مراد تمام اوصاف واعمال کی عدالت نہیں بلکہ صرف روایت میں کذب نہ ہونے کی عدالت مراد ہے یہ لغت وشرع پر ایک زیادتی ہے جس کی کوئی ضرورت اور کوئی وجہ نہیں اور ان حضرات کے پیش نظر بھی اس ترمیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اس کی رو سے کسی صحابی کو اپنے عمل وکردار کی حیثیت سے ساقط العدالۃ یا فاسق قرار دینا چاہتے ہیں ان کے کلمات دوسرے مواقع میں خود اس کی نفی کرتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک مضمون حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ان کے فتاویٰ کے حوالے سے منسوب کیا گیا ہے یہ مضمون کئی وجہ سے ایسا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے جامع علوم بزرگ کی طرف اس کی نسبت کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی اور "فتاویٰ عزیزی" کے نام سے جو مجموعہ شائع ہورہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نہ خود ان کو جمع فرمایا ہے نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے وفات کے معلوم نہیں کتنے عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو ان کے خطوط وفتاویٰ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کرکے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے اس میں بہت سے احتمالات ہوسکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تدلیس اس میں کی ہو اور غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کیلئے فتاویٰ کے مجموعے میں شامل کردیا ہو، اور اگر بالفرض یہ واقعی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے تو وہ بھی بمقابلہ جمہور علماء وفقہاء کے متروک ہے"

Marfat.com

(واللہ اعلم) انتھی

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی پوری حیات میں ہر پہلو سے عادل تھے اور سب اسی عدالت ہی پر وفات پائے، باقی رہی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی بات تو اس کی بہترین توجیہ حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جو اوپر تفصیل سے گذر چکی ہے۔

لما فی القرآن الکریم (البقرہ: ۱۴۳): وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

وفی الفتح (الآیة:۲۹): مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا۔

وفی احکام القرآن للتھانوی (۲۳۸/۴): الصحابة کلھم عدل مرضیون عند الله فالطعن فیھم والغیظ علیھم من امارات الکفر والبحث والتنقید فی عدالتھم خروج من اھل السنة والجماعة۔

وفی الاصابة فی تمییز الصحابة (۱۷/۱): للصحابة رضی الله عنھم اجمعین خصیصة وھی انه لا یسال عن عدالة احد منھم وذلك امر مسلم به عند کافة العلماء لکونھم علی الاطلاق معدلین بنصوص الشرع من الکتاب والسنة واجماع من یعتد به فی الاجماع من الأمة۔

وفی الدرالمختار (۴۷۳/۵) کتاب الشھادات، باب القبول وعدمه :(و) من (ارتکب صغیرة) بلا اصرار (ان اجتنب الکبائر) کلھا وغلب صوابه علی صغائره دررو غیرھا قال وھو معنی العدالة ...... قال ومتی ارتکب کبیرة سقطت عدالته۔

Marfat.com

(۳۵۰) کیا حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ اسی وقت شام چلے گئے تھے اور وہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرما گئے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۵۱۸/۱): فاخذ عمر رضی اللہ عنہ بیدہ فبایعه وبایعه الناس فقال قائل قتلتم سعد رضی اللہ عنہ بن عبادۃ قال عمر رضی اللہ عنہ قتله اللہ۔

وعلی ھامشه: قوله قتلتم سعد ای کدتم تقتلونه وقیل ھو کنایة عن الاعراض والخذلان وقوله قتله اللہ اخبار عما قدر اللہ من اھماله وعدم صیرورته خلیفة او ادعاء علیه لتخلفه عن بیعة الصدیق وروی انه خرج بعد تخلفه الی الشام ومات بھا فی خلافة عمر رضی اللہ عنہ ...... فتح ومجمع البحار۔

وفی البدایة والنھایة (۳۴/۷): وقد ذکره ابو عمر بن عبدالبر ماذکره غیر واحد من علماء التاریخ انه رضی اللہ عنہ (سعد بن عبادۃ "ناقل") تخلف عن بیعة الصدیق حتی خرج الی الشام فمات بقریة من حوران ... قال وقیل فی اول خلافة عمر۔

(۳۵۱) سیف اللہ کا لقب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیف اللہ سابقہ امتوں میں اور اس امت میں کتنے گزرے ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے یہ لقب دیا ہو؟

الجواب بعون الملک الوھاب

سابقہ امتوں کے بارے میں تو معلوم نہ ہوسکا البتہ اس امت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف من

Marfat.com

سیف اللہ فرمایا تھا۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۵۳۱): عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی زیدا وجعفر وابن رواحة للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذھا جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناه تذرفان حتی اخذ سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیھم۔

وفی عمدة القاری تحت ھذه الروایة (۱۶/۲۴۵): واراد بسیف خالد بن ولید ومن یومئذ سمی سیف اللہ وقد اخرج ابن حبان والحاکم من حدیث عبداللہ بن ابی اوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتؤذوا خالدا فانه سیف من سیوف اللہ صبه اللہ تعالی علی الکفار۔

(۳۵۲) عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ مبشرہ میں کون کون سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ان کے نام تحریر کریں اور اگر ان کے بارے میں کوئی روایت ہو تو وہ بھی بحوالہ تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

عشرہ مبشرہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدة بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

لمافی جامع للترمذی (۲/۲۱۵): عن عبد الرحمن بن حمید عن أبیه أن سعید بن زید حدثه فی نفر أن رسول اللہ -صلی اللہ علیه وسلم- قال عشرة فی الجنة أبو بکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان وعلی والزبیر وطلحة وعبد الرحمن وأبو عبیدة وسعد بن أبی وقاص. قال فعد ھؤلاء التسعة وسکت عن العاشر فقال القوم ننشدك اللہ یا أبا الأعور من العاشر قال نشدتمونی باللہ أبو الأعور فی الجنة.

وھکذا بتغیر یسیر فی ابن ماجة (ص:۱۳)

Marfat.com

(۳۵۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور جن روایات سے ان کا کاتب وحی ہونا ثابت ہے انہیں تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حدیث اور تاریخ کی متعدد روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:

لما فی الصحیح لمسلم (۳۰۳/۲): حدثنی ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان المسلمون لاینظرون الی ابی سفین ولایقاعدونه فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یانبی الله ثلاث اعطینهن قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله ام حبیبة بنت ابی سفین ازوجکها قال نعم قال ومعاویة تجعله کاتبا بین یداك قال نعم۔

وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی (ص۱۹۴): معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیة ...... اسلم هو وابوه یوم فتح مکة ......وکان احد الکتاب لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفی البدایة والنهایة (۱۲۰/۸): وهو معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب ......خال المومنین وکاتب وحی رسول رب العالمین ...قال معاویة :ولقد دخل علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مکة فی عمرة القضا وانی لمصدق به ثم لمادخل عام الفتح اظهرت اسلامی فجئته فرحب بی، وکتبت بین یدیه۔

(۳۵۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب خیبر کو اکیلے اکھاڑ دینا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ جو مشہور ہے کہ غزوہ خیبر میں باب خیبر جس کو کئی آدمی نہیں اکھیڑ سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے اکھاڑ پھینکا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو چند ایک حوالہ جات بھی تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ ثابت اور صحیح ہے۔ چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

Marfat.com

لمافي تاريخ الطبري (۳۰۱/۲): عن ابي رافع مولى رسول الله ﷺ قال خرجنا مع علي ابن ابي طالب حين بعثه رسول الله ﷺ برايته فلمادنا من الحصن خرج اليه اهله فقاتلهم فضربه رجل من اليهود فطرح ترسه من يده فتناول علي ﷺ باباكان عندالحصن فترس به عن نفسه فلم يزل في يده وهويقاتل حتى فتح الله عليه ثم القاه من يده حين فرغ فلقد رايتني في نفر سبعة انامنهم نجهد على ان نقلب ذلك الباب فمانقلبه۔

وهكذا نقل عن ابي رافع في سيراعلام النبلاء (۶۱۸/۲)، وفي كتاب المغازي للواقدي (۶۵۵/۲)

(۳۵۵) ''صلوٰۃ وسلام'' اور ''ترضی'' کا استعمال

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کے ساتھ ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور علماء ومشائخ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ''صلوٰۃ وسلام'' انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ہاں انبیاء کے ساتھ کسی کا نام آ گیا اور اصلاً صلوٰۃ وسلام انبیاء کے لئے کہا اور تابع ہونے کی وجہ سے وہ بھی شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

مستحب یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' اور صحابہ کے مابعد والوں کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے لیکن اگر اس کے خلاف کر دیا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ اور بعد والوں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہہ دیا تو بھی جائز ہے البتہ افضل پہلی صورت ہے۔

لمافي الاذكار للنووي (ص۱۰۸): اجمعوا على الصلاة على نبينا محمد ﷺ وكذلك من يعتد به على جوازها واستحبابها على سائر الانبياء والملائكة استقلالا واما غير الانبياء فالجمهور على انه لايصلى عليهم ابتداء ......فقال بعض اصحابنا :هو حرام وقال اكثرهم مكروه كراهة تنزيه ...... والصحيح الذي عليه الاكثر انه مكروه كراهة تنزيه ......ويستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء وسائرالانبياء فيقال رضي الله عنه اورحمه الله ونحوذلك۔

Marfat.com

وفی الدرالمختار (۷۵۳/۶) : ولایصلی علی غیر الانبیاء ولاغیر الملائکة الابطریق التبع۔۔۔ و یستحب الترضی للصحابة ...والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسه الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی وقال الزیلعی الاولی ان یدعوا للصحابة بالترضی وللتابعین بالرحمة۔

(۳۵۶) خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال

مفتی صاحب! حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز جنازہ کن کن حضرات نے پڑھائی تھی۔ بحوالہ نقل کردیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔

لمافی تاریخ الخلفاء للسیوطی (ص۸۵): اخرج ابن سعد عن سعید بن المسیب ان عمر رضی اللہ عنہ صلی علی ابی بکر بین القبر والمنبر وکبر علیه اربعا۔

وفیه ایضاً (ص۱۶۲): اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع بقین من ذی الحجة ......وصلی علیه صہیب فی المسجد۔

وفیه ایضا (ص۱۶۲): وکان قتل عثمان رضی اللہ عنہ فی اوسط ایام التشریق من سنة خمس وثلاثین ...... قال قتادة صلی علیه الزبیر ودفنه وکان اوصی بذلك الیه۔

وفیه ایضاً (ص۱۷۵) : فخرج علی من الباب ینادی :ایھا الناس الصلاة الصلاة ......وغسله الحسن والحسین وعبداللہ بن جعفر وصلی علیه الحسن۔

(۳۵۷) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لقب "طیار" کی وجہ

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کالقب "طیار" ہے۔اس کی وجہ

Marfat.com

تسمیہ کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرت جعفر صادق صحابی نہیں بلکہ تابعین میں سے ہیں اور ان کا لقب طیار نہیں ہے بلکہ جن صحابی کا لقب طیار ہے وہ حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں اور ان کے لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بازوؤں کے بدلے انہیں دو پر عنایت فرمائیں ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے ہیں اس وجہ سے آپ کا لقب طیار پڑ گیا (طیار عربی میں اڑنے والے کو کہتے ہیں)۔

لمافی عمدة القاری (۱۷/۲۷۰): عن عامر قال کان ابن عمر اذاحیا ابن جعفر قال السلام علیك یاابن ذی الجناحین ....وانما لقب بذلك لانه لماقطعت یداه یوم موته جعل الله له جناحین یطیر بهما فی الجنة وعن النبی ﷺ رأیت جعفر یطیر فی الجنة مع الملائکة ولقب بالطیار ایضا۔

فی تهذیب التهذیب (۶/۵۴۶): الصادق هو جعفربن محمد بن علی بن الحسین۔

(۳۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی؟ اس میں مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان سب میں راجح قول کون سا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں راجح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۷۷۵): حدثنا قبیصة ...عن عروة تزوج النبی ﷺ عائشة وهی ابنة ست وبنی بها وهی ابنة تسع ومکثت عنده تسعا۔

وفی الاصابة فی تمییز الصحابة (۸/۲۳۱): فقد ثبت فی الصحیح ان النبی ﷺ تزوجهاوهی بنت ست وقیل سبع ویجمع بانها کانت اکملت السادسة ودخلت فی السابعة ودخل بها وهی بنت تسع وکان دخوله بها فی شوال فی السنة الاولی۔

Marfat.com

(۳۵۹) کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ واقعہ فدک کے بعد حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد مرتے دم تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔ اس واقعہ کی حقیقت بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں واقعہ فدک کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اور انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔

روایت میں ”فھجرت“ کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہو گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کر رہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کر دی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہٰذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرصہ ہی کتنا زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نہایت شاق گزرا۔ اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور پھر ناراض تو اس وقت ہوا جاتا جب یہ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق ہوتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیتے اور خود استعمال کرتے حالانکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ کر رہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خرچ کر رہے تھے پھر ناراض ہونے کی تو کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جا سکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے کہ ”اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا“۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم

Marfat.com

کرلیں تو روایت میں "فهجرت" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر طعن نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس لئے کہ "ھجران" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پایا جارہا ہے۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی السنن الكبرى للبيهقي (٣٠١/٦): اخبرنا ابو عبدالله ......عن الشعبي قال لما مرضت فاطمة رضی الله عنها اتاها ابوبكر رضی الله عنه فاستأذن عليها فقال علی رضی الله عنه يافاطمة هذا ابوبكر يستأذن عليك فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فدخل عليها يترضاها وقال والله ماتركت الدار والمال والاهل والعشيرة الاابتغاء مرضاة الله ورسوله ومرضاتكم اهل البيت ثم ترضاه حتى رضيت۔

وفيه ايضا (ص٣٠٢): اخبرنا ابوعبدالله الحافظ ......قال زيد بن علی بن الحسين بن علی امانا فلوكنت مكان ابي بكر رضی الله عنه لحكمت بمثل ماحكم به ابوبكر رضی الله عنه فی فدك۔

وفی الاصابة (٢٦٦/٨): وقدثبت فی الصحيح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی صلی الله عليه وسلم ستة اشهر وقال الواقدی وهو ثبت :وروى الحميدی عن سفيان عن عمرو بن دينار انها بقيت بعده ثلاثة اشهر وقال غيره :بعده اربعة اشهر وقيل شهرين۔

وفی عمدة القاری (٢٠/١٥): قال المهلب انماكان هجرها انقباضا عن لقائه وترك مواصلته وليس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلك ان يلتقيا فلايسلم احدهما على صاحبه ولم يرو واحد انهما التقيا وامتنعا من التسليم ولوفعلا ذلك لم يكونا متهاجرين الاتكون النفوس مظهره للعداوة والهجران وانما لازمت بيتها فعبرا الراوی عن ذلك بالهجران وقد ذكر فی كتاب الخمس تاليف ابي حفص بن شاهين عن الشعبي ان ابابكر قال لفاطمة يابنت رسول الله ماخير عيش حياة اعيشها وانت علی ساخطة فان كان عندك من رسول الله صلی الله عليه وسلم فی عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبكر حتی رضيت ورضی۔

وفی فيض الباری (٩٤/٤): واماعدم كلام فاطمة اياه حتى ماتت فالمراد منه كلامها فی امر فدك اوانه لم يتفق له ذلك فلو سلمناموجدتها عليه فله العذر ايضا كماعلمت،علی انه لم يهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابي بكر بحال۔

Marfat.com

(۳۶۰) اجماع قولی اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیعت کرنے پر تحقیقی فتویٰ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار کا کیا حکم ہے؟ مجھے ایک صاحب نے کہا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی اور شام جا کر وہیں دورِ عمر رضی اللہ عنہ میں انتقال کر گئے۔ میں نے انکار کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے خلافت کا منکر تو کافر ہے اور مصرح مسئلہ ہے نیز اجماعِ قولی کی واحد بڑی مثال یہ خلافت ابی بکر ہی تو ہے جہاں قولاً صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجماع کیا ہے اگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تو اجماع کیسے؟ رئیس الانصار بیعت نہ کریں اور اجماع ہو جائے؟؟؟ نیز ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ میں خلاصۃ کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اصل سے نقل کیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو خلافت ابی بکر کا منکر ہو وہ کافر ہے اور ابن حجر ہیتمی نے تو الصواعق میں یہاں تک کہہ دیا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا اصل میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہوگا لہٰذا یہ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہوا کہ خلافت ابی بکر کا منکر کافر ہے۔

آپ سے درج ذیل باتوں کا جواب مطلوب ہے:

۱)۔ کیا خلافتِ ابی بکر اجماعِ قولی نہیں؟ اور اس کا منکر کافر ہے یا نہیں؟

۲)۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافت پر بیعت کی تھی یا نہیں؟

۳)۔ اگر انہوں نے خلافت پر بیعت نہ کی ہو تو یہ اجماع کہلائے گا یا نہیں؟

۴)۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی یا نہیں؟

ازراہِ کرم مسئلے کی مدلل تنقیح فرماتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت فرمائی تھی یا نہیں اس سے متعلق دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں نبراس میں بیعت کرنے کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

"وما قیل ان سعد بن عبادة لم یبایعه وخرج من المدینة وما روی انهم ازدحموا علی بیعة ابی بکر فقتلوه باقدامهم فلم یصح شیئ منهما وذکر بعض العلماء ان الاجماع وان کان حجة علی اطلاقه لکن بعد التنقیح والمشاورة اتم" (نبراس ص ۴۹۴)

نیز التمہید میں بھی اسے ہی ترجیح دی گئی ہے۔

Marfat.com

"الجواب ان من اصحابنا من قال (خلافة ابی بکر) ثبتت بالنص الخفی وھو تقدیمه فی الصلوۃ لا بالاجماع ومنھم من قال بالاجماع واعتذر بان علیا ما خالف..... انه لم یحضر ثم حضر وبایع واما سعد فظن ان الامر یعقد له فلما روی ابوبکر "الائمة من قریش" سکت وعلی انه قد قیل: الاجماع علی ابی بکر انعقد فی زمن عمر لان سعدا مات فی ایامه وقیل: قتل فلم یبق مخالف ولان ھذه اخبار آحاد فلا یثبت بھا ھذا الاصل"

(التمھید فی اصول الفقه ۳/۲۶۵)

لہٰذا اگر یہ قول لیا جائے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت فرمائی تھی تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ توقف کے بعد بیعت فرمالی تھی البتہ کتب میں دوسرا قول بھی ملتا ہے، وہ یہ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی اگر بالفرض یہ قول لیا جائے تو دو اشکال وارد ہوں گے۔

(۱)۔ خلافتِ ابی بکر پر اجماعِ قولی ذکر ہے اور اصول فقہ میں صراحۃً یہ مثال ذکر کی جاتی ہے اب اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں فرمائی تو اجماع کیسے منعقد ہوگا؟

(۲)۔ اجماعِ قولی کا منکر تو کافر ہے لہٰذا اس قطعی حکم کے انکار کا سیدنا سعد بن عبادۃ رئیس الخزرج والانصار کی ذات بابرکت پر کیا اثر ہوگا؟

پہلے کا جواب تو واضح ہے کہ اجماعِ قولی کے انعقاد کیلئے تمام کا اتفاق ضروری ہے یا نہیں، اس میں دو طرح کے اقوال ہیں ایک قول کے مطابق تو سب کا اتفاق ضروری ہے البتہ ایک اور قول کے مطابق بعض کا شذوذ غیر معتد بہ ہے اور اجماع منعقد ہو جائے گا۔ صاحبِ کشف الاسرار اور جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوسرے قول کو لیا ہے:

لما فی کشف الاسرار (ص۲۶۳): وقال بعض الناس مثل محمد بن جریر الطبری واحمد بن حنبل فی احدی الروایتین عنه وابی الحسن الخیاط من المعتزله استاذ الکعبی لایشترط فی انعقاد الاجماع اتفاق الجمیع بل ینعقد باتفاق الاکثر مع مخالفة الاقل...... ونقل عن ابی عبدالله الجرجانی و ابی بکر الرازی من اصحابنا ان الجماعة ان سوغت الاجتھاد للمخالف فیما ذھب الیه کان خلافه معتدا به مثل خلاف ابن عباس فی توریث الام ثلث جمیع المال مع الزوج او الاب او مع المرأة والاب ... تمسك من لم یعتبر خلاف الاقل بقوله علیه السلام "علیکم بالسواد الاعظم" والسواد الاعظم عامة المؤمنین واکثرھم لا جمیعھم فدل ھذا الخبر ان الواحد المفرد بقوله مخطی وان قول الاقل لایعارض قول الجماعة وبقوله علیه السلام "ید الله علی الجماعة فمن شذ شذ فی النار" کان لفظ الامة الوارد فی قوله علیه السلام "لا تجتمع امتی علی الضلالة" یصح اطلاقه علی اھل العصر وان شذ واحد منھم او اثنان کما

Marfat.com

يقول "بنو تميم يحمون الجار" ويراد اکثرهم ...... وبأن الامة فی خلافة ابی بکر اعتمدت علی الاجماع وقد خالف جماعة منهم سعد بن عبادة وعلی وسلمان رضی الله عنهم فی خلافة ابی بکر ولم یعتدوا بخلافهم وبان خبر الجماعة اذا بلغت حد التواتر مفید للعلم مقدم علی خبر الواحد فکذا فی باب الاجتهاد"

الغرض اجماع کے انعقاد میں حضرت سعد وغیرہ رضی اللہ عنہ کا تخلف مخل نہ ہوگا البتہ اگر اجماع میں تمام کے اتفاق کے ضروری ہونے کا قول لیا جائے تو بھی حضرت سعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہ کا اجتہاد کچھ مختلف تھا یہ حضرات اپنے کو زیادہ اہل سمجھتے تھے البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس اجتہاد سے چھ ماہ بعد رجوع کر لیا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ تا حیات اپنے اس نقطہ نظر پر قائم رہے۔ یہ چونکہ اجتہادی خطا تھی لہٰذا وہ معذور تھے نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں ان کا انتقال ہوگیا لہٰذا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکے۔ نیز اجماع کے منکر سے متعلق احکام بعد والوں کے اعتبار سے ہوتے ہیں جو لوگ اجماع کر رہے ہوں ان میں سے بعض کا اختلاف اگر ہو جائے تو ان بعض پر ان احکامات کا اجراء نہیں ہوتا۔ بلکہ اجماع قولی میں سب کے اتفاق اور بعض کے اختلاف کے باوجود اجماع کے انعقاد کے دو قول بنے ہی اس بنیاد پر ہیں کہ بعض کا اختلاف غیر معتد بہ ہے لیکن ان پر احکام کا اجراء نہ ہوگا لہٰذا تکفیر و تفسیق سے متعلق کوئی حکم اجماع کرنے والوں میں سے بعض مخالفین پر جاری نہ ہوگا۔

الغرض جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عظیم شان والی جماعت ہے اس سے متعلق قرآن کریم میں صریح نصوص وارد ہوئے ہیں ان کے درمیان اجتہادی نزاعات میں پڑنے یا فیصلہ کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں وہ دین کی سب سے مضبوط کڑی اور عروہ وثقی ہیں وہ سب عادل اور رضوان اللہ کے مستحق ہیں ان سے متعلق کسی بھی برے خیال کا ذہن میں جمنا ایمان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور فکر صائب عطا فرمائے۔ آمین

لمافی البخاری (۱/۴۹۷) باب مناقب قریش (رحمانیة): عن ابن عمر، رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يزال هذا الأمر في قريش ما بقي منهم اثنان۔

وفيه أيضاً (۱/۵۱۸) مناقب ابی بکر الصديق : ۔۔۔۔ فقال أبو بكر: لا ولكنا الأمراء وأنتم الوزراء. هم أوسط العرب دارا وأعربهم أحسابا فبايعوا عمر أو أبا عبيدة بن الجراح فقال عمر: بل نبايعك أنت، فأنت سيدنا وخيرنا وأحبنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخذ عمر بيده فبايعه، وبايعه الناس، فقال قائل: قتلتم سعد بن عبادة، فقال عمر قتله الله "۔

وفی النبراس شرح شرح العقائد (۴۹۳) خلافة ابي بكر (نعمانی کتب خانه): وما قيل ان سعد بن عبادة لم يبايعه وخرج من المدينة وما روى انهم ازدحموا على بيعة ابي بكر فقتلوه باقدامهم فلم يصح شئ منهما وذكر بعض العلماء ان الاجماع حجة على اطلاقه لكن بعد التنقيح والمشاورة

Marfat.com

اتم واكمل فاجمعوا على ذلك۔

وفى حاشية النبراس (۴۹۴) خلافة ابى بكر(نعمانى كتب خانه): وفى سيرة الحلبية: قول عمر فبايعته وبايعه المهاجرون ثم بايعه الانصار حتى سعد بن عبادة خلافا لمن قال ان سعد بن عبادة ابى ان يبايع ابابكر حتى لقى الله۔ فانه رضى الله عنه توجه الى الشام ومات بها۔

قال الحافظ ابن حجر: والعذر له فى ذلك انه تاوّل ان للانصار فى الخلافة استحقاقا فبنى على ذلك وهو معذور ان لم يكن ما اعتقد من ذلك حقا ...... وذكر الطبرى ان سعدا بايع مكرها وهووهم۔

وفى الصواعق المحرقة (۱/۱۳۷، ۱۴۴)(ابن حجر الهيتمى): فمذهب ابى حنيفة ان من انكر خلافة الصديق او عمر فهو كافر على خلاف ماحكاه بعضهم وقال الصحيح انه كافر ... وقد اجتمعت الصحابة على خلافته وفى الخلاصة من كتبهم ان من انكر خلافة الصديق فهو كافر ...... ومر أن ائمة الحنفية كفروا من انكر خلافة ابى بكر وعمر رضى الله عنهما والمسئالة فى الغاية وغيرها من كتبهم كمامر وفى الاصل لمحمد ابن الحسن والظاهر انهم اخذوا ذلك عن امامهم ابى حنيفة ... اذالظاهر ان سبب تكفير منكر امامته مخالفته للاجماع بناء على ان جاحد الحكم المجمع عليه كافر وهو المشهور عند الاصوليين وامامته مجمع عليها من حين بايعه عمر ولا يمنع من ذلك تاخر بيعة بعض الصحابة فان الذين تاخرت بيعتهم لم يكونوا مخالفين فى صحة امامته ولهذا كانوا ياخذون عطاءه ويتحاكمون اليه فالبيعة شئ والاجماع شئ ولا يلزم من احدهما الآخر ولا من عدم احدهما عدم الآخر فافهم ذلك فانه قد يغلط فيه۔

وفى الشامية (۴/۲۲۳) مطلب في منكر الإجماع:۔۔۔ أن مخالف الإجماع يكفر والحق أن المسائل الإجماعية تارة يصحبها التواتر عن صاحب الشرع كوجوب الخمس وقد لا يصحبها فالأول يكفر جاحده لمخالفته التواتر لا لمخالفته الإجماع۔

(۳۶۱) حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں ان میں حضرت فاطمہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کی اولاد کو ایک خصوصیت حاصل ہے اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض روایت سے ثابت ہے کہ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زمین پر ہونے سے پہلے آسمانوں پر ہوئی۔

۲۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنتی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔

۳۔ کائنات میں آپ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی سلسلہ باقی ہے ورنہ باقی اولاد میں کسی کا خاندان آگے نہیں بڑھا۔

لمافی الاصابة (۲۶۳/۸): وانقطع نسل رسول الله صلى الله عليه وسلم الامن فاطمة۔

وفی الفتاوی الحدیثیة (ص۱۶۵): الحکمة فی ذلك والله اعلم مااختصت به فاطمة رضوان الله علیها من المزایا الکثیرة علی اخواتها۔ منها ماورد ان الله زوجها لعلی کرم الله وجهه فی السماء قبل ان یتزوجها فی الارض ومنها تمییزها علیهن بانها سیدة نساء اهل الجنة ومنها تمییزها علیهن بتسمیتها بالزهراء ...... فهذه المذکورات ونحوهما مما امتازت به من الفضائل لایبعد ان تکون هی الحکمة فی بقاء نسلها فی العالم۔

(۳۶۲) حضرت عائشہ افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی لیکن بکر کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جز یعنی بیٹی ہیں اور جنت میں عورتوں کی سردار ہوں گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے توقف کے قول کو اختیار کیا ہے البتہ بعض دوسرے حضرات نے ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جز پر میں کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ لیکن اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مطلق فضیلت ثابت نہیں ہوتی ورنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام بیٹیوں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جو اکثر علماء سے منقول ہے وہ بھی بعض جہات سے مثلاً علم کے اعتبار سے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت کے اعتبار سے ہے۔

حاصل یہ کہ دونوں کے فضائل کی جہات مختلف ہیں لہٰذا دونوں کی افضلیت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

لما فی المرقاة (۳۲/۱۱): وقد اختلفوا فی التفضیل بین عائشة وخدیجة وفاطمة قال الاکمل روی عن ابی حنیفة ان عائشة بعد خدیجة افضل نساء العالمین۔اقول فهذا یحتمل تساوی خدیجة وعائشة تکون الاولی من العرفاء السوابق والثانیة من الفضلاء اللواحق۔ وقال الحافظ بن حجر فاطمة افضل من خدیجة وعائشة بالاجماع ثم خدیجة ثم عائشة وقال السیوطی فی النقایة وشرحها ونعتقد ان افضل النساء مریم وفاطمة ۔روی الترمذی وصححه ''حسبك من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمدﷺ وآسیة امراة فرعون ''(الی ان قال)ثم قال السیوطی وافضل امهات المومنین خدیجة وعائشة قالﷺ''کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم وآسیة وخدیجة وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام وفی لفظ الا ثلاث''...وفی التفضیل بینهما اقوال ثالثها الوقف۔

وفی الدرا لمختار مع رد المحتار (۹۳/۳): شرف العلم فوق شرف النسب والمال (الی ان قال) ولذا قیل ان عائشة افضل من فاطمة رضی الله عنهاذکره القهستانی ۔

وفی الشامیة:ای تکون شرف العلم اقوی قیل ان عائشة افضل لکثرة علمها وظاهره انه لایقال ان فاطمة افضل من جهة النسب لان الکلام مسوق لبیان ان شرف العلم اقوی من شرف النسب لکن قد یقال باخراج فاطمة رضی الله عنها من ذلك لتحقق البضعیة فیها بلا واسطة ولذ ا قال الامام مالك انها بضعة منهﷺ ولاافضل علی بضعه منه احداً۔ولایلزم من هذا لاطلاق انها افضل والا لزم تفضیل سائر بناتهﷺ علی عائشة بل علی الخلفاء الاربعة وهو خلاف الاجماع کما بسطه ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیة وحینئذ فما نقل عن اکثر العلماء من تفضیل عائشة محمول علی بعض الجهات کا لعلم وکونها فی الجنة مع النبیﷺ وفاطمة مع علی وقیل ان فاطمة افضل ویمکن ارجأعه الی الاول وقیل التوقف لتعارض الادلة ۔

Marfat.com

فصل فی الرؤیا

(خواب سے متعلق احکام)

(۳۶۳) اللہ عزوجل کی زیارت کی حقیقت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب میں خدا تعالی کو دیکھا ہے اور کئی مرتبہ دیکھ چکا ہوں کیا اس شخص کا یہ دعوی صحیح ہے اور اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھا جاسکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھنا یا دیکھنے کا دعوی کرنا صحیح ہے اور اسلاف سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے بارہا دفعہ اللہ تعالی کی زیارت کی البتہ یہ زیارت آنکھوں سے نہیں ہوتی بلکہ قلبی طور پر ایک نوع کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے کہ دنیا میں اس آنکھ سے اللہ تعالی کو نہیں دیکھا جاسکتا۔

لمافی النبراس (ص۲۶۰): اختلف الصحابة فی ان النبی ﷺ هل رأى ربه ليلة المعراج ام لا ...... واماالرؤية فی المنام فقد حكيت عن كثير من السلف فعن الامام الاعظم انه رأى مائة مرة وقال محمد بن سيرين التابعی امام المعبرين من رأى الله فی منامه دخل الجنة ...... ولاخفاء فی انها نوع مشاهدة بالقلب دون العين۔

وفی البزازية علی هامش الهندية (۳۵۶/۶): رؤيته سبحانه وتعالی فی المنام جوزه ركن الاسلام وكثير من المتصوفة واكثر مشايخ سمرقند ومحققة مشايخ بخارا۔

Marfat.com

(۳۶۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک عام آدمی ہوں، کسی مدرسے کا فارغ نہیں ہوں۔ البتہ مجھے عربی سے کافی شغف ہے جس کی وجہ سے میں کافی حد تک عربی پڑھ لیتا ہوں اور قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ ترجمہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی جبکہ میں اس کی نفی کرتا ہوں۔ آپ صحیح بات سے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت نصیب ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی اختلاف رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تھی یا نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک زیارت ہوئی تھی جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے نزدیک زیارت نہیں ہوئی تھی اور زیادہ راجح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیارت ہوئی تھی۔

لقولہ تعالی (النجم:۱۸): لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى

وفی روح المعانی (۵۳/۲۷): والظاهر ان ابن عباس لم يقل بالرؤية الاعن سماع وقد اخرج عنه احمد انه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربي...... وجمع بعضهم بين قولى ابن عباس وعائشة بان قول عائشة محمول على نفى رؤيته تعالى فى نوره الذى هونوره المنعوت بانه لايقوم له البصروقول ابن عباس محمول على ثبوت رؤيته تعالى فى نوره الذى لايذهب بالابصار .... ثم ان القائلين بالرؤية اختلفوا فمنهم من قال انه عليه السلام رأى ربه سبحانه بعينه وروى ذلك عن ابن مردوية عن ابن عباس وهو مروى ايضا عن ابن مسعود وابي هريرة واحمد بن حنبل ومنهم من قال رآه عزوجل بقلبه وروى ذلك عن ابي ذر ......ومنهم من ذهب الى ان احد الرؤيتين كانت بالعين والاخرى بالفواد وهى رواية عن ابن عباس۔

وفی الجامع لاحكام القرآن للقرطبی (۵۶/۴): وعن ابن عباس انه رآه بعينه ......قال ابن عباس ان الخلة تكون لابراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد صلى الله عليه وسلم وعليهم اجمعين ......وحكى عبدالرزاق ان الحسن كان يحلف بالله لقد رأى محمد ربه ......عن احمد بن حنبل انه قال انا اقول بحديث ابن عباس بعينه رآه رآه حتى انقطع نفسه يعنى نفس احمد۔

Marfat.com

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۹۷/۱): قال الامام النووی بعد بحث نفیس ...... فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول الله ﷺ رأی ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره مماتقدم واثبات هذا لایاخذ ونه الا بالسماع من رسول الله ﷺ هذا مما لاینبغی ان یشك فیه۔

(۳۶۵) زیارت باری تعالیٰ عورتوں کو بھی ہوگی

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب قیامت کے دن سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو رب تعالیٰ کی زیارت صرف مردوں کو ہوگی یا عورتوں کو بھی ہوگی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ زیارت مردوں اور عورتوں دونوں کو ہوگی کیونکہ تمام نصوص مرد وعورت کے لئے عام ہوتے ہیں سوائے ان خاص مقامات کے جہاں کسی ایک کے بارے میں صراحت یا خاص قرینہ پایا جائے۔

لما فی قوله تعالیٰ (الاحزاب: ۳۵): إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا۔

وفی روح المعانی (۲۲/۲۱): اخرج احمد والنسائی وغیرهما عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قلت للنبی ﷺ مالنا لانذکر فی القرآن کمایذکر الرجال؟فلم یرعی منه ﷺ ذات یوم نداءه علی المنبر وهو یقول ان المسلمین والمسلمات ... وانماارتکب ههنا للدلالة علی ان مدار اعداد مااعدلهم جمعهم بین هذه النعوت الجمیلة۔

ولقوله تعالیٰ (القیامة: ۲۲،۲۳): وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔

وفی المشکوة (ص۵۰۱): عن ابی رزین العقیلی رضی الله عنه قال قلت یارسول الله اکلنا یری ربه مخلیا به یوم القیامة قال بلی قلت ومآیة ذلك قال یاابارزین ألیس کلکم یری القمر لیلة البدر مخلیا به قال بلی قال فانما هو خلق من خلق الله والله اجل واعظم۔

Marfat.com

(۳۶۶) دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت دنیا میں ممکن نہیں نہ تو خواب میں اور نہ حالتِ بیداری میں بلکہ اللہ تعالی کی زیارت صرف آخرت میں مومنین کونصیب ہوگی کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کے نصوص کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کا نظریہ درست نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دنیا میں خواب میں زیارت بلاشبہ ممکن ہے اور بکثرت اسلافِ امت کو یہ زیارت ہوئی ہے البتہ بیداری میں زیارت ممکن ضرور ہے لیکن "لن ترانی" (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ فرمانا کہ تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ممکن ہونے کے باوجود متعذر ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۱۳۵): ورؤیة الله تعالی بالبصر جائزة فی العقل بمعنی ان العقل اذا خلی ونفسه لم یحکم بامتناع رؤیته مالم یقم له برهان علی ذلك مع ان الاصل عدمه وهذا القدر ضروری فمن ادعی الامتناع فعلیه البیان وقد استدل اهل الحق علی امکان الرؤیة بوجهین عقلی وسمعی ...... واما الرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف۔

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۲۳): اجماع الائمة من اهل السنة والجماعة علی ان رؤیته تعالی بعین البصر جائزة فی الدنیا والآخرة عقلا ......واختلفوا فی جوازها فی الدنیا شرعا فاثبتها اکثرون ونفاها آخرون ...... ومنها رویة الله سبحانه وتعالی فی المنام ، فالاکثرون علی جوازها من غیر کیفیة وجهة وهیئة۔

(۳۶۷) سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کسی کافر کو ہوسکتی ہے یا نہیں؟

Marfat.com

اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالات میں دیکھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں کافر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوسکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲۱/۱): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تسموا باسمی ولاتکنوا بکنیتی ومن رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لایتمثل فی صورتی۔

وفی عمدة القاری تحت هذه الروایة (۱۰۰/۲): ان رآه حسن الهیئة حسن الاقوال والافعال مقبلا علی الرائی کان خیراله وان رآه علی خلاف ذلک کان شراله ولایلحق النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک شئ۔

وفی فیض الباری (۲۰۶/۱): والحاصل ان رؤیا ہ صلی اللہ علیہ وسلم قد تکون کرامة من الله تعالی وهو بشری المومن حقیقة وقد تکون علی طور تحدیث النفس فهذا ایضا نوع اشارة وان کانت ضعیفة ولذا یشترك فیها الصالح والطالح۔

وفی الحاوی للفتاوی (۲۵۸/۲): ورؤیة الانبیاء والملائکة وسماع کلامهم ممکن للمؤمن کرامة وللکافر عقوبة۔

(۳۶۸) بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفیاء سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حالت بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں اس طرح متقدمین صوفیاء سے منقول ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ممکن ہے لہٰذا جن حضرات سے ایسا منقول ہے صحیح ہے۔

لمافی الحاوی للفتاوی (۲۵۵/۲): اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فیرانی فی الیقظة ولایتمثل الشیطان بی ...... قال العلماء اختلفوا فی معنی قوله فیرانی فی الیقظة فقیل معناه فیرانی فی القیامة وتعقب بانه لافائدة فی هذا

Marfat.com

التخصيص لان كل امته يرونه يوم القيامة من رآه منهم ومن لم يره وقيل المراد من امن به فی حياته ولم يره لكونه حينئذ غائبا عنه فيكون مبشرا له انه لابد ان يراه فی اليقظة قبل موته۔ وقال قوم هو على ظاهره فمن راه فی النوم فلابد ان يراه فی اليقظة۔

وفيه ايضاً (ص۲۵۸): ورؤية الانبياء والملائكة وسماع كلامهم ممكن للمومن كرامة وللكافر عقوبة .... قال ابن الحاج فی المدخل روية النبی ﷺ فی اليقظة باب ضيق وقل من يقع له ذلك الامن كان على صفة عزيز وجودها فی هذا الزمان بل عدمت غالبا مع انا لاننكر من يقع له هذا من الاكابر الذين حفظهم الله فی ظواهرهم وبواطنهم۔

وايضاً فيه (ص۲۵۹): قال الشيخ عبدالقادر الكيلانی رأيت رسول الله ﷺ قبل الظهر .... وذكر القصة۔

وفی (ص۲۶۰): وحكی عن بعض الاولياء انه حضر مجلس فقيه فروی ذلك الفقيه حديثا فقال له الولی هذا الحديث باطل فقال الفقيه: ومن اين لك هذا؟ فقال هذا النبی ﷺ واقف على رأسك ويقول انی لم اقل هذا الحديث وكشف للفقيه فرآه۔ والله اعلم بالصواب

(۳۶۹) بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیوبندی عالم نے تقریر کے دوران یہ کلمات کہے کہ ”بعض خوش نصیب بندے ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے“ کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح کا جملہ کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی بیداری کی حالت میں زیارت ممکن ہے اگرچہ ہمارے اس دور میں ایسے اللہ والے خال خال ہی ہیں لیکن یہ کوئی بعید اور ناممکن بات نہیں کہ قادر مطلق ذات کرامت کے طور پر کسی کو اس طرح زیارت نصیب فرمائیں اور واقعی یہ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ اور زیارت سے مراد رؤیت بصری (ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) ہی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

Marfat.com

(۳۷۰) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے'' یہ صرف مؤمنین کے لئے ہے یا کافر کا خواب بھی ایسا ہے۔ یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں صرف مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کافر بھی خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

لمافی السنن للترمذی (۵۳/۲): عن عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رؤیا المومن جزء من ستة واربعین جزء من النبوة۔

(۳۷۱) خواب کی حقیقت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کے اعتبار سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی۔ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے یعنی جس طرح نبوت سچی ہوتی ہے اسی طرح مومن کا خواب بھی سچا ہوتا ہے البتہ خواب کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول: انسانی خیالات، انسان دن بھر جو سوچتا ہے وہی رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔

دوم: شیطانی توہمات، کہ شیطان اس کے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے جنہیں وہ خواب کی شکل میں دیکھتا ہے۔

خواب کی یہ دونوں قسمیں حقیقت میں خواب نہیں بلکہ محض توہمات ہیں۔

سوم: اللہ تعالی کی طرف سے الہامات جو حقیقی خواب ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۴): عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقترب الزمان لم یکد

Marfat.com

یکذب رؤیا المؤمن ورؤیا المؤمن جز من ستة واربعین جزء من النبوة وماکان من النبوة لایکذب قال محمد بن سیرین واناقول الرؤیا ثلاث حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من الله۔

(۳۷۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احتلام ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۱۴۰): عن علقمة والاسود ان رجلا نزل بعائشة فاصبح یغسل ثوبه فقالت عائشة انماکان یجزئك ان رأیته ان تغسل مکانه فان لم تره نضحت حوله لقد رأیتنی افرکه من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم فرکا فیصلی فیه۔

وفی شرح النووی تحت هذه الروایة: وتعلق المحتجون بهذا الحدیث بان قالوا الاحتلام مستحیل فی حق النبی صلی الله علیه وسلم لانه من تلاعب الشیطان بالنائم فلایکون المنی الذی علی ثوبه صلی الله علیه وسلم الامن الجماع ......جواب بعضهم انه یمتنع استحالة الاحتلام منه صلی الله علیه وسلم وکونها من تلاعب الشیطان بل الاحتلام منه جائز صلی الله علیه وسلم ولیس هو من تلاعب الشیطان بل هو فیض زیادة المنی یخرج فی وقت۔

وفی رد المحتار (۱/۳۱۳): وقد یؤید ماصححه فی الخانیة بماصح عن عائشة رضی الله عنها کنت احك المنی من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یصلی ولاخفا انه کان من جماع لان الانبیاء لاتحتلم۔

(۳۷۳) روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

Marfat.com

(۱) مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ (۲) مکہ کی طرح مدینہ بھی حرم محترم ہے یا نہیں؟ (۳) آپ ﷺ کے ساتھ لگی ہوئی مٹی افضل ہے یا عرش خداوندی؟ (۴) قبر شریف کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت؟ نیز عورتیں بھی زیارت کر سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں (۱)۔ مکہ مکرمہ افضل ہے البتہ روضہ قدس جہاں آپ ﷺ مدفون ہیں اور آپ ﷺ کا جسدِ اطہر اس مٹی سے لگا ہوا ہے وہ جگہ مکہ مکرمہ ہی نہیں بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان وہیں دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی سے اسے تخلیق کیا گیا ہو لہٰذا وہ مٹی گویا آپ ﷺ کا جزء ہے اور آپ کا ہر جزء تمام مخلوق سے افضل ہے لہٰذا وہ جگہ مکہ مکرمہ سے افضل ہوگی۔

(۲)۔ مکہ مکرمہ حرم محترم ہے اس کی گھاس کو نہیں کاٹا جا سکتا اس میں کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا الغرض مختلف خاص احکامات ہیں جو مکہ مکرمہ کے حرم محترم سے متعلق ہیں مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح تو حرم محترم نہیں البتہ مدینہ کی حرمت اپنی جگہ ہے۔

(۳)۔ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے لگی ہوئی مٹی عرش و کرسی سے افضل ہے۔

(۴)۔ روضہ اطہر کی زیارت مستحب ہے نیز عورتیں بھی زیارت کیلئے جا سکتی ہیں۔

لما فی الدر المختار (۶۲۶/۲): لا حرم للمدینة عندنا ومکة افضل منها علی الراجح الا ماضم اعضاءه علیه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتی من الکعبة والعرش والکرسی وزیارة قبره مندوبة بل قیل واجبة لمن له سعة۔

وفی الطحطاوی (۵۶۱/۱): اعلم انه لیس للمدینة حرم عندنا۔

وفی ردالمحتار (۶۲۶/۲): (قوله الا) قال فی اللباب: والخلاف فیما عدا موضع القبر المقدس. فما ضم اعضاءه الشریفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع .... فی شرح اللباب: وهل تستحب زیارة قبره ﷺ للنساء الصحیح نعم بلا کراهة بشروطها علی ما صرح به بعض العلماء۔

Marfat.com

کتاب ما یتعلق بالتصوف والسلوك

(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

(۳۷۴) کیا عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات فرماتے ہیں عشق حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ عشق مجازی ہے کیونکہ اس میں دل نرم ہوجاتا ہے اور جب دل نرم ہوجائے تو اس میں اللہ کا عشق جلد نفوذ کرجاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح نہیں تو ایسے کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

ایسے اشخاص فاسق اور اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ گناہ نیکی کا ذریعہ بن جائے نیز عشق مجازی خواتین اور امرد لڑکوں کے چہروں کی طرف شہوت کے طور پر لطف اندوز ہونے کا ایک بہانہ ہے۔ جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں جبکہ عشق مجازی میں مبتلا شخص یقینی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوگا تو کیونکر عشق مجازی جائز ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نام نہاد صوفیوں سے محفوظ رکھے۔

لمافی الهندية (۳۳۰/۵): والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لايحل النظر اليه عن شهوة۔

وفی الشامية (۳۶۵/۶): قال فی الهندية والغلام اذا بلغ ...... قال السلف :اللوطيون اصناف :صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون وفيه اشارة الى انه لوعلم منه الشهوة اوظن اوشك حرم النظر۔

Marfat.com

(۳۷۵) غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں غائبانہ بیعت کی کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یانہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں غائبانہ بیعت جائز ہے۔

لقولہ تعالی (الفتح:۱۰): إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

وفی روح المعانی (۲۶/۱۰۷): وصح انہ ﷺ ضرب بیدہ الیمنی علی یدہ الاخری وقال ھذہ بیعة عثمان ولما سمع المشرکون بالبیعة خافوا وبعثوا عثمان۔

وفی تفسیر ابن کثیر (۴/۱۶۸): عن انس بن مالک ﷺ قال: لما أمر رسول الله ﷺ ببیعة الرضوان کان عثمان بن عفان ﷺ رسول رسول الله ﷺ الی اھل مکة فبایع الناس فقال رسول الله ﷺ اللھم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری۔

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۲۷۶): وھی بیعة الرضوان تحت الشجرة التی اخبرالله تعالی انہ رضی عن المبایعین لرسول الله ﷺ تحتھا ...... وضرب رسول الله ﷺ بیمینہ علی شمالہ لعثمان فھو کمن شھدھا۔

(۳۷۶) قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات بزرگوں کی قبر پر بیٹھ کر سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور آنکھیں بند کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا سینہ کھلتا ہے اور بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کوئی اصل موجود ہے یانہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوهاب

مذکورہ ہیئت کے ساتھ سورۃ الم نشرح پڑھ کر بزرگوں کی قبر سے فیض حاصل کرنے کی کوئی اصل مستند کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ فی نفسہ اولیاء اللہ کی قبور سے فیوضات کا حاصل ہونا ممکن ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول بھی ہے چنانچہ اگر صاحب قبر کے بارے میں شرکیہ عقائد نہ ہوں (مثلاً تمام چیزوں کا جاننے والا اور مختار کل ہونا وغیرہ) اور کسی کے تجربہ سے ایسی ہیئت اختیار کرنے سے فیض حاصل بھی ہوتا ہو تو ان حضرات کیلئے یہ صورت اختیار کرنا جائز ہے، لیکن عام آدمیوں کیلئے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ عقائد خراب نہ ہوں۔ لیکن اگر صاحب قبر کے بارے میں عالم الغیب اور مختارِ کل ہونے یا مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ یا اسی طرح دیگر شرکیہ عقائد ہوں تو اس طرح فیض حاصل کرنا ناجائز و حرام ہوگا۔

لمافی روح المعانی(۲۱۲/۱۰): "بسم الله الرحمن الرحیم ○الم نشرح لك صدرك" الشرح فی الاصل الفسح والتوسعة وشاع استعماله فی الایضاح ومنه شرح الکتاب اذا أوضحه لما ان فسح الشئ وبسطه مستلزم لاظهار باطنه وما خفی منه وکذا شاع فی سرور النفس حتی لو قیل انه حقیقة عرفیة فیه لم یبعد... وکذا اذا تعلق بالصدر الذی هو محل القلب وربما یؤذن ذلك بسعة القلب۔

وفیه ایضاً(۱۲۴/۲):یایها الذین امنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیلة الآیة واستدل بعض الناس بهذه الآیة علی مشروعیة الاستغاثة بالصالحین وجعلهم وسیلة بین الله تعالیٰ وبین العباد والقسم علی الله بهم بان یقال: اللهم انا نقسم علیك بفلان ان تعطینا کذا. ومنهم من یقول للغائب او المیت من عباد الله تعالیٰ الصالحین: یا فلان ادع الله تعالیٰ لیرزقنی کذا وکذا. ویزعمون ان ذلك من باب ابتغاء الوسیلة ویروون عن النبی ﷺ انه قال اذا اعیتکم الامور فعلیکم باهل القبور أو فاستغیثوا باهل القبور وکل ذلك بعید عن الحق بمراحل۔

وفی الشامیة(۵۵/۱): فقد نقل العلماء ثناء الائمة الثلاثة علی ابی حنیفة وتأدبهم معه ولا سیما الامام الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه ...... ومما روی من تأدبه معه انه قال: انی لاتبرك بابی حنیفة وأجی الی قبره، فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت الله تعالیٰ عند قبره فتقضی سریعاً۔

وفی امداد الفتاویٰ(۳۶۹/۵): طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵، میں تحریر فرماتے ہیں، استعانت استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد کردہ الخ استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر

Marfat.com

اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے، اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں، پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کیلئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکرے سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے۔

(۳۷۷) سلاسل اربعہ کی حقیقت وشرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تصوف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا تصوف میں قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی اور ابو العالیہ وغیرہ سلسلے ثابت ہیں۔ اگر ثابت ہیں تو ان سب کی حقیقت کیا ہے اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جو آج کل مروج ہے اسی طرح عرس اور میلے وغیرہ یہ سب سلسلہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ آیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

تصوف کہا جاتا ہے تزکیہ نفس کو جو متعدد نصوص سے ثابت ہے اور تصوف کے سارے سلسلے ثابت ہیں البتہ مشہور صرف چار ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف طبائع کے لحاظ سے رذائل کو دور کرنے کے مختلف طریقے اور شرعی لحاظ سے روحانی علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مختلف مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ ان سب طرق وسلاسل کا مقصود ایک ہے۔

نیز آج کل مروجہ قوالی اور عرس وغیرہ کسی بھی سلسلے میں داخل نہیں بلکہ یہ ناجائز امور ہیں جن کی نسبت ان سلاسل میں سے کسی کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لما في قوله تعالى (آل عمران:١٦٤): لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

Marfat.com

ضَلَالٍ مُبِيْنٍ

(الممتحنہ :١٢) :يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَه بَيْنَ أَيْدِيْهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(التوبہ : ١١٩): يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

وفی احکام القرآن للتھانوی (٥/٥٥): اعلم ان الله تعالى اجرى سنة ان يضبط الامور الخفية المضمرة فی النفوس بافعال واقوال ظاهرة ينصبها مقامه كما ان التصديق بالله ورسوله واليوم الآخر خفی فاقيم الاقرار مقامه ...... فكذلك التوبة والعزيمة على ترك المعاصی والتمسك بحبل التقوى خفی فاقيمت البيعة مقامه۔

وفيه ايضاً (٥/٥٨): ولا بأس ان يلقنه فيقول : اخترت الطريقة النقشبندية اوالقادرية اوالجشتية ......اوالشيخ محی الدين عبدالقادر جيلانی اوالشيخ محی الدين السنجری۔

(٣٧٨) تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوفیاء کرام جومختلف مدارج بیان کرتے ہیں کہ یہ پاس انفاس ہے،نظر برقدم، ہوش دردم،وقوف زمانی،وقوف عددی،وقوف قلبی،مراقبات کے مختلف مدارج ان سب کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن وحدیث یا خیرالقرون سے اس کی کوئی دلیل یا نظیر پیش کی جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مراقبات ومدارج کے مطلق وجود پر بے شمار نصوص دلالت کرتے ہیں البتہ اس اطلاق سے ہٹ کر مختلف اعتبار سے تقسیم اوران کے نام صوفیاء کرام اپنے مزاج کے مطابق تجویز کرتے ہیں۔

لمافی فیض الباری (١/١٥٠): واعلم ان لفظ احسان شامل لجميع انواع البر من الاذكار والاشتغال وغيرها والاذكار يقال لاوراد مسنونة وماذكره المشائخ من الضربات والكيفيات يقال لها الاشتغال۔

وفی فتاوى الحديثية (ص٧٠): وورد فی احاديث مايبين فی فضل التفكر والمراد به فمن ذلك من

Marfat.com

عبادة حديث ابي الشيخ فى العظمة ففكر ساعة خير من عبادة ستين سنة وحديثه ايضا فتفكروا فى كل شئ ولاتفكروا فى ذات الله الخ...... تفكروا فى الخلق الخ تفكروا فى آلاء الله الخ... وقد بين الله تعالى انه لايصلح للتفكر فى خلق السموات والارض الااولوالالباب والعقول۔

(۳۷۹) بیعت پر ایک شبہ کا جواب

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر علماء ومشائخ بیعت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اسی طرح ہمارے اسلاف کی کتابیں بیعت کی اہمیت اور متعلقہ امور سے بھری ہوئی ہیں جن میں اس بات کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے کسی کو شیخ بنایا جائے۔ حالانکہ صاحب خلاصۃ نے ج ۴/ص ۳۷۸ پر لکھا ہے کہ "ومن اتخذ شیخا للهداية فهو ضال لان الهادى هو الله تعالى" (اور جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کا دامن تھامے وہ گمراہ ہے کیونکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔ اب دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

علماء ومشائخ میں مروجہ بیعت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس طرح آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جہاد وغیرہ پر بیعت لی اسی طرح گناہوں کے ترک کرنے اور تزکیہ کے دوسرے امور پر بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیعت ثابت ہے۔

صاحب خلاصۃ کے مندرجہ بالاقول کا مطلب یہ ہے کہ "جو شخص ہدایت کو بالذات شیخ کی طرف منسوب کرے وہ گمراہ ہے"۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب خلاصۃ نے اس جملے کے بعد بطور استشہاد یہ آیت مبارکہ بھی پیش کی ہے کہ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانا ہے ہدایت دینا نہیں ہے بلکہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی طرح شیخ تزکیہ اور باطنی علوم کے لئے واسطہ ہے۔ ہدایت وہ نہیں دے سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ آگے صاحب خلاصۃ نے خود مجاہدے کو ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے گویا ظاہری سبب اور واسطہ یہ ہے۔

حاصل یہ کہ صاحب خلاصۃ کی عبارت سے علماء ومشائخ کی مروجہ بیعت پر اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ صاحب خلاصہ نے صرف ایک غلطی پر تنبیہ کی ہے۔

لمافى خلاصة الفتاوى (۳۷۸/۴): قال ﷺ ومن اتخذ شيخا للهداية فهو ضال لان الهادى هو الله تعالى لقوله تعالى إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ الآية والاتخاذ للارشاد

Marfat.com

ممنوع لعدم ورود الشرع واما علم المکاشفة فلایحصل بالتعلیم والتعلم وانما یحصل بالمجاهدة التی جعلها الله مقدمة للهدایة۔

(۳۸۰) قطب اور غوث کا وجود

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ دنیا میں قطب ہوتا ہے یا غوث ہوتا ہے، کیا شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قطب اور غوث کے وجود پر کئی احادیث دال ہیں اگر چہ ان پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ قابل اعتبار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ امت نے ان روایات کو قبول کیا ہے جو ان کے ثبوت کی مستقل اور قوی دلیل ہے۔

لما فی مسند احمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله ...... حدثنی شریح یعنی ابن عبید قال: ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب ﷺ وهو بالعراق فقالوا: العنهم یاامیرالمؤمنین قال لا انی سمعت رسول الله ﷺ یقول الابدال یکونون بالشام، وهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا، لیسقی بهم الغیث، وینتصر بهم علی الاعداء، ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

وفیه ایضا (۶/۴۴۰): حدثنا عبدالله ... عن عبادة بن صامت عن النبی ﷺ انه قال الابدال فی هذه الامة ثلاثون مثل ابراهیم خلیل الرحمن عزوجل کلما مات رجل ابدل الله تبارک وتعالی مکانه رجلا۔

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۳۲۲): وسئل مانفع الله به: ماعدة رجال الغیب وما الدلیل علی وجودهم فاجاب بقوله: رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفتهم اکثر الناس لهم، رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء ...... والابدال وهم سبعة علی الاصح وقیل ثلاثون ...... وسیأتی حدیث انهم اربعون وحدیث انهم ثلاثون وکل منهم یعکر علی قوله الاصح انهم سبعة۔

Marfat.com

(۳۸۱) ابدال کا وجود اور ان کا تصرف

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ابدال کا اس کائنات میں کہیں وجود ہے اور وہ اللہ تعالی کی عطاء سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ نیز کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی وقت سارے ابدال اس دنیا سے ختم ہوجائیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کائنات میں ابدال کا وجود پایا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب کائنات ان کے وجود سے خالی ہو یہ حضرات کائنات میں تصرف نہیں کرتے بلکہ ان کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہے۔

لمافی مسنداحمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبداللہ ......قال ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب ﷛ وهو بالعراق فقالوا: العنهم یاامیرالمؤمنین، قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الابدال یکونون بالشام، وهم اربعون رجلا کلمامات رجل ابدل اللہ مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

(۳۸۲) ”حرم شریف میں ساری نمازیں پڑھتا ہوں“ کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کل بروز اتوار عجیب واقعہ ہوا ہم نے اپنے دوست عرفان بدیوانی صاحب سے کہا کہ چلو مسجد میں نماز پڑھنے چلیں، تو انہوں نے کہا آپ لوگ نہیں جانتے میں تو حرم شریف میں ساری نمازیں پڑھتا ہوں۔ مفتی صاحب میں تو چکرا گیا کہ یہ کیا بول رہا ہے؟ لیکن میں نے انہیں کچھ نہ کہا اور نماز پڑھنے آگیا۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کوئی شخص ہوش وحواس میں ایسی بات کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ نماز کا انکار نہیں؟ کفر ہے یا فسق؟ تفصیل سے تحریر فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شریعت ظاہر کی مکلف ہے اور ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتی ہے دور نبوی میں منافقین بھی نماز پڑھنے مسجد میں آتے تھے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کے دوست کا نماز پڑھنے کی دعوت کے جواب میں یہ کہنا کہ ” آپ لوگ نہیں جانتے میں تو حرم شریف میں ساری

Marfat.com

نمازیں پڑھتا ہوں" اپنی ترکِ نماز کی عادت پر من گھڑت دلیل اور جھوٹ ہے، جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں اور اس طرح جھوٹ کہنے کی وجہ سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے لہٰذا اس کو اس طرح کہنے پر توبہ واستغفار کرنی چاہیئے۔ نیز بزرگوں سے جو حرمین میں نماز پڑھنا منقول ہے اوّلاً تو وہ کسی کو یہ بتاتے نہ تھے ثانیاً نمازوں کے اوقات میں ظاہر کے مطابق وہ حضرات نمازیں اپنی مساجد وغیرہ میں ادا کرتے تھے لہٰذا اس شخص کو اس لغویات سے توبہ کرنی چاہیئے اور نمازوں کی ادائیگی کیلئے مسجد جانا چاہیئے۔

لمافی المشکوۃ کتاب الصلوۃ الفصل الاول (۱/۵۸) (ط:قدیمی): عن جابر قال قال رسول الله ﷺ بین العبد وبین الکفر ترك الصلوۃ (رواہ مسلم)

وفی الهندیة (۲/۲۶۸): وقول الرجل لا اصلی یحتمل اربعة اوجه احدها لا اصلی لانی صلیت:

والثانی: لا اصلی بامرك فقد امرنی بها من هو خیر منك، والثالث: لا اصلی فسقا مجانة فهذه الثلاثة لیست بکفر،

والرابع لا اصلی اذ لیس یجب علی الصلاة ولم اومر بها یکفر، ولو أطلق وقال لا أصلی لا یکفر لاحتمال هذه الوجوه۔

وفی الدرالمختار کتاب المرتدین(۴/۲۲۲): وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد،

(وتحته فی الشامیة): ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة ......

قلت ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به، وان لم یقصد الاستخفاف۔

(۳۸۳) ذکرِ قلبی کا ثبوت

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ذکرِ قلبی جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے شرعاً ثابت ہے ؟ بایں طور کہ ایک شخص زبان کو حرکت دیئے بغیر صرف دل ہی دل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

ذکرِ قلبی شرعاً ثابت ہے۔

لمافی احکام القرآن للتھانوی (۱/۹۱): ذکر القلب الذی هو الفکر فی دلائل الله تعالی وحججه، وآیاته، وبیناته وکلما ازددت فیهافکرا ازددت طمانیة وسکونا۔ وهذا هوافضل الذکر

Marfat.com

لان سائر الاذكار انما يصح ويثبت حكمها بثبوته۔

وفی المرقاة (۵/۶۴): عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة قال حلق الذكر۔

قال العلامة الملا علی القاری تحت هذه الرواية: قال النووی رحمه الله واعلم انه كما يستحب الذكر يستحب الجلوس فی حلق اهله وقد يكون بالقلب وقد يكون باللسان وافضل منهما ما كان بالقلب واللسان جميعا فان اقتصر علی احدهما فالقلب افضل۔

(۳۸۴) رجال الغیب کی حقیقت اور ان کی تعداد

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی اکثر رجال الغیب کا تذکرہ کرتے ہیں آپ ان کی حقیقت اور تعداد کے بارے میں بتلادیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

رجال الغیب سے ایسے حضرات مراد ہیں جو اللہ تعالی کے خاص مقربین میں شامل ہیں اور ان کے حالات پر اللہ تعالی عام لوگوں کو مطلع نہیں فرماتے لہٰذا ان کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی۔

لما فی الفتاوی الحديثية (ص۳۲۲): وسئل نفع الله به :ماعدة رجال الغيب وما الدليل على وجودهم؟ فاجاب بقوله :رجال الغيب سموا بذلك لعدم معرفة اكثر الناس لهم . رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة اركان الدنيا كدوران الفلك فی افق السماء، وقد ستر الله احواله عن الخاصة والعامة۔

Marfat.com

کتاب التوسل والتبرك

(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

رسالة

ذکر الفضیلة لأخذ الوسیلة

دعاؤں وغیرہ میں وسیلے کا ثبوت

قرآن وحدیث کی روشنی میں زندہ اور مردہ کے وسیلے کے اثبات سے متعلق مفصل ومدلل فتوی

(۳۸۵) وسیلہ کا شرعی حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے وسیلہ سے متعلق دریافت کرنا ہے۔ وسیلہ کا ثبوت کن نصوص سے ہے؟ کیا زندہ اور مردہ دونوں کا توسل نص سے ثابت ہے؟ یا مردہ کو زندہ پر قیاس کیا گیا ہے، آیات قرآنیہ "وَابْتَغُوْٓا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" اور يَسْتَفْتِحُوْنَ سے استدلال درست ہے؟ کیا کوئی ایسی حدیث ہے کہ کسی اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے دعا مانگی ہو۔ توسل بالاحیاء والاموات کی مدلل تشریح فرمادیں۔ نصوص قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ نیز آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حوالے درج فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱)۔ وسیلہ کا ثبوت مندرجہ ذیل نصوص سے ہے:

Marfat.com

(۱) عن امية بن خالد بن عبد الله بن السيد عن النبی ﷺ انه كان يستفتح بصعاليك المهاجرين (مشکوۃ ۴۴۷، باب فضل الفقراء قدیمی)

ترجمہ: حضرت امیہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فتح کی دعا کرتے تھے بتوسل فقراء مہاجرین کے۔

(۲) عن انس رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا فيسقوا۔

(مشکوۃ ۱۳۲، باب الاستسقاء قدیمی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعائے بارش کرتے اور کہتے کہ اے اللہ ہم اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے اور اب اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش عنایت کیجئے تو بارش ہو جاتی۔

(۳) عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال ابغونی فی ضعفائكم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائكم۔ (مشکوۃ ۴۴۷، باب فضل الفقراء قدیمی)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھ کو قیامت کے روز غرباء میں ڈھونڈنا کیونکہ تم کو رزق یا دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل سے میسر ہوتا ہے۔

(۲)۔ زندہ اور مردہ دونوں کا توسل نص سے ثابت ہے۔ زندہ کا توسل مندرجہ بالا نصوص سے ثابت ہے جبکہ مردہ کا توسل اس حدیث سے ثابت ہے۔

(۱) عن عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجة له، فكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فی حاجته، فلقی عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ ائت الميضاة، فتوضأ، ثم ائت المسجد، فصل فيه ركعتين ثم قال: اللهم انی اسالك واتوجه اليك بنبينا محمد ﷺ نبی الرحمة۔

(تكملة فتح الملهم ۵/۶۲۳۔ ذكره الهيثمی فی مجمع الزوائد ۲/۲۷۹)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت کے بارے میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے الجھ رہا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی جانب التفات نہیں فرماتے تھے اور اس کی حاجت کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتے تھے تو وہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور آپ سے شکایت کی تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ وضو کا برتن لاؤ اور وضو کرو پھر مسجد جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کرو کہ: اے اللہ میں آپ

Marfat.com

سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی الرحمہ ہیں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

(۳)۔آیات قرآنیہ "وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ "اور یَسْتَفْتِحُوْنَ" سے استدلال کرنا بعض لوگوں کے ہاں درست ہے۔

چنانچہ روح المعانی میں ہے:

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

واستدل بعض بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله وبين العباد (روح المعانی ۱۲۴/۵،دار الفکر)

ترجمہ:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو..........

بعض لوگوں نے اس آیت سے نیک بندوں کے توسل کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے اور ان کو اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ بنایا ہے۔

(۲) وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا ...نزلت فی قريظة و النضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه۔

(روح المعانی ۳۲۰/۱، سورة البقرة)

ترجمہ:وہ یہود پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر.......... یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اوس اور خزرج کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔

(۴)۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے دعا مانگنے پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث دلیل ہے۔جو جزء(۲) میں مذکور ہے۔

(۵)۔توسل بالاحیاء والاموات.......... کسی نیک بندے کے توسل سے اللہ سے دعا کرنا،اور اس طریقے کے مطابق زندوں اور مردوں دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور اس توسل کا حاصل یہ ہوگا کہ اے اللہ یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے محبوب ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب سے جس کو تعلق ہو اس پر رحمت ہوتی ہے اور ہم کو ان بزرگ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تعلق ہے اس لیے ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔تکملہ فتح الملہم میں اس توسل کو یوں بیان فرمایا ہے:

"ان يقصد ان للمتوسل به مرتبة مقبولة عند الله، وانی احبه، وبوسيلة حبی اياه استغيث الله تعالىٰ واستجلب رحمته فهذا معنى صحيح لا محظور فيه" (تكملة فتح الملهم ۶۲۴/۵، باب قصة اهل الغار، مكتبه دار العلوم کراچی)

ترجمہ:میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں اور اس کی پاکدامنی اور فضیلت کا معتقد ہوں اور اس وجہ سے بھی کہ وہ آپ کے

Marfat.com

ہاں محبوب ہے تو میرا اس کے ساتھ جو تعلق ہے میں اس تعلق کے وسیلے سے آپ سے مدد مانگتا ہوں اور آپ کی رحمت طلب کرتا ہوں۔ یہ صحیح بات ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

تو یہ درحقیقت کسی نیک بندے کے ساتھ اپنے تعلق اور محبت کے وسیلے سے رحمت الٰہی طلب کرنا ہے لہٰذا اس میں احیاء واموات کا کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”توسل دعا میں مقبولان حق کا خواہ وہ احیاء ہوں یا اموات درست ہے، قصہ استسقاء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توسل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور قصہ ضریر میں توسل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات بھی احادیث میں وارد ہے اس لیے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ ہاں اگر کہیں عوام کو ان کا غلو دیکھ کر بالکل بھی باز رکھا جائے تو یہ بھی درست ہے۔ مگر حق تعالیٰ پر اجابت کو ضرور سمجھنا یا ان بزرگوں سے سہارے کی امید رکھنا یا ان کے اسماء کو اسماء الٰہیہ کے برابر سمجھنا یہ زیادۃ علی الشرع ہے۔ فقط“

(امداد الفتاویٰ ۴/۳۷۲)

لمافی القرآن (المائدہ:۳۵): يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيلِه لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

وفی احکام القرآن (۱۵۹/٦)(سورة المائدة) دارالفکر: یا ایها الذین ...... فالاصل الطلب والوسیلة القربة التی ینبغی ان یطلب بها۔

وفی جامع الترمذی باب ۱۱۹ حدیث ۳۵۷۸،کتاب الدعوات: عن عثمان بن حنیف رضی الله عنه ان رجلا ضریر البصر، اتی النبی صلى الله عليه وسلم فقال: ادع الله ان یعافینی، قال ان شئت دعوت، وان شئت صبرت فهو خیرلك، قال: فادعه۔ قال: فامره ان یتوضا فیحسن وضوءه ویدعوا بهذا الدعاء: اللهم انی اسالك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه۔ الخ۔

وفی المهند علی المفند (۳۹) التوسل، کتب خانه مجیدیه ملتان: عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشهداء والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللهم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك۔

وفی نور الانوار (ص ۲۱٦) المصباح: ثم هذه الشرائع التی تلزمنا انما تلزمنا علی انها شریعة لرسولنا لا علی انها شرائع الانبیاء السابقة لانها اذا قصت فی کتابنا بلا انکار صارت جزءًا من دیننا۔

Marfat.com

(۳۸۶) توسل بالانبیاء والاولیاء کا ثبوت اور اس کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک دفعہ اپنے دوست کے ہاں ان کی مسجد میں نماز پڑھی اور نماز کے بعد دعا مانگی دعا میں انبیاء اور اولیاء کرام کے واسطے سے دعا کرنے لگا تو فارغ ہونے کے بعد میرے دوست نے مجھے کہا کہ اللہ پاک تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ میں شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں اور تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرتا ہوں تو دعا میں واسطے سے دعا کرنا مناسب نہیں اس کی بات سن کر مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آیا اور میں خاموش ہو گیا اب میں اس مسئلے میں کافی پریشان ہوں۔ برائے کرم آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں تاکہ مجھے اس پریشانی سے نجات مل جائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

وسیلہ کے معنی ہیں قرب حاصل کرنا، انبیاء اور اولیاء کرام کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کرتے ہوئے دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے یہ اس بات کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے بلکہ وسیلہ سے دعا مانگنے والا گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ میری تو کوئی حیثیت نہیں محض اپنے فضل سے اور ان نیک بندوں کے صدقے میری دعا قبول فرما۔

صورت مسئولہ میں آپ انبیاء اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ عقیدہ ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو یہ کام ہوگا اگر اللہ نہیں چاہیں گے تو نہیں ہوگا لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ انبیاء اور اولیاء کرام بھی کچھ تصرف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں تو پھر وسیلہ سے دعا مانگنا ناجائز، شرک ہوگا۔

لمافی الروض الازهر شرح الفقه الاکبر (ص۳۴۸): قلت اما التوسل ...... بالاعمال الصالحة او التوسل بالنبی ﷺ والصالحین فلا ینکره ابو حنیفة ولا احد من السلف المتقدمین لانه قال التوسل بالصالح هو التوسل بعمله الصالح والتوسل بالاعمال الصالحة ثابت فی البخاری۔

وفی رد المحتار (۶/۳۹۷): .... او یراد بالحق الحرمة والعظمة فیکون من باب الوسیلة وقد قال تعالیٰ وابتغوا الیه الوسیلة وقد عد من آداب الدعاء التوسل علی مافی الحصن ...... وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی الی ربه ولم ینکره احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیة۔

Marfat.com

(۳۸۷) توسل بالانبیاء والاولیاء

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توسل بالانبیاء والاولیاء جائز ہے یا نہیں؟ نیز توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

توسل بالاحیاء ہو یا بالاموات، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے اسکی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے بایں طور کہ "فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں" یا "فلاں نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی رحمت اور توفیق سے ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں"۔ اور چونکہ توسل برحمۃ اللہ کے جواز بلکہ ارجی للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لہٰذا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ نیز اسی اعتبار سے توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لما فی روح المعانی (۲۲۰/۱): "وكانو امن قبل يستفتحون على الذين كفروا" نزلت فی بنی قريظة والنضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله صلى الله عليه وسلم قبل مبعثه۔ قاله ابن عباس رضی الله عنهما وقتادة والمعنى يطلبون من الله تعالى أن ينصرهم به على المشركين . كما روى السدى انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا بين ايديهم على موضع ذكر النبى صلى الله عليه وسلم وقالوا اللهم انا نسألك بحق نبيك الذى وعدتنا ان تبعثه فى آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون۔

وفی الصحیح لمسلم (۳۵۳/۲): عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال. بينما ثلاثة نفر يتمشون أخذهم المطر فأووا إلى غار فى جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا أعمالا عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعل الله يفرجها عنكم. فقال أحدهم اللهم إنه كان لى والدان شيخان كبيران وامرأتى ولى صبية صغار أرعى عليهم فإذا أرحت عليهم حلبت فبدأت بوالدى فسقيتهما قبل بنى وأنه نأى بى ذات يوم الشجر فلم آت حتى أمسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت أحلب فجئت بالحلاب فقمت عند رءوسهما أكره أن أوقظهما من نومهما وأكره أن أسقى الصبية

Marfat.com

قبلهما والصبية يتضاغون عند قدمى فلم يزل ذلك دأبي ودأبهم حتى طلع الفجر فإن كنت تعلم أنى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة نرى منها السماء. ففرج الله منها فرجة فرأوا منها السماء. وقال الآخر اللهم إنه كانت لى ابنة عم أحببتها كأشد ما يحب الرجال النساء وطلبت إليها نفسها فأبت حتى آتيها بمائة دينار فتعبت حتى جمعت مائة دينار فجئتها بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبد الله اتق الله ولا تفتح الخاتم إلا بحقه. فقمت عنها فإن كنت تعلم أنى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة. ففرج لهم. وقال الآخر اللهم إنى كنت استأجرت أجيرا بفرق أرز فلما قضى عمله قال أعطنى حقى. فعرضت عليه فرقه فرغب عنه فلم أزل أزرعه حتى جمعت منه بقرا ورعاءها فجاءنى فقال اتق الله ولا تظلمنى حقى. قلت اذهب إلى تلك البقر ورعائها فخذها. فقال اتق الله ولا تستهزئ بى . فقلت إنى لا أستهزئ بك خذ ذلك البقر ورعاءها. فأخذه فذهب به فإن كنت تعلم أنى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا ما بقى ففرج الله ما بقى.

(۳۸۸) آپ علیہ السلام یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا

سوال……کیافرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی دعاءمیں وسیلہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مردوں کو وسیلہ بنانا صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ مطلقاً وسیلے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ جلد از جلد تسلی بخش جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

انبیاء وصلحاء کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے، چاہے وہ زندہ ہوں یا اس جہاں سے انتقال کر جائیں بشرطیکہ براہ راست ان سے دعا نہ مانگی جائے بلکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ وسیلہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتے یا وسیلہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ پر قبولیت لازمی ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وسیلہ کی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔

قال الله تعالى (المائده : ۳۵):يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَالخ

قال العلامة الآلوسى بعدبحث نفيس وتحقيق انيق:...وبعد هذا كله انا لا ارى بأسا فى التوسل الى الله تعالى بجاه النبى صلى الله عليه وسلم عند الله حيا وميتا......ان التوسل بجاه غير النبى صلى الله عليه وسلم لا بأس به ايضا ان كان المتوسل بجاهه مما علم ان له جاها عندالله تعالى كالمقطوع بصلاحه وولايته

Marfat.com

...... ان الناس قد اكثروا من دعاء غير الله تعالى من الاولياء والاحياء منهم والاموات وغيرهم مثل يا سيدى فلان اغثني وليس ذلك من التوسل المباح فى شئى۔

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۵۹/۶):يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ...... فالاصل الطلب والوسيلة القربة التى ينبغى ان يطلب بها۔

وفى سنن ابن ماجه (ص۹۹): عن عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ ان رجلا ضرير البصر اتى النبى صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع الله ان يعافينى فقال ان شئت اخرت لك و هو خير ......ويدعوا بهذا الدعاء اللهم اسألك واتوجه اليك بمحمد نبى الرحمة يا محمد انى قد توجهت بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى اللهم فشفعه فى قال ابو اسحق هذا حديث صحيح۔

(۳۸۹) خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کعبہ یا خانہ کعبہ کے غلاف اور دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے۔

لمافى الدر المختار مع ردالمحتار (۵۲۴/۲): وقبل العتبة تعظيما للكعبة ووضع صدره ووجهه على الملتزم وتثبت بالاستار ساعة كالمستشفع بها۔

وفى الشامية : (وقبل العتبة) اى ثم قبل العتبة المرتفعة عن الارض (وتثبت)اى تعلق كمايتعلق عبد ذليل بطرف ثوب لمولى جليل۔

(۳۹۰) کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس درخت کے

Marfat.com

نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے۔ کیا تبرک بآثار الصالحین ناجائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت نہیں بلکہ دوسرا درخت کٹوایا تھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دوسرے سال حج کے لئے جارہے تھے تو وہ اس درخت کو متعین نہ کر سکے کہ کون سا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے تھے کہ وہ درخت کون سا ہے کیونکہ تفسیر طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ جارہے تھے تو انہوں نے اس درخت کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے کہا کہ ''یہاں ہے''، اور بعض نے کہا کہ ''یہاں ہے''۔ اگر متعین ہوتا تو سوال کی ضرورت نہ تھی لہٰذا بیعت رضوان والا نہیں بلکہ کوئی اور درخت کٹوایا تھا۔

اگر مان لیا جائے کہ وہی درخت کٹوایا تھا تو اس کی وجہ تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے وہاں نماز پڑھنی شروع کردی تھی، اب اس بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور اسے مؤثر حقیقی سمجھنے لگیں، اس فتنے سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوا دیا۔

لمافی تفسیر الطبری (۲۶/۱۱۲): ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مر بذلك المكان بعد ان ذهبت الشجرة فقال این كانت فجعل بعضهم يقول هنا وبعضهم يقول هنا۔

وفی تفسیر روح البیان (جزء۲۶، المجلد۹/ص۳۴): یقول الفقير يمكن التوفيق بين الروايتين بانهم لما عميت عليهم ذهبوا يصلون تحت شجرة على ظن انها هى شجرة البيعة فامر عمر رضی اللہ عنہ بقطعها۔

وفی الصحیح للبخاری (۲/۵۹۹): فقال سعيد حدثنى ابى انه كان فيمن بايع رسول الله ﷺ تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسيناها فلم نقدر عليها فقال سعيد ان اصحاب محمد ﷺ لم يعلموها وعلمتموها فانتم اعلم۔

وفی عمدة القاری (۱۴/۲۲۳): قال النووی سبب خفائها ان لا يفتتن الناس بها لماجرى تحتها من الخير ونزول الرضوان والسكينة وغير ذلك فلو بقيت ظاهرة معلومة لخيف تعظيم الاعراب والجهال اياها وعبادتهم اياها وكان خفاءها رحمة من الله تعالى۔

Marfat.com

(۳۹۱) بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے وقت ''بحق جبرائیل یا بحق فلاں (مقصد نیک وصالح)'' کہنا کیسا ہے؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ پر کراہت ذکر کی گئی ہے اور بعض اسلاف مثلاً مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بحق بنی فاطمة کے الفاظ منقول ہیں۔ آپ حضرات دونوں باتوں میں تطبیق بیان فرمائیں نیز بعض حضرات کہتے ہیں اگر عوام کرے گی تو فساد عقیدے کا خطرہ ہے آپ یہ بھی بتائیں اس میں فساد عقیدے کا خطرہ کس طرح ہے؟ براہِ مہربانی مدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر اللہ کے نیک بندوں کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرما دے، مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے۔ نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اللہ کے نیک بندوں کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی اس کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

رہی یہ بات کہ ہماری فقہ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ: ویکرہ أن یقول فی دعائہ بحق فلان, أو بحق انبیائک ورسلک لأنہ لاحق للمخلوق علی الخالق۔ (ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ یا اللہ! بحق فلاں یا بحق اپنے نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمہ نہیں)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہو جائے گا تو یہ توسل جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، البتہ بحق فلاں سے مراد اس کریم ذات کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل واحسان ہے تو یہ بات جائز ہے یا بحق فلاں سے مراد حقیت انبیاء کے طفیل دعا قبول فرما تو یہ بھی جائز ہے، البتہ چونکہ عوام ان دونوں باتوں کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لئے ان جیسے الفاظ سے وسیلے کرنے کو مکروہ کہا ہے اور چونکہ عوام ''بحق فلاں'' سے عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے'' اور یہ ہی فساد عقیدہ ہے جبکہ اکابرین ان باتوں میں صحیح اور غلط کا فرق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے اس طرح کا توسل کرنا منقول ہے۔

لما فی القرآن الکریم (المائدہ:۳۵): يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

Marfat.com

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

وفی صحیح البخاری(١/١٣٧): عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله عنه فقال اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا صلى الله عليه وسلم فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فأسقنا قال فيسقون۔

وفی كنز العمال (١٧٩/٣): ابغونی فی ضعفائكم فإنما ترزقون و تنصرون بضعفائكم۔

وفی المهند علی المفند(ص٢٩۔٣٠): عندنا وعند مشايخنا يجوز التوسل فی الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين فی حيوتهم وبعد وفاتهم بأن يقول فی دعائه اللهم إنی اتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتی وتقضی حاجتی إلی غير ذلك كما صرح به شيخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المكی ثم بينه فی فتاواه شيخنا ومولانا رشيد احمد الجنجوهی رحمة الله عليهما وفی هذا الزمان شائعة مستفيضة بأيدی الناس۔

وفی الدرالمختار مع حاشيته(٦/٣٩٧): وكره قوله (بحق رسلك وأنبيائك وأوليائك) أوبحق البيت لأنه لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ ولو قال لآخر بحق الله أو بالله أن تفعل كذا لا يلزمه ذلك وإن كان الأولی فعله درر۔

(قوله: لأنه لاحق للخلق علی الخالق) قد يقال إنه لاحق لهم وجوباً علی الله تعالیٰ، لكن الله سبحانه وتعالیٰ جعل لهم حقا من فضله أو يراد بالحق الحرمة والعظمة، فيكون من باب الوسيلة... وفی اليعقوبية: يحتمل أن يكون الحق مصدرالاصفة مشبهة فالمعنی بحقية رسلك فلا منع فليتأمّل اهـ أی المعنی بكونهم حقا لا بكونهم مستحقين۔

قول: لكن هذه كلها احتمالات مخالفة لظاهر المتبادر من هذا اللفظ۔

(۳۹۲) موئے مبارک سے برکت کا حصول

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ہمارے بعض مکاتب فکر والے کسی خاص موقع پر یہ کرتے ہیں کہ کسی برتن میں بال رکھ کر اس میں پانی ملاتے رہتے ہیں اور لوگ اس تاثر سے پیتے رہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک ہے اور اس سے شفاء ہوگی۔ کیا لوگوں کا اس طرح اسے موئے مبارک سمجھ کر پانی پینا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس موئے مبارک کی ایسی سند موجود ہے جس کی بنا پر یہ یقین یا ظن غالب ہوجائے کہ واقعی یہ آپ کا موئے مبارک ہے تو پھر اس طرح پینا باعث خیر وبرکت اور ظاہر وباطنی امراض سے شفا کا سبب ہے لیکن اگر اس کی کوئی سند نہیں ہے یا ہے لیکن قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ آج کل یہی حال ہے تو پھر یہ تمام امور لا حاصل ہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۸۷۵): عن عثمان بن عبدالله بن موھب رضی الله عنه قال ارسلنی اھلی الی ام سلمة بقدح من ماء وقبض اسرائیل ...... فیه شعر من شعر النبی صلی الله علیه وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین اوشئ بعث الیھا مخضبة فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرا۔

(۳۹۳) ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ کا حکم

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اگر اس کی دلیل ہو تو وہ بھی بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ وسیلہ کی ہی ایک صورت ہیں لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر فساد عقیدہ کا خطرہ ہو تو پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا ناجائز ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے پر کراہت منقول ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائده : ۳۵): يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

وفی سنن ابن ماجة (ص۵۶): عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خرج من بیته الی الصلوة فقال اللھم انی اسألك بحق السائلین علیك واسألك بحق ممشای ھذا ...... الی آخر الحدیث۔

وعلی ھامشه: بحق السائلین اعلم انه لاحق لاحد فی الحقیقة علی الله تعالی ولایجب علیه شئ عند اھل السنة وانما ھو رأی المعتزلة الاان له معنیین احدھما اللزوم والثانی الالتزام فالاول کماقلنا والثانی تفضل منه واحسان حیث التزم لنا باعمالنا مالسنا اھلا لذا... ھوالجواد

Marfat.com

والمنعم يفضل على عباده بمايشاء۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۳۹۷/۶): وكره قوله بحق رسلك وانبيائك واوليائك او بحق البيت لانه لاحق للخلق على الخالق تعالى۔

وفی الشامية: وفی التاتارخانية وجاء فی الآثار مادل على الجواز۔

(۳۹۴) تبرکات سے برکت کا حصول

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۳۱/۱) : قال ابوموسی رضی اللہ عنہ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما۔

وفيه ايضاً (۳۸/۱): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم زمن الحديبية فذكر الحديث ...... وماتنخم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخامة الاوقعت فی كف رجل منهم فدلك بهاوجهه وجلده۔

وفی سنن ابی داؤد (۸۵/۲): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يعود عبدالله ......فلما مات اتاه ابنه فقال يانبی الله ان عبدالله ابن ابیّ قدمات فاعطنی قميصك اكفنه فيه فنزع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قميصه فاعطاه اياه۔

وفی المشكوة (ص۲۳۲): عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتى منىٰ فاتى الجمرة ......ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الايمن فحلقه ثم دعاابا طلحة الانصاری رضی اللہ عنہ فاعطاه اياه ثم ناول الشق الايسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة رضی اللہ عنہ فقال اقسمه بين الناس۔

Marfat.com

(۳۹۵) نعلین مبارک سے تبرک کا حصول

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں نعلین مبارک کا جو نقش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان نعلین سے تبرک کے حصول کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہمارے زمانے میں مروج نقش تو نعلین مبارک ہی کا ہے اور روایات وغیرہ سے نعلین مبارک کا نقش ایسا ہی معلوم ہوتا ہے البتہ اس نقش سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آثار صالحین سے جو تبرک ثابت ہے وہ اس طور پر ہے کہ انہوں نے اس شئی کو استعمال کیا ہو یا کم سے کم چھوا ہو چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی اشیاء کو تبرک کے حصول کے لئے باقی رکھا جبکہ ہمارے ہاں رائج نقش صرف ان نعلین کی صورت ہے جس سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔

لمافی الشمائل للترمذی (ص۶): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکھما۔ حدثنا احمد بن منیع...ثنا عیسی بن طھمان قال اخرج الینا انس بن مالک نعلین حرداوین لھما قبالان قال فحدثنی ...عن انس رضی اللہ عنہ انھما کانتا نعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳۹۶) وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان سے وسیلہ جائز ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ وسیلہ کے جواز وعدم جواز کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اللہ تعالی اولیاء کرام کو اس درجے کی حیات اخروی عطا کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا ادراک کرسکیں۔ اگر کوئی شخص قبر پر جا کر حاضر ہوتا ہے اور سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اب توسل یا وسیلہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جن میں سے کچھ ناجائز اور کچھ جائز ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اسے مختار، نافع اور ضار (نقصان پہنچانے والا) سمجھا جائے۔

۲۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ اگر چہ یہ مختار کل نہیں لیکن اللہ تعالی نے اختیارات اسے بھی تفویض کئے ہیں یا اختیارات میں یہ بھی شریک ہے۔ یہ دونوں صورتیں صریح شرک میں داخل اور ناجائز ہیں۔

۳۔ توسل بمعنی دعا۔ اگر اس معنی میں توسل زندوں سے ہو تو جائز ہے بایں طور کہ کسی شخص سے کہا جائے کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور اگر اس طرح کا توسل مُردوں سے ہو تو جائز نہیں۔ یہی مطلب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ ''اے اللہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے تھے پس آپ ہمیں سیراب کرتے تھے اب آپ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں''۔

۴۔ توسل بالاعمال۔ اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نیک عمل کو واسطہ بنایا جائے کہ اے اللہ اس عمل کے وسیلے سے دعا قبول کریں۔

۵۔ توسل بالذوات۔ اگر توسل کی ذکر کردہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اے اللہ یہ آپ کا برگزیدہ بندہ ہے اس کے ساتھ جو آپ کو محبت ہے اس محبت کے وسیلے سے میری دعا قبول فرمالیں اور یہ محبت اللہ تعالی کی رحمت ہے اور اسکی رحمت کے واسطے سے ارجی للقبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لہذا وسیلہ کی یہ صورت نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۳۸۵ ، ۳۸۶

Marfat.com

کتاب الاسماء والالقاب

(ناموں اور القابات کا بیان)

(۳۹۷) کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے استاذ کیلئے یا کسی اور کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً حضرت اقدس وغیرہ حالانکہ اقدس اللہ رب العزت کی صفت اور یہ اسم تفضیل کا صیغہ بھی ہے۔ لہٰذا انسانوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ایسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہیں، ان کے ساتھ کسی کا نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جیسے رحمن، قدوس وغیرہ۔ البتہ وہ اسماء جو مشترکہ ہوں، یعنی جن کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے ہوتا ہو، ان کے ساتھ نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز ہے۔ لہٰذا اقدس، اعلیٰ حضرت وغیرہ کا لقب اپنے استاد یا بزرگ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے جو مراد بندوں کے بارے میں لی جاتی ہے وہ مراد اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہیں ہوتی۔

لمافی القرآن الکریم(التوبہ:۱۲۸): لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

وفی الھندیة(۳۶۲/۵): التسمیة باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة لأنه من الاسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیر مایراد فی حق اللہ تعالیٰ، والتسمیة باسم لم یذکرہ اللہ تعالیٰ فی عبادہ ولا ذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا استعمله المسلمون. تکلّموا فیه والأولیٰ أن لا یفعل۔

وفی الدرالمختار(۴۱۷/۶): وجاز التسمیة بعلی ورشید من الأسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما

Marfat.com

یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیة بغیر ذلك فی زماننا اولیٰ لأن العوام یصغرونها عند النداء۔

(۳۹۸) عبد محمد نام رکھنا/آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام عبد محمد ہے۔کیا اس طرح کا نام رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر مانگنا یا مانگنے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

کسی کا نام عبد محمد رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبودیت کے اعتقاد کا خدشہ ہے۔اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کسی کا مانگنا اور مانگنے والے کو دینا جائز ہے۔

لما فی الهندية (۴۰۸/۴): اذا قال السائل بحق الله او بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تعطینی كذا لا يجب عليه فی الحكم والاحسن فی المروءة انه يعطيه۔

وفی ردالمحتار (۴۱۸/۶): ويؤخذ من قوله ولا عبد فلان منع التسمية بعبد النبی ونقل المناوی عن الاميری انه قيل بالجواز بقصد التشريف بالنسبة والاكثر على المنع خشية اعتقاد حقيقة العبودية كما لا يجوز عبدالدار۔

(۳۹۹) بچوں کے نام عبدالرحمن اور عبدالرحیم رکھنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر لوگ اپنے بچوں کے نام عبدالرحمن اور عبدالرحیم رکھتے ہیں بعد ازاں پکارنے والے صرف ''رحمن'' یا ''رحیم'' کہہ کر پکارتے ہیں۔آیا اس زمانے میں اس طرح کے نام رکھنا جائز ہے جبکہ یہ معلوم ہے کہ بعد میں اس طرح پکارا جائے گا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں آج کل اپنے بچوں کے نام اس طرح رکھنا مذکورہ خدشے کے پیش نظر خلاف اولیٰ ہے۔

Marfat.com

لمافی الهندية (۵/۳۶۲): احب الاسماء الى الله تعالى عبدالله وعبدالرحمن لكن التسمية بغير هذه الاسماء فی هذا الزمان اولى لان العوام يصغرون هذه الاسماء للنداء۔

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۷): احب الاسماء الى الله تعالى عبدالله وعبدالرحمن ...... لكن التسمية بغير ذلك فی زماننا اولى لان العوام يصغرونها عندالنداء۔

(۴۰۰) اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ جب گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو لفظ اللہ کی جگہ خدا کا استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح استعمال کرنے میں کوئی نقص لازمی نہیں آتا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہر وہ نام جس کا استعمال قرآن وسنت میں اللہ رب العزت پر کیا گیا ہو اسی طرح وہ نام جو قرآن وسنت میں تو نہیں لیکن وہ اللہ رب العزت کی ذات کیلئے استعمال کیا جاتا ہو تو اسکا اطلاق اللہ رب العزت پر کرنا جائز ہے چاہے اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہو یا دیگر زبانوں سے ہو جبکہ اس لفظ کے مفہوم میں کسی قسم کا نقص نہ ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں اللہ رب العزت کیلئے خدائی کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ خدا اور خدائی فارسی لفظ ہے جس کا معنی عربی زبان میں ایسی ذات سے کیا جاتا ہے جو کہ موجود ہو اور اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱ الی ۱۲۳): ومال اليه القاضی ابوبكر لشيوع اطلاق نحو خدا وتنكرى من غير نكير فكان اجماعا ورد بان الاجماع كاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت ...... والمختار عندی عدم توقف اطلاق الاسماء المشتقة الراجعة الى نوع من الصفات النفية والفعلية وكذا الصفات السلبية عليه تعالى على التوقيف الخاص بل يصح الاطلاق بدونه لكن بعد التحرى التام وبذل الوسع فيماهو نص فی التعظيم والتحفظ الى الغاية عمايوهم ادنى نقص معاذالله تعالى فی حقه سبحانه لانا مأذونون بتعظيم الله تعالى بالاقوال والافعال ولم يحدلنا حد فيه فمتى كان فی الاطلاق تعظيم له عزوجل كان ماذونا به والتكليف منوط بالوسع۔

وفی شرح العقائد (ص۹۷): واذا ورد بالشرع باطلاق اسم بلغة فهو اذن باطلاق مايرادفه من تلك اللغة اومن لغة اخرى۔

Marfat.com

وفی النبراس (صـ۱۷۳): قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائه الاعلام الموضوعة فی اللغات کخدائی بالفارسیة وتنکری بالترکیة۔

(۴۰۱) لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا

سؤال

مفتی صاحب! لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

لفظ ''خدا'' اگر چہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں شامل نہیں لیکن اس لفظ کے اطلاق کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اطلاق صحیح ہے۔

لمافی روح المعانی (۹/۱۲۱): ان اسماء الله تعالی توقیفیة یراعی فیها الکتاب والسنة والاجماع فکل اسم ورد فی هذه الاصول جاز اطلاقه علیه جل شانه ومالم یرد فیها لایجوز اطلاقه وان صح معناه .... ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خداوتنکری من غیر نکیر فکان اجماعا۔

وفی النبراس (صـ۱۷۳): واذاورد فی الشرع باطلاق اسم بلغة کلفظ الله فهواذن باطلاق مایرادفه من تلك اللغة اومن لغة اخری کاسم خدابالفارسیة۔

وعلی هامشه: کاسم خدا......ان المسلمین اجمعوا علی جواز اطلاقها۔

(۴۰۲) ''حضرت مولانا'' یا ''حضرت اقدس'' کا لفظ استعمال کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی استاد یا بڑے عالم کے لئے نام کے ساتھ حضرت مولانا یا حضرت اقدس کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے؟ اسی طرح ان کے نام کے ساتھ یہ القاب لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی عالم، بزرگ یا استاد کے لئے حضرت مولانا یا حضرت اقدس کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے چاہے بولنے کے اعتبار سے

Marfat.com

ہو یا لکھنے کے اعتبار سے۔

لمافی روح المعانی (۲۶/۱۵۵) : وقد صرحوابان التلقيب بالقاب الحسنة مما لاخلاف فی جوازه وقد لقب ابوبکر رضی اللہ عنہ بالعتيق لقوله عليه الصلوة والسلام له :انت عتيق الله من النار ...... ومازالت الالقاب الحسنة فی الامم کلها من العرب والعجم تجری فی مخاطباتهم ومکاتباتهم من غيرنکير، ولافرق بين اللقب والکنية۔

وهکذا بتغيير يسير فی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۳۲۹)

وفی الهندية (۵/۳۷۸): ولوقال لاستاذه مولانا لابأس وقد قال علی رضی اللہ عنہ لابنه الحسن رضی اللہ عنہ قم بين يدی مولاك عنی استاذه۔

Marfat.com

فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة والاشخاص المتعلقین بہا

(صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

(۴۰۳) ذکری فرقہ کے عقائد

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بلوچستان میں کچھ لوگ آباد ہیں جو اپنے آپ کو ذکری کہتے ہیں اور ملا نور محمد اٹکی کو پیغمبر مانتے ہیں۔کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان کے عقائد بالتفصیل ذکر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ذکری فرقہ کے عقائد کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ پر تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ذکری مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی ضابطہ حیات نہیں بلکہ وقتی طور پر اس کے پیشوا جن کو ملائی کہا جاتا ہے جو حکم دے دیں وہی دین سمجھا جاتا ہے۔ان کے مذہب پر کوئی اصولی کتاب منظر عام پر موجود نہیں، جو کسی نے لکھی ہے وہ قلمی نسخوں میں ایک دو نسخے ہیں جو کسی کو دکھانے سے گریز کیا جاتا ہے البتہ جو تفصیل معلوم ہو سکی وہ درج ذیل ہے:

ذکری مذہب حقیقت میں فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے، مہدوی فرقہ میراں سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے۔مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام ہیں، کہیں مہدوی کہیں دائرے والے، کہیں مصدق، کہیں ذکری، کہیں داعی اور کہیں طائی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ (مہدوی تحریک ص:۵)

میراں سید محمد جونپوری جمادی الاولی بروز پیر ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ عیسوی جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ والد کا مشہور نام عبداللہ ہے اور والدہ کا مشہور نام آمنہ خاتون عرف آغا ملک ہے۔

سید محمد جونپوری کے والد کا نام عبداللہ نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا نام آمنہ البتہ جب مہدی ہونے کا دعوی کرنے کا ارادہ کیا اپنے

Marfat.com

والدین کے نام حدیث کی پیشن گوئی کے مطابق کرنے کے لئے ان کے نام تبدیل کردئے اور جب وہی نام مشہور ہو گئے تو پھر مہدی ہونے کا دعوی کر دیا۔

(اس بات کی کھلی شہادت کے لئے دیکھئے............دائرہ معارف اسلامیہ اردو ج ۷/ص ۵۲۱.....نزھۃ الخواطر ج ۴/ص ۳۲۴)

بہر حال جمادی الاولی ۸۸۷ھ میں جونپور کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے یہاں تک کہ ۹۰۰ھ میں احمد نگر پہنچے اور ۹۰۱ھ میں حج کو چلے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کیا آخر کار رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ (تحریک مہدویت مختصراص:۴۴)

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے۔ ۹۰۵ھ میں موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں چھ ماہ قیام کیا پھر ٹھٹھہ سے بلوچستان کے غیر آباد اور دشوار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنی کثیر جماعت کے ساتھ قندھار پہنچے قندھار سے فراہ آئے اور فراہ ہی میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ میں بروز دوشنبہ انتقال کر گئے۔ (مہدوی تحریک مختصراص ۴۶)

یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید محمد نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ان کے متبعین اس بات کے قائل ہیں کہ سید محمد مہدی آخر الزمان ہیں۔ نیز یہ لوگ ان کو رسول بھی مانتے ہیں چنانچہ ان کا کلمہ ملاحظہ ہو "لا الہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی مراد اللہ"۔ (ملاحظہ ہو بلوچستان گزیٹر/مکران ص:۱۱۶)

یہ اپنا کلمہ یوں بھی پڑھتے ہیں "لا الہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی رسول اللہ" (ملت بیضاءص:۱۰)

ان کا کلمہ وہ بھی ہے جسے یہ لوگ پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں "لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین"۔

۲۔ یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کے بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں دیکھئے۔

(عمدۃ الوسائل مولانا محمد موسی ص:۲۰/مکران تاریخ کے آئینے میں ص:۱۰)

۳۔ رمضان کے منکر ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک مصنف لکھتے ہیں: وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں تین ماہ آٹھ دن روزوں کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: میں ذکری ہوں ج ۱/ص:۷،۳۷،۳۸،۳۹)

۴۔ حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں۔ حج بیت اللہ کے بجائے کوہ مراد میں حج کرتے ہیں جو تربت (ضلع مکران) سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ (ماخوذ از مہدوی تحریک ص:۷۱)

اس کے علاوہ غسل بعد جماع واحتلام کے قائل نہیں ہیں۔ (عمدۃ ص:۳۲)

میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں صرف دعا کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔ (میں ذکری ہوں ج ۱/ص:۴۵)

ان کے علاوہ بھی کئی خرافات ہیں جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔ (تلخیص از احسن الفتاوی ج ۱/۱۹۰ تا ۱۹۵)

لہذا ان حوالہ جات کی روشنی میں ذکری فرقہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

Marfat.com

رسالة

انباء الاصفیاء

بحیوة الانبیاء وأن قبره الشریف افضل البقاع

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روضہ مبارک کے سب سے افضل مکان ہونے کا بیان

(۴۰۴) عقیدہ حیاۃ الانبیاء اور قبر مبارک کے افضل ہونے کا بیان

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کا آپ کے جسم اقدس سے تعلق نہیں ہے جو قبر اطہر میں ہے کیا یہ بات درست ہے؟ حوالوں کے ساتھ ذکر کریں۔ اسی طرح یہ بھی بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اقدس جس زمین سے مس ہو رہا ہے وہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے کیا یہ بات درست ہے؟ براہ کرم دونوں سوالوں کے جوابات مدلل انداز میں دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱)۔ حیاۃ الانبیاء کا عقیدہ خیر القرون سے امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیث کے نصوصِ صریحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ جس طرح دنیاوی زندگی میں روح کا تعلق جسد سے ہوتا ہے اسی طرح (بلکہ اس سے بڑھ کر) تعلق انتقال کے بعد انبیاء کے جسموں کا روحوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے روح کے انبیاء کے اجساد کے ساتھ تعلق کا انکار امت مسلمہ میں سے فرقہ معتزلہ کے علاوہ آج تک کسی نے نہیں کیا جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے وہ عقلی شبہات جن کی وجہ سے وہ قبر میں حیات کا انکار کرتے تھے ان کے جوابات دیئے اور اس فرقہ معتزلہ کو (جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور گمراہ فرقہ ہے) اپنی موت آپ مار دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الانبیاء پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو صراحۃ انبیاء علیہم السلام کی قبر میں حیات پر

Marfat.com

دلالت کرتی ہیں نیز اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ اپنی اپنی کتابوں میں اس عقیدے کو ذکر کرتے آرہے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" ہے لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں سے شمار کرتا ہو اس کیلئے اس عقیدے کا قائل ہونا ضروری ہے اور ان صریح نصوص کا انکار کرنا اہل السنۃ والجماعۃ سے خروج اور امت کے اجماعی عقیدہ سے انحراف ہے۔

(۲)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک باجماع فقہاء ومحدثین علی الاطلاق زمین کا سب سے افضل ٹکڑا ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ائمہ اہل السنۃ اسے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کرتے آئے ہیں یہاں تک کہ قبر مبارک بالاتفاق کعبہ شریف سے بھی افضل ہے اور فقہاء نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ قبر مبارک عرش، کرسی، لوح محفوظ اور آسمان پر موجود ہر شئی سے افضل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قبر میں مدفون ہیں اس کی مٹی سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کی گئی تھی تو گویا وہ مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا جزء ہے اور یہ بات متعدد احادیث سے ثابت ہوتی ہے کہ بندہ اس مٹی میں ہی دفن ہوتا ہے جہاں سے اس کی تخلیق کی گئی ہوتی ہے لہٰذا جب وہ مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر اس سے مس بھی ہو رہا ہے (اور اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جزء چاہے خون مبارک ہی کیوں نہ ہو وہ عرش وفرش سب سے افضل ہے) تو وہ مٹی بھی ہر شئی حتیٰ کہ کعبۂ شریف اور عرش سے بھی افضل ہوگی۔

لہٰذا قبر مبارک کے عرش وکرسی سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھنا درست ہے اور یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد میں سے ہے۔

لمافی فتح الباری (۳۷۹/۶): اخرجه ابو داود من وجه آخر عن ابی هریرة رضی الله عنه رفعه: "ما من احد یسلم علی الارد الله علی روحی حتی ارد علیه السلام" ورواته ثقات۔

وفی مرقاة المفاتیح، باب الجمعة (۲۴۱/۳) امدادیة: (ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء) فیه اشارة الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منهم بخلاف غیرهم ومن فی معناهم من الشهداء والأولیاء فان عرض الامور ومعرفة الاشیاء انما هو بارواحهم مع اجسادهم"...... (فنبی الله حی یرزق) رزقا معنویا فان الله تعالیٰ قال فی حق الشهداء من امة بل احیاء عند ربهم یرزقون فکیف سیدهم بل رئیسهم لانه حصل له ایضا مرتبة الشهادة مع مزید السعادة باکل الشاة المسمومة ...... الخ۔

وفی المهند علی المفند، السوال الخامس (ص۳۰) ط میزان: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حی فی قبره الشریف وحیوته صلی الله علیه وسلم دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به صلی الله علیه وسلم وبجمیع الأنبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس ... الخ۔

Marfat.com

وفی صحیح مسلم، باب فضل ما بین قبرهﷺ ومنبره (۴۴۶/۱) ط قدیمی: عن عبدالله بن زید المازنی رضی الله عنه ان رسول اللهﷺ قال ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة۔

وفی الشامیة، مطلب فی تفضیل قبره المکرمﷺ (۶۲۶/۲) ط سعید: والخلاف فی ماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاءه الشریفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع قال شارحه: وکذا ای الخلاف فی غیر البیت فان الکعبة افضل من المدینة ما عدا الضریح الاقدس وکذا الضریح افضل من المسجد الحرام۔

وقد نقل القاضی عیاض رحمه الله وغیره الاجماع علی تفضیله حتی علی الکعبة وان الخلاف فیما عداه ونقل عن ابن عقیل الحنبلی رحمه الله ان تلك البقعة افضل من العرش، وقد وافقه السادة البکریون علی ذلك، وقد صرح التاج الفاکهی رحمه الله بتفضیل الارض علی السموات لحلولهﷺ بها وحکاه بعضهم عن الاکثرین لخلق الانبیاء منها ودفنهم فیها. وقال النووی: الجمهور علی تفضیل السماء علی الارض فینبغی ان یستثنی منها مواضع ضم اعضاء الانبیاء للجمع بین اقوال العلماء۔

Marfat.com

رسالة

الایضاح لعقیدۃ العلماء فی حیاۃ الانبیاء

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق علماء اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت

اور بعض لوگوں کا اکابرین اعلام پر افتراء اور اس کا تحقیقی جواب

(۴۰۵) عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق اکابرین کی تصریحات

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی علیہ السلام کا نہیں مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، سماعِ صلوۃ وسلام عند القبر اور توسل وغیرہ جیسے عقائد کے قائل نہ تھے یہ غیر اسلامی عقائد ہیں وہ صاحب ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر سخت زبان استعمال کرتا ہے اس کے خیال میں یہ شرک کی جڑ ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو پکا دیوبندی سمجھتا ہے۔

آپ سے مؤدبانہ التماس ہے کہ علماء دیوبند برد اللہ مضاجعھم کا عقیدہ بالخصوص مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہما کے عقیدے سے متعلق وضاحت فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور متعلقہ دیگر عقائد احادیث صحاح سے ثابت اور خیر القرون سے لے کر عہدِ حاضر کے علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد متفقہ میں داخل ہیں۔ علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہی ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور قبر مبارک کے قریب پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا گیا صلوۃ وسلام فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں نیز آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی ذاتِ عالیہ کے توسل سے دعا نصوص کثیرہ سے ثابت ہے۔ علماء دیوبند کے سرخیل قاسم العلوم والخیرات، بانی دار العلوم دیوبند الامام الکبیر حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''آبِ حیات'' اسی موضوع پر ہے۔

Marfat.com

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نصوص صریحہ اور عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ سے انحراف اور ضلال ہے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دلائل اور باطل شبہات کے جوابات کو دیگر فتاوی اور تحریرات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، یہاں ہم صرف علماء دیوبند میں سے چند سرکردہ حضرات اور بالخصوص مولانا حسین علی واں بھچراں اور مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہما کے حیات النبی اور سماعِ صلوۃ وسلام سے متعلق عقیدے کی وضاحت کریں گے۔

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ امام المفسرین اور موحدین کے سر کے تاج ہیں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تحریرات اور ان کے تلامذہ اور منتسبین کی تصدیقات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوۃ وسلام عند القبر کے قائل تھے حضرت اقدس رقمطراز ہیں:

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من صلی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته". رواه البیهقی فی شعب الایمان (تحریراتِ حدیث ص۵۴۷ بحواله عقیده شیخ القرآن)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے قریب درود وسلام پڑھے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔"

"عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق" (تحریراتِ حدیث ص۵۴۸)

"حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بدن کو کھائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔"

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے قریب صلوۃ وسلام کے سماع کے قائل ہیں بلکہ حیات النبی اور قبر میں انبیاء کو رزق دیئے جانے کے بھی قائل ہیں یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ توسل کے بھی قائل تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ ابراہیمیہ میں مشائخ کے اسماء مبارکہ سے توسل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اقول وقد یکون التوسل بمعنی ان الله تعالیٰ جعل فی ذکر اسمه برکته لحبه تعالیٰ ایاه بواسطة ذکر ذلك العبد ایاه تعالیٰ بالمحبة

نامِ من رفت است روزے برلب جاناں بسوز
اهل دل را بوئے جاں می آید از نامم هنوز

Marfat.com

(تحفه ابراھیمیه طبع جدید ص۵۵)

"میں کہتا ہوں کہ کبھی توسل کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ (شیخ طریقت) کے ذکر میں اپنی طرف سے برکت رکھ دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس بندے سے محبت ہے اس لیے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت سے کرتا ہے۔

ترجمہ شعر: ایک دن میرا نام محبوب کے ہونٹوں پر سوز کے ساتھ آ گیا تھا تو (اس میں ایسی تاثیر پیدا ہوگئی کہ) اہل دل کو ابھی تک میرے نام سے محبوب کی خوشبو آتی ہے۔"

اس کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی کتاب "تحریرات حدیث" میں اپنے مشائخ کرام سے توسل فرماتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"الحمد لله رب العالمين اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وعلى ساداتنا النقشبندية وعلينا معهم اجمعين اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اختياره وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بحرمة سراجنا وشمسنا من البرج الرحمن امين يا رب العالمين ويرحم الله عبدا قال آمينا" (تحریرات حدیث طبع جدید اشاعت اکیڈمی پشاور ص۱۶۴)

حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اس بات پر بین دلیل ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ توسل کے قائل تھے اور عملاً توسل فرماتے تھے اور اپنی دعاؤں اور دعائیہ خطبات کو اپنے مشائخ عظام کے توسل سے سجاتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کے علاوہ استشفاع کے بھی قائل تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحریراتِ حدیث میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجوہر المنظوم" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"روى عن على رضى الله عنه انه بعد ما دفن ﷺ جاء اعرابى فقال يا رسول الله جئتك تستغفر لى الى ربى فنودى من القبر الشريف قد غفر لك (تحریرات حدیث ص۶۵۷)

"سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد ایک اعرابی آیا پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ میرے لیے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں پس قبر شریف سے آواز آئی کہ بیشک تیری مغفرت ہو چکی ہے۔"

ان ذکر کردہ دلائل کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ حیات فی القبر، سماعت عند قبر النبی ﷺ، توسل اور استشفاع کے عقیدے کے قائل تھے۔ ان عقائد کو شرکیہ یا شرک کی جڑ قرار دینا ضلال وطغیان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ حضرت حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ توسل اور حیات کے قائل تھے فتاویٰ رشیدیہ اور زبدۃ المناسک وغیرہ کتب کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

بقیۃ السلف رأس المحدثین فی شبہ القارۃ الھند یہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم حضرت مولانا حسین علی اور ان کے تلامذہ کے عقائد کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ وہ ممات کے قائل تھے اور ممات کو ترجیح دیتے تھے، یہ غلط ہے اس کے غلط ہونے کے دو دلائل آپ کو بتاؤں گا ایک دلیل یہ ہے کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے، حیاتی تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ہیں اور صرف شاگرد ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے خلیفہ بھی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مماتی نہیں ہیں بلکہ حیاتی ہیں تو جو حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہیں ان کے مرید ہیں ان کے خلیفہ بھی ہیں اگر مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مماتی ہے تو پھر ان کے خلیفہ اور مرید نے حیاتی مسلک کیوں اختیار کیا ہے؟ ایک مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ جتنا تعلق ہوتا ہے معلوم ہے آپ کو؟ اتنا شاگرد کا اپنے استاذ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب ان کے مرید بھی ہیں اور ان کے شاگرد بھی ہیں اور ان کے خلیفہ بھی ہیں، اور وہ حیاتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مماتیت کی نسبت درست نہیں اس کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم گزرے ہیں وہ بھی حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کو حیاتی بتاتے ہیں، مماتی نہیں بتاتے، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مماتی نہیں تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم (اور اب رحمۃ اللہ علیہ) بھی ان کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں وہ حیاتی ہیں تو پھر ان کے پیر کو بھی حیاتی ماننا پڑے گا، ان کو مماتی کیوں کہا جا رہا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم ہیں۔ پیر طریقت بھی ہیں اور ان کا بہت بلند مقام ہے۔ ان کے ارشاداتِ عالیہ کی تشہیر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری نے چار جلدوں میں شائع کی ہے۔ وہ تصوف کے نکات وامور پر مشتمل ہے یہ بھی بہت بڑے بزرگ عالم ہیں اور وہ بھی مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں وہ حیاتی ہیں۔"

(ماہنامہ القاسم نوشہرہ، جلد ۱۲ شمارہ ۵۔۶، ۱۴۲۹ھ بحوالہ عقیدہ شیخ القرآن)

دراصل ۱۹۵۷ء سے قبل حیات اور ممات کا اختلاف ہی نہ تھا علماء اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند حیات النبی کے قائل تھے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے علماء دیوبند کے عقائد پر جو شہرہ آفاق کتاب (جس پر عرب وعجم کے علماء کی تصدیقات ثبت ہیں) تحریر فرمائی ہے اس میں حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور توسل سے متعلق عبارت ہے:

"عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشھداء والصدیقین فی حیاتھم وبعد وفاتھم بان یقول فی دعائہ اللھم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی .... عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حیی فی قبرہ

Marfat.com

الشريف وحيوته ﷺ دنيوية من غير تكليف وهى مختصة به ﷺ وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كماهى حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطى فى رسالته انباء الاذكياء بحيوة الانبياء الخ۔"

(المهند على المفند ص۳۹)

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء واولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعاء کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں.........ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے الخ۔"

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے باتفاق علماء دیوبند یہ کتاب "المہند علی المفند" تحریر فرمائی اور اس پر عرب وعجم کے علماء ومفتیان نے تصویبی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔ علماء دیوبند سے متعلق اہم شخصیات کی صریح عبارات تو ہم آگے پیش کریں گے یہاں ہم سوال میں ذکر کردہ ایک اور شخصیت شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ حیات النبی ﷺ اور سماع وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ توحید وسنت کے علمبردار اور اہل السنۃ والجماعۃ جماعتِ دیوبند کے رکنِ رکین تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر علماء دیوبند اور عقائد حقہ کا دفاع کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سے حیات النبی علیہ السلام کے عقیدے کے قائل رہے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی کی بنیاد پر ایک تاریخی فیصلہ تحریر ہوا جس پر تمام اہل حق نے دستخط فرمائے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر دستخط فرمائے ہیں۔ اس فیصلہ کے متن کے الفاظ یہ ہیں:

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ یعنی (قبر مبارک) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔" (مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ از قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ۔ شائع کردہ: جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو، اٹک صفحہ۔ ۱)

اس متن پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت حیات النبی ﷺ اور سماع عند القبر کے قائل تھے۔ نیز یہاں یہ اشتباہ ذہن میں نہ رہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پہلے ممات کے قائل تھے پھر قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کے مساعی کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا ہو بلکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تو ہمیشہ سے ان عقائد کے قائل رہے تھے ۱۹۶۲ء سے قبل اور بعد دونوں اوقات میں آپ کا عقیدہ حیات کا ہی تھا۔ حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کو تصفیہ نزاع کیلئے پاکستان اس لیے تشریف

Marfat.com

لانا پڑا کیونکہ ۱۹۵۷ء میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض حضرات نے ممات کا عقیدہ اختیار کرلیا اور اس کا خوب پرچار کیا یہاں تک کہ چار سال کے قلیل عرصے میں ۱۹۶۱ء تک یہ مسئلہ محلِ نزاع اور خواص وعوام میں جھگڑوں کا سبب بن گیا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بڑے تھے اس لیے آپ کی طرف بھی عقیدہ ممات کا انتساب کیا جانے لگا۔ مسئلہ چونکہ نزاعی وجدالی کیفیت اختیار کر چکا تھا جبکہ نجات کا مدار مسئلہ ہذا پر نہیں لہٰذا حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور تصفیہ نزاع کیلئے مساعی جمیلہ کیں جس کے نتیجے میں مذکورہ بالا تحریر پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اور دیگر حضرات نے متفقہ دستخط ثبت فرمائے۔ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی دستخط ثبت فرمائے اور جمعیت کے ایک رکن کی عدم موجودگی کے باعث ان کی طرف سے دستخط کروانے کی یقین دہانی کرائی لیکن اس ایک رکن کے علاوہ تمام ارکانِ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے اس تاریخی معاہدے پر دستخط فرمائے اور پھر راولپنڈی میں ہزاروں کے اجتماع میں حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ء میں یہ تاریخی فیصلہ سنایا ایک طرف حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور دوسری طرف حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقاریر سے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق فرمائی اور وہ نزاع جو چار سال ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء تک بعض حضرات کا پیدا کردہ تھا ختم ہو گیا حضرت قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات حکیم الاسلام جلسات میں یہ ساری تفصیل خود تحریر فرمائی ہے حضرت اس پورے واقعے کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس نئی صورت کا سب سے شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسہ عام میں ہوا جو احقر کی تقریر کے سلسلے میں مدرسہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک میدان میں زیرِ صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس) میں منعقد کیا گیا احقر کو منظوم سپاس نامہ دینے کا آغاز ہوا اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی اور ان ہزاروں انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشا تبریک وتہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے جس سے فضا گونج اٹھی ختم تقریر پر ایک طرف مولانا غلام اللہ خان صاحب اور دوسری طرف مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے تقریروں سے اپنے بیان کی توثیق کی الخ۔ (مسئلہ حیات النبی کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ ص ۱۲)

الغرض جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض حضرات کی جانب سے پیدا کردہ یہ نزاع پھر ختم ہو گیا اور اہل السنۃ والجماعۃ کی صفوں میں اتحاد ہو گیا۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کردی کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع کے مسئلے میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پہلے بھی ممات اور عدمِ سماع کے قائل نہ تھے بلکہ حضرت ہمیشہ حیات اور سماع عند القبر کے قائل رہے ہیں اختلاف جمعیت کے دوسرے حضرات کا پیدا کردہ تھا جو ۱۹۶۲ء میں (یعنی چار سال تک رہ کر) ختم ہو گیا اہل السنۃ والجماعۃ کا کلمہ متحد ہو گیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے سے متعلق ۱۹۶۲ء سے قبل اور بعد کے فتاویٰ جن میں حضرت شیخ القرآن کی تصدیق ثبت ہیں ہم نقل کریں گے یہ فتاویٰ اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ حیات کے قائل رہے ہیں اور ۱۹۶۲ء کے متفقہ فیصلے پر دستخط حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع نہیں بلکہ اشتباہ کی وضاحت تھی اور اپنے عقیدے کا ببانگِ دہل اقرار تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کو ان کے

Marfat.com

شاگردِ رشید "حضرت مولانا عبدالمعبود صاحب" دامت برکاتہم نے اپنی کتاب "عقیدہ شیخ القرآن" میں جمع فرمایا ہے ہم اسی کتاب سے وہ فتاویٰ نقل کر رہے ہیں۔

مفتی عبدالرشید، مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں"

مفتی عبدالرشید

۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ (۲ ستمبر ۱۹۵۹ء)

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان

(مطبوع فی ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۹ء)

مولانا محمد شفیع منچن آباد ضلع بہاولنگر کے سوال کے جواب میں مفتی عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو درود و سلام بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قبر مبارک پر پڑھنے کے وقت بنفس نفیس سنتے ہیں، جیسا کہ کئی روایات میں آیا ہے۔

اور یہ جمہور علماء دیوبند کا مسلک ہے لیکن یہ مسئلہ فروعی ہے، بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے فلہٰذا اس میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے دلائل کی بنیاد پر اگر اس میں کوئی صاحب علم اختلاف کرے تو وہ معذور ہے۔"

مفتی عبدالرشید

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کے فیصلے کو مدار بنانا چاہیئے اگر چہ ہم اور اکابرین علماء دیوبند سماعِ درود و سلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں، لیکن جو دوام کے قائل نہیں ہیں وہ بھی علماء اہل السنت والجماعۃ اور علماء دیوبند میں سے ہیں"

لاشئی غلام اللہ خان

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ (۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

تیسرا فتویٰ مع سوال کے ملاحظہ ہو:

الاستفتاء: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ، السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب احمد سعید خان ہیں۔ وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر

Marfat.com

پڑھا ہوا صلوۃ وسلام سنتے ہیں، وہ شخص کافر ہے۔ وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتے ہیں۔ دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہوگیا ہے، لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہوسکے۔

نیاز مند احقر عبدالقادر خان عباس

احمد پور شرقیہ، سابق ریاست بہاولپور

الجواب وھو الموفق للصواب: کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذاتِ خود آنحضرت ﷺ درود و سلام سنتے ہیں۔ سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن

راجہ بازار راولپنڈی

۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ (فوری ۱۹۷۶ء)

الجواب صحیح: لاشئی غلام اللہ خان

جواب درست ہے۔ ناکارہ خلائق غلام ربانی

(نوٹ: اس فتویٰ کا عکس خیر الفتاویٰ ۱/۱۸۸ پر مطبوع ہے)

ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دور اہتمام میں ۱۹۷۸ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے دو سال قبل جاری ہوا۔ ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے:

"جواب نمبر 1: سادات دیوبند کشف قبور کے قائل ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء دیوبند کی تصریح ان کتابوں میں موجود ہے اور ہم بھی اس کے قائل۔ ہمارا اس کا انکار صحیح نہیں ہے اور قائل کو کافر کہنا تو بڑی جہالت ہے۔

جواب نمبر 2: روضہ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام خود سنتے ہیں۔ جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے اس کا انکار بھی جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ جاہلانہ جسارت رکھتا ہے۔

جواب نمبر 3: یہ بھی جہالت ہے، علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے ایسے شخص کی تقریر سننا سخت گناہ ہے اہل ایمان پر لازم ہے کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں اور ایسی صحبت سے پرہیز کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

Marfat.com

عبدالرشید
مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن
راجہ بازار، راولپنڈی

مہر مدرسہ
۳/ جمادی الاول ۹۸ ۱۳ھ
۱۱/ اپریل/ ۱۹۷۸ء

دورِ اہتمام شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اس کے علاوہ حضرت کے درجنوں شاگرد اس پر گواہ ہیں کہ حضرت شیخ القرآن ہمیشہ حیات اور سماع عند القبر کے قائل رہے ہیں حضرت شیخ القرآن کے صاحبزادے اور جانشین قاضی احسان الحق رحمۃ اللہ علیہ اس کے سب سے بڑے گواہ ہیں اس کے علاوہ بہت سے شاگردوں کے نام مولانا عبدالمعبود صاحب دامت برکاتہم نے "عقیدہ شیخ القرآن" میں جمع فرما دیئے ہیں۔ الغرض حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ء میں متفقہ فیصلے پر دستخط ثبت فرمائے اس سے قبل ۱۹۵۹ء وغیرہ کے اور اس کے بعد ۱۹۷۸ء تک کے فتاویٰ نقل کردیئے گئے جو کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حیات اور سماع عند القبر وغیرہ عقائد کے قائل ہونے پر بین دلیل ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے قلبی وابستگی رکھتے تھے وہ اپنے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میں (نصیر الدین غور غشتوی) اور مولانا غلام اللہ خان عقائد میں متفق ہیں میں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد "برزخی حیات" کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قریب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے:

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے اس واسطے وہ قبر کے پاس درود و سلام سنتے ہیں۔" (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۲۵)

یہاں تک امام المفسرین حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب سے متعلق مدلل توضیح کردی گئی۔ ۱۹۶۲ء کے تاریخی اتفاق کے بھی کچھ احوال ضبط تحریر میں آگئے۔ اس کے بعد ہم اکابرینِ دیوبند کی تصریحات نقل کرتے ہیں۔

دیگر اکابرین دیوبند کی تصریحات

اولاً تو المہند علی المفند (جو کہ عقائدِ علماء دیوبند پر مستند ترین کتاب ہے) سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت گزر چکی ہے۔ اس پر تمام اکابرینِ دیوبند جو کہ اس وقت حیات تھے ان کے دستخط موجود ہیں لیکن ہم یہاں چند تصریحات نقل کر رہے ہیں۔

(۱)۔ قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

"قبر کے پاس.........انبیاء کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔" (فتاوی رشیدیہ ص ۱۶۰)

(۲)۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

"پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لیے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام میں ان سے اکمل واقوی ہے اور تیسری روایت بیہقی وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں کذا فی المواہب الخ" (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۰۸)

(۳)۔مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔" (مکتوبات شیخ الاسلام ۱/ ۴۴)

(۴)۔مفتی اعظم ہند مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

"انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات شہداء کی حیات سے افضل واعلیٰ ہے۔" (فتاوی دار العلوم دیوبند ۵/ ۳۱۶)

(۵)۔مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

"انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔" (کفایت المفتی ۱/ ۸۰)

(۶)۔شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

"(۱) اجساد انبیاء میں ایک خاص نوع کی حیات ہے (۲) ظاہر ہے کہ حیات تو روح کے تعلق سے ہوتی ہے بغیر تعلق روح کا کیا مطلب؟ (معارف شیخ ۱/ ۳۹)

اس کے علاوہ مسئلہ حیات النبی علیہ السلام پر اکابرین دیوبند نے متفقہ اعلان بھی شائع فرمایا جس پر وقت کے اعلام ومشائخ دیوبند کی تصدیق ثبت ہے اس فیصلے کا متن درج ذیل ہے:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دورِ حاضر کے اکابر دیوبند کا مسلک اور ان کا متفقہ اعلان

"حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے

Marfat.com

ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جاوے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر" آب حیات" کے نام سے موجود ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے، اب جو اس مسلک کیلئے دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔"

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(۱)۔حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۵

(۲)۔مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۳)۔مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ، سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

(۴)۔مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

(۵)۔مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(۶)۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(۷)۔مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۸)۔مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، لاہور

(۹)۔مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم دار العلوم کراچی

(۱۰)مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور

(تلک عشرۃ کاملۃ)

(ماہنامہ پیام مشرق لاہور جلد ۳، شمارہ ۴، ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/ستمبر ۱۹۶۰ء)(بحوالہ فتاویٰ بینات ۱/ ۳۴۷)

یہ سب وہ بڑے بڑے اکابرین دیوبند ہیں جنہوں نے ۱۹۶۰ء میں جب جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بعض حضرات کی جانب سے ممات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ پرچار کیا گیا تو انہوں نے متفقہ اعلان شائع کیا ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے تشریف لائے اور انہوں نے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بھی تقریباً تمام اکابر کا اتفاق مسئلہ ہذا میں کرا دیا۔ اس وقت کے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ایک رکن نے فقط متفقہ فیصلے پر دستخط سے انکار کیا وہ تادم حیات ممات کے عقیدے پر قائم رہے۔ اس کے علاوہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر کے بارے میں تو یہ واضح ہو گیا کہ وہ کبھی ممات کے قائل رہے ہی نہیں نا ۱۹۶۲ء کے فیصلے سے قبل اور نہ اس کے بعد۔ لہٰذا اکابرینِ دیوبند کا جم غفیر جب یہ اعلان کر رہا ہے اور تمام اہل سنت والجماعت اکابرینِ دیوبند عقیدہ حیات النبی علیہ السلام اور سماع عند القبر کے قائل ہیں تو کسی شخص کا یہ کہنا کہ علماء دیوبند حیات کے قائل نہیں اور اپنے کو دیوبندی

Marfat.com

سمجھنا محض فریب اور دھوکہ دہی ہے۔ ایسا شخص قابل ملامت اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے اسے دیوبندیت اور علماء دیوبند سے انتساب کا کوئی حق نہیں۔ وہ نصوص کثیرہ سے ثابت ایک متفقہ بین اہل السنۃ والجماعۃ عقیدے کا منکر اور راہِ حق سے منحرف ہے۔ اس کے خیالات امت میں انتشار اور تفریق کا سبب ہیں اور ایک ایسے مسئلے میں جو متفق علیہ ہے اور اس پر اخروی نجات کا مدار بھی نہیں وہ شخص اختلاف پیدا کر رہا ہے۔ اسے اپنی عاقبت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصائح اور شفاعت کا لحاظ رکھتے ہوئے توبہ کرنی چاہیئے اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا اور اپنے اسی عقیدے پر قائم رہتا ہے اور اکابرینِ دیوبند کو بھی اپنے اس عقیدے میں بہتان باندھتے ہوئے شامل قرار دیتا ہے (جبکہ ان کی تصریحات بھی موجود ہیں) تو ایسے شخص سے متعلق احقر فقط شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کردیتا ہے:

"الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"
(محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ) (فتاوی بینات ۱/۷۳۵)

Marfat.com

(۴۰۶) آغاخانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر ریمبو ٹالی گاؤں ضلع چترال میں واقع ہے۔آغاخان فاؤنڈیشن کی طرف سے پانی کی پائپ لائن بچھائی گئی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیملی سے پانچ سو روپے لینے کے بعد اسے استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔چونکہ گاؤں والوں کو سردی کے موسم میں اس پانی کی شدید ضرورت پڑتی ہے اس لئے لوگ اس پائپ لائن سے کنکشن حاصل کررہے ہیں۔وہاں کے بعض علماء اس کے استعمال کرنے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے کفریانہ عقائد لوگوں میں رائج کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں کرتے ہیں۔

اب آیا یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟اگر ان کی دعوت وکردار سے لوگوں کو متنبہ کردیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے اس پانی کو استعمال کرلیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کفار کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون یا امداد اگر محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہو کسی مذموم مقصد کا اس میں دخل نہ ہو تو اس قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ہاں اگر کفار امداد وغیرہ کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اور اسلام کی قوت کو مغلوب کرنے کا ناپاک منصوبہ بنائے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں کفار سے کسی قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ صورت مسئولہ میں پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے پر مضبوط ہوں اور اہل باطل کے ہر قسم کے مذموم عزائم سے باخبر اور محفوظ ہوں اور اگر ایسا نہ ہو تو پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (آل عمران:۲۸):لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

وفی روح المعانی (۱۲۰/۳): قال العلامة الآلوسی بعد بحث طويل تحت هذه الآية ......وذكر بعضهم جواز الاستعانة بشرط الحاجة والوثوق امابدونها فلاتجوز ......بعض المحققين ذكر ان الاستعانة المنهی عنها انماهی استعانة الذليل بالعزيز واما اذا كانت من باب الاستعانة العزيز بالذليل فقد اذن لنابها۔

وفی الهندية (۳۴۸/۵): لاباس بان يكون بين المسلم والذمی معاملة اذا كان مما لابدمنه۔

Marfat.com

(۴۰۷) آغاخانیوں سے میل جول رکھنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغا خانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان نہیں ہیں تو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ مکمل تفصیل سے ان کے عقائد وغیرہ بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

آغا خانی اسماعیلی فرقہ شیعیت میں غالی فرقہ ہے اور ان کے عقائد کی روشنی میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا دعوی اسلام معتبر ہے۔ ذیل میں اس زندیق فرقہ کے عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ آغا خانی فرقہ کا کلمہ "اشھدان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و اشھد ان امیر المؤمنین علی ولی اللہ" ہے۔ (اسماعیلی تعلیمات)

۲۔ آغا خانی فرقہ اللہ تعالی کے بجائے امام کی عبادت کرتا ہے۔ (گینان برہم پرکاش ص:۲۹۷)

۳۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی بتاتے ہیں۔ (گینان موسن چیتامنی ص:۱۴۴)

۴۔ ان کا سلام یا علی مدد اور سلام کا جواب بھی یا علی مدد ہے۔ (شکشھن مالا۔ درسی کتاب)

۵۔ ساتویں امام محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدیہ کے ظاہر کو باطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام ص:۹۲۔۲۶۰)

۶۔ اللہ تعالی امام حاضر کے روپ میں تشریف فرما ہیں۔ (شکشھن مالا ص:۲)

۷۔ امام حاضر عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ (مارگ درشیکا ص:۸۱ حصہ اول)

۸۔ ان کے ہاں انبیاء کرام معصوم نہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۷۰)

۹۔ موجودہ کتاب قرآن اللہ تعالی کی کتاب نہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے۔ (کلام امام مبین ص:۶۴ حصہ اول)

۱۰۔ قرآن مقدس عرب آبادی کے لئے ہے اور دوسروں کے لئے گنان ہے۔ (کلام امام مبین ص:۸۱ حصہ اول)

۱۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پوری کائنات کے خالق مطلق ہیں۔ (گینان موسن چیتامنی ص:۱۱۳)

۱۲۔ امام حاضر کا فرمان اللہ کے کلام کے برابر ہے۔ (کلام الہی اور فرمان امام ص:۶۲)

۱۳۔ امام حاضر میں اللہ تعالی کا نور حلول کیا ہوا ہے۔ آغا خانی اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ (شکشھن مالا ص:۴)

۱۴۔ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی ضرورت سے انکار کرتے ہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۱۳۶)

Marfat.com

۱۵۔ نماز کی جگہ تین وقت عبادت خانہ میں دعا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ (خزینہ جواہر ص:۱۶)

۱۶۔ ھو الحی القیوم کی عملی تصویر امام حاضر ہیں۔ (کلام امام مبین ص:۵ حصہ اول)

ان عقائد کی وجہ سے اس فرقہ کو کسی بھی طرح مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے ان عقائد کے سبب سے آغا خانی فرقہ کو کافر اور زندیق قرار دیا ہے ان لوگوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے۔ الغرض ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات اور میل جول رکھنا درست نہیں۔

لمافی احکام القرآن للجصاص (۵۴/۱): وقولھم فی ترك قبول توبة الزندیق یوجب ان لایستتاب الاسماعیلیة وسائر الملحدین الذی قدعلم منھم اعتقاد الکفرکسائر الزنادقة وان یقتلوا مع اظھارھم التوبة۔

وفی الھندیة (۲۶۴/۲): ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولھم فی خروج امام باطن۔

وفی ردالمحتار (۲۴۴/۴): یعلم مماھنا حکم الدروز والتیامنة فانھم فی البلاد الشامیة یظھرون الاسلام والصوم والصلاة مع انھم یعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوھیة تظھر فی شخص بعد شخص ویجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج ......وذکر فیھا انھم ینتحلون عقائد النصیریة والاسماعیلیة الذی یلقبون بالقرامطة والباطنیة الذین ذکرھم صاحب المواقف۔ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لایحل اقرارھم فی دیار الاسلام بجزیة ولاغیرھا ولاتحل مناکحتھم ولاذبائحھم۔

(۴۰۸) ”تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں“ کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے نیز عقیدہ بدا کی حقیقت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والے جو اپنے بیانات میں یہ کہتے ہیں کہ ”تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا“۔ کیا یہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ نہیں ہے؟ ان دونوں کے

Marfat.com

عقائد میں کیا فرق ہے؟ دلائل سے وضاحت فرمائیں نیز روافض کے ہاں جو عقیدہ بدأ ہے اس کی تشریح کریں اور اہل سنت کے ہاں ایسے عقیدے والے شخص کا کیا حکم ہے، بیان فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور تبلیغی جماعت کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ اکیلے چلا رہے ہیں۔ اس میں کوئی اور شریک نہیں، اور یہ وہ بات نہیں جو جبریہ کا عقیدہ ہے

نیز روافض کے ہاں عقیدہ بدأ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کام کرنے کے بعد اس فیصلے کو تبدیل کردیتے ہیں گویا پہلا کام (العیاذ باللہ) بھول کر ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو شخص اس عقیدے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لما في شرح الفقه الاكبر (ص۲۲۰): زعمت الجبرية ان لافعل للعبد كسبا ولاخلقا وان حركاته بمنزلة حركات الجمادات لاقدرة عليها لامؤثرة ولاكاسبة في مقام الاعتبار ولا قصد ولاارادة ولااختيار۔

وفي ردالمحتار (۲۹۸/۶): الجبرية الخالصة يقولون ان العبدبمنزلة الجمادات وان الله تعالى لايعلم الشئ قبل وقوعه۔

لما في قوله تعالى (قٓ :۲۹): مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

في روح المعاني (۱۸۶/۲۶): مايبدل القول لدى ......وفي لدى على ما قال الامام وجهان : الاول ان يكون متعلقابالقول اى مايبدل القول الذى عندى۔ الثانى ان يكون متعلقابالفعل قبل اى لايقع التبديل عندى۔

وفي النبراس (ص۲۴۵): والارادة صفة ازلية قائمة بذاته ......والدليل ماذكرنا الآيات الناطقه باثبات صفة الارادة والمشية كقوله تعالى يفعل الله مايشاء ويحكم مايريد۔

وفي الهندية (۲۵۸/۲): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به اوسخر باسم من اسمائه ...... اونسبه الى الجهل اوالعجز اوالنقص۔

وفي شرح اصول الكافي (ص۳۸۷): البدأفي العلم وهو ان يظهر له خلاف ماارادوحكم والبدأفي الامر وهو ان يأمر بشئ ويأمر بعده بخلاف ذلك ...وبعد بحث طويل ......عن ابي عبدالله

Marfat.com

قال فی هذه الآية يمحوالله مايشاء ويثبت فقال هل يمحی الاماكان ثابتا وهل يثبت الامالم يكن الشرح ارادعليه السلام لاستدلال علی وقوع البدأ بنص قرآنی ......عن ابی عبدالله قال مابعث الله نبيا حتی يأخذ عليه ثلث خصال الاقرار بالعبودية وخلع الانداد وان الله يفعل من يشاء ويؤخر من يشاء۔

الشرح ......الثالث ان يعتقدوا ان الههم فاعل مختار يصح عليه ان يتجدد ارادته وله ان يريد شيئا ويريد ضده ويفعل من يشاء ويفعل خلافه۔

وفی الملل والنحل (۱/۱۴۱): فمن مذهب المختار انه يجوز البداء علی الله تعالی والبدأله معان: البدء فی العلم وهوانه يظهر له خلاف ماعلم ولااظن عاقلا يعتقد هذا الاعتقاد۔ والبدأ فی الارادة وهو ان يظهر له صواب علی خلاف مااراد وحكم والبدأ فی الامر وهو ان يأمر بشئ ثم يأمر بشئ اخر بعده بخلاف ذلك۔

(۴۰۹) کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ کے جتنے فرقے ہیں ان سب کو کافر کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں کون سافرقہ صحیح ہے اورکون ساغلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے ،حضرت ابوبکر صدیق ﷜ کی خلافت کا انکار کرے ،صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو مباح اور ثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے ،موجودہ قرآن کو تحریف شدہ سمجھتا ہو تو وہ بالا جماع کافر ہے اور اگر وہ صرف حضرت علی ﷜ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہؓ میں سے کسی ایک فرد کو برا بھلا کہے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (ص۱۶۷): ومن جحد القرآن ای كله اوسورة منه اوآية،قلت وكذا كلمة أو قرأة متواترة أو زعم انها ليست من كلام الله تعالی كفر يعنی اذا كان كونه من القرآن مجمعاعليه۔

و فی مرقاة المفاتيح (۹/۵۶)الصحيح المختار الذي قاله الأكثرون أن الخوارج كسائر أهل

Marfat.com

البدع لا تكفر قلت وهذا في غير حق الرافضة الخارجة في زماننا فإنهم يعتقدون كفر أكثر الصحابة فضلا عن سائر أهل السنة والجماعة فهم كفرة بالإجماع بلا نزاع۔

وفی الهندية (۲/ ۲۶۴): الرافضی اذا کان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهوكافر ...... ولو قذف عائشة رضی الله عنها بالزنی كفر ...... من انكر امامة ابي بكر الصديق فهوكافر۔

وفی الد رالمختار مع ردالمحتار (۲۳۶/۴): من سب الشيخين او طعن فيهما كفر۔

وفی الشامية : لاشك فی تكفير من قذف السيدة عائشة رضی الله عنها اوانكر صحبة الصديق اواعتقد الالوهية فی علی ...... اونحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن۔

وفی تكملة رد المحتار (۱۶۲/۷): واما من سب احدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انه مباح اويترتب عليه ثواب كما عليه بعض الشيعة،او اعتقد كفر الصحابة فانه كافر بالاجماع۔

(۴۱۰) بوہری اور آغاخانی شریعت کی نظر میں

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ایک فرقہ جواپنے آپ کو بوہری کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن بعض معاملات میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں،اسی طرح آغاخانی۔شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟ان کے ساتھ معاملات اورلین دین،میل جول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بوہری فرقہ اور آغاخانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں لہٰذاان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ،لین دین اور میل جول جائز نہیں ہے۔ان کے ساتھ نکاح کرنا اوران کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

لمافی الملل والنحل (۲۲۷/۱): قال ابوالفتح محمد بن عبدالكريم فی بيان عقائد الاسماعيلية قالوا :وبعد اسماعيل محمد بن اسماعيل السابع التام،وانماتم دور السبعة به ثم ابتدائی منه بالائمة المستورين الذين كانوا يسيرون فی البلاد سراويظهرون الدعاة جهرا .... قالوا:ولن تخلوا الارض قط من امام حی قائم،اماظاهر مكشوف وامامباطن مستور فاذاكان الامام ظاهرا جاز ان يكون حجته مستورا ...وبعد صفحة يقول ...فقالوا فی الباری

Marfat.com

تعالى انا لانقول هو موجود ولا لاموجود ولاعالم ولاجاهل ولاقادر ولاعاجز۔

وفى ردالمحتار (۲۴۴/۴): يعلم مماهنا حكم الدوز والتيامنه فانهم فى البلاد الشامية يظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم يعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهية تظهر فى شخص بعد شخص ......وذكر فيها انهم ينتحلون عقائد النصرانية والاسماعيلية الذى يلقبون بالقرامطة والباطنة الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لايحل اقرارهم فى ديار الاسلام بجزية ولاغيرها ولاتحل مناكحتهم ولاذبائحهم۔

وفى اللجنة الدائمة (۲۴۲/۲ الى ۲۴۴): س: كبير علماء بوهرة يصر على انه يجب على اتباعه ان يقدموا له سجدة كلما يزورونه۔

ج: السجود نوع من انواع العبادة التى امرالله بها لنفسه خاصة وقربة من القرب التى يجب ان يتوجه العبد بها الى الله وحده ......فكلا الفريقين التابع والمتبوع كافر بالله خارج بذلك عن ملة الاسلام والعياذ بالله ..بتصرف۔

س: كبير علماء بوهرة يدعى انه المالك الكلى للروح والايمان۔ العقائد الدينية نيابة عن اتباعه۔

ج: اذا كان كبير علماء بوهرة يدعى ماذكر فدعواه باطلة سواء اراد بمايدعيه من ملك الروح والايمان، ان الارواح والقلوب بيده يصرفها كيف يشاء فيهديها الايمان اويضلها عن سواء السبيل....۔

س: ويدعى انه المالك الكلى لجميع املاك الوقف وانه غير محاسب على جميع الصدقات وهوالله على الارض۔

ج: ...... واماالثالثه :وهى دعوى انه الله فى الارض، فكفر صراح ومن ادعى ذلك فهو طاغوت يدعوا الى تاليه نفسه وعبادته وبطلان ذلك معلوم من الاسلام بالضرورة۔

وفى آخر البحث :اذا كان واقع من كبير علماء بوهرة واتباعه وماوصفت فى اسئلتك فهم كفرة لايؤمنون باصول الاسلام ولايهتدون بهدى كتاب الله وسنة رسولهﷺ ولايستبعد منهم ان يضطهدوا الصادقين فى ايمانهم بالله وكتابه وبرسولهﷺ وسنته،كما اضطهد الكفار فى كل امة رسل الله الذين ارسلهم سبحانه اليهم لهدايتهم۔

Marfat.com

رسالة

فض الخاتم

فی بیان عقیدة اهل السنة فی تخلیق آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

اوراس سے متعلق بعض گمراہ نظریات پر مدلل استدراک

(۴۱۱) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ میں پاکستانی خواتین کی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی اسکالر خاتون ڈاکٹر رفعت حسن نے کہا کہ ''قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں کہ حوا کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ،لفظ آدم عبرانی زبان کا لفظ ہے جو عربی میں مستعار لیا گیا اس لفظ کا مادہ آدمہ ہے اور اس کے لفظی معنی زمین کے ہیں آدم ہرگز کسی مذکر انسان کا نام نہیں، قرآن مجید میں تیس مرتبہ تخلیق انسان کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کہ مرد کو عورت سے پہلے تخلیق کیا گیا۔

جناب مفتی صاحب! ڈاکٹر رفعت حسن نے اپنے مقالے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت اہم ہے، انہوں نے قرآن پاک میں موجود بعض مقامات خصوصاً تخلیق آدم پر اختلافی نکات اٹھائے ہیں بلکہ تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے جو اب تک قرآن پاک، حدیث رسول اور دوسری الہامی کتب سے بالکل مختلف ہے لہٰذا میں چاہوں گا کہ ضیاء شاہد نے امریکہ سے ڈاکٹر رفعت حسن کے مذکورہ مقالے کا جو حصہ رپورٹ کیا ہے اس پر صاحبان علم آگے آئیں اور صحیح بات مسلمانوں کے سامنے واضح کریں، کیونکہ ڈاکٹر رفعت حسن کو تو پاکستان میں ایک انسٹیٹیوٹ کی سربراہی کیلئے بلایا جارہا ہے اگر وہ قرآنی تعلیمات کی سچ مچ نفی کررہی ہیں تو ان کا

Marfat.com

جواب دینا چاہیئے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ کلام مقدس اللہ تعالی کی کتاب ہے جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمائی، یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھلائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے ویسے ہی ہم تک پہنچی جیسی آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہ ہوسکی اور نہ آئندہ ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالی نے اس کتاب کی حفاظت کا تکوینی طور پر ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ ابھی تک کسی کو اس کے بارے میں تحریف کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کو سمجھنے کیلئے ضابطہ یہ بنایا کہ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا یا اس کی تشریح فرمائی وہی معتبر ہوگی اس کے علاوہ کوئی تشریح معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اس پر عمل کیلئے نمونہ نہ ہوتی تو انبیاء کو بھیجنے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالی اس بات پر قادر تھے کہ فرشتوں کے ذریعے کتاب مخلوق تک پہنچادی جاتی اور کہا جاتا کہ اس کے مطابق عمل کرو حالانکہ ایسا نہ ہوا، چنانچہ آپ انبیاء کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اللہ تعالی نے کتاب نازل فرمائی ہو اور کوئی رسول نہ مبعوث فرمایا ہو البتہ یہ ضرور ملے گا کہ انبیاء کو تو مبعوث فرمایا لیکن انہیں کتاب نہ دی بلکہ یہ حکم دیا کہ پہلے انبیاء کی کتاب کی لوگوں میں تبلیغ کریں، معلوم ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے مقصود نمونہ دکھلانا ہے کہ میرے احکامات پر عمل ایسے ہونا چاہیئے، چنانچہ اللہ تعالی نے خود کلام مقدس میں یہی ارشاد فرمایا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)

(ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت بہترین نمونہ ہے)

حاصل یہ ہوا کہ انبیاء کو کلام مقدس کی تفسیر، تشریح اور نمونے کے طور پر بھیجا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں انبیاء اس کی تشریح کرتے ہیں عمل کے اعتبار سے اس تشریح کو وہی درجہ حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالی کے کلام کو حاصل ہے، اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ الآیہ (النجم:۳،۴)

(ترجمہ: اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے، وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

جب یہ طے ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک حرف اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کتاب کی تفسیر کا حق اللہ تعالی نے اپنے پاس رکھا ہے تو اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی کہلوایا کہ لوگوں کو بتلادو کہ اس کلام کے متعلق ہر وہ بات قابل قبول ہوگی جو میری (اللہ تعالی) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہو اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی طرف سے اس میں کوئی ملاوٹ کرے گا کہ اس کی تفسیر اپنی طرف سے اندازے سے کرے تو فرمایا اگر اس کی تفسیر اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر

Marfat.com

ہے چنانچہ فرمایا

من قال فی القران برأيه فاصاب فقد اخطاء (کنز العمال، ۲/۱۶)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے)

من قال فی القران بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار (ایضاً)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر بغیر علم کے کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا)

اب اس کے بعد قران مجید کی وہی تفسیر مراد ہوگی جو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں ورنہ وہ معتبر نہ ہوگی یا آپ ﷺ کے شاگرد آپ سے کسی روایت کو بیان کریں۔ حاصل یہ کہ کلام مقدس کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات دونوں ہی ہمارے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ واجب العمل ہیں۔

اب اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں ڈاکٹر صاحبہ کے علمی نکات جو انہوں نے نہ معلوم کہاں سے مستعار لئے ہیں۔

اول: حضرت آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں؟

دوم: حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں پسلی سے نہیں پیدا کیا گیا؟

سوم: مرد کو عورت سے پہلے نہیں پیدا کیا گیا؟

سب سے پہلی بات کہ اگر آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں تھا تو

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ:۳۰)

فرشتوں سے یہ خطاب مٹی کو خلیفہ بنانے کیلئے تھا؟

پھر فرشتوں کا جواب

قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ (البقرہ:۳۰)

کیا مٹی بھی فساد اور خونریزی کرتی ہے؟ کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ یہ تو فساد اور خونریزی کرے گا۔

دوسری بات کلام مقدس کی عبارت یوں بنتی ہے

أَتَجْعَلُ فِي الْأَرْضِ مَنْ يُفْسِدُ فِي الْأَرْضِ الآية

(یعنی کیا آپ زمین میں اسے پیدا کرتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا) اگر ڈاکٹر صاحبہ کا کہنا مان لیا جائے تو گویا زمین میں زمین میں فساد پھیلا رہی ہے اور خونریزی کر رہی ہے؟

اسی طرح دوسری جگہ اس بات کو زیادہ صراحت سے بیان کیا گیا فرمایا

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ. فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ۝ (الحجر:۲۸،۲۹)

Marfat.com

(ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔)

یہاں پر تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرمادیا کہ بشر یعنی انسان کو پیدا کیا گیا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا، پھر اس میں روح پھونکی، اس کے بعد فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ سارے کام مٹی کے ساتھ ہوئے؟ ہاں مٹی کے ساتھ ہوئے لیکن اس انسان کے بننے کے بعد۔

اس طرح آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ (البقرہ:۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو کیا یہ نام مٹی کو سکھلائے گئے؟ اور مٹی کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے مسجود ملائکہ ہونے کو بیان فرمایا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُواْ لآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِيسَ (البقرہ:۳۴)

کیا یہ سجدہ مٹی کو کروایا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے جواب دیا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ (الاعراف:۱۲)

یعنی میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے تو کیا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو پیدا کیا تھا؟ جس کو سجدہ کروایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں رہنے کا ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰادَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ الآیة۔ (البقرة:۳۵)

تو کیا مٹی سے جنت میں رہنے کو کہا جارہا ہے؟

جنت میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش کا سرزد ہونا اور پھر توبہ کا قبول ہونا اس کے بعد زمین پر اترنے کا امر، کیا یہ ساری باتیں اس بات پر دلالت کیلئے کافی نہیں ہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مذکر انسان تھے؟

اس کے علاوہ روایات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام انسان تھے اور آپ ہی سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

لما فی تفسیر ابن کثیر (۲/۲۵۲): هو الذی خلقکم من نفس واحدة الآیة... ینبه تعالی علی انه خلق جمیع الناس من آدم علیه السلام وانه خلق منه زوجته حواء ثم انتشر الناس

Marfat.com

منھما کما قال تعالی یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ الآیة

تمام محدثین ومفسرین اور ائمہ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پہلے انسان تھے جن سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

اگر صرف لغوی معنی کو مدار بنا کر فیصلہ کیا جائے کہ آدم اُدمہ (نہ کہ آدمہ سے) سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کے آتے ہیں ،لہذا وہ کوئی انسان نہ تھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ رفعت بلندی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہٰذا یہ کسی کا نام نہیں ہوسکتا لہٰذا رفعت نام کی کوئی عورت نہیں ہے حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔

چونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اس وجہ سے اسی مناسبت سے نام بھی رکھا گیا۔

وفی البدایة والنھایة (۶۸/۱):حکی السدی ...انھم قالوا اخرج ابلیس من الجنة واسکن آدم الجنة فکان یمشی فیھا وحشی لیس له فیھا زوج یسکن الیھا فنام نومة فاستیقظ وعند رأسه امرأة قاعدة خلقھا الله من ضلعه فسألھا من انت قالت امرأة قال ولما خلقت قالت لتسکن الی فقالت له الملائکة ینظرون مابلغ من علمه ما اسمھا یاآدم قال حواء...

اس طرح کے صریح نصوص کی موجودگی میں اس طرح کے نظریات کا پرچار کسی شبہے یا غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ وجوہات کچھ اور ہیں ،ان وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے اور اسلام کے مدعی ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے متعلق معلومات کیلئے یا مذہب میں پی ایچ ڈی کیلئے غیر مسلموں کی یونیورسٹیوں کو ترجیح دیتے ہیں ،حالانکہ یہ ایسی گری ہوئی حرکت ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی گھٹیا حرکت ہوسکے ۔کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کوئی یہودی یا عیسائی اپنے مذہب کو سیکھنے کیلئے ہمارے ہاں آیا ہو، ہوسکتا ہے کہ آپ احساس کمتری کی وجہ سے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھیں کہ وہ کیونکر آپ کے پاس آئیں ،چلیں ہمارے ہاں نہ سہی کسی اور غیر قوم کے پاس گیا ،آپ نے زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی ایسے نہ سنا ہوگا ،لیکن آپ کو کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کریں گے کہ ان کے پاس فلاں غیر مسلم ملک کی یونیورسٹی کی اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی سند ہے ، ان کفار کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں سب کے سامنے ہے پھر کیا خیال ہے کہ وہ ہمارے مذہب سے متعلق کسی کو صحیح تعلیم دیں گے ،وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ نت نئے نظریات کو رواج دے کر وہ ہمارے درمیان اپنے مذہب کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کریں ہم نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ کیا کہ جو کام وہ بڑی مشقت سے اپنے افراد ہمارے درمیان داخل کرکے کرنا چاہتے تھے ہم ان کی مدد کیلئے خود ان کے پاس پہنچ گئے ،اور زبان حال سے یہ کہنے لگے کہ آپ اتنی زیادہ مشقت برداشت نہ کریں بلکہ ہم خود اس کام کے لئے حاضر ہیں ،جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو افراد وہاں کے سند یافتہ رہے انہوں نے ہمیشہ جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے نظریات کا ہی پرچار کیا کچھ تو وہ اپنے آقاؤں سے لائے اور کچھ اپنے آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں ان پر منکشف ہوئے اور لوگوں کو یہی باور کراتے رہے کہ موجودہ دور کے علماء تو وہی چودہ سو سالہ پرانی باتیں کررہے ہیں جب کہ ہم آپ کو ایک جدید اسلام سے متعارف کروانا

Marfat.com

چاہتے ہیں چنانچہ جدت کی روشنی میں انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ دین کے معاملے میں اتنی جدت پسندی کی اسلام میں گنجائش ہے بھی یا نہیں ؟ لیکن انہیں اس سے غرض بھی کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کا مقصود اسلام کو ترقی دینا تھوڑا ہی ہے، انہیں تو صرف اپنی من پسند زندگی چاہیئے جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جتنا نقصان اس طرح کے افراد سے اسلام کا ہوا ہے شاید ہی کہ کفار نے اتنا نقصان پہنچایا ہو۔

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے غیر مسلم اقوام کو مہذب اور اپنے کو تیسرے درجے کی مخلوق فرض کر لیا تو پھر ہم ہر کام میں ان کی نقل کرنے لگے اب جن کاموں میں شریعت کی طرف سے اجازت نہ تھی ہم نے انہیں توڑ موڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کے قریب کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ہم نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے، چنانچہ انہی کوششوں میں ایک کوشش یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں نے مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس عقدہ کو کھولنا چاہا کہ انسان کی ابتدا کیسے ہوئی، وہ اس نظریے پر پہنچے کہ ابتدا میں انسان کی صورت ایسی نہ تھی جیسا کہ ابھی ہے بلکہ یا تو بندر سے ترقی کر کے موجودہ شکل تک ترقی ہوئی یا انسان کی پیدائش یک خلوی جاندار کے طور پر ہوئی اور ترقی ہوتے ہوتے موجودہ شکل وجود میں آئی۔ اب انہی کے قریب ہونے کیلئے ڈاکٹر صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمالیں جس میں صریح طور پر اپنے آپ کو مہذب ثابت کرتے ہوئے وہ ان کی مکمل طور پر حمایت نہ کر سکیں لیکن ان کے قریب ہونے کی کوشش ضرور کی ہے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش میں صریح نصوص کا انکار کر دیا، باقی کام آئندہ مرحلے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ لہذا آپ اس طرح کی باتوں پر کان نہ دھریں ایسے حضرات جو صریح نصوص کا انکار کرتے ہوئے اپنے نظریات کا پرچار کرنا چاہتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

لما فی قولہ تعالی :یَآیُّها النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْها زَوْجَها وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِیْراً وَّنِسَاءً (النساء:۱)

وفی التفسیر لابن کثیر (۱/۳۹۶): تحت ھذہ الآیۃ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا... ''وخلق منھا زوجھا'' وھی حوآء علیھا السلام خلقت من ضلعہ الایسر...

وفی التفسیر الکبیر (۵/۱۶۶): اجمع المسلمون علی ان المراد بالنفس الواحدۃ ھھنا ھو آدم علیہ السلام

وفی روح المعانی (۲/۱۸۰):الذی خلقکم من نفس واحدۃ ...والمراد من النفس الواحدۃ آدم علیہ السلام،والذی علیہ الجماعۃ من الفقھاء والمحدثین ومن وافقھم انہ لیس سوی آدم واحد وھو ابوالبشر ... وخلق منھا زوجھا ...المراد من الزوج حوآء وھی قد خلقت من ضلع آدم علیہ السلام الایسر۔

وفی کنز العمال (۱۶/۳۷۶):خلقت المرأۃ من ضلع ان جئت ان تقیمھا تکسرھا وان ترکھا

Marfat.com

تعش معہا علی عوجہا۔

وفی لسان العرب (۹۸/۱): قیل ہو من ا دمة الارض وہو لونہا قال وبہ سمی آدم ابوالبشر علی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام۔

Marfat.com

(۴۱۲) سلفی حضرات کون ہیں اور ان سے لین دین کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل جو سلفی حضرات ہیں یہ کون سے حضرات ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ اور ان سے لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان حضرات کا پس منظر مکمل طور پر بیان فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ کے اندر آپ نے جن سلفی حضرات کے متعلق پوچھا یہ درحقیقت غیر مقلدین حضرات ہی ہیں۔ جن کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

آج سے ڈیڑھ صدی قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہ تھا یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اس وقت انہوں نے اپنا نام ''موحدین'' رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا۔ پھر ان لوگوں نے نامعلوم اسباب کی بناء پر مذکورہ نام ختم کر کے ایک دوسرا نام ''محمدیین'' اختیار کیا۔ اور ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اسی نام سے ان کی پہچان ہونے لگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ نام بھی ختم کر دیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب نہ کر دے۔ ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پھر ''غیر مقلدین'' کا لقب اختیار کیا کافی عرصے تک یہ لوگ اپنے آپ کو غیر مقلدین کہتے رہے اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ کرام رحمہم اللہ علیہم میں یہ لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن کچھ عرصے بعد معلوم نہیں کیوں اس نام سے اُکتا گئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک نیا لقب ''اہل حدیث'' منتخب کیا۔ انگریزوں کے کرم اور ان کی عنایتوں کے طفیل دفاتر سرکار انگلشیہ میں اس فرقے نے اپنا یہی نام درج کرایا۔ اس طرح یہ فرقہ مختلف ناموں اور مختلف القاب کا لبادہ اوڑھتا رہا۔ اس فرقہ کے اسلاف میں سلفی نام کا کوئی بھی عالم نہیں گزرا۔ آخر میں یہ لوگ اہل حدیث نام اختیار کر کے اسی پر جمے رہے۔

جب ان کے اسلاف کا دور ختم ہوا اور ان کی نئی نسل پروان چڑھی عالمی حالات بدل گئے خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اقتصادی ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے موجودہ فرقہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اہل حدیث کا نام ترک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک بڑی تیزی کے ساتھ ''سلفی'' اور اثری بنتا گیا۔ کیونکہ سعودی عرب کے عام باشندے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالوہاب نجدی کو پسند کرتے ہیں اور سلفیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے مدارس، علمی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام اہل حدیث سے ''سلفی'' میں تبدیل ہو گئے اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر لی۔ اب ان کا ہر چھوٹا بڑا اپنے نام کے ساتھ ''سلفی'' لکھتا ہے۔ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۱۲)

Marfat.com

اس سرزمین پاک وہند میں تقریباً بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے۔ یہاں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب ''حنفی اہل السنت والجماعت'' تھے یہاں تک کہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء کرام، اولیاء کرام اور سلاطین عظام ''اہل سنت والجماعت حنفی'' تھے لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوشنما اور دلفریب عنوانات سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا۔ اس فرقے کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی اور انتہاء سلف پر بدزبانی ہے۔ یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص ''اعجاب کل ذی رأی برأیه'' پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ ''لعن آخر هذه الامة اولها'' کا مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی برتر جانتا ہے۔ مشہور مورخ شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (ارشاد الی سبیل الرشاد) میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ کے مبارک دور سے لے کر ۱۸۰۰ء تک کوئی دنگا فساد نہ ہوا، ۱۸۸۸ء میں انگریز نے آزادی مذہب کے نام پر مسلمانوں کے تقلیدی اتحاد کو غیر مقلدیت سے توڑا اس لئے کہ مقلدین ہی تھے کہ جنہوں نے ان کے علاقے فتح کیے اور ان کو زیر کیا ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک اس کے دس فرقے بن گئے۔

(۱)۔ جماعت غرباء اہلحدیث، (۲)۔ امیر شریعت صوبہ بہار، (۳)۔ کانفرنس اہلحدیث، (۴)۔ فرقہ نائیہ ۱۹۳۸ء، (۵)۔ فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰-۱۹۲۹ء، (۶)۔ فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ، (۷)۔ فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ، (۸)۔ جمعیت اہلحدیث ۱۳۷۰ھ، (۹)۔ انتخاب مولوی محی الدین ۱۳۷۸ھ اور اب یہی دسواں فرقہ ہے ان میں بعض نے بعض پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا ہے۔

۱۳۱۹ھ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک وبدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تاکہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے جو تعمیر کے بجائے تخریب کیلئے تیار کیا جا رہا ہے پھر یہ لوگ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کی پیروی سے منحرف ہو گئے تھے اس لئے لوگ انہیں لامذہب کہنے لگے۔

ان کی تصانیف:...... غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔ مشکوٰۃ، بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا۔ ردتقلید پر سب سے پہلی کتاب معیارِ حق سید نذیر حسین نے لکھی۔ تاریخ اہلحدیث سب سے پہلے مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ ان کا کوئی ترجمہ، تفسیر قرآن، ترجمہ وتشریحات انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں۔

نسب نامہ:...... آپ کسی منکرین حدیث یا قادیانی سے پوچھ لیں کہ آپ کب اس مذہب میں آئے ہیں وہ اولاً یہی بتلائے گا میں ہی بنا ہوں، یا باپ اور بہت بوڑھا تو دادا تک بتلائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتا سکتا یہی حال سلفی غیر مقلدین کا ہے۔ غزنوی خاندان میں سب سے پہلے سلفی عبداللہ غزنوی تھا، لکھنوی خاندان میں مولوی محمد صاحب سے پہلے کوئی سلفی نہ تھا، اور بھوپال میں نواب صدیق حسن سے پہلے کوئی سلفی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد:...... پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چنیانوالی مسجد بنی، جن کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی تھا جو رات دن فقہ اور احناف کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا اسی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی

Marfat.com

بنایہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ:......دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحق رحمۃ اللہ علیہ کا درس ہوتا تھا اور عرب وعجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انگریز برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ تو اس مدرسہ کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا نائب مقرر کر کے بٹھا دیا، یہی ان کا پہلا مدرسہ بنا۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

۱۹۱۱ء کی مردم شماری جو کہ سرکاری سطح پر کی گئی کے اعداد وشمار یہ ہیں۔ اثناء عشری ایک کروڑ ۷۳ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۴۷ کروڑ سے زائد تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا اس لئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام شمار ہے اور نہ کوئی فرد۔ (از انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

سلفیت یعنی غیر مقلدین کے عقائد:......ان حضرات کے تمام عقائد ونظریات کا احاطہ کرنا یہاں پر ناگزیر ہے البتہ چند مشہور عقائد جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بالکل منافی ہیں۔ درج ذیل ہیں:

(۱)......''تقلید شرک ہے بدعت گمراہی اور اندھا پن ہے۔ یعنی ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی کی تقلید کرنا شرک ہے۔ اپنے کو مؤحدین اور مقلدین ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کو مشرک وبدعتی کہنا''۔

(۲)......ان کی کتاب فتاوی ثنائیہ (۱/۸۶) میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ہمارا یہ مذہب نہیں کہ تمام امور شرعی میں کسی ایک امام کی تقلید کریں۔ ہم ایسی تقلید کو قرآن حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۳)......''نمازِ تراویح کی رکعتیں آٹھ ہیں، بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے'' ان کی کتاب (فتاوی ثنائیہ، ۱/۵۴۵) میں تحریر ہے ''پس اس امر پر اتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے۔''

(۴)......''ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں، تین نہیں بلکہ ایک طلاق شمار ہے''۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے تو وہ بیک وقت منعقد نہیں ہوتیں بلکہ ایک طلاق شمار ہوگی ان کی کتاب (فتاوی ثنائیہ، ۲/۲۲۷) میں مذکور ہے: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی خرابیاں ہیں اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجالس میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی۔''

(۵)......''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے'' ان کی کتاب (فتاوی نذیریہ، ۱/۵۷۴) میں ایک سوال کہ ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں'' کے جواب میں فرمایا ''جائز ہے''۔

(۶)......''اجماع کوئی چیز نہیں ہے'' یعنی انکا نظریہ ہے کہ اجماع اور قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہیں یعنی یہ حضرات اجماع امت میں اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نہیں مانتے جیسے کہ بیس رکعت تراویح، طلاق ثلاثہ وغیرہ ان کی کتاب (عرف الجاوی، ص ۳) میں

Marfat.com

ذکر ہے ''دین اسلام کے ادلہ صرف دو ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع کوئی چیز نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس ہیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے۔''

(۷)...... ''خلفاء راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔'' (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۲/۳۱۸)

(۸)...... ''صحیح ہے کہ شراب ناپاک نہیں۔'' (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۱/۱۹)

(۹)...... ''قرآن پاک پر غلاف ہو تو سر کے نیچے یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔'' (ایضاً، ۱/۲۰)

(۱۰)...... ''اگر نمازی کی زبان سے ''ہاں'' یا ''البتہ'' یا ''نہیں'' نکل گیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔'' (ایضاً، ۱/۱۰۹)

(۱۱)...... ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم جو باجماع امت العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار، رہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر اور مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

(۱۲)...... فقہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر فرمایا یہ حضرات اس کو خبیث قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

حضرات سلفیہ (غیر مقلدین) کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا موقف

ان حضرات میں جو لوگ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور مقلدین کو مشرک اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم پر سب و شتم کرتے ہیں یہ حضرات فاسق شمار ہوں گے۔ جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں صرف ظاہری حدیث کی اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اس میں اتباع ہوا سے کام نہیں لیتے وہ فاسق شمار نہیں ہیں۔ نماز پہلے لوگوں کے پیچھے مکروہ ہے بوجہ فاسق ہونے کے اور دوسروں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں البتہ ان سے لین دین کرنا درست ہے۔

Marfat.com

فصل فی التعویذات

(تعویذات کے بیان میں)

(۴۱۳) درود کے ذریعے دم کرنا

سوال

کیافرماتے ہیں مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود شریف کے ذریعے سے کسی چیز پردم کرسکتے ہیں یانہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کیساتھ دم کیا جاتا ہے؟ نیز یہ شرک میں داخل ہے یانہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

درود کے ساتھ دم کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دوسری ادعیہ ماثورہ کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ اور اگر درود سے ہی دم کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر عقیدہ یہ ہو کہ درود کے ذریعے دم سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوں گے یا شفاء آپ سے ملے گی تو یہ عقیدہ غلط اور شرک ہے۔

لمافی المشکوۃ (۳۸۸/۲): وعن جابر قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الرقاء فجاء آل عمرو ابن حزم فقالوا یارسول اللہ انہ کانت عندنا رقیۃ ترقی بھا من العقرب وانت نھیت عن الرقی فعرضوھا علیہ فقال ماارٰی بھا باسا من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔

وعن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاھلیۃ فقلنا یارسول اللہ ﷺ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک۔

(۴۱۴) دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی دعا یا تعویذ کے ذریعے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے

Marfat.com

جرائم کو ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ان طریقوں سے ثابت کرے تو اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دعا یا تعویذ یا کسی اور طریقے سے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے ثبوت پر یقین کرنا بھی جائز نہیں بلکہ ان کی تصدیق کفر تک پہنچانے والی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کو یقینی خبر نہیں ہوتی۔

لمافی المرقاة (۹/ ۱۷): عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتى كاهنا فصدقه بمايقول ...

... فقد برئ مما انزل على محمد۔

(فقد برئ مما انزل على محمد) اى كفر وهومحمول على الاستحلال اوعلى التهديد والوعيد۔

وفي شرح الفقه الاكبر (ص۱۴۹): ان تصديق الكاهن بمايخبر عن الغيب كفر۔

وفي ردالمحتار (۲۴۲/۴): ان الكاهن من يدعى معرفة الغيب باسباب وهى مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم .... والذى يدعى إنه له صاحبا من الجن يخبره عما سيكون والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر ......وفي التاتارخانية يكفر بقوله انا اعلم المسروقات۔

(۴۱۵) تعویذ لٹکانے کی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات گلے میں تعویذات وغیرہ لٹکاتے ہیں اور اس پر شفاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھیں اور انہی پر شفاء کے حصول کا عقیدہ ہو تو ایسے اشخاص مشرک ہیں انہیں فوراً اس فعل بد سے اجتناب کرنا چاہیئے اور توبہ کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر محض اسباب کے درجے میں یہ کام کیا جائے اور شفاء کے حصول کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافي سنن ابي داؤد (۱۸۶/۲): عن عبدالله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك الى آخر الحديث۔

وعلى هامشه: التمائم جمع تميمة اريد به الخزرات التى تعلقها النساء فى اعناق الاولاد على ظن

Marfat.com

انها تؤثر وتدفع العين۔(قوله شرك) اى من افعال المشركين اذا اعتقد ان له تاثيرا حقيقة۔

وفی المرقاة (۳۵۸/۸): عن زينب امرأة عبدالله بن مسعود ان عبدالله رأى فى عنقى خيطا فقال ماهذا فقلت خيط رقى لى فيه قالت فاخذه فقطعه ثم قال انتم آل عبدالله لاغنياء عن الشرك سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك۔

وفی المرقاة تحته : هى خرزات كانت للعرب تعلق على الصبى لدفع العين بزعمهم وهوباطل ...... واطلق الشرك عليهما اما لان المتعارف منها فى عهده ماكان معهودا فى الجاهلية وكان مشتملا على مايتضمن الشرك۔

وفی ردالمحتار (۳۶۳/۶): التمائم جمع تميمة وهى خرزات كانت العرب تعلقها على اولادهم يتقون بها العين فى زعمهم فابطلها الاسلام والحديث الاخر من علق تميمة فلا أتم الله له لانهم يعتقدون انهم تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شركاء لانهم ارادوا بها دفع المقادير المكتوبة عليهم وطلبوا دفع الاذى من غير الله تعالى الذى هو دافعه اھ۔

(۴۱۶) مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ چور، جادوگر یا مجرم کو معلوم یا متعین کرنے کے لئے عاملین سے رجوع کرتے ہیں۔ عامل کے مخصوص علم کے بعد اس عمل کے اثرات جس پر ظاہر ہوجائیں اسے ہی مجرم، چور یا جادوگر گردانتے ہیں کیا اس طرح کا عمل کرنا صحیح ہے اور اس ذریعے سے تعیین کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

چور، جادوگر یا مجرم کی تعیین کے لئے عاملین کے خاص اعمال اور پھر ان کے اثرات کے باوجود شرعا مجرم کی تعیین کے لئے غیر معتبر ہیں۔ لہذا جس پر عمل کا اثر ظاہر ہوا سے مجرم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس طرح کے غیبی امور معلوم کرنے کے لئے کسی کے پاس جانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کی تصدیق بھی کر دی تو کفر ہے لہٰذا اس طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

لمافی المشكوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ﷺ من اتى عرافا فسأله عن شئ لم يقبل له صلاة اربعين ليلة ......وعن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتى كاهنا فصدقه بمايقول ......فقد برئ بماانزل على محمد۔

Marfat.com

وفی التاتارخانیة (۵/ ۴۷۷): سئل الفضلی عن معنی قوله علیه السلام من اتی کاھنا وصدقه فیما یقول فقد کفر بماانزل علی محمد ﷺ فقال الکاھن الساحر فقیل له: ھذا الرجل اوالمرأة التی تقول اناا علم المسروقات ھل یدخل تحت ھذا الخبر قال: نعم قیل له فان قال ھذا الرجل انااخبر عن اخبار الجن ایای قال ان قال ھکذا فھو ساحر کاھن ومن صدقه فقد کفر۔

Marfat.com

فصل فی اغلاط العوام

(عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

(۴۱۷) قرآن سے فال نکالنا

سوال

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری والدہ صاحبہ جو کام کرتی ہیں کہتی ہیں کہ پہلے قرآن پاک سے فال نکالو پھر کام کرو۔کیا شریعت کی رو سے قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قرآن مجید سے فال نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے فال نکالنا صحیح نہیں ہے۔قرآن مجید کا مقصد حلال وحرام میں تمیز اور ضابطہ حیات کی طرف راہنمائی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن سے فال نکالا اور بعد میں وہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس غلط بات کی نسبت قرآن مجید کی طرف کی جائے گی جو موجب کفر ہے۔

لمافی قوله تعالی(الاسراء: ۹) : إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيْرًا

(الاعراف: ۱۵۷)وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

وفی المشكوة (ص۳۹۲): عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يتفاول ولا يتطير وكان يحب الاسم الحسن۔

(۴۱۸) فال کی شرعی حیثیت

سوال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوتے ہیں جن کے پاس ایک

Marfat.com

طوطا اور چند لفافے ہوتے ہیں۔ کیا ان سے فال نکلوانا صحیح ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فال نکالنا صحیح ہے کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مروجہ فال کا طریقہ ناجائز ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں اور روایات میں جس فال کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی اچھا کلمہ یا اچھی تعبیر ہے یعنی آپ نے کوئی کام شروع کیا یا شروع کرنے کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے کوئی اچھا کلمہ سن لیا اور نیک فالی کے طور پر آپ نے اس سے اچھی تعبیر لے لی تو یہ صحیح ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللهﷺ من اتی کاهنا فصدقه بمایقول ...... فقد بریٔ مماانزل علی محمد۔

وفیه ایضا (ص۳۹۲): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللهﷺ یتفاؤل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن ...... عن انس ان النبیﷺ کان یعجبه اذاخرج لحاجة ان یسمع یاراشد یانجیح۔

(۴۱۹) مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب چہرے یا سر پر ایک خاص قسم کا زخم ہوتا ہے تو مسجد کے محراب کی مٹی استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح علاج کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو بھی اس کو پاک ومقدس مٹی سمجھ کر استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

علاج کے لئے مٹی استعمال کرنا جائز ہے البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ شفا مٹی میں ہے یا کسی خاص مٹی میں ہے یہ درست نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۵): حدثنا علی بن عبدالله ...... عن عائشة رضی الله عنها ان النبیﷺ کان یقول للمریض بسم الله تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا۔

(۴۲۰) آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آٹے کی گولیوں پر سورہ مزمل پڑھنا اور

Marfat.com

انہیں جاری پانی جیسے سمندر وغیرہ میں پھینکنا جائز ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اب ان دونوں میں جو بات صحیح ہو اس کی وضاحت فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ عمل صفر کے مہینے میں کیا جاتا ہے، اور اس مہینے کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں مصائب و بلائیں اور بیماریاں کثرت سے نازل ہوتی ہیں، اور ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورہ مزمل آٹے کی گولیوں پر پڑھ کر سمندر وغیرہ میں ڈالی جائیں تا کہ مچھلیاں ان کو کھائیں اور ہم ان مصائب سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی یہ مہینہ منحوس ہے کہ اس میں مصائب کثرت سے نازل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہ صفر کے متعلق نحوست اور مصائب کے نزول کا عقیدہ لوگوں کا من گھڑت اور جاہلانہ عقیدہ ہے، جس کی شریعت اور دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اس قسم کے عقائد سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ماہ صفر بلکہ کسی چیز کے بارے میں بھی نحوست کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ غم وخوشی، صحت و بیماری وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور بندوں کی آزمائش کے طور پر آتے ہیں اس میں نہ تو کسی چیز کی نحوست کا دخل ہے اور نہ کسی اور چیز کا، بلکہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر مذکورہ عمل بھی ماہ صفر کی نحوست کی بناء پر کیا جاتا ہو تو جائز نہیں کیونکہ ماہ صفر کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا ہی جائز نہیں تو یہ بناء فاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہو جائے گا۔ اور اگر صرف مقصود مچھلیوں ہی کو کھلانا ہے تو سورہ مزمل کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپ ویسے ہی سمندر میں ڈال دیں البتہ ماہ صفر میں ڈالنے میں پھر بھی پرہیز بہتر ہے تا کہ ان لوگوں سے مشابہت بھی نہ ہو جو مذکورہ عقیدے کی وجہ سے یہ عمل کرتے ہیں۔

لما فی القران ا لکریم: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ:۲۰۸)

وفی الصحیح للبخاری(۸۵۹/۲): عن ابی هریرة قال قال النبیﷺ قال لاعدویٰ ولا صفرولا هامة۔

وفی الصحیح لمسلم (۲۳۰/۲): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ حین قال رسول اللهﷺ لا عدویٰ ولاصفر ولاهامة فقال اعرابي یا رسول الله فما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیجئ البعیرالاجرب فیدخل فیها فیجربها کلها قال فمن اعدی الاول۔

وفی مرقاة المفاتیح (۹/ص۴): (ولا صفر) قال شارح کانت العرب یزعمون انه حیة فی البطن واللدغ الذی یجده الانسان عند جوعة من عضه قال ابوداؤد فی سننه قال بقیة سألت محمد بن راشد عنه قال کانوا یتشائمون بدخول صفر فقال النبیﷺ لاصفر ... قال القاضی و یحتمل ان یکون نفیا لما یتوهم ان شهر صفر تکثر فیه الدواهی والفتن۔

Marfat.com

(۴۲۱) دوعیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ دوعیدوں کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ منحوس ہوتی ہے لہٰذا جلد طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔ آیا یہ بات درست ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ان لوگوں کا مذکورہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے کہ آپ نے خود شوال کے مہینے میں شادی کی۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۴۵۶): عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت تزوجنی رسول اللہ ﷺ فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول اللہ ﷺ کان احظی عندہ منی قال وکانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ھا فی شوال۔

قال النووی تحت ھذہ الروایة : فیہ استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابہ بھذالحدیث وقصدت عائشة بھذا الکلام رد ماکانت الجاھلیة علیہ وما یتخیلہ بعض العوام الیوم من کراھة التزوج والتزویج والدخول فی شوال وھذا باطل لااصل لہ وھو من آثار الجاھلیة کانوا یتطیرون بذلک لمافی اسم شوال من الاشالة والرفع۔

(۴۲۲) رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پندنامہ میں جو رات کو آئینہ دیکھنے یا جھاڑو دینے سے ممانعت آئی ہے اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

شرع میں ان دونوں چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے محض عوام میں مشہور ہیں اور جن بزرگوں کے کلام میں ہے محض طب وحکمت

Marfat.com

کے طور پر ہے ورنہ یوں کہا جائے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن کا غلبہ تھا لہٰذا ارادی طور پر کوئی جرح کئے بغیر نقل کر دیا پس ایسے حضرات معذور ہیں اور ان کا قول قابل عمل نہیں۔

هكذا صرح فی امداد الفتاوی (۳۷۰/۴)

(۴۲۳) کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو مٹی باقی بچی تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے کتے کو پیدا کیا اسی وجہ سے یہ انسان کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بچی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا البتہ یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسم اطہر سے بچی ہوئی مٹی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا گیا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۳۶۰/۹): قال كلوا من عمتكم يعنى النخلة خلقت من فضلة طينة آدم عليه السلام۔

وفی معالم التنزيل للبغوی (۳۳/۳): الحكمة فى تشبيهها بالنخلة من بين سائر الاشجار ...... لانها خلقت من فضل طينة آدم عليه السلام ولذلك قال النبی ﷺ اكرموا عمتكم قيل من عمتنا قال النخلة۔

وفی عمدة القاری (۱۵/۲): قال الكرمانی ان النخلة خلقت من بقية طينة آدم عليه السلام فهی كالعمة للاناس۔

(۴۲۴) کیا ہدہد سید ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہدہد جو ایک پرندہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہے

Marfat.com

اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہدہد سید ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہدہد حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اسے سید کہنا من گھڑت بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۰۴/۴): وفی فتاوی الولوالجی اکل الھدھد لا بأس به لانه لیس بذی مخلب من الطیور۔

وفی الھندیة (۴۹۰/۵): اکل الخطاف والصلصل والھدھد لا بأس به لانها لیست من الطیور التی ھی ذوات مخلب کذا فی الظھیریة۔

(۴۲۵) بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟

سؤال

ہمارے گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کہ مختون تھا۔ ہمارے علاقے میں اس مسئلے پر بہت اختلاف پیدا ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگی کی علامت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بچہ ناقص پیدا ہوا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ مختون پیدا ہونا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بچے کا مختون پیدا ہونا قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ بہت سے انبیاء مختون پیدا ہوئے اور نیک فالی کے طور پر بزرگی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی الدر المختار (۷۵۱/۶): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیھم الصلوة والسلام فقال ...

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم

وھم زکریا شیث ادریس یوسف ....

(۴۲۶) جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ مرد اور عورتیں

Marfat.com

جاہل اور جعلی پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہیں۔ان کے اس فعل کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ نیز کسی باشرع عالم یا بزرگ کے ہاتھ اور پاؤں چومنا عندالشرع جائز ہے نہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا برکت کے لئے یا علم کی وجہ سے جائز ہے اس کے علاوہ دیگر اشخاص کے ہاتھ اس طرح چومنا ناجائز اور حرام ہے خاص طور پر عورت کا اجنبی مردوں کے ہاتھ چومنا قطعاً ناجائز ہے۔ چاہے وہ شخص عالم ہو یا کوئی اور ہو کسی صورت میں جائز نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱۰۷۱/۲): عن عائشة رضی الله عنها ...... مامست ید رسول الله ﷺ ید امرأة الا امرأة یملکھا۔

وفی الھندیة (۳۶۹/۵): تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز ولا رخصة فی تقبیل ید غیرھما ھو المختار کذا فی الغیاثیة۔

وفیه ایضا (۳۲۹/۵): ولا یحل له ان یمس وجھھا ولا کفھا وان کان یأمن الشھوة۔

وفی الدرالمختار (۳۸۳/۶): ولا بأس بتقبیل یدالعالم والمتورع علی سبیل التبرك والسلطان العادل ...... ولا رخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرھما۔

(۴۲۷) بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پنجاب کے بعض دیہاتوں میں مشہور ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچہ قبل البلوغ مرجائے تو وہ بچہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ کیا ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

احادیث سے یہ بات صراحتاً تو نہیں ملتی البتہ ابوداؤد باب العقیقہ کی ایک روایت کل غلام رھینة بعقیقة میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچپن ہی میں مرجائے تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔

لما فی نیل الاوطار (۲۰۹/۳): (کل غلام رھینة بعقیقة) قال الخطابی: اختلف الناس فی معنی ھذا،

Marfat.com

فذهب احمد ابن حنبل إلى ان معناه انه اذا مات وهو طفل ولم يعق عنه لم يشفع لأبويه۔
وقيل: انه مرهون بالعقيقة بمعنى انه لا يسمى ولا يحلق شعره الا بعد ذبحها وبه صرح صاحب المشارق والنهاية۔ انتهى

وفي مرقاة المفاتيح (۷۸/۸): وفي شرح السنة قد تكلم الناس فيه، واجودها ما قاله احمد بن حنبل معناه انه اذا مات طفلا ولم يعق عنه لم يشفع في والديه وروى عن قتادة انه يحرم شفاعتهم۔

(۴۲۸) جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تبلیغی امیر صاحب بیان فرما رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''مومن کے جھوٹے میں شفا ہے''۔ امیر صاحب نے مزید کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ شفا ہے لیکن اگر اس میں مزید پانی ملا یا جائے تو وہ شفا ختم ہو جاتی ہے اور وہ بیماری بن جاتی ہے۔ کیا واقعی شرعاً ایسا ہی ہے کہ مزید پانی ملانے سے وہ شفا بیماری بن جاتی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔ البتہ اس سے آگے والی بات کہ مزید پانی ملانے سے بیماری بن جاتی ہے اس کا کہیں ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور مزید یہ کہ بغیر معلومات کے کوئی بات دین یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا انتہائی جرأت کی بات ہے جس سے ازحد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لما في المقاصد الحسنة (ص۲۴۱): ريق المؤمن شفاء ، معناه صحيح ففي الصحيحين ...... واما ماعلى الالسنة من ان سور المؤمن شفاء ففي الافراد للدارقطني من حديث نوح بن ابي مريم عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع ان يشرب الرجل من سؤر اخيه۔

(۴۲۹) قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دروازوں پر قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں اور اس کے نیچے سے گزرتے ہیں تاکہ ان کو امراض سے صحت نصیب ہو جائے، کیا اس طرح سے کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور سلف

Marfat.com

صالحین سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

تتبع وتلاش کے باوجود کسی کتاب میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملی کہ یہ بات یعنی قرآن کو دروازے پر لٹکانا اور لوگوں کا اس کے نیچے سے صحت امراض کیلئے گزرنا ثابت ہو اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "...وعن جابرؓ قال قال رسول اللهﷺ اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة۔

وفي مرقاة المفاتيح تحته (۱/۲۱۵): وفي رواية لمسلم من عمل عملا اى اتى بشئى من الطاعات او بشئى من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا او سابقا على الامر ليس عليه امرنا اى كان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتى به على حسب هواه فهو رد اى مردود غير مقبول۔

(۴۳۰) زلزلے کا سبب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ زلزلہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگ پر اٹھا رکھا ہے، جب ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ زمین کو دوسرے سینگ پر کر لیتا ہے جس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

شریعت مطہرہ میں بیل کا زمین کو سینگوں پر اٹھانے کا ذکر کہیں نہیں ملتا بلکہ زلزلہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کا ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے اور بعض دفعہ جب کسی قوم میں گناہوں کی کثرت ہو جائے تو اس کی وجہ سے بھی زلزلے آتے ہیں۔ نیز اللہ تعالی کا امر یا گناہوں کی کثرت یہ باطنی اسباب میں سے ہیں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی کئی دوسری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ دونوں میں کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے۔

لما في روح المعاني (۱۷/۱۱۱): تحت آية ان زلزلة الساعة شئ عظيم......قال العلامة الآلوسى في بحث سبب الزلزلة ......تحدث هذه الحركة بتحريك ملك بناء على ماروى ان في الارض عرقا تنتهي الى جبل قاف وهي بيد ملك هناك فاذا اراد الله عزوجل امرا أمره ان

Marfat.com

یحرك عرقا فاذا حرکه زلزلت الارض ......ولا یخفی انه اذا صح حدیث فی بیان سبب الزلزلة لاینبغی العدول عنه والافلابأس بالقول برأی الفلاسفة وهو لاینافی القول بالفاعل المختار کماظن بعضهم۔

وفی المشکوة (ص۴۷۰): عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزکوة مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأته ......فارتقبوا عند ذلك ریحا حمراء وزلزلة وخسفا۔

(۴۳۱) دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو اسے ڈولی میں بٹھاتے وقت اذان دی جاتی ہے۔کیاایسا کرنا ثابت ہے یانہیں؟شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

دلہن کوڈولی میں اس لئے نہیں بٹھایا جاتا کہ اس طرح بٹھانا ثابت ہے بلکہ صرف آسانی مقصود ہوتی ہے۔اس لئے جب ڈولی میں بٹھانا ثابت نہیں تواذان دینا بطریق اولی ثابت نہیں ہوگا۔لہٰذا رخصتی کے وقت اذان دینا بدعت کے زمرے میں داخل اور قابل اجتناب ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد "۔

(۴۳۲) صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ صدقہ کے لئے مرغی اور بکرا وغیرہ کسی غریب کودینے سے پہلے مریض یا گھر یا گاڑی وغیرہ جس کا صدقہ کرنا ہوتا ہے اس کے گرد گھماتے ہیں۔کیاایسا کرنا شریعت میں ثابت ہے اور صدقہ کرنے کے لئے اس طرح گھمانا ضروری یا کم سے کم مستحسن ہے؟وضاحت فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

روایات کثیرہ میں صدقات وغیرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن کہیں کوئی خاص مقدار یا پھر صدقہ کرنے سے پہلے کسی خاص طریقے کا بیان نہیں ہے لہٰذا جس قدر استطاعت ہو صدقہ کرنا چاہیئے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اسے پہلے مریض وغیرہ کے گرد چکر لگوانا اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام والتزام جائز نہیں۔

لمافی المشکوۃ (ص۱۶۸): عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع میتة السوء۔

وفيه ايضاً (ص۱۶۷): عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة۔

Marfat.com

کتاب التاریخ والسیر

(تاریخ اور سیر کے بیان میں)

(۴۳۳) قوم عاد کی قد وقامت اور شداد کی جنت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔کیا ان کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اسی طرح شداد کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔کیا اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں زیادہ مشہور قول بارہ (۱۲) گز کا ہے۔اور شداد کے قصے کی بھی اصل موجود ہے چنانچہ تفاسیر میں شداد کے متعلق واقعہ موجود ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۴۵/۲۰): قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فی روایة عطاء کان الرجل منهم طوله خمسمائة ذراع والقصیر منهم ثلثمائة ذراع بذراع نفسه وروی عن ابن عباس ایضا ان طول الرجل منهم کان سبعین ذراعا [ابن العربی] وهو باطل لان فی الصحیح ان الله خلق آدم طوله ستون ذراعا فی الهواء فلم یزل الخلق ینقص الی الآن وزعم قتادة ان طول الرجل منهم اثناعشر ذراعا۔

وفیه ایضا (۴۷/۲۰): وروی انه کان لعاد ابنان شداد وشدید فملکا وقهرا ثم مات شدید وخلص الامر لشداد ......وذکر القصة.........۔

وفی تفسیر المظهری (۲۵۵/۱۰): قال مقاتل کان طولهم اثنی عشر ذراعا یعنی من ذراع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

وفی زادالمسیر (۸/۲۵۹): ان عادا المنسوب الیھم عاد الاولی کان له ولدان شدید وشداد فلما مات عاد ثم مات شدید وبقی شداد ملك الارض ودانت له المملوك . . . وذکر القصة . . . ۔

(۴۳۴) غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غزوہ موتہ کس تاریخ اور کس کی امارت میں ہوا۔اس میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مسلمانوں کو آخر میں فتح ہوئی یا شکست؟ تفصیل سے بیان فرمائیں اور پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس دو کتابچے ہیں ان کا آپس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔لہٰذا آپ جو صحیح بات ہے تحریر فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

شرحبیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو قتل کروادیا۔جس کی وجہ سے سنہ ۸ ھجری ماہ جمادی الاولی میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اس میں خود حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہو گئے تھے لیکن آخر کار فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

لمافی کتاب المغازی للواقدی (۲/۷۵۵): حدثنا الواقدی ......قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحارث بن عمیر الازدی ثم احد بنی لھب الی ملك بصری بکتاب فلما نزل موتة عرض له شرحبیل بن عمرو الغسانی فقال این ترید ؟ قال الشام۔قال :لعلك من رسل محمد قال نعم،انارسول رسول اللہ فأمر به فاوثق رباطا،ثم قدمه فضرب عنقه صبرا......فبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخبر فاشتد علیه وندب الناس واخبرھم بمقتل الحارث ومن قتله فاسرع الناس وخرجوا فعسکروا بالجرف ......فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثة امیرالناس۔

وفی البدایة والنھایة (۴/۲۴۱): وھی سریة زید بن حارثة فی نحو من ثلاثة الاف الی ارض البلقاء من ارض الشام......عن عروة بن زبیر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثه الی موتة فی جمادی الاولی من سنة ثمان واستعمل علیھم زید بن حارثة۔

(وھکذانقل فی تاریخ الطبری ج۲/ص۳۱۹)

Marfat.com

(۴۳۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کس دین پر تھے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے عرب کس نبی کے دین پر تھے؟ نیز عرب اور قریش میں بتوں کی عبادت کب شروع ہوئی اور کس نے شروع کی؟ مطلع فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے عرب بت پرست تھے مگر ان کے اندر دین ابراھیمی کے کچھ شعائر موجود تھے جیسے بیت اللہ کی تعظیم، طواف، حج، عمرہ وغیرہ اور عرب میں عمرو بن لحی نام کا ایک آدمی تھا وہ قبیلہ خزاعہ کا سردار تھا سب سے پہلے بت پرستی اس نے شروع کی۔

لما فی السيرة النبوية للامام ابی الفداء اسماعيل بن كثير :(۱/۶۱) دار المعرفة: واستمرت خزاعة على ولاية البيت نحوا من ثلاثمائة سنة، وقيل خمسمائة سنة والله أعلم. وكانوا مشئومين في ولايتهم، وذلك لان في زمانهم كان أول عبادة الاوثان بالحجاز. وذلك بسبب رئيسهم عمرو بن لحی لعنه الله، فإنه أول من دعاهم إلى ذلك.

وفی السيرة النبوية لابن هشام (۱۰/۱۱۱): ويقال اسمه عبد الرحمن بن صخر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لأكثم بن الجون الخزاعي يا أكثم رأيت عمرو بن لحي بن قمعة ابن خندف يجر قصبه في النار فما رأيت رجلا أشبه برجل منك به ولا بك منه فقال اكثم عسى أن يضرني شبهه يا رسول الله قال لا إنك مؤمن وهو كافر إنه كان أول من غير دين إسماعيل فنصب الأوثان وبحر البحيرة وسيب السائبة ووصل الوصيلة وحمى الحامي۔

و فی السيرة النبوية للامام ابی الفداء اسماعيل بن كثير (۱/۶۲): واستبدلوا بدين إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام غيره، فعبدوا الاوثان وصاروا إلى ما كانت عليه الامم قبلهم من الضلالات. وفيهم على ذلك بقايا من عهد إبراهيم عليه السلام يتمسكون بها من تعظيم البيت، والطواف به، والحج والعمرة، والوقوف على عرفات والمزدلفة، وهدى البدن والاهلال بالحج والعمرة، مع إدخالهم فيه ما ليس منه فكانت كنانة وقريش إذا أهلوا قالوا:

Marfat.com

لبیك اللهم لبیك۔

(۴۳۶) فتح کے موقع پر قتل کئے گئے بعض اشخاص کے نام اور ان کے جرائم

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر باقی سب کو معاف کردیا گیا لیکن چند اشخاص ایسے بھی تھے جنھیں معاف نہیں کیا گیا وہ کون کون تھے اور انہوں نے کیا جرم کیا تھا ؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو اشخاص فتح مکہ کے دن بھی مجرم ٹھہرے ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عامل بنا کر صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا اس کے ہمراہ ایک غلام بھی بھیجا تھا، راستہ میں ابن خطل نے کسی موقع پر غلام سے کھانا تیار کرنے کو کہا لیکن غلام سو گیا ابن خطل نے غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کردیا اور خود صدقہ کے اونٹ لے کر مکہ گیا اور مرتد ہو گیا، بعد میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا، اس کی دو باندیاں تھیں ناچ گانے کی مجلس سجا کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھوایا کرتا تھا تو اس نے تین جرم کیے تھے اول ناحق خون بہایا تھا دوم مرتد ہو گیا تھا سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب تھا، فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں میں لپٹ گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزۃ اسلمی اور حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہما نے جا کر اس کو قتل کردیا۔

۲۔ مقیس بن ضبابۃ بھی پہلے مسلمان ہو گیا، پھر مرتد ہو کر مکہ مکرمہ آگیا تھا۔ نمیلہ بن عبداللہ نے اس کا کام تمام کیا۔

۳۔ حویرث بن نقیذ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا۔

۴۔ حارث بن طلاطل یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔

۵۔ قریبہ یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھی۔

۶۔ مباح الدم قرار دیے جانے والوں میں سے ھبیرہ بن وہب بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۷۔ سارہ نامی ایک خاتون بھی تھی، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عورت بھی قتل کی گئی جبکہ دوسرے بعض حضرات کا رجحان یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہو گئی تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہی۔ یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جا رہی تھی۔

Marfat.com

لما فى الصحيح للبخارى (٢/٦١٤): حدثنا يحيٰ بن قزعة ...عن انس بن مالك ان النبى ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه مغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتله قال مالك ولم يكن النبى ﷺ فيما نرى والله اعلم يومئذ محروماً۔

وعلى هامشه :قوله ابن خطل ...اسمه عبدالله وكان اسلم ثم ارتد وقتل قتيلا بغير حق وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله ﷺ فضربت عنقه صبرا بين زمزم ومقام ...ومنهم مقيس بن ضبابة كان اسلم ثم ارتد قتله رجل من الانصار ومنهم الحويرث ابن نقيد كان يؤذى النبى ﷺ وينشد الهجاء قتله على بن ابي طالب رضى الله عنه۔

وفى المصنف لابن ابي شيبة (٧/ ٤٠٥):حدثنا احمد بن مفضل قال حدثنا اسباط بن نصر قال زعم السدى عن مصعب بن سعد عن ابيه قال لما كان يوم الفتح مكة امن رسول الله ﷺ الناس الا اربعة نفروامرأتين وقال اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقين باستار الكعبة عكرمة بن ابي جهل وعبد الله ابن خطل ومقيس بن ضبابة وعبدالله بن سعد بن ابي سرح فاما عبدالله ابن خطل فأدرك وهو متعلق باستار الكعبة فاستبق اليه سعيد بن حريث وعمار فسبق سعيد عمارا وكان اشب الرجلين فقتله واما مقيس بن ضبابة فادركه الناس فى السوق فقتلوه۔

وفى فتح البارى (٨/ص٩):قال وقد كان رسول الله ﷺ امر امراءه ان لايقتلوا الا من قاتلهم غير انه اهدر دم نفر سماهم وقد جمعت اسماهم من متفرقات الاخبار وهم عبد العزى بن خطل وعبد الله بن سعد بن ابي سرح ...والحويرث بن نقيذ ...ومقيس بن ضبابة ...وقينتان كانتا لابن خطل كانتا تغنيان بهجو النبى ﷺ وسارة مولاة بنى المطلب وهى التى وجد معها كتاب حاطب ... واما الحويرث فكان شديد الاذى لرسول الله ﷺ بمكة فقتله على يوم الفتح واما مقيس بن ضبابة فكان اسلم ثم عدا على رجل من الانصار فقتله وكان الانصارى قتل أخاه هشام خطأ فجاء مقيس فاخذا لدية ثم قتل الانصارى ثم ارتد فقتله نميلة بن عبدالله يوم الفتح ... واما القينتان فاسمهما فرتنى وقرينه فاستؤمن لاحدهما فاسلمت وقتلت الاخرى واما سارة فاسلمت وعاشت الى خلافة عمر رضى الله عنه وقال الحمدى بل قتلت وذكر ابو معشر فيمن اهدر دمه الحرث بن طلاطل الخزاعى قتله على وذكر غير ابن اسحاق ان فرتنى هى التى اسلمت وان قرينة قتلت وذكر الحاكم ايضا ممن اهدر دمه كعب بن زهير وقصته مشهورة وقد جاء بعد ذلك واسلم ومدح ...وارنب مولاة ابن خطل ايضا

Marfat.com

قتلت ...... اختلف فی اسمها او باعتبار الكنية واللقب...

وفی البداية والنهاية (۲/۲۹۶):...ويقال اسمه عبد العزى بن خطل ويحتمل انه كان كذلك ثم لما اسلم يسمى عبدالله ولما اسلم بعثه رسول اللهﷺ مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وكان معه مولى له فغضب عليه غضبه فقتله ثم ارتد مشركا...وكان له قينتان فرتنی وصاحبتها فكانتا تغنيان بهجاء رسول اللهﷺ...فقتل وهو متعلق باستار الكعبة اشترك فی قتله ابو برزة الاسلمی وسعيد بن حريث المخزومی وقتلت احدى قينة واستؤمن للاخرى قال والحويرث بن نقيذ بن وهب بن عبدقصی وكان ممن يؤذی رسول اللهﷺ بمكة ... فلما اهدر دمه قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه... مقيس بن ضبابة لانه قتل قاتل اخيه خطأبعد ما أخذ الدية ثم ارتد مشركا قتله رجل من قومه يقال له نميلة بن عبدالله ... وسارة مولاة لبنی عبدالمطلب ولعكرمة بن ابی جهل لانها كانت تؤذی رسول اللهﷺ بمكة وقد تقدم عن بعضهم انها التی تحملت الكتاب من حاطب بن ابی بلتعة وكانها عفی عنهااو هربت ثم اهدر دمها

(۴۳۷) کیا معرکہ کربلا جہاد تھا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کی لڑائی جہاد تھی یا سیاسی جنگ؟ بعض حضرات سے میں نے سنا ہے کہ کربلا کے تمام واقعات بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اصل میں کوئی واقعہ نہیں ہوا، آپ وضاحت فرمادیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تاریخی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے اور وہ روایات کس درجہ کی ہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں لڑائی جہاد ہی تھی اس لئے کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی فوج سے خروج کیا اس وقت تک یزید کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی کیونکہ اول: یزید کے ہاتھ پر اس وقت بیعت نہیں ہوئی تھی۔

دوم: یزید کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور بذریعہ استخلاف (ولی عہد) انعقاد خلافت کیلئے چند شرائط ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اگر ولی عہد خلیفہ کا بیٹا یا والد ہے تو صرف استخلاف سے خلیفہ نہیں بنے گا بلکہ اہل حل وعقد اور اہل اختیار کی

Marfat.com

موافقت بھی ضروری ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ولی عہد میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور کسی شخص میں شرائط خلافت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں دو افراد کی رائے مختلف ہو سکتی ہے، چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطابق یزید میں خلافت کی تمام شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہذا اس کا ولی عہد بننا درست نہ تھا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے باوجود یزید خلیفہ نہ تھا اور ابھی اہل حل وعقد نے یزید کی خلافت کو قبول بھی نہ کیا تھا اور یزید زبردستی خلافت قائم کرنا چاہتا تھا، لہذا آپ کے علم وفضل اور دینی رتبے کی بناء پر آپ کی ذمہ داری تھی کہ ایک ایسا شخص جو آپ کی رائے کے مطابق اس عہدے کا اہل نہ تھا اسے اس عہدے پر فائز ہونے سے باز رکھیں۔ چنانچہ آپ اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے نکلے اور شروع میں کچھ لوگوں نے آپ کو حمایت کا یقین بھی دلایا جو اس بات کی علامت تھی کہ لوگ یزید کی بیعت کیلئے تیار نہیں اس حمایت کے جتانے میں کوفہ والے پیش پیش تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حالات میں اس قدر تیزی سے تبدیلی آئی کہ حالات کی نوعیت بالکل بدل گئی کہ اہل کوفہ نے آپ کے سفیر مسلم بن عقیل سے غداری کرتے ہوئے یزید کی طرف سے متعین کردہ حاکم عبیداللہ بن زیاد سے اتحاد کرلیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا، اسی طرح حجاز مقدس میں لوگوں سے زبردستی بیعت لے لی گئی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو گئے اور واپس مدینہ منورہ آنا چاہا لیکن دشمن کی فوج نے آپ کی مختصر جماعت جس میں خاندان کے افراد شامل تھے کے گرد گھیرا ڈال لیا اور مدینہ منورہ واپس نہ جانے دیا۔ عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے متعین کردہ فوجی افسر عمرو بن سعد کے سامنے آپ نے تین تجویزیں رکھیں کہ اول مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے دوم مجھے ترکوں کی سرحد پر جانے دو تا کہ میں اپنی باقی زندگی جہاد میں گزار دوں، سوم، مجھے یزید سے ملنے دو میں اس سے فیصلہ کرلوں گا۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویزیں ابن زیاد کو لکھ بھیجیں اور ابن زیاد کو مشورہ دیا کہ ان میں سے کسی ایک تجویز کو قبول کر کے انہیں چھوڑ دیا جائے مگر شمر کے کہنے پر ابن زیاد نے ان تجویزوں کو رد کر دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال سمیت قید کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس وقت آپ کے لئے دو ہی راستے تھے کہ خود کو اہل وعیال سمیت گرفتار کروا کر ذلت قبول کرلیں یا پھر مردانہ طریقے سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائیں، شریعت کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ اپنا نفس اور اہل وعیال ظالموں کے ہاتھوں میں دے دے اور ذلت قبول کرلے، جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے۔

عن سعید بن زید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید (مسند الامام احمد، ۱/۳۱۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

Marfat.com

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ من قتل دون مظلمته فهو شهيد (مسند الامام احمد ۱/۵۰۱)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں جسے ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا جہاد ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے "من قاتل لتكون كلمة الله هي العلياء فهو في سبيل الله" (جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے) اور کربلا میں لڑائی کی نوبت اپنے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت اور ان کو ذلت سے بچانے کیلئے آئی اور یہ بھی جہاد ہے جیسا ابھی ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کی لڑائی جہاد تھی جس میں آپ شہید ہوئے۔

۲۔ دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ معتبر کتب تاریخ میں کربلاء کا واقعہ تفصیلاً ثقہ راویوں سے منقول ہے، چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کربلا کی روایات کیلئے یہ عنوان قائم کیا ہے (وهذه صفة مقتلة مأخوذة من كلام ائمة هذا الشان لا كما يزعمه اهل التشيع من الكذب) (ترجمہ: یہ اس خونریزی اور قتل کا بیان ہے جو اس فن (تاریخ) کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ اور منقول ہے اس کے بارے میں شیعہ کے جھوٹ اور بے اصل ہونے کا زعم اور نظریہ درست نہیں) جس میں کربلا کی روایات کو جمع کیا ہے، اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے راوی ثقہ ہیں لہٰذا اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حقیقتاً ایسا کوئی واقعہ نہیں یہ صرف کہانی کی حد تک ہی محدود ہے یہ ان کی جہالت کی علامت ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جس طرح اضافات وتحریفات کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کا ثبوت مشکل ہے۔

لما في تكملة فتح الملهم (۳/۲۹۰): استخلاف الخليفة نافذ على الأمة بعد موته ولو لم يوافقه عليه اهل الحل والعقد (ص۲۹۱) اذا لم يكن ولي العهد ولدا او والدا للامام اما اذا كان ولدا او والدا ففيه خلاف قال القلقشندي في "مأثر الانافة في معالم الخلافة ۱:۵۱" وقد اختلف العلماء في جواز انفراده بالعهد لولده اولوالده على ثلاثة مذاهب: احدها انه ليس له الانفراد بذلك لواحد منهما بل لابد ان يوافقه اهل الحل والعقد على صلاحية المعهود اليه لذلك لان ذلك منه بمثابة التزكية ليجري مجرى الشهادة وتقليده على الامة مجرى الحكم وهو لايجوز ان يحكم لوالدولا ولد...

والذي يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه ان القول الاول اولى نظرا الى ماظهر من المفاسد من استخلاف الابناء في تاريخ المسلمين۔ والله سبحانه وتعالى اعلم

Marfat.com

وفی الفقه الاسلامی (۸/۶۱۶۵): واما ضرورة توافر شروط الامام الشرعی فی ولی العهد فهو امر بدیهی مفروغ منه ککونه امینا ورعا ثقة مخلصا لله ناصحا للمسلمین قال الماوردی واذا عهد الامام بالخلافة الی من یصح العهد الیه علی الشروط المعتبرة کان العهد موقوفا علی المولی وتعتبر شروط الامامة فی المولی من وقت العهد الیه فان کان صغیرا او فاسقا وقت العهد لم تصح خلافته حتی یستأنف اهل الاختیار ببیعته۔

ان شئت تفصیل الواقعة فانظر البدایة والنهایة المجلدالرابع الجزء الثامن الصفحة ۱۷۴ الی ۲۰۰

۲۔سیر اعلام النبلاء المجلد الرابع الصفحة ۴۱۱ الی ۴۳۱

۳۔الامامة والسیاسة لابن قتیبة المجلد الثانی الصفحة ۴ الی ۶۔

(۴۳۸) حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید کو پلید کہنے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت کا انکار کیا اس وقت وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا بظاہر بغاوت معلوم ہوتا ہے، اگر یہ بات صحیح نہیں تو صحیح بات تحریر فرمادیں تاکہ تسلی ہوجائے۔ نیز یزید پلید کہنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کیلئے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں، جس میں پہلی قسم استخلاف ہے یعنی خلیفہ وقت چند باصلاح لوگوں سے مشورہ کر کے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ آدمی خلیفہ ہوگا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تو بذریعہ استخلاف دوسرے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جارہی ہوں، اب یہی معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا کہ آپ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا، اب کسی شخص کے بارے میں دو اشخاص کی رائے مختلف ہوسکتی ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی ہیں یا نہیں چنانچہ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں جبکہ حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہذا فقدان شرائط کی بناء پر یزید کو خلیفہ بنانا حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے مطابق صحیح نہ تھا، اب شریعت کا اصول یہ ہے کہ ”من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم

Marfat.com

یستطع فبقلبه‘‘ (تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں اس کو برا سمجھے) لہٰذا جس شخص کو آپ اس ذمہ داری کا نااہل سمجھتے تھے اسے کیسے قبول کر لیتے لہٰذا آپ نے اس کے اقدام کو روکنے کا ارادہ کیا جس کے لئے کوفہ والوں نے مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا اور اس وقت یزید خلیفہ نہیں بنا تھا لہٰذا آپ کا یہ اقدام ایک قائم حکومت کے خلاف نہ تھا لیکن بعد میں یزید نے زبردستی لوگوں سے بیعت لے لی اور کوفہ والوں نے اپنا رخ پھیر لیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ واپس حجاز آجائیں جب کہ یزید کی فوج آڑے آگئی چنانچہ آپ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرو کی خاطر بادل ناخواستہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور اسی معرکے میں جام شہادت نوش فرمالیا۔

نیز یزید کو پلید کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس بحث کی حقیقت تک پہنچنا اور اس کی عقدہ کشائی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ اس معاملے میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی تطبیق و تنقیح انتہائی پیچیدہ ہے، اس موضوع پر مصنفین تاریخ اور متقدمین نے یزید کے مناقب اور اس پر الزامات کو اس قدر شدومد سے ذکر کیا ہے جو ناقابل تسلیم ہیں، اب سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ یزید سے متعلق حسن ظن کے درجے میں مطاعن سے سکوت اختیار کیا جائے گا یہی صورت سب سے زیادہ بہتر ہے اور خاص طور پر جب کہ ہمارے ایمانیات یا عملیات کے اعتبار سے کوئی چیز اس پر موقوف بھی نہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب تاریخ میں جو شکوک وشبہات موجود ہیں اس میں صحیح توجیہ کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ یہی صراط مستقیم اور راہ اعتدال ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی متفقہ فیصلہ اور شعار ہے۔

لما فی قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا... (الحجرات:۲۶)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۱۸۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی ﷺ لاتسبوا الاموات فانهم قد أفضوا الی ماقدموا...

وفیه ایضاً (۲/۸۸۶): عن ابن ابی نعم قال کنت شاهدا لابن عمرو سأله رجل عن دم البعوض فقال ممن انت قال من اهل العراق قال انظروا الی هذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی ﷺ وسمعت رسول الله ﷺ یقول هما ریحانا ی من الدنیا۔

وفی النبراس (ص۵۴۰): وههنا بحث من الاشکالات القویة وهو ان الحسین بن علی رضی الله عنهما خرج علی یزید رضی الله عنه مع ان معاویة نصبه وبایعه الصحابة واجیب بان وجوب الطاعة هذا الشقی علی بضعة النبی ﷺ غیر معقول ولایخفی ان هذا الجواب لیس علی قانون الشرع لما سمعت من انعقاد الامامة ببیعة رجل واحد من اهل الحل والعقد ثم وجوب طاعة الامیر ولو فاسقاً جائراً وعندی فی الجواب وجوه احدها ماحکی انه لم یخرج للخلافة بل

Marfat.com

ليستوطن الكوفة لكن الروايات الصحيحة بخلافه ثانيها ان اجتهاده حكم بان خلافته غير صحيحة لان الحسن بن علي رضى الله عنهما سلم الخلافة الى معاوية بشرط ان لايجعلها فى اولاده ويكون الامر بعده شورى فى المسلمين ان قلت فلم خالفه معاوية؟ قلت ادى نظره الى ان الشرط انقضى بموت الحسن رضى الله عنه ان قلت سلمنا ان التسليم غير صحيح لكن قد بايعه الناس حتى الصحابة به قلت روى بيعتهم وقعت جبرا...الى قوله...قلت حكم المجتهد لايلزم مجتهدا آخر۔

وفى البداية والنهاية (۱۶۴/۴): فبعث الوليد من ساعته نصف ليل الى الحسين بن على وعبدالله بن زبير فاخبرهما بوفاة معاوية ودعاهما الى البيعة ليزيدبن معاوية فقالا الى ان نصبح وننظر مايصنع الناس ووثب الحسين فخرج وخرج معه ابن زبير وقالا هو يزيد الذى نعرف والله ماحدث له عزم ولامروءة۔

وفيه ايضاً (۲۳۳/۴): وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الراى فى الملك وكان ذاجمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض الاوقات واما تتها فى غالب الاوقات۔

وفى الصفحة ۲۳۴: وقال الحافظ ابو يعلى حدثنا الحكم بن موسى حدثنا يحى بن حمزة عن هشام بن الغاز عن مكحول عن ابي عبيدة ان رسول الله ﷺ قال لايزال امر امتى قائما بالقسط حتى يثلمه رجل من بنى امية يقال له يزيد۔

وفى تاريخ الخلفاء (ص۲۰۹): وقال نوفل بن ابي الفرات كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد فقال "قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية "فقال تقول امير المؤمنين وأمر به فضرب عشرين سوطا۔

(۴۳۹) حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔

Marfat.com

الجواب بعون الملك الوهاب

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے زیادہ مشہور تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منیٰ کے قریب مدفون ہیں، پھر طوفان نوح میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو تابوت میں ڈال کر کشتی میں سوار کر لیا اور بیت المقدس یا واپس جبل ابی قبیس کے غار میں دفن کیا۔ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مسجد ابراہیم کی جانب اور پائنتی بیت المقدس کی جانب ہے۔

لمافی تاريخ الطبری (۱۰۸/۱): عن ابن اسحاق انه قال لما كتب آدم......فقبرته الملائكة وشيث واخوته فی مشارق الفردوس عند قرية هی اول قرية كانت فی الارض ...وبعد صفحة ...وقد اختلف فی موضع قبر آدم عليه السلام فقال ابن اسحاق ماقدمضی ذكره واماغيره فانه قال دفن بمكة فی غار ابی قبيس وهو غار يقال له غار الكنز ......عن ابن عباس قال لماخرج نوح من السفينة دفن آدم عليه السلام ببيت المقدس ......وذكر ان حواء عاشت بعده سنة ...ثم ماتت رحمهاالله فدفنت مع زوجها فی الغار ......حتی كان الطوفان فاستخرجهمانوح وجعلهما فی تابوت ثم حملهما معه فی السفينة فلما غاضت الارض الماء ردهماالی مكانهما الذی كانا فيه قبل الطوفان۔

وهكذا ذكر فی البداية والنهاية (۹۲/۱): لكن لم يذكر ابن كثير رحمه الله قول ابن اسحاق وذكر قولاآخر وقال: ''وروی عن ابن عساكر عن بعضهم انه قال رأسه عند مسجد ابراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس''۔

وفی المنتظم (۱۱۹/۱): قال ابن اسحاق قبر عند منیٰ اول قرية كانت فی الارض وذكر بقية الاقوال كمامر آنفا۔

(۴۴۰) بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح ہوا کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ بعد میں اس طرح کا نکاح کب حرام ہوا؟

Marfat.com

الجواب بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اس بات کی کہیں صراحت نہیں ملی کہ بہن بھائی کا نکاح کب حرام ہوا تھا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ بہن بھائی کے نکاح کا جواز صرف حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں تھا کیونکہ اس وقت نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ تھا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی اولاد پر یہ نکاح حرام ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

لمافی تفسیر کبیر (۲۷/۵): اعلم ان حرمة الامهات والبنات كانت ثابتة من زمن آدم عليه السلام الى هذا الزمان ولم يثبت حل نكاحهن فى شئ من الاديان الالهية ...... امانكاح الاخوات فقد قيل ان ذلك كان مباحا فى زمن آدم عليه السلام وانما حكم الله باباحة ذلك على سبيل الضرورة۔ والله اعلم بالصواب (وهكذا فى تفسير روح البيان ج۲/ص۱۸۶)

(۴۴۱) کیا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلیخا سے کوئی بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام رحمت ہو؟ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رحمت تھا؟

الجواب بعون الملك الوهاب

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلیخا سے صلبی اولاد میں کوئی بیٹی رحمت نہیں تھی البتہ آپ کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھی گویا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی رحمت نامی تھی۔

لمافی روح المعانی (۴۵/۱۳): واخرج ابن جرير عن ابن اسحاق قال :ذكروا ان قطفير هلك فى تلك الليالى وان الملك زوج يوسف امرأته راعيل فقال لها حين ادخلت عليه: أليس هذا خيرا مما كنت تريدين؟......... فيزعمون انه وجدها عزراء فاصابها فولدت له رجلين افرائيم وميشا۔

وفى البداية والنهاية (۲۰۶/۱): فى قصة ايوب عليه السلام ......وامرأته قيل ليابنت يعقوب وقيل رحمة بنت افرائيم۔

Marfat.com

(۴۴۲) تاریخ اسلامی کی ابتداء

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی اور یہ ابتداء کس نے کی تھی؟ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ نیز اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے یا دن سے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی تاریخ کی ابتدا کی جس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے پاس ایک دستاویز لائی گئی جس پر شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں کہ اس شعبان کی ہے یا گزشتہ شعبان کی، پھر مشاورت سے ہجرت کے وقت سے اسلامی تاریخ کو شمار کرنا شروع کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں نئے دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

لمافی کنز العمال (۱۰/۳۰۹): عن ابن المسیب قال اول من کتب التاریخ عمر سنتین ونصف من خلافته فکتب لست عشرة من الھجرة بمشورة علی بن ابی طالب ...... عن ابن المسیب قال قال عمر متی نکتب التاریخ مجمع المھاجرین فقال له علی من یوم ھاجر النبی ﷺ وترك ارض الشرك ففعله عمر۔

وفی تنقیح الحامدیة (۲/۳۷۰): سبب وضع التاریخ اول الاسلام ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی بصك مکتوب الی شعبان فقال ھو شعبان الماضی اوشعبان القابل ثم امر بوضع التاریخ واتفقت الصحابة رضی اللہ عنہم علی ابتداء التاریخ من ھجرة النبی ﷺ الی المدینة وجعلوا اول السنة المحرم ویعتبر التاریخ باللیالی لان اللیل عند العرب سابق علی النھار۔

(۴۴۳) کیا شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے شامل تھے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے شہید کیا اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے بھی شریک تھے کیا یہ بات درست ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ بات درست ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں باغیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے محمد بن ابوبکر شریک تھے۔

لمافی المعجم الکبیر (۸۲/۱): حدثنا سلیمان بن الحسن ......ثم جاء محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا حتی انتھوا الی عثمان ﷺ فاخذ بلحیته فقال بھا وقال بھا حتی سمعت وقع اضراسه۔

وفی تاریخ الطبری (۴۲۳/۳): عن شعیب عن سیف عن المجالد عن الشعبی عن المغیره بن شعبة قال.......ودخل محمد بن ابی بکر علی عثمان فاخذ بلحیته فقال ارسل لحیتی فلم یکن ابوك لیتناولھا فأرسلھا ودخلوا علیه.......وقتل عثمان ﷺ قبل غروب الشمس۔

(۴۴۴) کیا مرضِ وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات میں جب آپ نے قلم وکاغذ منگوایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا تھا؟ ہمارے ہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے فاروق اعظم ؓ نے روک دیا کیونکہ آپ پہلے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کا اعلان کر چکے تھے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہ ہو تو اس کا مدلل جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، جبکہ فاروق اعظم نے روک دیا سراسر جھوٹ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی ہے، جس کی جرأت وہی شخص کرسکتا ہے جسے ایمان کی دولت میسر نہ آئی ہو ورنہ ایک مومن اور مسلمان ایسی جسارت کیسے کرسکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کا اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے انتخاب کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اعتماد کیا، جن کا انتخاب اللہ تعالی کی طرف سے ہو اور ان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتماد ہو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ عظیم افراد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں خاص طور پر جب کہ ان کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں، آپ ہی بتائیں اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور اس کا دنیا سے جانے کا وقت آجائے اس آخری وقت میں آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں اور وہ آپ سے کوئی بات کہنا چاہے تو کیا آپ اس کی بات کو رد کر دیں گے؟

Marfat.com

ایسا کبھی نہیں ہوسکتا آپ ضرور اس کی بات کو قبول کریں گے، تو پھر کیا خیال ہے ان حضرات کے بارے میں جن کی محبت کی سچائی کی گواہی صرف اپنے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دیتے ہیں کہ ایسے عاشق تو ہم نے دیکھے ہی نہیں، تو پھر کیا خیال ہے ان عاشقوں کے بارے میں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو آپ سے جھوٹ بول کر صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی ہو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس پر قرآن وسنت کے دلائل نہ دیے جائیں تو عقل سلیم اس کا ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے بعد دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی، لیکن بہر حال آپ کی تسلی کیلئے کچھ دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول: یہ کہنا اس لئے باطل ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت ہی کرنی ہوتی تو زبانی کر دیتے، اس لئے کہ آپ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہ آپ نے سوائے چند خاص مواقع کے تمام احکامات زبانی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچائے، اور صرف اس وقت لکھوائے جب کسی نے لکھوانے کی درخواست کی یا پھر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، اس کے علاوہ میں صرف زبانی بتلانے پر اکتفاء کیا تو یہاں بھی اسی معمول کے مطابق آپ زبانی بتلا دیتے خاص طور پر لکھوانے کی ضرورت کیا تھی، خاص طور پر جب کہ آپ نے دوسری وصیتیں زبانی ہی ارشاد فرمائیں جیسا آپ نے فرمایا:

واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيز الوفد بنحو ما كنت اجيزهم سكت عن الثالثة او قال فنسيتها۔ (الصحيح للبخاری، ۲/۶۳۸)

دوم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر واقعی آپ کو وصیت کرنی ہوتی تو کیا آپ فاروق اعظم کے کہنے سے رک جاتے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ خود کلام مقدس میں فرماتے ہیں

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه (المائدہ:۶۷)

اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہ کی۔

(تشریح): کیا یہ دعوی کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں کو امت تک پہنچانا تھا گویا نہیں پہنچایا (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کی گواہی دی چنانچہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً الآية (المائدة:۳)

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

سوم: اگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ لکھوانا ہی ضروری تھا تو یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چار دن تک حیات رہے

Marfat.com

اور آخری دن کچھ افاقہ بھی ہوا، ان چار دنوں میں ہی آپ لکھوا لیتے چنانچہ روایات ملاحظہ ہوں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۶۳۸/۲):عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہ یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا...

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جمعرات کے دن کونسی جمعرات (جی ہاں) جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ کاغذ قلم تاکہ میں تمہارے لئے کچھ لکھ ڈالوں۔

وفیہ ایضاً (۶۴۰/۲):سعید بن جبیر قال حدثنی ...قال حدثنی انس بن مالک ان المسلمین بیناھم فی صلوۃ الفجر من یوم الاثنین وابوبکر یصلی لھم لم یفجأھم الارسول اللہ ﷺ و کشف ستر حجرۃ عائشۃ فنظر الیھم وھم فی صفوف الصلوۃ ثم تبسم فنکص ابوبکر علی عقبیہ لیصل الصف وظن ان رسول اللہ یرید ان یخرج الی الصلوۃ۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دریں اثناء اچانک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے پردہ کو ہٹا کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف نظر کرم فرمائی جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صف باندھے کھڑے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٹے پیر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھانے کیلئے باہر تشریف لائیں ہیں۔

جب آپ نے چار دنوں میں نہیں لکھوایا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ نہ تھا۔

چہارم: اگر فرض کرلیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا تو دوسرے حضرات تو موجود تھے وہ تو کاغذ اور قلم لا کر دے سکتے تھے کیا بات ہے کہ کوئی بھی نہیں لایا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اس وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پاس موجود تھے۔ کما فی الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۶۳۸:

عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ ھلموا کتابا لاتضلوا بعدہ قال بعضھم ان رسول اللہ ﷺ قد غلبہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدہ ومنھم من یقول غیر ذلک...

پنجم: اس روایت سے معلوم ہوا کہ منع کرنے والے صرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی نہ تھے بلکہ دوسرے حضرات کے ساتھ خود اہل بیت بھی شامل تھے۔ اگر فرض کرہی لیا جائے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلافت کی وصیت سے روکنا چاہتے تھے تو کیا اہل بیت بھی اس سے روکنا چاہتے تھے؟ ان کے منع کرنے کو آپ کس پر محمول کریں گے ؟

Marfat.com

ششم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے، اگر یہ واقعتا ایسا ہی ہو جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دوسرے حضرات کی خلافت پر کیسے اجماع کیا حالانکہ روایت میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اورسب سے بڑھ کر یہ کہ خود اہل بیت سے بھی کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی کی خلافت پر اعتراض کیا ہو خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مواقع پر خود بھی بیعت کی اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو حضرت علی کبھی ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد یہ خلافت مجمع علیہ ہوگئی، جیسا کہ عقائد کی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔

والمنازعة على خلافة ابى بكر فاجمعوا على ذلك وبايعه على على رؤس الاشهاد

(شرح العقائد ص۱۵۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں اولاً اختلاف رہا، پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (آپ کی خلافت پر) اجماع ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے روبرو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

چنانچہ اس اجماع کے بارے میں اصول کی کتابوں میں یہاں تک صراحت موجود ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس اجماع کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ اصول فقہ کی مشہور کتاب ''نورالانوار'' کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ثم هو على مراتب :اى الاجماع فى نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فى القوة والضعف واليقين والظن فالاقوى اجماع الصحابة نصا مثل ان يقولوا جميعا اجمعنا على هذا فانه مثل الآية والخبر المتواتر حتى يكفر جاحده ومنه الاجماع على خلافة ابى بكر رضی اللہ عنہ۔ (ص۲۲۲)

(ترجمہ) اجماع کے قوت وضعف، یقین وظن کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں، ان میں سے سب سے قوی وہ اجماع ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نصاً ثابت ہو (مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ فرمانا اجمعنا علی ھذا یعنی فلاں بات پر ہمارا اتفاق ہے) تو یہ حکم کے اعتبار سے آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اسی میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہونا ہے (چنانچہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا)۔

ہفتم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ہونا، بیعت کرنا اور پھر اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شوریٰ میں شامل ہونے کے باوجود اپنے بارے میں خلافت کا فیصلہ نہ کرنا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ان حضرات کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے، جس کی صراحت بارہا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔

مثال کے طور پر ایک موقع ملاحظہ ہو۔

محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

اى الناس خير بعد النبى ﷺ قال ابوبكر قلت ثم من قال عمر وخشيت ان يقول عثمان قلت

Marfat.com

ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین۔ (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

(ترجمہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کونسا انسان بہتر ہے تو فرمایا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا عمر! یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے، تو میں نے کہا کہ پھر آپ ہیں! (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد) فرمایا کہ نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

ایسی ہی صراحت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی منقول ہے۔

عن عمرو بن العاص ان النبی ﷺ بعثه علی جیش ذات السلاسل قال فاتیته فقلت ای الناس احب الیك قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر فعد رجالاً فسکت مخافة ان یجعلنی فی آخرهم۔ (المشکوۃ، ص۵۵۵)

(ترجمہ) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں غزوہ سلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کا محبوب ترین انسان کون ہے فرمایا: عائشہ! میں نے کہا کہ مردوں میں سے، تو فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر! پھر دوسرے آدمیوں کو شمار کرنے لگے یہاں تک میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ میرا نام سب سے آخر میں نہ آ جائے۔

ہشتم: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات میں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آپ کے بعد یہ خلافت کا معاملہ کس کے سپرد ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھتے تو ضرور جا کر معلوم کرتے تاکہ دوسروں کو بھی معلوم ہو جائے، حالانکہ آپ نے انکار کر دیا کیا یہ اس بات کی علامت کیلئے کافی نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اس امانت کا اولین مستحق نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ''بخاری شریف'' ج ۲ ص ۶۳۹ میں ہے:

ان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اخبرہ ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خرج من عند رسول اللہ ﷺ فی وجعه الذی توفی فیه ... وانی لاری رسول اللہ ﷺ سوف یتوفی من وجعه هذا انی لاعرف وجوہ بنی عبدالمطلب عند الموت اذهب بنا الی رسول اللہ ﷺ فلنسأله فیمن هذا الامر ان کان فینا علمنا ذلك وان کان فی غیرنا علمناه فاوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سئلناها رسول اللہ ﷺ فمنعناها الناس لایعطیناها الناس بعدہ وانی واللہ لا اسئلها رسول اللہ ﷺ۔

یہاں تک تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ مرض الوفات میں خلافت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت نہیں کرنا چاہتے تھے، البتہ دوسرا جز کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خلافت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان فرمایا تھا؟ کیا یہ سچ ہے تو یہاں بھی وہی جھوٹ کی کہانی کارفرما ہے جس کی حقیقت ابھی معلوم ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

اب اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع میں

Marfat.com

فرمایا،

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' چنانچہ یہ روایت مبارکہ ''مشکوۃ المصابیح'' (۵۶۵/۲) پر موجود ہے:

عن البراء بن عازب وزيد بن ارقم رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ لما نزل بغدير خم اخذ بيد على فقال الستم تعلمون انى اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى قال الستم تعلمون انى اولى بكل مؤمن من نفسه قالوا بلى فقال اللهم من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقيه عمر بعد ذلك فقال له هنيئا يا ابن ابى طالب اصبحت وامسيت مولى كل مؤمن ومؤمنة۔

اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں''۔ اب مولی کسے کہتے ہیں؟ تو مولی مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی جس کو مجھ سے محبت ہوا سے علی بھی محبوب ہوں گے۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی خلیفہ اول ہوں گے۔
اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً تائید ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارۃً نہیں بلکہ صراحت موجود ہے،

عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ انى لا ادرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر وعمر۔ (مشكوة المصابيح ص۵۶۰)

یعنی میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں میرے بعد ابوبکر و عمر کی اتباع کرنا۔

اشارے سے اگر خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا۔ بلکہ بعض روایات میں صراحۃً موجود ہے۔

وعن ابى بكرة رضي الله عنه ان رجلا قال لرسول الله ﷺ رأيت كأن ميزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبكر فرجحت انت ووزن ابوبكر وعمر فرجح ابوبكر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان فاستاء لها رسول الله ﷺ يعنى فساءه ذلك فقال خلافة نبوة ثم يوتى الله الملك من يشاء۔ (مشكوة المصابيح ص۵۶۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ السلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہوگیا پھر اس کے بعد میزان اٹھالیا گیا۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالی جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس طرح کی روایت ایک دو نہیں کئی ایک ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اطمینان کیلئے چند ایک روایات ملاحظہ ہوں

عن عائشة قالت قال لی رسول اللهﷺ فی مرضه ادعی لی ابابکر اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا ولا یابی الله والمؤمنون الا ابابکر

(مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے والد ہیں بلاؤ اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ان کے لئے تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت) کا آرزومند یہ آرزو نہ کرے کہ میں ہی اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو (مسند خلافت) کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی منظور نہیں۔

عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی ﷺ امرأة فکلمته فی شئ فامرها ان ترجع الیه قالت یا رسول اللهﷺ ارأیت ان جئت ولم اجدك ...ترید الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکر۔

(مشکوۃ ص۵۵۵)

یعنی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا فرمایا تو وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ شریعت کی نظر میں اتنی اہمیت والی عبادت کی امامت وہی کرسکتا ہے جو اس جماعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ سے افضل کون ہوسکتا ہے لیکن جب آپ کی بیماری اس شدت کو پہنچی کہ آپ مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں یہ آپ کی افضلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یؤمهم غیره" (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

(ترجمہ) کسی قوم کیلئے یہ زیبا نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں کوئی اور ان کی امامت کرے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے خلافت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا کہ جب

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی حیات مبارکہ میں مسلمانوں کا امام بنادیا تھا تو دوسرے امور کے بطریق اولی آپ ہی مستحق تھے، اور اس کے علاوہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی افضل شمار کرتے تھے، جس کی سب سے واضح دلیل یہ روایت مبارکہ ہے

قال کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیی افضل أمة النبی ﷺ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان۔

(مشکوة المصابیح ص۵۵۵)

اس روایت میں صرف احتمال تھا اوران روایات میں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے اور اگر تسلیم کرلیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو کیونکہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سامنے یہ ارشاد فرمایا اور دوسری بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کر رکھا تھا اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا تو اتنی زیادہ خونریزی نہ ہوتی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنگی معرکوں میں سب سے زیادہ شہادتیں انہی روح فرسا سانحات میں ہوئیں۔ صرف جنگ جمل میں شہید ہونے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذهبی (۱/۱۸۵) وقال المطلب بن زیاد عن السدی: شهد مع علی یوم الجمل مائة وثلاثون بدریا و سبعمائة من اصحاب النبی ﷺ وقتل بینهما ثلاثون الفا لم تکن مقتلة اعظم منها جبکہ جنگ صفین میں اس سے دوگنی (ستر ہزار) شہادتیں ہوئیں۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذهبی (۲۱۱/۱) عن ابن سیرین قال: قتل یوم صفین سبعون الفاً۔ حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ حجۃ الوداع کے موقع ''مولیٰ والی'' روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پر زور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کردیا ہے؟

Marfat.com

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو انہیں روایات کو توڑ مروڑ کر کے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کر دیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالی انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے خلافت علی رضی اللہ عنہ کے اعلان کی حقیقت بھی واضح ہوگئی تو آخری بات کہ آخر وہ کیا وجہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کاغذ اور قلم لانے سے منع کیا تھا؟ جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ ان کی یہ محبت انہیں مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئی اور بعد کے غزوات میں مقابلے پر اتر آئی تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی، لہذا اگر وہ سامنے آگئے تو انہیں مار دینے میں بھی انہیں کوئی تردد نہ ہوا، اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ علیہ السلام کا آخری وقت قریب آگیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دیکھی نہ جاتی تھی، اور دوسری طرف انہیں آپ کے فراق کا غم کھائے جا رہا تھا، اب ایسے وقت میں وہ کیسے یہ برداشت کر سکتے تھے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادنی سی تکلیف بھی پہنچے بلکہ وہ تو عام حالات میں بھی اپنی موت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف میں اختیار دیا جاتا تو وہ موت کو گلے لگانے کو خوشی سے قبول کر لیتے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کانٹا چبھنے جتنی مقدار کی بھی تکلیف نہ ہو، تو اسی جذبے کے تحت انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے جو بعد میں ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنے، جس کا واضح ثبوت ابتدا میں ذکر کردہ ''بخاری شریف'' کی وہ روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے ''ھلموا اکتب لکم کتاباً لاتضلوا بعد'' اب ان کو معلوم تھا کہ اتنی سخت تکلیف کے باوجود اپنی امت کے غم کی وجہ سے آپ لکھوانا چاہتے ہیں اس سے آپ کو تکلیف ہوگی لہذا کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت نے کہا کہ ہمارے پاس اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید موجود ہے اس سے راہنمائی لی جاسکتی ہے آپ نے باقی تمام احکامات بھی امت تک پہنچا دیئے جس کا اعلان رب تعالی کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر ان الفاظ سے کر دیا گیا تھا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً (المائدة:۳)

(ترجمہ): کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا بھرپور انعام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

لہذا اب آپ کو اس حالت میں تکلیف دینے کی ضرورت نہیں اس تکلیف کے پیش نظر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کاغذ وقلم نہ لایا جائے اور یہ بات کہنے والے صرف فاروق اعظم ہی نہ تھے بلکہ دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود بعض اہل بیت بھی شامل تھے لہذا اس واقعہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے بے ہودہ خیالات کا اظہار قطعاً صحیح نہیں

Marfat.com

ہے، خاص طور پر جب کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان دین کے پہنچانے کا پہلا واسطہ ہیں، اگر پہلا واسطہ ہی محفوظ نہ رہا تو دین کہاں سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس معاملے میں انتہائی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

لما فی المرقاة (۱۱/۲۵۸): تحت روایة البراء وزید بن ارقم ...تمسکت الشیعة انه من النص المصرح بخلافة علی رضی الله عنه حیث قالوا معنی المولی الاولی بالأمامة والالما احتاج الی جمعهم کذلك وهذه من اقوی شبههم ودفعها علماء اهل السنة بان المولی بمعنی المحبوب وهو کرم الله وجهه سیدنا وحبیبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن کونه نصافضلاعن ان یکون صریحا ولو سلم أنه بمعنی الأولی بالامامة فالمراد به المال والا لزم ان یکون هوالامام مع وجوده علیه السلام فتعین ان یکون المقصود منه حین یوجد عقدالبیعة له فلاینافیه تقدیم الائمة الثلاثة علیه لانعقاداجماع من یعتد به حتی من علی ثم سکوته عن الاحتجاج به الی ایام خلافته قاض علی أن من له ادنی مسکة بانه علم منه انه لانص فیه علی خلافته عقب وفاته علیه السلام مع ان علیا کرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ینص علیه ولاعلی غیره ثم هذاالحدیث مع کونه آحادا مختلف فی صحته فکیف ساغ للشیعة ان یخالفوا مااتفقوا علیه من اشتراط التواتر فی احادیث الامامة هذا الاتناقض صریح وتعارض قبیح۔

وفی المرقاة (۱۱/۲۴۷): عن زید بن ارقم ذکره تقدم ان النبی ﷺ قال من کنت مولاه فعلی مولاه قیل معناه من کنت اتولاه فعلی ایتولاه ....وفی النهایة المولی یقع علی جماعة کثیرة کالرب والمالك والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصهر والعبد والمعتق والمنعم علیه واکثرها قدجاء ت فی الاحادیث فیضاف کل واحد الی مایقتضیه الحدیث الوارد فیه وقوله من کنت مولاه یحمل علی اکثر هذه الاسماء المذکورة قال الشافعی یعنی بذلك ولاء الاسلام کقوله تعالی ذلك بان الله مولی الذین آمنوا ....وقول عمر لعلی اصبحت مولی کل مؤمن ای والی کل مؤمن وقیل سبب ذلك ان اسامة قال لعلی لست مولای انما مولای رسول الله ﷺ فقال ﷺ من کنت مولاه فعلی مولاه ......قال الطیبی لایستقیم ان تحمل الولایة علی الامامة التی هی التصرف فی امور المؤمنین لان المتصرف المستقل فی حیاته ﷺ هو هو لاغیره فیجب ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوهما۔

Marfat.com

(۴۴۵) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دفعہ سننے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی قبضہ کرلیا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی خلافت پر قبضہ کرلیا تھا خودساختہ کہانی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے حضرت حسن نے خود خلافت کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی اور اس پر کئی ایک نصوص شرعیہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی درج ذیل روایت اس بیان میں بالکل صریح ہے۔

عن الحسن البصری انه سمع ابابكرة يقول سمعت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن الى جنبه ينظر الى الناس مرة و اليه مرة ويقول: ابنى هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين۔ (۵۳۰/۱)

(ترجمہ) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے جب وہ منبر پر بیٹھے تھے اور حسن ان کے پہلو میں تھے اور حضور اکرم ﷺ اپنے گوشہ چشم مبارک سے ایک بار لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرما رہے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔

وفى النبراس (ص۵۰۳): ومعاوية هو ابو عبدالرحمن ابن ابي سفيان بن حرب بن امية بن عبد شمس بن عبدمناف اسلم يوم فتح مكة وقال بعضهم اسلم قبله ولكن كتم اسلامه خوفا من أبيه وكان أخته ام حبيبة زوج النبى ﷺ وكان صاحب رواية فى الحديث ومجتهد فى الفقه حليما جوادا شديد المعرفة بقوانين السلطنة ولاه عمر بن الخطاب رضى الله عنه الشام وأقره عثمان ثم استقل بالملك بعد تسليم الحسن بن على رضى الله عنهما الخلافة اليه۔

وفى شرح العقيدة الطحاوية (۴۳۲/۲): واول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين لكنه انما صار اماما حقاً لما فوض اليه الحسن بن على رضى الله عنهما الخلافة فان الحسن بايعه

Marfat.com

اهل العراق بعد موت ابیه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الی معاویة وظهر صدق قول النبی ﷺ ان ابنی هذا سید وسیصلح الله به فئتین عظیمتین من المسلمین۔

(۴۴۶) امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور غسل وتکفین کس نے کی؟ جواب تاریخی حوالہ جات کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ حسن بن عمارہ النخعی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور غسل وتکفین کا انتظام بھی انہوں نے کیا۔

لما فی البدایة والنهایة (۱۱۱/۵): کان مولده فی سنة ثمانین فتم له من العمر سبعون سنة وصلی علیه ببغداد ست مرات لکثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله۔

وفی شرح مسند الامام ابی حنیفة (ص۴): وتوفی ببغداد ودفن بمقبرة الطیزاریة وتقدم فی الصلاة علیه الحسن بن عمارة النخعی الکوفی۔

وفی الجواهر المضیة (۵۴۸/۲): ومنهم الحسن بن ابی عمارة وهو الذی غسل الامام۔

(۴۴۷) بارہ ربیع الاول کا تعین ہجرت سے پہلے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے جبکہ ہجری تاریخ کی ابتدا ہجرت کے بعد سے ہوئی ہے تو اتنا عرصہ پہلے کے واقعہ کو بارہ ربیع الاول کیسے شمار کیا جاتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہجری تاریخ کی ابتداء ہجرت کے کافی بعد ہوئی لیکن ہجری تاریخ سے مراد صرف سال یعنی سن ہے اسکی ابتداء ہجرت کے بعد ہوئی اور مہینوں کا شمار یعنی بارہ مہینے کائنات کی تخلیق کے وقت سے چلے آرہے ہیں لہٰذا ہجرت سے پہلے بھی وہی مہینے تھے جن میں ربیع الا

Marfat.com

دل بھی شامل تھا جو ہجرت کے بعد تھے۔

لما فی روح المعانی (۱۰/۸۹): ان عدة الشهور عندالله اثناعشر شهرا (وهی الشهور القمرية المعلومة اذعليها يدور فلك الاحكام الشرعية) فی كتب الله يوم خلق السموات والارض (ای فی ابتداء ايجاد هذا العالم)۔

وفی احكام القران للقرطبی (۸/۱۳۲): قوله تعالى يوم خلق السموات والارض انما قال يوم خلق السموات والارض ليبين ان قضاء ه وقدره كان قبل ذلك وانه سبحانه وضع هذه الشهور وسماها باسمائها على مارتبها عليه يوم خلق السموات والارض وانزل ذلك على انبيائه فی كتبه المنزلة۔

(۴۴۸) کیا امام نسائی شیعہ تھے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ کی صحاح ستہ میں شامل کتاب نسائی شریف کے مؤلف امام نسائی شیعہ تھے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو یہ بات انکی طرف کیسے منسوب کی گئی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

امام نسائی کا تعلق اہل تشیع سے نہیں بلکہ وہ اہل سنت کے اجلہ محدثین میں سے ہیں۔ انکی طرف تشیع کی نسبت صرف ایک واقعہ کی بنا پر کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ آخری عمر میں دمشق گئے جہاں خارجیوں کی کثرت تھی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب لکھی جسکی وجہ سے بعض نے ان پر تشیع کا الزام لگایا لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ فضائل علی رضی اللہ عنہ پر کتاب لکھنے سے مقصود اہل دمشق کی اصلاح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں گے۔ اور مزید یہ کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی ایک کتاب لکھی لہذا آپ پر تشیع کا الزام کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

لمافی سير اعلام النبلاء (۱۱/۱۹۷): قال الوزير ابن حنزابة : سمعت محمد بن موسى المامونی صاحب النسائی قال: سمعت قوما ينكرون على ابی عبدالرحمن النسائی كتاب: الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وتركه تصنيف فضائل الشيخين فذكرت ذلك فقال دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی

Marfat.com

كثيرفصنفت كتاب الخصائص رجوت ان يهديهم الله تعالى ثم انه صنف بعدذلك فضائل الصحابة۔

وفی المقدمةعلى سنن النسائی ص ''ز'': قال محمد بن اسحاق الاصبهانی سمعت مشائخنابمصر يقولون ان عبدالرحمن فارق مصر فی آخر عصره وخرج الى دمشق فسئل عن معاوية وما روی من فضائله ففضل عليه عليا فمازالوا يدفعون فی خضنه حتی اخرجوه من المسجد۔

Marfat.com

کتاب الاجتہاد والتقلید

(اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

(۴۴۹) ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل

سؤال

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں اگر کسی فرعی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہو تو عمل کے اعتبار سے رعایت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نیز اگر امام کے متبعین میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا مقلد کیلئے جائز ہے کہ جس کے مذہب پر چاہے عمل کرے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے متبعین میں سے ہر ایک کیلئے اپنے امام کی اتباع کرنا واجب ہے البتہ اگر مذہب کے مشائخ یا متاخرین نے کسی مسئلہ میں امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کیا ہو تو وہاں مشائخ متاخرین کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر امام کے متبعین میں اختلاف ہو تو احناف کے نزدیک عبادات میں امام صاحب (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ)، قضا و شہادت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور میراث وغیرہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو لیا جائے گا۔ اس کے بعد حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

لمافی حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۱۵۴): ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتدبہ منھا علی جواز تقلید ھا الی یومنا وفی ذلک من المصالح مالا یخفی لاسیما فی ھذہ الایام۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۷۵): وان الحکم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا۔

وفی الشامیۃ: (الحکم الملفق) المراد بالحکم الحکم الوضعی کالصحۃ مثالہ متوضئ سال من بدنہ دم ولمس امرأتہ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلاۃ ملفقۃ من مذھب الشافعی والحنفی والتلفیق

Marfat.com

باطل وصحته منتفية۔

وفيه ايضاً (۱/۷۱): قد جعل العلماء الفتوى على قول الامام الاعظم فى العبادات وهوالواقع بالاستقرار مالم يكن عنه رواية كقول المخالف .... الفتوى على قول محمد فى جميع مسائل ذوى الارحام .... الفتوى على قول ابي يوسف فيما يتعلق بالقضاء۔

وفى عقود رسم المفتى (ص۳۷): ان كثيرا من الاحكام التى نص عليها المجتهد صاحب المذهب بناء على ماكان فى عرفه وزمانه قد تغيرت بتغير الازمان بسبب فساد اهل الزمان اوعموم الضرورة۔

(۴۵۰) کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے جو قیاس سے مسائل کا استنباط کیا ہے کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے اور اس کے ثبوت پر روایات کثیرہ اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قیاس ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے ایجاد کیا صحیح نہیں ہے۔

لمافى الصحيح للبخارى (۱۰۹۲/۲): حدثناعبدالله بن يزيد ......عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذاحكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر۔

(وهكذا فى الصحيح لمسلم ج۲/ص۷۶)

وفى المشكوة (ص۳۲۴): عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لمابعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فى سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد برأى ولاالو قال فضرب رسول الله ﷺ على صدره وقال الحمدلله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضى به رسول الله۔

وفى المرقاة (۲۳۹/۷) تحت هذه الرواية: قال الخطابى لم يردبه الرأى الذى يسنح له من قبل نفسه

Marfat.com

أويخطر بباله على غير اصل من كتاب اوسنة بل اراد رد القضية الى معنى الكتاب والسنة من طريق القياس وفى هذا اثبات للحكم بالقياس۔

Marfat.com

رسالة

الضبط والتمهيد فی توضيح مسئلة التقليد

مسئلہ تقلید کی مدلل وضاحت

(۴۵۱) تقلید کی شرعی حیثیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی امام کی اتباع کرنے سے بہتر ہے کہ براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی جائے۔ بظاہر ان کی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ میرا خلجان دور ہو جائے:

(۱) آیا تقلید کی شرعاً کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟

(۲) نحن رجال وهم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کو اختیار کرنا کیسا ہے؟

(۳) علماء اور عوام کے لئے تقلید کا ایک درجہ ہے یا تقلید صرف عوام پر لازم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟ تفصیل سے جوابات عنایت فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

تقلید کی شرعی حیثیت بیان کرنے سے پہلے نفس تقلید کا مطلب بیان کیا جاتا ہے:

اصل اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے احکامات کے ترجمان ہیں۔ اب اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی بالذات قابل اطاعت سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وسنت کے احکامات دو قسم کے ہیں پہلی قسم ان احکامات کی ہے جن کو ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے جیسے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے {وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا الآية}۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے بہت سے وعدے، وعیدیں اور اصولی باتیں سب کے سامنے ظاہر ہیں۔ اس طرح کے احکامات میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی۔

دوسری قسم میں وہ احکامات ہیں جن میں ابہام پایا جاتا ہے کہ ہر کس وناکس ان کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ الآية "قروء" ایک مشترک لفظ ہے جو طہر اور حیض دونوں معنی میں مستعمل ہے، یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟.......... کسی ایک معنی کی تعیین کی صورت میں کتنے ہی احکامات اور فروعات تبدیل ہو جائیں گے۔ اب یہ تعیین مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے بڑے مجموعہ میں بعض احادیث ظاہری طور پر متعارض بھی ہیں۔ ان میں ترجیح یا تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟.......... یہ کام بھی ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔

اس طرح کے مواقع پر دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ ہم خود ہی یہ فیصلہ کرلیں کہ کون سی چیز ہم نے لینی ہے اور کون سی ناقابل اعتبار ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تعیین وتشریح میں اپنے اسلاف کی اتباع کریں جو فہم، ذکاوت، تفقہ فی الدین اور حافظہ غرض ہر چیز میں ہم سے فائق تھے۔ پہلی صورت انتہائی خطرناک اور دوسری صورت محتاط ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ "قرآن وحدیث کی تشریح میں اپنے اسلاف میں سے کسی ایک پر اعتماد کر کے اس کے قول کو لینا" اسی کو "تقلید" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی حقیقت تقلید ہے۔ پھر تقلید کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تقلید مطلق: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک عالم کی بات مانی جائے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے عالم کی بات اور تشریح لی جائے۔

(۲) تقلید شخصی: اُس تقلید کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص عالم وفقیہ کی تشریح کے مطابق ہو۔

فی نفسہ دونوں صورتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔ لیکن فقہاء کرام نے جو اپنے زمانے کے نبض شناس ہوتے ہیں بدلتے ہوئے حالات پر نظر کرتے ہوئے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا۔ چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

قال اللہ تعالیٰ (النساء: ۵۹): يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔

اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن ج ۲/ص ۲۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

اختلف فی تاویل اولی الامر فروی عن جابر بن عبداللہ وابن عباس روایۃ والحسن وعطاء ومجاھد انھم اولوا الفقہ والعلم۔

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

Marfat.com

فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول فامر اولی الامر برد المتنازع فيه الی كتاب الله وسنة نبيه ﷺ اذ كانت العامة ومن ليس من اهل العلم ليست هذه منزلتهم لانهم لايعرفون كيفية الرد الی كتاب الله والسنة ووجوه دلائلهما علی احكام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء......

وقوله تعالی (النساء :۸۳): واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوابه ط ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم ط الآية

وقوله تعالی (النحل:۴۳): فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ٥

علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں روح المعانی ج ۵ /ص ۱۴۸ میں رقمطراز ہیں:

ويؤيد ذلك مانقل عن الجلال المحلی انه يلزم غير المجتهد عاميا كان اوغيره التقليد للمجتهد لقوله تعالی فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون.

تقلید شخصی کے ثبوت پر چند احادیث

(۱) عن عكرمة ان اهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال له تنفر قالوا لانأخذ بقولك وندع قول زيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقدموا المدينة فسألوا فكان فی من سألوا ام سليم ...... (صحيح البخاری: ج۱/ص۲۳۷)

(۲) ....فأتينا اباموسیٰ فأخبرناه بقول ابن مسعود فقال لاتسئلونی مادام هذا الحبر فيكم.

(ايضاً: ج۲/ص۹۹۷)

تقلید شخصی کے وجوب پر فقہاء کرام کے فتاویٰ

علامہ ابن تیمیہ فتاوی کبریٰ ج ۲ /ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں:

وقد نص الامام احمد انه ليس لأحد أن يعتقد الشئ واجبا اوحراما ثم يعتقده غير واجب اومحرم بمجرد هواه مثل ان يكون طالبا لشفعة الجوار فيعتقدها انها حق له ثم اذا طلبت منه شفعة الجوار اعتقد انها ليست ثابتة ....فمثل هذا ممن يكون فی اعتقاده حل الشئ وحرمته ووجوبه وسكوته بسبب هواه هومذموم مجروح خارج عن العدالة وقد نص احمد وغيره علی ان هذا لايجوز.

ایک دوسری جگہ پر ایک مسئلہ کے ضمن میں ج ۲ /ص ۲۸۵ میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

وهذا القول يخالف اجماع المسلمين فانهم متفقون على ان من اعتقد حل الشئ كان عليه ان يعتقد ذلك سواء وافق غرضه اوخالفه ومن اعتقد تحريمه كان عليه ان يعتقد ذلك فى الحالين وهؤلاء ....يكونون فى وقت يقلدون من يفسده وفى وقت يقلدون من يصحه بحسب الغرض والهواء ومثل هذا لايجوز باتفاق الائمة۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تقلید شخصی کے وجوب کی علت بیان کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ووجهه انه لوجاز اتباع اى مذهب شاء لافضیٰ الى ان يلتقط رخص المذاهب متبعاهواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذلك يؤدى الى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الاول فانه لم تكن المذاهب الوافية باحكام الحوادث مهذبة وعرفت، فعلى هذا يلزمه ان يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين۔

ایک اشکال اوراس کا جواب

عام طور پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ تقلید شخصی واجب ہے تو بھی صرف چار ائمہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ ان جیسے دوسرے ائمہ جو زہد وتقویٰ، اور علمی وفقہی بصیرت کے اعتبار سے ان کے درجے کے تھے ان کی بھی تقلید جائز ہونی چاہیئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان چار ائمہ کی تقلید کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو ایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ان کے مذاہب مکمل طور پر مدون ہوگئے۔ جبکہ دوسرے ائمہ کے مذاہب اس طور پر مدون نہ ہوسکے۔ اس بناء پر صرف ان ہی چار کی تقلید کی جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اسی علت کو بیان کرتے ہوئے روح المعانی ج ۱۴/ص ۱۴۸ میں فرماتے ہیں:

مقتضى كلامهم انه لافرق بين تقليد احد ائمة المذاهب الاربع وتقليد غيره من المجتهدين۔ نعم ذكر العلامة ابن الحجر وغيره انه يشترط فى تقليد الغير ان يكون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات۔

اسی طرح علامہ نووی اسی علت پر بحث کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

وليس له التمذهب بمذهب احد من ائمة الصحابة ث وغيرهم من الاولين وان كانوا اعلم وأعلى درجة ممن بعدهم لانهم لم يتفرغوا التدوين العلم وضبط اصوله وفروعه فليس لاحد منهم مذهب مهذب ومحرر مقرر وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الائمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين القائمين بتمهيد احكام الوقائع قبل وقوعها ، الناهضين

Marfat.com

بایضاح اصولها وفروعها کمالك وابی حنیفة وغیرهما۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغۃ ج ١/ص ١٥٤ میں فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الاربعة المدونة قد اجتمعت الامة اومن یعتد به منها علی جواز تقلیدها الی یومنا هذا وفی ذلك من المصالح مالایخفی لاسیما فی هذه الایام.......

دوسرے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات جو نحن رجال وھم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کا پرچار کرتے ہیں ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون سی خوبی میں ان کے برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا علم وفہم میں ان کا مقابلہ کرتے ہیں؟ یا ذکاوت وحافظہ یا دین ودیانت میں ان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں؟ یا یہ لوگ تقویٰ وپرہیز گاری میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں؟ حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل ہم سب مقلدین وغیر مقلدین ہر اعتبار سے اس قدر تہی دست ہیں کہ ہمیں قرون اولیٰ کے علماء سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مزید برآں قرون اولیٰ کے علماء تو اس ماحول اور زمانے کے بھی قریب ہیں جس مبارک زمانے اور ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا۔ ان کو قرآن کریم کے انداز گفتگو اور مزاج دین کی ہو بہو پہچان حاصل تھی۔ غیر مقلدین حضرات کے اس اعتراض کے جواب میں صرف حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو جلیل القدر فقہاء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں) کا یہ قول کافی ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیه الفتنة اولئك اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تکلفا اختارهم الله لصحبة نبیه ولاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم۔

(مشکوۃ المصابیح: ص ٣٢)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسے شخص کے طریقے کو اختیار کرے جس کا انتقال ہوگیا ہو۔ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہیں ہوتا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ ہیں جن کے دل پارسا، علم گہرا اور بہت کم تکلف کو اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کو قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کی اتباع کرو اور ان کے اخلاق وسیرت میں سے جس قدر اپنا سکو اسے اپنا لو کیونکہ یہ لوگ مکمل ہدایت پر تھے۔

تیسرے جزء کا جواب

جو عالم درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس نے خواہ کتنی ہی کتابیں پڑھ لی ہوں وہ عامی ہے۔ اس کو بہر حال عامی کی طرح کسی ایک

Marfat.com

امام کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور آج کل کے عام علماء اسی طبقہ میں داخل ہیں۔ دونوں مقلد ہیں البتہ عالم، عامی کو مسائل بتا بھی دیتا ہے۔ ہاں جو عالم تبحر علمی کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو تو اس کی اور عامی کی تقلید میں فرق ہوگا۔

چنانچہ حضرت مولانا حبیب احمد رحمۃ اللہ علیہ اجتہاد کی تحقیق کے بعد ان حضرات سے متعلق جو درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہونے کے باوجود اجتہاد کرتے ہیں ان جیسے لوگوں پر تقلید کے وجوب کا قول ذکر کرنے کے بعد ان کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے اعلاء السنن کے مقدمے (۲۰/۲۳۲) میں فرماتے ہیں:

وهؤلاء يجب عليهم تقليد المجتهد فان اجتهدوا ضلوا وأضلوا وهؤلاء هم اهل الرأى الذين ذمهم الصحابة والتابعون......

''یہی لوگ ہیں جن پر مجتہد کی تقلید واجب ہے پس اگر یہ خود اجتہاد کرنے لگیں تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ پس یہی لوگ اہل رائے ہیں جن کی صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مذمت کی ہے''۔

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) اپنے دور کے مفتیان کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں مفتی مجتہد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور سب کے سب مقلد محض ہی ہیں''۔ جب ان کے زمانے کا یہ حال تھا تو ہمارے زمانے میں مفتی مجتہد اور بھی عدیم الوجود ہوگا۔

ولما انقطع المفتي المجتهد فى زماننا ولم يبق الا المقلد المحض وجب علينا اتباع التفصيل۔ (شرح عقود رسم المفتي: ص ۲۱)

چوتھے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات جو مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں یہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اور اگر غلط فہمی نہ ہو تو ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

غلط فہمی یہ ہے کہ مقلدین اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کر کے اپنے امام کی بات مانتے ہیں اور ہر حکم میں اس کی پیروی کرتے ہیں گویا کہ وہ ان کا خدا ہے اور اسی پر وہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کا ذکر ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ (البقرة: ۱۷۰)

لیکن یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے کہ مقلدین حضرات کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان ائمہ حضرات کو قرآن وسنت کا شارح قرار دے کر ان کی تشریح کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں نہ کہ کفار کی طرح اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو چھوڑ کر ان ائمہ کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر غلط فہمی نہیں تو ہٹ دھرمی ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس طرح کی الزام تراشیاں کی جاتی ہیں، اس صورت میں یہ لوگ واقعی ''ضلوا فاضلوا'' کے مصداق قرار پائیں گے۔

Marfat.com

تقلید کو شرک کہنا تو دور کی بات ہے بلکہ خود حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح کی تقلید پر اپنے عمل کو ذکر کر کے شرک کی نفی کرتے ہیں جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ صرف تقلید شرک نہیں ہوسکتی چنانچہ رب تعالی حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُّشْرِكَ بِاللهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. (یوسف:۳۸)

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اسی کی تشریح کرتے ہوئے فتاوی کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۹ میں رقمطراز ہیں:

لما كان من الاحكام مالا يعرفه كثير من الناس رجع الناس فى ذلك الى من يعلمهم ذلك لانه اعلم بماقال الرسول واعلم بمراده فائمة المسلمين الذين اتبعوهم وسائل وطرق وادلة بين الناس وبين الرسول يبلغونهم ماقاله ويفهمونهم مراده بحسب اجتهادهم واستطاعتهم وقد يخص الله هذا العالم من العلم والفهم ماليس عند الآخر.

Marfat.com

(۴۵۲) تقلید واجب ہے یا نہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، یہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

ہر ایسا شخص جو مجتہد نہ ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خاص طور پر ہمارے زمانے میں جبکہ علم کا فقدان پایا جاتا ہے۔ نیز ویسے تو چاروں ائمہ برحق ہیں البتہ ان میں کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسمیں بجائے شریعت پر عمل کرنے کے اپنی خواہشات کا غلبہ نہ ہو جائے جبکہ ہمارے زمانے میں ویسے بھی ہمتیں کمزور پڑ چکی ہیں اور اسلام کا درد دلوں سے مٹ چکا ہے اور ہر شخص کا مزاج ایسا بن چکا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی خواہش اسلام کے روپ میں پوری ہو جائے ایسے حالات میں کسی متعین امام کی تقلید اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

(۴۵۳) ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو مذاہب اربعہ کے ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کو سب وشتم کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ انہوں نے اسلام کی حقیقت بدل ڈالی، اور ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جن کی اللہ اور رسول نے اجازت نہیں دی اور اسلام کی ظاہری صورت کو تبدیل کیا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر یہ شخص ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کو سب وشتم کرتا ہو تو اس طور پر کہ انھوں نے اسلام کی ظاہری صورت کو مٹا کر نفسانی خواہشات کی اتباع کر لی ہے تو ایسا شخص فاسق ہے اس کی شہادت فسق کی بنا پر ناقابل قبول ہے۔ امامِ وقت کو چاہیئے کہ اس کو تعزیراً سزا دے۔

لما فی البحر الرائق (۴۹/۵): مراهق شتم عالما فعليه التعزير۔

وفی الهندية (۲۷۰/۲): من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر۔

وفی ردالمحتار (۲۳۷/۴): وترد شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة اهل الاهواء ...وقال

Marfat.com

الزیلعی اویظھر سب السلف یعنی الصالحین منھم وھم الصحابة والتابعون لان ھذہ الاشیاء تدل علی قصور عقله۔

(۴۵۴) مذہب کی تبدیلی پر تعزیر

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص ایک مذہب (ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے مذاہب میں) سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس طرح مذہب کی تبدیلی پر اس پر تعزیر آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ میں نے ایک عالم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے شخص پر تعزیر آئے گی۔ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسا شخص جو صاحب علم ہو، مذہب کے تمام اصول وفروع سے واقف ہو اور کسی دلیل کی بنا پر جو پہلے مخفی تھی اب اس پر واضح ہوئی اور وہ پہلے مذہب کو نہ تو حقیر جانتا ہو اور نہ اسکی توہین کرے تو ایسے شخص پر تعزیر نہیں آئے گی بلکہ یہ اجر کا مستحق ہے۔

اگر کوئی شخص بغیر کسی دلیل شرعی کے جبکہ وہ مذہب سے ناواقف ہے کسی فاسد غرض، مال دولت یا کسی مسئلہ میں صرف سہولت کی وجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص قابل ملامت اور تعزیر کا مستحق ہوگا کیونکہ ایسا کرنا اس کیلئے جائز نہیں۔

لما فی الدرالمختار (۴/۸۰): ارتحل الی مذھب الشافعی یعزر سراجیه۔

وفی الشامیة: ای اذاکان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا ......ولوان رجلا یری من مذھبه باجتھاد وضح له کان محمودا ماجورا۔ اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما یرغب من غرض الدنیا وشھوتھا فھوالمذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین واستخفافه بدینه ومذھبه اھ۔

(۴۵۵) ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم کی کنیت ابوحنیفہ کیسے مشہور ہوئی۔ اسکی وجہ ذکر

Marfat.com

کریں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

امام اعظم نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو''ابوحنیفہ'' کہنے کی راجح وجہ یہ ہے کہ حنیف کے معنی آتے ہیں''اسلامی احکامات پر مکمل طور سے عمل پیرا'' یعنی جو ہر طرف سے کٹ کر صرف دین اسلام کی طرف مائل ہو۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے سارے مشاغل کو ختم کر کے صرف دین کے مسائل کا استنباط اور نشرواشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا لہٰذا آپ''ابوحنیفہ'' کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

لمافی الخیرات الحسان (ص۴۵): ان کنیته ابو حنیفه مؤنث حنیف، وھو الناسك او المسلم لان الحنف المیل والمسلم مائل الی الدین الحق۔قیل سبب تکنیه بذلك ملازمته للدواة حنیفة بلغة العراق وقیل کانت له بنت تسمی بذلك ورد بانه لا یعلم له ولد ذکر ولاانثی غیر حماد۔

Marfat.com

فصل فی علامات الساعۃ

قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں

(۴۵۶) علاماتِ قیامت کا بیان

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی بہت سی نشانیاں بتائیں ان میں سے کتنی ظاہر ہوچکی ہیں اور کتنی باقی ہیں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟ نیز میں نے سنا ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہیں اور وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں آئیں گے اور ان کی مدد کریں گے اگر یہ بات صحیح ہے تو ان اصحاب کہف کا شمار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہوگا یا نہیں؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

جو علامات قیامت سے پہلے ظاہر ہونگی ان کا ظہور تقریباً ہوچکا ہے جیسے مال غنیمت کو اپنا مال سمجھنا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوٰۃ کی ادائیگی کو تاوان سمجھنا، بیوی کو ماں پر ترجیح دینا، دوست کو باپ پر ترجیح دینا، مساجد میں شور برپا کرنا، برسرعام شراب پیا جانا اور سلف صالحین کو گالیاں دینا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری قسم ان علامات کی ہے جن پر قیامت کا آنا موقوف ہے جن کے بعد قیامت واقع ہوگی وہ دس علامات ہیں جن میں سب سے پہلے امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ بیت اللہ کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور بیت المقدس کیطرف ہجرت کریں گے پھر ان کی خلافت میں دجال نکلے گا جس کا رنگ سرخ، بھاری جسم، پست قد، الجھے ہوئے بال، ایک آنکھ سپاٹ دوسری عیب دار اور پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر شخص پڑھ سکے گا پہلے نبوت کا دعوی کرے گا پھر ترقی کر کے خدائی کا دعویٰ کرے گا گدھے پر سوار ہوگا۔ ستر ہزار یہودی اسکی فوج میں شامل ہونگے آندھی کیطرح چلے گا۔ حرمین شریفین اور بیت المقدس کے علاوہ ساری دنیا میں گھومے گا، مدینہ کی طرف جائے گا مگر فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے بیت المقدس کا رخ کرے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلے کیلئے نکلیں گے دجال کی فوج مسلمانوں کا محاصرہ کرے گی اور مسلمان وہاں محصور ہوجائیں گے۔ عین اس

Marfat.com

وقت جب فجر کی اقامت ہو چکی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار کے پاس نازل ہوں گے۔امام مہدی مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کی درخواست کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دروازہ کھولیں گے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا سا نیزہ ہوگا۔دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے چنانچہ وہ بھاگنا شروع کرے گا لیکن آپ اسے باب لد کے مقام پر قتل کر دینگے۔ پھر اسی زمانے میں یا جوج ماجوج کا خروج ہوگا وہ زمین کی ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے۔ان کا پہلا دستہ جب بحیرہ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی ختم کر دے گا جب بعد والے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد جبل خمر کی طرف چلیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے وہاں پہنچ کر کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے اب آسمان والوں کو قتل کریں گے چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کیطرف پھینکیں گے۔اللہ تعالیٰ ان کے تیر کو خون میں رنگ کر واپس کریں گے۔ اس دوران مسلمان کوہ طور میں محصور ہونگے اور سخت تنگی میں مبتلا ہونگے پھر اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو کیڑوں کے ذریعے ہلاک کریں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد چالیس سال تک دنیا میں رہیں گے ان کا دور مثالی امن کا دور ہوگا لیکن ان کے بعد پھر زمین میں فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔اس کے بعد جبل صفا سے دابۃ الارض نکلے گا جو زمین میں گھومے گا۔

اسی دوران تین خسفات (زمین میں دھنسنا) ہونگے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں،اس کے بعد ایک دھواں نمودار ہوگا جو ہر طرف پھیل جائے گا پھر سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا جس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔یہ آخری علامت ہوگی اس کے بعد قیامت واقع ہو جائے گی،ایک آگ نکلے گی جو تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کر دے گی۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے بعد اصحاب کہف بھی نکل آئیں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری ہوں گے۔اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں تو ان کے حواری بطریق اولیٰ آپ ہی کی امت میں ہوں گے۔

لمافی حاشیة الصاوی (۱۰/۳): واعلم انه اختلف فی اصحاب الکهف لعلهم ماتوا ودفنوا اوهم نیام واجسامهم محفوظة والصحیح انهم نیام ؤیستیقظون عند نزول عیسیٰ ویحجون معه ویموتون قبل یوم القیمة حین تأتی الریح اللینة۔

وفی المشکوة (صـ۴۷۲): عن حذیفه بن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروا قبلها عشرآیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغر بها ونزول عیسی ابن مریم ویا جوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف با لمغرب وخسف بجزیرة العرب واخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم وفی روایة نار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الی المحشر۔

وفیه ایضاً (صـ۴۷۰): عن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما

Marfat.com

والزكاة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الزجل امرأته وعق امه وادنى صديقه واقصى اباه وظهرت الاصوات فی المساجد وسادالقبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل مخافة شره وظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور ولعن اخر هذه الامة اولها فارتقبوا عندذلك ريحا حمراء و زلزلة وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآيات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع۔

وفيه ايضاً (ص۴۷۳): عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال ......قلنا يا رسول الله وما اسراعه فی الارض قال كا لغيث استد برته الريح فياتى على القوم فيد عوهم فيؤمنون به فيا مرالسماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ...... فبينما هو كذلك اذبعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرق دمشق بين مهزودتين واضعا كتفيه على اجنحة ملكين اذا طأطأراسه قطر واذارفعه تحدّر منه مثل جمان كاللولو فلا يحل لكافر يجد من ريح نفسه ينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتیٰ يدركه بباب لد فيقتله ثم ياتى عيسى قوم قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبينما هو كذلك اذاوحى الله الى عيسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لايدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور ويبعث الله ياجوج وماجوج وهم من حدب ينسلون فيمراوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمرآخرهم فيقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتی ينتهوا الى جبل الخمر وهو جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيردالله عليهم نشابهم مخضوبة دما ويحصر نبی الله واصحابه حتی يكون رأس الثور لاحدهم خيرا من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبی الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النغف فی رقابهم فيصحبون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبی الله عيسیٰ واصحابه الى الارض ......فيومئذ تأكل العصابة من الرمانة ......فبيناهم كذالك اذ بعث الله ريحا طيبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة۔

Marfat.com

(۴۵۷) قیامت کی علامات

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہر عام وخاص شخص کی زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ قیامت بہت قریب ہے۔اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟اور کیا قیامت کی نشانیاں پوری ہوگئی ہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قیامت کی علامات تین تقسیم پر ہیں:اول بالکل ابتدائی علامات جیسے انبیاء کے سلسلے کو ختم کرتے ہوئے ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا قیامت کے قریب آجانے کی علامت ہے۔

دوئم:وہ علامات جو درمیانے درجے کی ہیں جیسے جہالت کا غلبہ،علم کا اٹھ جانا،قتل کا زیادہ ہونا،امانت کو غنیمت سمجھنا،عہدے کو غیر اہل کے سپرد کرنا،اور زکاۃ کو تاوان سمجھنا وغیرہ۔

سوئم:وہ علامات جو بالکل قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی جیسے خروج دجال ویاجوج ماجوج،نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

اب ان علامات میں سے پہلی دو قسموں کی علامات کافی حد تک ظاہر ہو چکی ہیں۔صرف تیسری قسم کی علامات کا ظہور باقی ہے۔اس اعتبار سے یہ کہنا کہ قیامت بالکل قریب ہے صحیح ہے۔

لما فی المشکوۃ (ص۴۶۹): عن انس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد۔

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال بینما النبی ﷺ یحدث اذجاء اعرابی فقال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة قال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة۔

وفیه ایضاً (ص۴۷۲): عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذاکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترو قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج۔

Marfat.com

(۴۵۸) مہدیؒ کے بارے میں

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ آخر دور میں مہدیؒ تشریف لائیں گے۔کیا قرآن یا سنت میں اس کا ذکر موجود ہے؟اور کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ آخر دور میں امام مہدی کا ظہور ہوگا بلکہ ان کی علامات ونشانیاں اور نام تک کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

لمافی المشکوة (ص۴۷۰): عن ابی سعیدالخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا۔۔۔ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الرایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوها فان فیها خلیفة الله المهدی۔۔۔عن ابی اسحاق قال قال علی رضی اللہ عنہ ونظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سیدکما سماه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولایشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملأ۔۔

7

Marfat.com

فصل فی احوال ما بعد الموت

(مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

(۴۵۹) عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ملازمت کے سلسلے میں ملک سے باہر رہے۔ اب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لوٹے ہیں تو بعض باتوں میں ان کا ہمارے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ "عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے" جسد مع الروح پر نہیں مانتے۔ کیا وہ اس عقیدے کے باوجود اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز کبھی کبھی امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں کیا ایسے شخص کو امام بنانا صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ شخص اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لما فی مرقاۃ المفاتیح (۳۰۳/۱): فان اللہ تعالی یعلق روحہ الذی فارقہ بجزئہ الاصلی الباقی من اول عمرہ الی آخرہ المستمر علی حالہ حالتی النمو والذبول الذی تتعلق بہ الروح اولا فیحیا ویحیا بحیاتہ سائر اجزاء البدن۔

وفی "الروح" لابن قیم (ص۵۴): ان مذهب سلف الامۃ وائمتها ان المیت یکون فی نعیم اوعذاب وان ذلک یحصل لروحہ وبدنہ۔

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۰۰): واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق۔

وفی شرحہ یقول الملا علی القاری: (الی العبد) ای الی جسدہ بجمیع اجزائہ او ببعضها مجتمعۃ او

Marfat.com

متفرقة ... وفی المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرافضة۔

(۴۶۰) سماعِ موتی اور عذابِ قبر کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کہنا کہ مُردے سنتے ہیں غلط ہے اس سے شرک پھیلتا ہے مُردے بالکل نہیں سنتے انہیں کسی قسم کی سماع کی قوت حاصل نہیں۔ کیا یہ بات وعقیدہ درست ہے یا نہیں؟

(۲)۔ زمینی قبر (وہ گڑھا جس میں لوگ میت کو دفناتے ہیں) قبر شرعی نہیں، اس زمینی قبر میں (جس میں لوگ میت کو دفناتے ہیں) میت کو نہ عذاب ہوتا ہے نہ ثواب ملتا ہے ان دونوں باتوں کا جواب مدلل انداز میں دیں اور یہ بھی بتائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱)۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور اور خیر القرون سے یہ مسئلہ اختلافی چلا آرہا ہے کہ مُردے سنتے ہیں یا نہیں، ایک گروہ سماع موتی کی نفی کرتا ہے جس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہلِ علم حضرات شامل ہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ سماع موتی کا قائل ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اہلِ علم حضرات کی اکثریت شامل ہے، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”جمہور کا مسلک“ قرار دیا ہے۔ کیونکہ سماع موتی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”سمع اموات کی احادیث حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔“ لہٰذا فی الجملہ سماع موتی (یعنی بعض مُردوں کا بعض اوقات بعض باتوں کا سننا) ثابت ہے۔ البتہ چونکہ مسئلہ خیر القرون سے اختلافی چلا آرہا ہے لہٰذا فریقین کو اس میں بہت زیادہ شدت اختیار کرنا یا ایک دوسرے کی تضلیل وتفسیق کرنا درست نہیں۔

(۲)۔ لفظ قبر کا اطلاق حقیقتاً اس زمینی گڑھے پر ہی ہوتا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور جس میں اس کا جسد عنصری رکھا جاتا ہے، اس پر بہت سی آیات وروایات دلالت کرتی ہیں، مثلاً: ”واذا القبور بعثرت“ (الانفطار:۴) (اور جب قبریں اکھاڑی جاویں گی)۔ ”ولا تقم علی قبرہ“ (التوبۃ:۸۴) (اور نہ (دفن کیلئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جایئے)۔ ”اذا بعثر ما فی القبور“ (العادیات:۹) (جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مُردے قبروں میں ہیں) (بیان القرآن)۔ ان آیات سے واضح طور پر قبر کا ”زمینی گڑھا“ ہونا معلوم ہوتا ہے، نیز احادیث میں بھی قبر کا اطلاق زمینی گڑھے پر ہوا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو قبروں پر کھجور کی ٹہنی گاڑی تھی وہ یہی حسی قبریں اور گڑھے تھے اور انہی گڑھوں میں ان کو عذاب ہو رہا تھا، اسی طرح بنو نجار کے باغ میں جو پانچ یا چھ قبریں تھیں جن کے قریب سے گزرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر بدک گیا تھا وہ یہی حسی قبریں اور گڑھے ہی تھے اور انہی میں ان کو عذاب ہو رہا تھا۔ نیز فقہاء کرام رحمہ اللہ علیہم نے بھی لفظ قبر کا اطلاق انہی زمینی گڑھوں پر کیا ہے مثلاً فرماتے ہیں کہ قبر کو نصف قامت کے برابر

Marfat.com

کھودا جائے اور لحد کی صورت میں بنایا جائے، شق کی صورت میں نہ بنایا جائے الآیۃ کہ نرم زمین ہو، اسی طرح فرماتے ہیں کہ قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے، قبر کے اوپر یا قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نیز اہل لغت بھی قبر کا اطلاق اسی زمینی گڑھے پر کرتے ہیں۔ معجم الوسیط (صفحہ ۷۱۰) میں ہے: القبر: "المکان یدفن فیه المیت"، المنجد (صفحہ ۷۷۲) میں ہے: القبر: "انسان کے دفن کرنے کی جگہ"، مصباح اللغات (صفحہ ۶۵۴) میں ہے: القبر: "انسان کے دفن کرنے کی جگہ"، فیروز اللغات (۹۴۷/۲) میں ہے: قبر: "وہ گڑھا جس میں مُردے کو دفن کرتے ہیں۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ قبر سے یہی زمینی گڑھے ہی مراد ہیں۔ اور انہی حسی قبروں اور گڑھوں میں عذاب ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل احادیث سے معلوم ہوا۔ عذابِ قبر کے منکر کو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے کافر قرار دیا ہے البتہ اگر کوئی شخص دلائل قطعیہ میں تاویل کر کے انکار کرتا ہے تو اس کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی البتہ وہ مبتدع فی العقیدہ اور گمراہ ہوگا اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔

لمافی القرآن الکریم (الفاطر:۲۲): وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاء وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَن يَّشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ

وفی (النمل: ۸۰): إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ

وفی (الانعام: ۹۳): وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰئِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِه تَسْتَكْبِرُوْنَ

وفی(المؤمن: ۴۵،۴۶): فَوَقٰهُ اللهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ

وفی البخاری (۱۷۸/۱) باب الميت يسمع خفق النعال: عن أنس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " العبد إذا وضع في قبره، وتولي وذهب أصحابه حتى إنه ليسمع قرع نعالهم، أتاه ملكان، فأقعداه، فيقولان له: ما كنت تقول في هذا الرجل محمد صلى الله عليه وسلم؟ فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال: انظر إلى مقعدك من النار أبدلك الله به مقعدا من الجنة، قال النبي صلى الله عليه وسلم: " فيراهما جميعا، وأما الكافر أو المنافق فيقول: لا أدري، كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لا دريت ولا تليت، ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين"

وفيه أيضاً(۵۶۶/۲): عن أبي طلحة رضي الله عنه، أن نبي الله صلى الله عليه وسلم أمر يوم بدر بأربعة وعشرين رجلا من صناديد قريش، فقذفوا في طوي من أطواء بدر خبيث مخبث، وكان إذا

Marfat.com

ظهر على قوم أقام بالعرصة ثلاث ليال، فلما كان ببدر اليوم الثالث أمر براحلته فشد عليها رحلها، ثم مشى واتبعه أصحابه، وقالوا: ما نرى ينطلق إلا لبعض حاجته، حتى قام على شفة الركي، فجعل يناديهم بأسمائهم وأسماء آبائهم: يا فلان بن فلان، ويا فلان بن فلان، أيسركم أنكم أطعتم الله ورسوله، فإنا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا، فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا؟ قال: فقال عمر: يا رسول الله، ما تكلم من أجساد لا أرواح لها؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفس محمد بيده، ما أنتم بأسمع لما أقول منهم، قال قتادة: أحياهم الله حتى أسمعهم، قوله توبيخا وتصغيرا ونقيمة وحسرة وندما. (وهكذا فی مسلم ۲/۳۸۷)

وفی البخاری (۱/۳۵): عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين، فقال: إنهما ليعذبان، وما يعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول، وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة ثم أخذ جريدة رطبة، فشقها نصفين، فغرز في كل قبر واحدة، قالوا: يا رسول الله، لم فعلت هذا؟ قال: لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا.

وفی المسلم (۲/۳۸٦): زيد بن ثابت رضي الله عنه قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم في حائط لبني النجار على بغلة له ونحن معه إذ حادت به فكادت تلقيه وإذا أقبر ستة أو خمسة أو أربعة قال كذا كان يقول الجريري فقال من يعرف أصحاب هذه الأقبر فقال رجل أنا قال فمتى مات هؤلاء قال ماتوا في الإشراك فقال إن هذه الأمة تبتلى في قبورها فلولا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه ثم أقبل علينا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب النار قالوا نعوذ بالله من عذاب النار فقال تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا نعوذ بالله من عذاب القبر قال تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن قالوا نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن قال تعوذوا بالله من فتنة الدجال قالوا نعوذ بالله من فتنة الدجال.

وفی فتح الباری (۳/۱۸۱، ۱۸۲): ثانيها حديث ابن عمر رضي الله عنهما في قصة أصحاب القليب قليب بدر وفيه قوله صلى الله عليه وسلم ما أنتم بأسمع لما أقول منهم---ثالثها حديث عائشة رضى الله عنها قالت إنما قال النبي صلى الله عليه وسلم إنهم ليعلمون الآن ما أن كنت أقول لهم حق وهذا مصير من عائشة إلى رد رواية ابن عمر المذكورة وقد خالفها الجمهور في ذلك وقبلوا حديث ابن عمر لموافقة من رواه غيره عليه وأما استدلالها بقوله تعالى: انك لا تسمع الموتى فقالوا معناها لا تسمعهم سماعا ينفعهم أو لا تسمعهم الا أن يشاء الله وقال السهيلي عائشة لم

Marfat.com

تحضر قول النبي صلى الله عليه و سلم فغيرها ممن حضر أحفظ للفظ النبي صلى الله عليه و سلم وقد قالوا له يا رسول الله اتخاطب قوما قد جيفوا فقال ما أنتم بأسمع لما أقول منهم قال وإذا جاز أن يكونوا في تلك الحال عالمين جاز أن يكونوا سامعين إما بآذان رؤوسهم كما هو قول الجمهور ۔۔۔۔۔وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله أنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد۔

وفی فیض الباری (۲/۴۲۷): اقول: والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حدیث صححه ابو عمرو ان احدا اذا سلم علی المیت فانه یرد علیه ویعرفه ان کان یعرفه فی الدنیا (بالمعنی) واخرجه ابن کثیر ایضا وتردد فیه فالانکار فی غیرمحله سیما اذا لم یقل عن احد من ائمتنا رحمهم الله تعالی فلا بد بالتزام السماع فی الجملة۔

وفی المرقاة (۱/۱۹۷) باب اثبات عذاب القبر: قال الامام النووی مذهب اهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت علیه الادلة من الکتاب والسنة الخ۔

وفی فتح القدیر(۱/۳۵۰) (باب الامامة): ولا تجوز الصلاة خلف منکر الشفاعة والرؤیة وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانه کافر لتوارث هذا الامور عن الشارع صلی الله علیه وسلم۔

وفی الخلاصة (۱/۱۴۹) کتاب الصلوة: ولا یجوز الصلوة خلف من ینکر شفاعة النبی علیه الصلوة والسلام وینکر کرام الکاتبین وعذاب القبر وکذا من ینکر الرؤیة لانه کافر۔

وفی الشامیة (۱/۵۶۱): قوله (لکونه عن تأویل الخ) علة لقوله لا یکفر بها قال المحقق ابن الهمام في أواخر التحرير وجهل المبتدع كالمعتزلة ما نعي ثبوت الصفات زائدة وعذاب القبر والشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والرؤية لا يصلح عذرا لوضوح الأدلة من الكتاب والسنة الصحيحة لكن لا يكفر إذ تمسكه بالقرآن أو الحديث أو العقل وللنهي عن تكفير أهل القبلة والإجماع على قبول شهادتهم۔

وفی احکام القرآن للشفیع (۳/۱۶۵، ۱۶۶): قال العبد الضعیف: والذی ذکره فی الروح من طوائف اهل العلم، و ذکر ابن عبدالبر ان الاکثرین علی ذلک۔ یعنی سماعهم فی الجملة۔ هو الحق الحقیق بالقبول، والیه یرشد صیغة القرآن وشان النزول، وبه تتوافق الروایات من الصحابة والرسول صلی الله علیه وسلم. وهو مختار مشایخنا دامت برکاتهم ماهبت الدبور والقبول۔

Marfat.com

رسالة

حفظ المتاع فی انکار بعض المحققین السَماع

سماع موتی کے مسئلے میں دورِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے موجود اختلاف

نیز بعض محققین فقہاء احناف کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب، مذہب حنفی کی مدلل وضاحت

(۴۶۱) مسئلہ سماع موتی اور فقہ حنفی

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسئلہ سماعِ موتی سے متعلق بعض استفسارات ہیں:

۱)۔ فقہ حنفی میں اس بارے میں کیا ہے؟ شامی اور ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہما نے انکار کیا ہے۔ جبکہ شامی خاتمۃ المحققین اور ابن الہمام محقق علی الاطلاق ہیں ان کا انکار فقہ میں عدم سماع کا رجحان بتاتا ہے تحقیق فرمادیں۔

۲)۔ اکابرین پاک وہند کا سماع موتی سے متعلق کیا موقف تھا۔ اگر اعلام ہند کا موقف بھی قیدِ تحریر میں آجائے تو مسئلہ زیادہ منقح ہوجائے گا۔

الجواب بعون الملک الوھاب

موتی کی دو قسمیں ہیں۔ انبیاء اور غیر انبیاء۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں سننا اہل السنۃ والجماعت کے تمام ائمہ میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔ باقی رہا عام موتی کے سماع کا مسئلہ کہ اگر ان کی قبروں کے پاس جاکر کچھ کہا جائے تو سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ایک طرف تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو نفی سماع کی قائل ہیں اور علمائے سلف کی ایک جماعت اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی کے قائل ہیں۔

جبکہ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو سماع کے ثبوت کے قائل ہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علمائے سلف کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے۔ چونکہ سماع موتی کی احادیث ناطق، صحیح اور حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں حضرت

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کردہ آیات مؤول ہیں جس میں اسماع کی نفی ہے نہ کہ سماع کی۔ جیسا کہ حضرات مفسرین نے ثابت کیا ہے۔ اس لئے محقق بات یہی ہے کہ سماعِ موتی ثابت ہے۔

اجل اعلام الحنفیۃ محقق ابن الہمام اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہما اللہ نے کتاب الأیمان کے جزئیہ کہ "کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ اگر مرنے کے بعد کلام کرلیا تو حانث نہیں ہوگا" پر عدم سماع کا عنوان قائم کیا ہے اور عدم سماع کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قرآنی نص "انک لا تسمع الموتی" اور "ولا تسمع من فی القبور" کے استدلال سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

حدیثِ قلیب بدر اور حدیث قرع نعال اور حدیث سلام علی القبر وغیرہ میں تاویلات کی ہیں۔ اس جزئیہ کے بارے میں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ:

محقق ابن الہمام نے اس مسئلہ میں نفی سماع کا عنوان قائم کیا ہے پھر اس پر محقق نے خود ہی سوال کیا ہے کہ جب سنتے نہیں تو سلام علی القبر کا کیا معنیٰ؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مُردے اس وقت سن لیتے ہیں یعنی یہ جزئیہ نفی سے مستثنیٰ ہے۔ پھر خود ہی سوال کیا کہ جب سنتے نہیں تو پھر انہ یسمع قرع نعالھم کا کیا مطلب؟

اس کا جواب بھی استثناء کے ساتھ دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

واما الشیخ ابن الھمام فجعل الاصل ھو النفی وکل موضع ثبت فیہ السماع جعلہ مستثنی ومقتصرا علی المورد قلت اذا ما الفائدۃ فی عنوان النفی وما الفرق بین نفی السماع ثم الاستثناء فی مواضع کثیرۃ وادعاء التخصیص وبین اثبات السماع فی الجملۃ مع الاقرار بانا لاندری ضوابط اسماعھم فان الاحیاء اذا لم یسمعوا فی بعض الصور فمن ادعی الطرد فی الاموات ولذا قلت بالسماع فی الجملۃ۔ (فیض الباری ۲/۴۶۷)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ محقق ابن الہمام نے عنوان نفی قائم کر کے پھر اس میں سے بعض مواضع کو استثناء کر کے جو بات کہنا چاہی ہے اس کا مآل وہی تو ہے جو ہم کہتے ہیں۔ ہم سماعِ موتی کے طرد کے قائل نہیں کہ ہر مردہ ہر بات کو سنتا ہے اور یہ طرد تو احیاء کے اندر بھی نہیں، مُردوں میں کیا ہوگا۔ ہمیں ضابطہ اسماع کا پتہ نہیں اسی کو سماع فی الجملہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے عنوانِ ثبوت قائم کر کے سماع فی الجملہ کا قول اختیار کیا ہے اور آپ نے عنوانِ نفی قائم کر کے بھی بعض جگہ ثبوت سماع کو تسلیم کرلیا ہے۔ بعض جگہ سماع کے قائل آپ بھی ہیں اور ہم بھی۔ مآل واحد ہے پھر عنوانِ نفی سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل محقق بات سماع فی الجملہ کا ثبوت ہے نہ کہ سماع مطرد۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔ چنانچہ فتح الملہم میں فرماتے ہیں کہ

"والذی تحصل لنا من النصوص واللہ اعلم ان سماع الموتی ثابت فی الجملۃ بالاحادیث الکثیرۃ الصحیحۃ۔" (فتح الملھم ۲/۴۷۹)

Marfat.com

علاوہ ازیں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "مردے سے بات کرنا عرف میں کلام نہیں سمجھا جاتا۔ جیسا کہ "الایمان مبنیة علی العرف" سے ظاہر ہے اور یمین میں حنث نہ ہونا اسی وجہ سے ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح کا مضمون عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ میں ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالاعبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سماع فی الجملہ کے یہ حضرات بھی قائل ہیں۔ اور ہمارا مدعا بھی سماع فی الجملہ کا ہے اور چونکہ ایمان کا مبنیٰ عرف پر ہے اور کسی بھی قسم کا وہی مفہوم لیا جائے گا جو عرف میں رائج ہو لہٰذا فقہاء حنفیہ کی طرف انکار سماع کی نسبت درست نہیں۔ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فی الجملہ سماع کا اثبات کیا ہے فقط عنوان نفی کا ڈالا ہے اور کلیۃ انکار نہیں کیا۔ یہی مذہب ہے کہ فی الجملہ سماع ثابت ہے باقی طرداً ہر وقت سماع کا تو کوئی بھی قائل نہیں لہٰذا حنفیہ کا مذہب ثبوتِ سماع کا ثابت ہوا یہی علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شامیہ کے حاشیے میں کہا ہے اور اگر علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے انکار کو مطلق بھی مان لیا جائے تو یہ ان دو حضرات کا تفرد ہوگا انہوں نے ایک ایمان کے ایسے مسئلے کو جو عرف پر مبنی تھا اس پر حقیقت کا مدار رکھ لیا اور سماع کا انکار کر دیا لہٰذا یہ ان کا تفرد ہے علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ ایمان کا مسئلہ عرفی ہے اور محقق مذہب سماع کا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی بھی فقیہ نے صراحۃً سماع کا انکار نہیں کیا یہی ملا علی قاری اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

لمافی مسند الامام احمد بن حنبل (۳۶۴/۵): عن البراء بن عازب، قال: خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم، في جنازة رجل من الأنصار، فانتهينا إلى القبر--- قال: فتعاد روحه في جسده، فيأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له: من ربك؟ فيقول: ربي الله، فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: ديني الإسلام فيقولان له: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله صلى الله عليه وسلم، فيقولان له: وما علمك؟ فيقول: قرأت كتاب الله، فآمنت به وصدقت، فينادي مناد في السماء أن صدق عبدي فأفرشوه من الجنة، وألبسوه من الجنة، وافتحوا له بابا إلى الجنة۔

وفی صحیح البخاری، کتاب الجنائز (۱۸۳/۱): حدثني نافع، أن ابن عمر رضي الله عنهما أخبره، قال: اطلع النبي صلى الله عليه وسلم على أهل القليب، فقال: وجدتم ما وعد ربكم حقا؟ فقيل له: تدعو أمواتا؟ فقال: ما أنتم بأسمع منهم، ولكن لا يجيبون۔

وفی عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية (۲۲۳/۲): قوله (بالحيوة) تفصيله على ما في الهداية وشروحها ...... واما رد عائشة بعض تلك الاحاديث فلم يعتد به جمهور الصحابة ومن بعدهم واما قوله تعالى انك لا تسمع الموتى ففيه نفى الاسماع لا السماع على ان الصحيح ان المراد بالموتى هناك موتى القلوب وهم الكفار لا الاموات العرفية ...... وبالجملة لم يدل

Marfat.com

دلیل قوی علی نفی نفس سماع المیت وادراکه وفهمه وتامله لامن الکتاب ولامن السنة بل السنن الصحیحة الصریحة دالة علی ثبوتها له ...... والحق فی هذا المقام ان هذا کله من تقریرات المشائخ وتوجیهاتهم وتکلفاتهم ولا عبرة بها حین مخالفتها للاحادیث الصحیحة وآثار الصحابة الصریحة واما ائمتنا فهم بریئون عن انکار هذه الامور وانما حکموا فی الحلف بالضرب والکلام والدخول علیه ونحوها بعدم الحنث عند وجود هذه الاشیاء بالمیت لکون الایمان مبنیة علی العرف ...... الخ۔

وفی العرف الشذی علی جامع الترمذی، کتاب الجنائز (۱/۲۰۲): واشتهر علی السنة الناس ان الموتی لیس لهم سماع عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ...... وصنف ملا علی قاری رسالة وذکر فیها ان المشهور لیس له اصل من الائمة اصلا بل اخذ هذا من مسئلة فی باب الایمان انه اذا حلف انه لا یتکلم فلانا۔

Marfat.com

(۴۶۲) قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انسان کے انتقال کے بعد اسکی روح جنت یا جہنم میں پہنچ جاتی ہے تو پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟ آج کل یہ مسئلہ ہماری مسجد میں زیر بحث ہے اور ہر آدمی اپنی سوچ کے مطابق اس پر رائے زنی کرتا ہے۔ برائے مہربانی آپ صحیح جواب سے مطلع فرمائیں جو شریعت کے مطابق ہو۔

الجواب بعون الملک الوھاب

میت کی روح کا تعلق اس کے جسم سے پایا جاتا ہے اگرچہ کسی درجے میں ہو لہذا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اگرچہ ہم اس کو سن نہیں سکتے۔

لما في مرقاة المفاتيح (۱۱۶/۴): وعنها قالت كيف اقول يارسول الله تعني في زيارة القبور قال قولي السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم المستقدمين منا والمتاخرين وانا ان شاء الله بكم لاحقون ـ عن ابي هريرة قال قال ابو رزين يارسول الله ﷺ ان طريقي على الموتى فهل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم...... قال ابو رزين يسمعون قال يسمعون ولكن لايستطيعون ان يجيبوا قال يا ابارزين الاترضى ان يرد عليك بعددهم من الملائكة اهـ (وقوله لا يستطيعون ان يجيبوا) اى جوابا يسمعه الحي والا فهم يردون حيث لانسمع ...... عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مامن احد يمر بقبر اخيه المومن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام۔

وفي الروح لابن قيم (ص۷): قال ابن عبد البر ثبت عن النبي ﷺ انه قال مامن مسلم يمر على قبراخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام فهذا نص انه يعرفه بعينه ويرد عليه السلام۔

Marfat.com

(۴۶۳) کیاارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاارواح مؤمنین جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جمعہ کی شب ارواح اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

روحوں کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا نصوص سے ثابت نہیں ہے بلکہ ارواح اپنے مستقر میں رہتی ہیں اور وہاں سے دنیا میں نہیں آسکتیں۔

لمافی روح البیان (۱۱۵/۸): عن سعید بن جبیران ارواح الاحیاء وارواح الاموات تلتقی فی المنام فیتعارف منها ماشاء الله ان یتعارف فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجسادها الی انقضاء مدة حیاتها۔

وفی الروح (ص۲۳): عن السدی فی قوله تعالی والتی لم تمت فی منامها قال: یتوفاها فی منامها فیلتقی روح الحی وروح المیت فیتذاکران ویتعارفان قال فترجع روح الحی الی جسده فی الدنیا الی بقیة اجلها وترید روح المیت ان ترجع الی جسده فتحبس۔

(۴۶۴) سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرحومین کے بعد جانے والی روحیں مرحومین سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں؟ اسی طرح ان سے اپنے بیوی، بچے، اپنا چھوڑا ہوا مال ومتاع ان سب کے بارے میں پوچھتی ہیں؟

۲۔ایک دفعہ حساب کے بعد ہمیشہ کیلئے جنت یا دوزخ میں رہنا ہوتا ہے یا ایصال ثواب کی وجہ سے جنت منتقلی ہوجاتی ہے؟

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اور کیا کیا اسباب ہیں؟ نیز ایصال ثواب جو ہم مردوں کیلئے کرتے ہیں کیا اس کا ہمیں کوئی ثواب ملتا ہے؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

مرحومین کی روحیں دوسری بعد میں آنے والی روحوں سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں۔

۲۔حساب کتاب کے بعد جو کافر یا مشرک جہنم میں جائیں گے وہ تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسی طرح جو مسلمان جنت میں جائیں گے وہ بھی ہمیشہ جنت میں رہیں گے البتہ جو مسلمان اپنی بداعمالیوں کی بناء پر جہنم میں ڈالیں جائیں گے وہ بعد میں جنت میں داخل کیے جائیں گے، چاہے بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہو یا کسی کے ایصال ثواب کی بناء پر اللہ تعالی اپنا فضل وکرم فرمادیں۔

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اسباب فرائض وواجبات کے علاوہ بدنی ومالی عبادات کا ایصال ثواب (جیسے نفلی روزہ صدقہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ) ہے اسی طرح اولاد صالح جو اس کیلئے دعا کرے یا مرحوم نے اس کے علاوہ کوئی ایسا نیک کام کیا جو بعد میں بھی جاری رہے کہ جب تک اس پر عمل رہے گا مرحوم کے درجات میں اضافے کا سبب بنا رہے گا۔

ایصال ثواب کرنے والے کو اس عمل کا جو اس نے کیا ہے پورا پورا ثواب ملے گا بلکہ وہ جس قدر زیادہ افراد کو ایصال ثواب کرے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ ان سب کو ملا۔

لما فی قوله تعالی(البينہ:٦ الی ٨):إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (٦) إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (٧) جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (٨)

وفی كنزالعمال (١٥/٦٨٤): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اہل الرحمة من عباد الله كما يلقون البشير من اهل الدنيا فيقولون انظروا صاحبكم ليستريح فانه قد كان فی كرب شديد ثم يسألون ما ذا فعل فلان؟ ومافعلت فلانة ؟هل تزوجت؟فاذاسألوه عن الرجل قد مات قبله فيقول أيهات . . .

وفيه ايضاً (١٥/٩٥٢):اربعة تجرى عليهم اجورهم بعد الموت من مات مرابطا فی سبيل الله ومن علم علما أجري عليه علمه ما عمل به ومن تصدق بصدقة فآجرها يجرى له ماوجدت ورجل ترك ولدا صالحاًفهو يدعوله۔

وفيه ايضاً (١٥/٩٥٣):اربع من عمل الاحياء . . .مثل اجر من عمل به من غير ان ينقص من اجر من عمل به شئ۔

وفی رد المحتار (٢/٢٤٣): صرح علمائنا فی باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب

Marfat.com

عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقة او غيرها كذا فى الهداية بل فى زكاة التاتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شئ هو مذهب اهل السنة والجماعة۔

(۴۶۵) ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

ارواح مؤمنین کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست نہیں بلکہ فقہاء نے ایسے شخص کے بارے میں کفر کی صراحت کی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ارواح مؤمنین حاضر ہوتی ہیں اور زندوں کی مصروفیات سے باخبر ہیں لہٰذا اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۴): من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر۔

وفی البزازية على هامش الهندية (۶/۳۶۲): قال علماء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر

(۴۶۶) مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح ہمیں مرحومین کے جدا ہو جانے کا افسوس ہوتا ہے کیا انہیں بھی ایسے ہی افسوس ہوتا ہے؟ ہم افسوس کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں، کیا وہ بھی ہمارے صبر کیلئے کچھ کرتے ہیں؟ مرحومین کے نہ ہونے پر ہم ان کی خدمت سے محروم ہو کر تکلیف اٹھاتے ہیں کیا مرحومین کو اس کا غم وافسوس ہوتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مرحومین کی روحوں کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے، یعنی اگر زندہ رشتہ داروں کے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اگر زندوں کے اعمال اچھے نہ ہوں تو اس پر غمزدہ ہوتے ہیں، اور مردوں کے اعمال کا سلسلہ چونکہ

Marfat.com

منقطع ہوجاتا ہے لہذا ایصال ثواب کے بدلے مرحومین کی طرف سے کچھ نہیں ملتا البتہ اللہ تعالی کی طرف سے ایصال ثواب کرنے والوں کو اجر ملتا ہے۔

لما فی کنز العمال (۶۸۴/۱۵): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباد الله کمایلقون البشیر ...وان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من اهل الآخرة فان کان خیرا فرحوا واستبشروا وقالوا اللهم هذا فضلك ورحمتك فاتم نعمتك وامته علیها ویعرض علیهم عمل المسئ فیقولون اللهم الهمه عملا صالحا وترضی به عنه وتقربه الیك۔

وفیه ایضاً (۱۵/ ۹۵۳): اربعة من عمل الأحیاء ...مثل اجر من عمل به غیر ان ینقص من اجر من عمل به شئ۔

(۴۶۷) قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشا جائے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قرآن مجید پڑھ کر مردے کو ثواب بخشا جائے تو اگر اس مردے کو عذاب ہو رہا ہو تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس لماورد عن انس رضی اللہ عنہ انه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس یعنی واهدی ثوابها للاموات خفف الله عنهم یومئذ العذاب۔ وهکذا نقل فی ردالمحتار (۲۴۳/۲)

(۴۶۸) زندہ اور مردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زندوں کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے یا صرف مُردوں

Marfat.com

کو ایصال ثواب کیا جائے گا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مُردوں کی طرح زندوں کو بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

لمافی الهندية (۱/۲۵۷): الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان اوصوما اوصدقة اوغيرها كالحج وقرأة القرآن والاذكار۔

وفيه ايضا (۲/ ۲۴۳) : وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز ۔ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذافی البدائع، ثم قال :وبهذا علم انه لافرق بين ان يكون المجعول له ميتا اوحيا۔

Marfat.com

فصل فی کیفیة الحشر واحواله

(میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)

(۴۶۹) دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے ایک نہ ایک دن کافر بھی جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور خالدین فیہا ابدا کی آیات کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے مراد مکث طویل (طویل مدت تک رہنا) ہے اور کہتا ہے کہ جب دوا مسلسل استعمال کی جاتی ہے تو عادت بن جاتی ہے، اسی طرح عذاب بھی عادت بن جائے گا لہٰذا جہنم میں رکھنے کا فائدہ؟ ایسے قول والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

کلام مقدس اور احادیث مبارکہ میں بالکل صراحۃً یہ مضمون کئی جگہوں پر موجود ہے کہ مؤمنین جنت اور کفار جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور انہیں اس سے نہیں نکالا جائے گا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ جب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو عذاب کے عادی ہو جائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب کی عادت اس وقت ہوتی جب عذاب ہمیشہ اسی جلد پر ہوتا جبکہ جب عذاب کی وجہ سے ان کی کھالیں جل جائیں گی تو فوراً دوسری کھال چڑھ جائے گی تاکہ عذاب کا تازہ بہ تازہ مزہ چکھیں۔ اور مذکورہ آدمی اگرچہ تاویل کر رہا ہے لیکن اس تاویل میں وہ حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے لہٰذا اس کو توبہ لازم ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالی (الجاثیہ:۳۵): فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ

(الزخرف:۷۴، ۷۵): إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُونَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ

(البقرہ:۱۶۷): كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ

(الاعراف:۴۰): إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا

Marfat.com

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ
(النساء:٥٦):إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

وفی الصحیح لمسلم (۲/۳۸۲): عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجاء بالموت یوم القیمة کانه کبش املح...... ثم یقال یا اهل الجنة خلود فلا موت ویا اهل النار خلود فلاموت۔

(۴۷۰) روزِ قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قیامت کے دن جانوروں کو زندہ کیا جائے گا؟ نیز جو واقعہ مشہور ہے کہ قیامت کے دن بے سینگ جانور کو سینگ دے کر بدلہ دلوایا جائے گا اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا اور بے سینگ جانور کو سینگ دیکر بدلہ دلوایا جائے گا۔لیکن ان کا یہ حساب انسانوں کے حساب کی طرح بطور تکلیف (بطور مکلف ہونے کے) نہیں ہوگا۔ بہر حال جانوروں کے حساب کے بجائے اپنے حساب کی فکر ہونی چاہیے اور مابعد الموت کی خوب تیاری کرنی چاہیے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۶۷): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتؤدن الحقوق الی اهلها یوم القیامة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء۔

(۴۷۱) دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو گردے کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک صحت مند شخص نے اسے خون اور گردہ دیا، چند دنوں کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس شخص کو عذاب ہو تو دوسرے شخص کا دیا ہوا جو گردہ اور خون ہے اسے بھی عذاب ہوگا یا نہیں؟ ازراہ کرم تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر عذاب سے مراد برزخی عذاب ہے تو روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں عذاب اسی ''جسم عنصری'' کو ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ بدن انسانی کے ساتھ روح کا تعلق اس قدر پایا جاتا ہے کہ بدن انسانی تنعیم کی لذت اور تعذیب کے الم کو محسوس کر سکے۔

اب یہاں مذکورہ اعتراض اس لئے مندفع ہے کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خون اور گردے کو عذاب سے محفوظ رکھیں اور اس طرح محفوظ رکھنا کوئی امر محال نہیں ہے کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی درندے نے انسان کو لقمہ بنالیا، اب العیاذ باللہ اسے برزخ میں عذاب ہو تو اس عذاب کے اثرات درندے پر نہیں ہوتے حالانکہ معذَّب اس کے پیٹ میں موجود ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ خون وگردہ باوجود اس کے کہ معذب کے بدن میں ہوں لیکن انہیں عذاب نہ ہو۔

اگر مراد یہ ہے کہ قیامت میں اس کو عذاب ہوگا یا نہیں؟ تو قیامت میں بھی یہی اجسام ہوں گے جو دنیا میں ہیں بایں طور کہ وہ ذات عالم الغیب ہر انسان کے اجزاء اصلیہ کو جمع کرے گی اگر چہ وہ اجزاء ہماری ظاہری اور سطحی نظر سے معلوم نہ ہو سکتے ہوں۔ اب اس طرح کے اجتماع (جمع کرنے) سے مذکورہ سوال ختم ہو جاتا ہے کہ کیونکہ جب ہر ایک کے اجزاء اصلیہ کو جمع کیا جائے گا تو یہ خون اور گردہ اپنے مالک کے اجزاء میں شامل ہوں گے نہ کہ جسے عاریۃً دیئے گئے لہٰذا اس صورت میں تعذیب اور غیر تعذیب کی بحث ختم ہی ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اجزاء اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ تو ان اجزاء کی تعیین میں مختلف تعبیریں اختیار کی گئیں ہیں۔ البتہ سب سے راجح تعبیر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فربہ ہو یا کمزور ہر دو صورت میں اس پر انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو ہر دو صورت میں اس پر انسانیت کا اطلاق اس بات پر دال ہے کہ اس میں وہ اجزاء موجود ہیں جنہیں انسان کہا جاتا ہے بس یہی انسان کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ اگر چہ یہ اجزاء کی حقیقی تعریف نہیں لیکن مراد یہی اجزاء ہیں۔

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجزاء کی یہ تعبیر بعض روایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں متکبرین کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔ اس صورت میں اجزاء اصلیہ ہی سرے سے معدوم ہیں، اسی طرح اہل جنت کی صفات میں یہ ہے کہ ان کا قد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد کی طرح ہوگا۔ اور اہل جہنم کی صفات میں یہ بیان کیا گیا کہ ان کا جسم اس قدر بڑا ہوگا کہ ان کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ جسم کے اجزاء اصلیہ سے کہیں بڑے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے گا البتہ متکبرین کو چیونٹیوں کی مثل پیدا کرنا ان کی تحقیر کے لئے ہوگا اور اہل جنت کے جسم میں زیادتی سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ بعض اجزاء پر

Marfat.com

بلاعمل رب تعالی کی رحمتوں کا نزول ہورہا ہے۔ یہ تو رب تعالی کے مظاہر رحمت میں سے ایک مظہر ہے نہ کہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع۔

البتہ اگر اعتراض ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جہنم میں اجزاء اصلیہ سے زائد جسم کو عذاب ہوگا تو اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے دو جواب زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں:

اول: اصل جسم انسانی کی ترکیب تو اجزاء اصلیہ سے ہی ہوگی البتہ تعذیب کی بناء پر جسم پھول کر اس قدر بڑا ہوجائے گا (العیاذ باللہ)۔

دوم: اصل عذاب تو اجزاء اصلیہ کو ہی ہوگا البتہ یہ زائد جسم صرف جہنمی کی صورت کو مزید قبیح کرنے اور روح اور جسم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے ہوگا۔

لمافی المشكوة (ص۲۵): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقبرالميت اتاه ملكان اسودان ارزقان يقال لاحدهما المنكر والآخر النكير فيقولان ماكنت تقول فی هذا الرجل ...... وان كان منافقا قال سمعت الناس يقولون قولا فقلت مثله لاادری فيقولون قد كنا نعلم انك تقول ذلك فيقال للارض التئمی عليه فتلتئم عليه فتختلف اضلاعه فلايزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك۔

وفيه ايضاً (ص۴۸۸): عن ابی هريرة رواية وذكر الحديث وفی آخره قال وليس من الانسان شئ لايبلی الاعظما واحدا وهو عجب الذنب ومنه يركب الخلق يوم القيامة متفق عليه وفی رواية لمسلم كل بنی آدم يأكله التراب الاعجب الذنب منه خلق وفيه يركب۔

وفی المرقاة (۱/ ۳۰۳): (اذا أقبر الميت) ای دفن وهو قيد غالبی والا يشمل الاموات جميعها حتى ان من مات واكلته السباع فان الله تبارك وتعالى يعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر على حاله حالتی النمو والذبول الذی تتعلق به الروح اولا فيحيی ويحيی بحياته سائر اجزاء البدن۔

وفيه ايضاً (۱۰/۲۴۲): تحت الرواية الثانية ...(يوم القيامة) ای كماخلق اولا فی الايجاد كذلك خلق ثانيا فی الاعادة اوابقی حتى يركب عليه الخلق ثانيا قال كمابدأنا اول خلق نعيده وقال سبحانه كمابدأكم تعودون۔

وفی شرح العقائد (ص۱۴۷): يجوز ان يخلق الله تعالى فی جميع الاعضاء اوفی بعضها نوعا من الحيوة قدر ما يدرك الم العذاب اولذة التنعيم وهذا لايستلزم اعادة الروح الی بدنه ولا ان يترك اويری اثر العذاب عليه حتى ان الغريق فی الماء والماكول فی بطون الحيوانات والمصلوب فی

Marfat.com

الهواء يعذب وان لم نطلع عليه ومن تأمل فی عجائب ملكه وملكوته ......لم يستبعد مثال ذلك فضلا عن الاستحالة۔

وفی النبراس (صـ۳۲۳ الی ۳۲۹): والبعث هو ان يبعث الله الموتى من القبور بان يجمع اجزاء هم الاصلية ويعيدالارواح اليها ......وانكر الفلاسفة ...فان قيل هذا قول بالتناسخ لان البدن الثانی ليس هو الاول لماورد فی الحديث من اهل الجنة جرد مرد وان الجهنمی ضرسه مثل احد ...... قلنا انما يلزم التناسخ لولم يكن البدن الثانی مخلوقا من الاجزاء الاصلية للبدن الأول واما اذا كان مخلوقا من اجزائه لم يكن فرق بين البدن الافی الهيئة والتركيب وليس هذا تناسخا ......وفی هذا المقام ابحاث مهمة الاول ذكر المتكلمون ان البعث هو جميع اجزاء الاصلية وفی الحديث يحشر المتكبرون امثال الذرية يوم القيامة رواه الترمذی والذر النخلة الصغيرة وهی اقل من الاجزاء الاصلية وفی الحديث اهل الجنة على صورة آدم ستين ذراعا كمافی صحيح البخاری وقد صح عظم جسد الكافر عظيما فاحشا حتى جاء فی الحديث يعظم اهل النار فی النار حتى ان مابين شحمة اذن احدهم الی عاتقه مسيرة سبعمائة عام كما فی المشكوة وهذا اكثر من اجزاء الاصلية اضعافا مضاعفة امامن المتكبرين فانهم يبعثون ببعض اجزاء هم تحقيرا لهم واماعن اهل الجنة فانه ضم اليهم اجزاء جديدة ولااشكال فی تنعيمها بلاعمل فان فضل الله سبحانه وسيع واماعن اهل النار فقد استشكلوا ضم الاجزاء الجديدة لانه يلزم تعذيبها بلاذنب ولهم فی التخلص عنه وجوه:احدها ان عظمهم انماهو بانتفاخ الاجزاء الاصلية۔ ثانيها ان العذاب ليس للجسد بل للروح المتعلق به فلا يلزم تعذيب غيرالعاصی واقول هذافی غاية الجودة لكنه يخالف ماعليه المشائخ من ان لكل من الروح والجسد حظا من العذاب ......ثالثها انه لايقبح من اللهسبحانه شئ وفيه نظر لانا ندعی ان تعذيب غيرالعاصی محال بل نقول منفی سمعا...رابعها ان الاجزاء الزائدة محفوظة عن العذاب انمازيدت تقبيحا للصورة وايلاما للروح والاجزاء الاصلية۔

وفی''الروح''لابن قيم (صـ۵۴):ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت يكون فی نعيم اوعذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقى بعدمفارقة البدن منعمة اومعذبة وانما تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم والعذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبرى اعيدت الارواح الی الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العلمين ومعادن الابدان

Marfat.com

متفق عليه بين المسلمين واليهود والنصارى۔

(۴۷۲) معاد جسمانی کی حقیقت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معاد جسمانی کی حقیقت کیا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

بعث بعد الموت میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی اصلی صورت اور جسم کے ساتھ اٹھائیں گے جس طرح پہلے انسانوں کو پیدا کیا۔

لما في قوله تعالى (الروم : ۲۷): وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ

(الانبياء:۱۰۴):يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ

(يٰس: ۷۹): قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْم ۝

(القيمه :۳،۴):أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ (3) بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ

وفي البخاري (۶۶۵/۲): عن ابن عباس رضي الله عنه قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يآايها الناس انكم محشورون الى الله حفاة عراة غرلا ثم قال كما بدأنا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين۔

وفي شرح العقائد (ص۱۷۵): والبعث وهو ان يبعث الله تعالى الموتى من القبور بان يجمع اجزاءهم الاصلية ويعيد الارواح اليها حق۔

(۴۷۳) چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حشر ہوگا تو کیا چھوٹے بچے اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس میں ان کا انتقال ہوا تھا یا کوئی اور صورت ہوگی؟ بعض بچے پیدا ہوتے ہی انتقال کر جاتے ہیں، اس وقت ان میں بات کرنے کی بھی استعداد نہیں ہوتی، پھر ان کا معاملہ کیسا ہوگا؟

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوھاب

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ بچوں کو زبان عطا کردیں کیونکہ صرف زبان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ بول سکے بلکہ وہ تو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں گویائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں بھی بولیں گے تو پھر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے بچوں کو گویائی عنایت فرمادیں۔

لقولہ تعالیٰ (یٰسٓ:۶۵): اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

(البقرہ:۲۰): اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

وفی المشکوۃ (ص۲۲): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ ذراری المؤمنین قال من آبائھم فقلت یارسول اللہ بلاعمل قال اللہ اعلم بماکانوا عاملین قلت فذراری المشرکین قال من آبائھم قلت بلاعمل قال اللہ اعلم بماکانوا عاملین۔

(۴۷۴) مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرکین کی اولاد جب بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مشرکین کی اولاد جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کے بارے میں حضرات متکلمین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم کے مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)۔ جنت میں جائیں گے۔

(۲)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۳)۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے اور اعراف اس مقام کا نام ہے جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔

(۴)۔ چوتھا قول یہ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے کہ ان کے بارے میں سکوت کیا جائے اور جو بات دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کے بارے میں توقف ہی کرنا زیادہ بہتر ہے اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔

لما فی القرآن الکریم (الروم:۳۰): فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ

Marfat.com

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

وفى صحيح البخارى(٢/٩٧٦): حدثنا يحى بن بكير... انه سمع اباهريرة رضي الله عنه يقول سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذرارى المشركين فقال الله اعلم بما كانوا عاملين۔

وفى الصحيح لمسلم(٢/٣٣٦): حدثنا زهير بن حرب... عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن مولود الا يلد على الفطرة فابواه يهود انه وينصرانه ويشركانه فقال رجل يا رسول الله ارايت لو مات قبل ذالك قال الله اعلم بما كانوا عاملين۔

وفى مرقاة المفاتيح (١/١٦٦): وقد اختلفوا فى ذالك فقيل انهم من اهل النار تبعا للابوين وقيل من اهل الجنة نظرا الى اصل الفطرة وقيل انهم خدام اهل الجنة وقيل انهم يكونون بين الجنة والنار لا منعمين ولا معذبين وقيل من علم الله منه انه يؤمن ويموت عليه ان عاش ادخل الجنة ومن علم منه انه يعجز ويكفر ادخله النار وقيل بالتوقف فى امرهم وعدم القطع بشئ وهو الاولى لعدم التوقيف من جهة الرسول صلى الله عليه وسلم فلم يقطع عليه الصلاة والسلام بكونهم من اهل الجنة ولا من اهل النار بل امرهم بالاعتقاد الذى عليه اكثر اهل السنة من التوقف فى امرهم...

وفى الشامية (٢/١٩٢): (قوله وتوقف الامام الخ) اى فى انهم يسألون وفى انهم فى الجنة أو النار قال ابن الهمام فى المسايره۔ وقد اختلف فى سؤال اطفال المشركين وفى دخولهم الجنة أو النار، فتردد فيهم ابوحنيفة وغيره وقد وردت فيهم اخبار متعارضة فالسبيل تفويض امرهم الى الله تعالى، وقال محمد بن الحسن: اعلم ان الله لا يعذب احد بلا ذنب اهـ وقال تلميذه ابن ابي شريف فى شرحه وقد نقل الامر بالامساك عن الكلام فى حكمهم فى الآخرة مطلقا عن القاسم بن محمد وعروة بن الزبير من رؤس التابعين وغيرهما وقد ضعف ابو البركات النسفى رواية التوقف عن ابي حنيفة وقال الرواية الصحيحة عنه انهم فى المشيئة لظاهر الحديث الصحيح((الله اعلم بما كانوا عاملين)) وقد حكى فيهم الامام النووى ثلاثة مذاهب الاكثر انهم فى النار، الثانى: التوقف، الثالث: الذى صححه انهم فى الجنة لحديث ((كل مولود يولد على الفطرة)) ويميل اليه مامر عن محمد بن الحسن وفيهم اقوال اخر ضعيفة اهـ۔

Marfat.com

(۴۷۵) موت کے بعد جنت میں داخل ہونا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ جنت اور اس میں داخل ہونا اور اس کی نعمتیں وہ فقط نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے، جس شخص کا عقیدہ درست ہو اور اس کا دل خواہشات نفسانیہ سے پاک ہو وہ جنت میں ہے اگر چہ وہ دنیا میں ہو، جنت میں داخل ہونے کیلئے موت ضروری نہیں بلکہ یہ نعمت جسم سے روح پرواز کرنے سے پہلے دنیا میں بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر اس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن وحدیث میں جو جنت مذکور ہے وہ صرف نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے کیونکہ وہ قرآنی آیات اور جنت کے متعلق بے شمار وارد ہونے والی احادیث کا منکر ہے۔ نیز دخول جنت کیلئے موت ضروری ہے کیونکہ ساکنانِ جنت کے بارے میں وارد ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جبکہ دنیا دار البقا نہیں بلکہ دار الفنا ہے۔ نیز جنت میں موت اور بیماری کا نام ونشان تک نہیں پس اگر یہ خوشحال اور مسرور شخص جنت میں ہے تو اسے موت کا پیالہ کیوں پینا پڑتا ہے۔

لما في قوله تعالى (البينه:٧،٩): إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ. جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ

قال الامام القرطبي (٢٠/١٣٦): (خالدين فيها ابدا) اى لايظعنون ولايموتون۔

وفي الصحيح للبخاري (٢/٩٦٩): عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقوم مؤذن بينهم يااهل النار لاموت وياأهل الجنة لاموت خلود۔

وفي المشكوة (ص٤٩٥): عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالى اعددت لعبادي الصالحين مالاعين رأت ولااذن سمعت ولاخطر على قلب بشر ...... وعنه قال قال رسول الله ﷺ موضع سوط في الجنة خير من الدنيا ومافيها۔

وفيه ايضاً (ص٤٩٦): وعن ابي سعيد وابي هريرة رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال ينادى مناد ان لكم ان تصحوا فلا تسقموا ابداوان لكم ان تحيوا فلا تموتوا ابداوان لكم ان تشبوا فلا تهرموا ابداوان لكم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدا۔

وفي الهندية (٢/٢٦٤): من انكر القيمة اوالجنة او النار ...... يكفر۔

Marfat.com

فصل فی المتفرقات

(متفرق مسائل کا بیان)

(۴۷۶) پیغمبروں کا امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی دعا مانگنے کی تحقیق

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کسی پیغمبر نے امت محمدیہ میں آنے کی دعا مانگی تھی؟ ایک صاحب بیان فرمار ہے تھے کہ ہر نبی نے دعا مانگی فقط عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول ہوگئی...... بندہ نے عرض کیا اس کا حوالہ بتاؤ محترم خاموش ہوگئے۔ بظاہر یہ بعید ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو نصرت امت محمدیہ کیلئے دوبارہ بھیجا جائے گا قتلِ دجال ان کا ہدف ہوگا۔ آپ مسئلہ کی کتب سیرت وتاریخ وحدیث کے حوالوں سے تفصیل فرمادیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

کتب احادیث اور تفاسیر میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توریت میں جب امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے فضائل ومناقب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! اتنے مناقب اور فضائل کی حامل امت جو آئے گی تو دنیا میں سب سے آخر میں اور ان کی شان ورفعت کو دیکھو کہ جائے گی جنت میں سب سے پہلے، الٰہی! یہ امت مجھے عطا فرمادیں، تو دربارِ الٰہی سے جواب ملا "تلك امة محمد" کہ یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے، اس کے بعد جب دوسری عالیشان صفات دیکھ لی تو پھر وہی عرض کیا اور سابقہ جواب ملا، تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی کہ پھر مجھے احمد کا امتی بنادے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو خصلتیں عنایت فرمادیں جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس آیت کے اندر مذکور ہے "یا موسی انی اصطفیتك علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذما اتیتك وکن من الشاکرین٥" ترجمہ: اے موسیٰ! میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں صرف اتنا تذکرہ ملتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی

Marfat.com

صفات دیکھیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! مجھے امت محمدیہ میں سے بنادے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا اس انداز سے قبول فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر اُٹھا کر باقی رکھا اور قربِ قیامت میں ان کا نزول ہوگا تجدید اسلام کے ساتھ اس امت کے بڑے فتنے یعنی دجال کا سرقلم کریں گے اور دین اسلام کی مدد کریں گے۔

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس امت کو مانگنے کی دعا یا دوسرے انبیاء سابقین کا اس امت کو طلب کرنے یا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں امتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کی دعا کا تذکرہ تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔

لمافی الدرالمنثور (سورة الاعراف ۳/۱۴۴ /۱۴۵) دارالفكر: وأخرج أبو نعيم في الدلائل عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن موسى لما نزلت عليه التوراة وقرأها فوجد فيها ذكر هذه الأمة قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة هم الآخرون السابقون فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة هم المستجيبون والمستجاب لهم فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة أناجيلهم في صدورهم يقرأونه ظاهرا فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة يأكلون الفيء فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة يجعلون الصدقة في بطونهم يؤجرون عليها فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني أجد في الألواح أمة إذا هم أحدهم بحسنة فلم يعملها كتبت له حسنة وإن عملها كتبت له عشر حسنات فاجعلها أمتي . قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب إني وجدت في الألواح أمة يؤتون العلم الأول والعلم الآخر فيقتلون قرون الضلالة والمسيح الدجال فاجعلها أمتي ، قال : تلك أمة أحمد ، قال : يا رب فاجعلني من أمة أحمد فأعطي عند ذلك خصلتين {قال يا موسى إني اصطفيتك على الناس برسالاتي وبكلامي فخذ ما آتيتك وكن من الشاكرين} قال : قد رضيت يارب.

وفی فتح الباری (۲/۳۸۴) داراحیاء التراث العربي: وقيل إنه دعا الله لما رأى صفة محمد وأمته أن يجعله منهم فاستجاب الله دعاءه وأبقاه حتى ينزل في آخر الزمان مجددا لأمر الإسلام فيوافق خروج الدجال فيقتله۔

Marfat.com

(۴۷۷) کھجور کے درخت کی پیدائش

سؤال

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس مٹی کے خمیر سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اسی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

یہ کہنا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنانے سے بچی ہوئی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کو پیدا کیا صحیح ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۳۶۰/۹): وقال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیه السلام۔

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳۳/۳): الحکمة فی تشبیهها بالنخلة من بین سائر الاشجار ...... ولانها خلقت من فضل طینة آدم علیه السلام ولذلك قال النبی ﷺ اکرموا عمتکم قیل ومن عمتنا قال النخلة۔

وفی عمدة القاری (۱۵/۲): قال الکرمانی قیل ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیه السلام فهی کالعمة للاناسی۔

(۴۷۸) ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاقات کے وقت ہاتھ چومنا اور جھکنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو پھر آجکل عام رواج کے اعتبار سے جو ہاتھوں کا بوسہ لیا جاتا اور بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت تھوڑا بہت جھکا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مطلقاً ناجائز ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ نیز ملاقات کے وقت مطلقاً سر اور پیٹھ کو جھکانا تعظیماً درست نہیں البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اپنی راحت اور آسانی کے طور پر ہوتا ہے وہ درست ہے۔

Marfat.com

لمافی البخاری(۲/۹۲۶): باب المصافحة قال ابن مسعود علمنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التشهد وکفی بین کفیه وقال کعب بن مالك دخلت المسجد فاذا برسول الله صلی الله علیه وسلم فقام الی طلحة بن عبید الله یهرول فصافحنی وهنأنی۔

حدثنا عمرو بن عاصم...... عن قتادة قلت لانس اکانت المصافحة فی اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال نعم۔

وفی سنن ابی داؤد(۲/۳۵۳):حدثنا احمد بن یونس...ان عبدالله بن عمر حدثه وذکر قصة قال فدنونا یعنی من النبی صلی الله علیه وسلم فقبلنا یده۔

وفی سنن ابن ماجة (ص۲۶۳): حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة...... قال قبلنا ید النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

وفی حاشیته قبلنا ید النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فی الدر واما تقبیل ید صاحبه عند اللقاء فمکروه اجماعاً وکذا ما یفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبدة الاوثان۔

وفی الشامیة (۶/۳۸۳):فی الدرالمختار: ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبیل ید الحاکم والمتدین السلطان العادل وقیل سنة مجتبی...... ولا رخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرهما ای لغیر عالم وعادل هو المختار مجتبی...... واما تقبیل ید صاحبه عند اللقاء فمکروه بالاجماع وقال ابن عابدین رحمه الله تحته فمکروه بالاجماع ای اذا لم یکن صاحبه عالماولا عادلاً...... وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره... قوله هو المختار قدم علی الخانیة والحقائق ان التقبیل علی سبیل البر بلاشهوة جائز بالاجماع،

(۴۷۹) کافرکوسلام نیزاصحاب کہف کاحواری ہونا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافرکوسلام کرنا کیسا ہے؟ پوراعام سلام کرے یاالسلام علی من اتبع الھدی کہے میں ایک دینی مدرسہ میں ”درجات علیا“ کا طالب علم ہوں مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق تھا فتاویٰ شامیہ

Marfat.com

میں میں نے دیکھا تھا کہ انہوں نے حاجت کے وقت سلام کو یہ کہہ کر جائز کہا ہے کہ اس میں توقیر نہیں اور توقیر نہیں تو سلام جائز ہے اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ پورا سلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا جائز ہے؟ صحیح مسئلہ تحریر فرمائیں، نیز یہ بھی بتادیں کہ اصحاب کہف کیا قیامت کے وقت دوبارہ نکلیں گے اور یہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواری ہیں۔ کیا ان باتوں کا ثبوت ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

کافر کو از خود ابتداءً السلام کرنا درست نہیں۔ اگر وہ ابتداءً السلام کرے تو اس کو جواب میں صرف وعلیک کے الفاظ کہے جائیں۔ البتہ بوقتِ حاجت ذمی معاہد کو ابتداءً السلام کرنا درست ہے تاہم السلام علی من اتبع الھدی کے الفاظ کہنا افضل ہے اور انہی الفاظ سے عام کافر کو بھی سلام کرسکتا ہے۔ نیز اصحابِ کہف حواری عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور قیامت کے قریب بھی وہ حواری عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔

لمافی تبیین الحقائق کتاب الکراهیة فصل فی البیع (۶۷/۷) ط مرکز اهل السنة: ولا باس برد السلام علی الذمی ولا یزید علی قوله وعلیکم فانه علیه السلام لم یزد حین رد علی الیهودی ولا یبدوه بالسلام لان فیه تعظیمه وتکریمه۔ وان کان له حاجة الیه فلا باس ببداءته به۔

وفی الهندیة کتاب الکراهیة (۳۲۵/۵) ط ماجدیة کوئٹه: واما التسلیم علی اهل الذمة فقد اختلفوا فیه قال بعضهم لا باس ان یسلم علیهم وهذا اذالم یکن للمسلم حاجة الی الذمی واذا کان له حاجة فلا باس بالتسلیم علیه ولا باس برد السلام علی اهل الذمة ولکن لایزید علی قوله وعلیکم۔

وفی الدرالمختار کتاب الکراهیة (۴۱۲/۶) ط سعید کمپنی: فلا یسلم ابتداء علی الکافر لحدیث لا تبدءوا الیهود ولا النصاری بالسلام فاذا لقیتم احدهم فی طریق فاضطروه الی اضیقه ... وفی الشامیة: قوله و یسلم المسلم علی اهل الذمة: النظر هل یجوز ان یاتی بلفظ الجمع لو کان ذمی واحدا۔ والظاهر انه یاتی بلفظ المفرد ...... لکن فی الشریعة اذا سلم علی اهل الذمة فلیقل السلام علی من اتبع الهدی ...... قوله : له حاجة الیه ای الی الذمی ...... لان النهی عن السلام لتوقیره ولا توقیر اذا کان السلام لحاجة۔

وفی الدرالمنثو،سورۃ کهف (۳۶۹/۵) ط دارالفکر: عن وهب بن منبه رضی الله عنه قال جاءرجل من حواری عیسی علیه السلام الی مدینة اصحاف الکهف ... الخ۔ وفیه ایضاً(۳۷۰): واخرج ابن مردویه عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اصحاب الکهف اعوان المهدی۔

Marfat.com

وفی جامع الاحکام القرآن سورۃ کہف (۳۸۶/۱۰) ط احیاء التراث: انہم قاموا ودخلوا الکہف بعد عیسی بیسیر وقد بقیت من الحواریین بقیۃ ... وفیہ ایضاً(۳۸۸) وروت فرقۃ ان النبی ﷺ قال لیحجن عیسی ابن مریم ومعہ اصحاب الکہف فانہم لم یحجوا بعد ......

(۴۸۰) درس قرآن سے روکنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے صدر صاحب نے مسجد کے اٹھارہ/بیس نمازیوں کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ مسجد کے اندر امام مسجد جو درس قرآن دیتے ہیں، ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے ہیں اس کو کل سے بند کرو، اس سے فساد ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔ اور باہر بڑا میدان ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ.......... ان کے ساتھ اس بات میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔ کیا ان کا یہ عمل قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے موافق ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ امام صاحب مستند اور صحیح العقیدہ عالم ہیں اور ترجمہ وتفسیر بھی اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کرتے ہیں، اسمیں ذاتی تفردات سے کام نہیں لیتے اور تفسیر قرآن کی آڑ میں کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتے جو کہ فساد کا سبب بنتا ہے تو پھر صدر صاحب کس وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکتے ہیں؟ اگر صدر صاحب اور ان کے حامی لوگوں کے کچھ معقول اشکالات ہوں تو وہ بطور اصلاح کے امام صاحب کے سامنے لائیں۔ البتہ اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص امام صاحب میں موجود ہے تو پھر صدر صاحب امام صاحب پر اشکال کر سکتے ہیں۔

اگر صرف انانیت اور ذاتیات کی وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکا جارہا ہے تو یہ بہت بڑی جرأت ہے جس کا دنیوی واخروی انجام بہت برا ہے، ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اور اگر اس طرح سے درس قرآن کو بند کردیا گیا تو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے کلام کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی، عبادات میں رغبت کم ہوگی، منکرات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ایک عظیم فساد برپا ہوگا جس سے بچنے کے لئے صدر صاحب درس بند کروارہے ہیں۔

الغرض اس صورت میں صدر صاحب اور دیگر حمایتی افراد کو رب تعالیٰ کے حضور اس جرأت عظیمہ سے توبہ کرکے درس قرآن کی اجازت دینی چاہیئے۔

Marfat.com

قال الله تعالى (البقره:۱۱۴):وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا أُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوْهَا إِلَّا خَائِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

وفی احکام القرآن للقرطبی تحت هذه الآیة (۲/۷۷): قیل المراد من منع من کل مسجد الی یوم القیامة وهوالصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغة الجمع، فتخصیصها ببعض المساجد وبعض الاشخاص ... وعلی الجملة فتعطیل المساجد عن الصلاة واظهار شعائر الاسلام فیها خراب لها۔

وفی التفسیر المنیر تحت هذه الآیة (۱/۲۸۰): لاظلم ولااعتداء علی الحرمات اشد من منع العبادة فی المساجد العامة والسعی فی تخریبها وهدمها أو تعطیل وظائفها وشعائر الدین فیها لما فی ذلک من انتهاک حرمة الدین المؤدی الی نسیان الخالق، واشاعة المنکرات والفساد بین الناس۔

(۴۸۱) سودخور کی شکل کا مسخ ہونا

سوال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سودخور یعنی سود کھانے والا رات کے وقت اسکی شکل تبدیل ہوجاتی ہے مثلاً کبھی کتا بن جاتا ہے یا گدھا بن جاتا ہے یہ بہت مشہور ہے۔ کچھ دن پہلے صبح کے وقت ایک گھر سے پانچ چھ سال کی بچی کو ایک حیوان گھر سے اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی اس سے چھڑوایا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حیوان کتا جیسا تھا لیکن یہ ہے سودخور واللہ اعلم۔ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو دلائل سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں سودخور کے بارے میں سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کی عبرت کے لئے سودخور کی شکل مسخ کر کے کتا، خنزیر یا بندر بنا دیں تو یہ اس کی قدرت وحکمت سے بعید نہیں ہے جبکہ احادیث میں سودخور کے بارے میں خسف ومسخ کی پیشن گوئی بھی موجود ہے۔ البتہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر سودخور کی شکل تبدیل ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھار عبرت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

لما فی الزواجر (۱/۳۷۸): عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه ذکر حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیه ماظهر فی قوم الزنا والربا الا أحلوا بانفسهم عذاب الله۔

Marfat.com

وفیه ایضا (۱/۳۸۰): وعبداللہ بن احمد فی زوائد المسند والذی نفسی بیده لیبیتن اناس من امتی علی الشر وبطر ولهو فیصبحوا قردة وخنازیر باستحلالهم المحارم ......وبأکلهم الربا ولبسهم الحریر ...... قال بعضهم: ورد ان اکلة الربا یحشرون فی صورة الکلاب والخنازیر من اجل حیلهم علی اکل الربا۔

(۴۸۲) فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فخر کے طور پر انگلش بولنا کیسا ہے نیز اسی نیت سے انگلش سیکھنا کیسا ہے کہ میرا انگلش بولنے کی بناء پر دوسروں پر رعب ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

تمام زبانوں کا سیکھنا جائز ہے جب تک کہ کوئی اور قباحت اس میں نہ پائی جائے لہٰذا بغیر فخر ومباحات کے انگلش بولنا اور سیکھنا صحیح ہے اور اگر کوئی اس نیت سے سیکھے کہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دے سکوں تو اسے سیکھنے پر ثواب بھی ملے گا لیکن اگر کوئی شخص فخر ومباہات اور غیر مسلموں سے مشابہت کے طور پر سیکھتا اور بولتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ فخر کے طور پر اگر زبان سیکھنی اور بولنی ہے تو عربی سیکھنی اور بولنی چاہیئے کیونکہ اسے تمام زبانوں پر برتری وفضیلت حاصل ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات۔

وفی المشکوۃ (ص۳۹۹): عن زید بن ثابت قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیة وفی روایة انه امرنی ان اتعلم کتاب یهود ... الی آخر الحدیث۔

وفی سنن ابی داؤد (۲/۲۰۳): عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔

وفی صحیح ابن حبان (۱/۲۷۵): عن ابی موسی قال ...... المرأ مع من احب۔

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۹): للعربیة فضل علی سائر الالسن وهو لسان اهل الجنة من تعلمها اوعلمها غیره فهو ماجور وفی الحدیث احبّوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة فی الجنة عربی۔

Marfat.com

(۴۸۳) ''انشاء اللہ و ماشاء فلان'' کہنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انشاء اللہ و ماشاء فلان (یعنی اللہ تعالی نے اور فلاں شخص نے چاہا تو یہ کام ایسے ہوگا) کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوهاب

اس طرح کا جملہ کہنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس طرح کے کلام سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

لمافی مسند احمدبن حنبل (۵۳۱/۶): عن حذیفة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان قولوا ماشاء الله ثم ماشاء فلان۔

وایضا فیه (۳۵۴/۱): عن ابن عباس رضی الله عنه ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم ماشاء الله وشئت فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اجعلتنی والله عدلا بل ماشاء الله وحده۔

(۴۸۴) عرش افضل ہے یا کرسی؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرش افضل ہے یا کرسی؟

الجواب بعون الملک الوهاب

عرش کرسی سے افضل ہے اور کرسی آسمان سے افضل ہے۔

لمافی تنقیح الفتاوی الحامدیة (۳۶۷/۲): وسئل هل العرش افضل من الکرسی أجاب نعم کماصرح به ابن قتیبة۔

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۷): وسئل رضی الله عنه هل العرش افضل من الکرسی ؟ فأجاب رحمه الله بقوله: نعم کماصرح به ابن قتیبة۔

Marfat.com

(۴۸۵) والد کو خلاف شرع کام سے روکنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے والد کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھے تو روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آدمی اپنے والد کو ایک دفعہ روک سکتا ہے، اگر بات مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہو جائے اور ان کے لئے استغفار کرے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی الشامیة (۷۸/۴): فی فصول العلامی :اذارأی منكرا من والديه يأمرهما مرة فان قبلا فبها،وان كرها سكت عنهما واشتغل بالدعا والاستغفار لهما فان الله تعالى يكفيه ماأهمه من امرهما۔

(۴۸۶) لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ اسلام صرف اس امت کیلئے خاص ہے یا سابقہ امتوں کیلئے بھی استعمال ہوا ہے؟ کیونکہ میرا ایک دوست ہے وہ کہتا ہے کہ اسلام صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سابقہ امتوں کیلئے دیگر الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

نصوص قرآنیہ سے لفظ اسلام کا استعمال تمام امتوں کیلئے عام معلوم ہوتا ہے کمافی قوله تعالیٰ (''اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ'' ۔القصص:۵۳) وقوله تعالیٰ (''اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ''۔یونس:۹۰) وقوله تعالیٰ (''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ''۔ البقرۃ:۱۲۸) وقوله تعالیٰ (''هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ'' ۔ الحج:۷۸) جبکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امت کی خصوصیت والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔البتہ اس میں بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ لفظ اسلام من وجہ عام ہے (اس اعتبار سے کہ تمام امتوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے اس کے علاوہ اور بھی نام تھے جیسے یہودی، عیسائی وغیرہ) اور

Marfat.com

من وجہ یہ اس امت کے ساتھ خاص ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ اس امت کے لئے صرف یہی نام منتخب کیا گیا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں رکھا گیا۔ اور دوسرا اس اعتبار سے کہ اس امت پر دینِ اسلام کی تکمیل بھی کر دی گئی۔

لمافی القرآن الکریم(الحج:۷۸): هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(آل عمران:۱۹):إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ

(آل عمران:۲۰): فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا

(البقره:۱۲۸): رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

(المائده:۳): اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا

وفی تفسير روح المعانی(۱/۱۰۶): وقوله تعالیٰ (ان الدين عند الله الاسلام)... ای لادين مرضی عند الله تعالیٰ سوی الاسلام... وروی علی بن ابراهيم عن امير المومنين كرم الله وجهه انه قال فی خطبة له لأنسبن الاسلام نسبة لم ينسبها احد قبلی، الاسلام هو التسليم و التسليم هو اليقين واليقين هو التصديق والتصديق هو الاقرار و الاقرار هو الاداء والاداء هو العمل... وفی (ص۱۰۷) وقد اختلف فی اطلاق الاسلام علی غير ماجاء به نبينا صلی الله عليه وسلم والاكثرون علی الاطلاق واظن انه بعد تحرير النزاع لا ينبغی ان يقع اختلاف۔

وفی الحاوی للفتاویٰ (۲/۱۱۶): للعلماء فی هذه المسئلة قولان...... احدهما انه يطلق الاسلام علی كل دين حق ولا يختص بهذه الملة... فهذا القول... دليل علی جهله بنصوص العلماء... وبنصوص الكتاب والسنة الواردة فی ذلك...... والقول الثانی ان الاسلام خاص بهذه الملة الشريفة ووصف المسلمين خاص بهذه الامة المحمدية ولم يوصف به احد من الامم السابقة سوی الانبياء فقط فشرفت هذه الامة بان وصفت بالوصف الذی يوصف به الانبياء تشريفالها وتكريما وهذا القول هو الراجح نقلا ودليلا لما قام عليه من الادلة الساطعة وقد خصت هذه الامة عن بين سائر الامم بخصائص لم تكن لاحد سواها الا الانبياء فقط من ذلك الوضوء فانه خصيصة بهذه الامة ولم يكن احد من الامم يتوضأ الا الانبياء فقط...

واقول من شاء التفصيل والتحقيق فله المساغ فی هذا المقام والله اعلم بحقيقة الكلام۔

Marfat.com

(۴۸۷) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مکہ کی زمین افضل ہے یا مدینہ کی یا دونوں فضیلت میں مساوی ہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

دنیا کے تمام شہروں سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں۔ اور ان دونوں میں کون سا افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول اور راجح یہ ہے کہ مکہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے علاوہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ روضہ مبارکہ بالاتفاق مکہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

لمافی المرقاۃ (۱۰/۶): وعن عبداللہ بن عدی بن حمراء قال رأیت رسول اللہ ﷺ واقفا علی الحزورۃ فقال واللہ انك لخیرارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولولا انی أخرجت منك ماخرجت ...... فیه تصریح بان مکۃ افضل من المدینۃ کماعلیه الجمهور الا البقعۃ التی ضمت اعضاء ہ علیه الصلوۃ والسلام فانها افضل من مکۃ بل من الکعبۃ بل من العرش اجماعا۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶۲۶/۲): ومکۃ افضل منها علی الراجح الاماضم اعضاء ہ علیه الصلوۃ والسلام فانه افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی۔

وفی الشامیۃ: اجمعوا علی ان افضل البلاد مکۃ والمدینۃ زادهما اللہ تعالی شرفا وتعظیما۔ واختلفوا ایهما افضل فقیل مکۃ وهو مذهب الائمۃ الثلاثۃ والمروی عن بعض الصحابۃ وقیل المدینۃ وهو قول بعض المالکیۃ والشافعیۃ۔قیل هو مروی عن بعض الصحابۃ ...... والخلاف فیماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ہ الشریفۃ فهو افضل بقاع الارض بالاجماع۔

(۴۸۸) وحی لکھنے کی کیفیت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کاغذ تھے یا نہیں۔ عام طور

Marfat.com

پر مشہور ہے کہ نہیں تھے تو پھر وحی کس چیز پر لکھی جاتی تھی؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کاغذ بالکل نہیں تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کاغذ موجود تھے اتنا ضرور ہے کہ کم تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پتھر، ہڈیاں، بڑے بڑے پتے اور چمڑے کے ٹکڑے استعمال کئے جاتے تھے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۷۴۵/۲): فلم یزل ابو بکر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری شرح له صدر ابی بکر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة۔

وفی روح المعانی (۲۱/۱): فقد اخرج الحاکم بسند علی شرط الشیخین عن زید بن ثابت قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع۔

(وھکذا فی الاحکام القرآن للقرطبی (۵۰/۱)، وفی التفسیر المنیر (۲۱/۱))

(۴۸۹) مکڈونلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک نے مسلم ممالک میں مکڈونلڈ، شیرٹن وغیرہ کے نام سے مختلف ہوٹل کھول رکھے ہیں۔ عموماً اس طرح کے ہوٹلوں میں ان کے ہاں رائج کھانے ہی پکتے ہیں۔ دور حاضر میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جوان سے خالی ہو۔ کیا ان ہوٹلوں میں کھانا کھانا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

مکڈونلڈ، کے ایف سی اور شیرٹن وغیرہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک کی ملکیت ہیں۔ اور ان کی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ یہودیوں اور دیگر اسلام دشمن لوگوں کے تبلیغی فنڈ میں جاتا ہے جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف تبلیغی سرگرمیوں اور دیگر منصوبوں میں استعمال ہوتا ہے تو گویا ان ہوٹلوں میں کھانا اور مشروبات پینا غیر ارادی طور پر اسلام کو مٹانے کی ناکام سعی میں حصہ دار بننے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ ان ہوٹلوں اور دیگر امریکن و یورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر کے ان لوگوں کو اقتصادی میدان میں کمزور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

Marfat.com

(۴۹۰) تقدیر پر ایک شبہ کا ازالہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص اسے قتل کردے گا تو پھر قاتل کو گناہ اور اس سے قصاص کیوں لیا جاتا ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قاتل کو گناہ کا ملنا اور اس سے قصاص لیا جانا اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص اپنے افعال میں مختار ہوتا ہے یعنی وہ ہر کام اپنی مرضی اور اختیار سے کرتا ہے اور قاتل نے اپنی مرضی اور اختیار سے ایک ایسا کام کیا جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے تو اس فعل ممنوع کو کرنے کی وجہ سے اسے گناہ بھی ملتا ہے اور اس سے قصاص بھی لیا جاتا ہے۔

لمافی شرح العقائد للنسفی (ص۱۶۷): لما استحق القاتل ذما ولا عقابا ولا دیة ولا قصاصا اذ لیس موت المقتول بخلقه ولا بکسبه......ان وجوب العقاب والضمان علی القاتل تعبدی لارتکابه المنهی وکسبه الفعل الذی یخلق الله تعالی عقیبه الموت بطریق جری العادة فان القتل فعل القاتل کسبا وان لم یخلق۔

وھکذا فی شرح الفقه الاکبر (ص۱۲۵)

(۴۹۱) بنی اسرائیل سے من وسلوی ختم ہونے کی وجہ

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل فرمایا تھا ، پھر یہ نعمت اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے اٹھالی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ آیا ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ایسا ہوا؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آجکل مدارس اور دیگر رفاہی اداروں میں جو ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے مثلاً بعض اوقات گوشت رکھے رکھے سڑ جاتا ہے پھر مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بنی اسرائیل سے یہ نعمت ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ختم ہوئی تھی البتہ مدارس اور رفاہی اداروں کو اس پر قیاس

Marfat.com

کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان میں ذخیرہ اندوزی ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ البتہ اس حد تک جمع کئے رکھنا کہ جمع شدہ اشیاء سڑنے لگیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی قولہ تعالی (البقرہ : ۵۷): وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

وفی تفسیر ابن کثیر (۸۴/۱) تحت هذه الآیة : عن وهب بن منبه: السلوی طیر سمین مثل الحمامة کان یأتیهم فیأخذون منه ...... فخبأوا للغد فنتن اللحم وخنز الخبز۔

وهکذا فی الدر المنثور للسیوطی (۱۷۲/۱)

(۴۹۲) پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچہ کی پیدائش سے قبل یا پیدائش کے بعد وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے مثلاً ہم نے سنا ہے کہ پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق، عمر، سعید ہوگا یا بدبخت یہ تمام امور متعین کر دیئے جاتے ہیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا انسان کے تمام سانس بھی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ یہ بندہ اتنے سانس لے گا؟ اگر اس کا ذکر کہیں قرآن وحدیث میں موجود ہو تو لکھ دیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بچہ کی پیدائش سے قبل جن چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ مرد ہوگا یا عورت (۲) رزق کتنا استعمال کرے گا (۳) اس کی عمر کتنی ہوگی (۴) سعید ہوگا یا شقی۔

نیز عمر کی تعیین سانس کے ذریعے سے ہوتی ہے یا نہیں قرآن وسنت میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے البتہ عمومی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سانس بھی متعین ہوتے ہیں۔

لقولہ تعالی (یٰسٓ : ۱۲): وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِي إِمَامٍ مُّبِيْنٍ

(الانعام : ۵۹):وَعِنْدَه مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ

وفی الدر المنثور (۱۷/۱۷): یآایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فاناخلقناکم من تراب ثم

Marfat.com

من نطفة الآية......اخرج احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیهقی فی شعب الایمان عن عبدالله بن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما نطفة ......ثم یرسل الیه الملك فینفخ فیه الروح ویؤمر باربع کلمات یکتب رزقه واجله وعمله ...الی آخر الحدیث... واخرج الحکیم الترمذی فی نوادرالاصول وابن ابی حاتم عن ابن مسعود ...وفیه یقال للملك: اذهب الی ام الکتاب فانك ستجد فیه قصة هذه النطفة ......واخرج ابن جریر عن ابن مسعود ... قال یارب فماصفة هذه النطفة ...اذکر ام انثی ؟مارزقها؟ وماأجلها؟اشقی ام سعید ؟فیقال له انطلق الی ام الکتاب فاستنسخ منه صفة هذه النطفة۔ والله اعلم بالصواب۔

(۴۹۳) کرامات اولیاء کا ثبوت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرامات اولیاء حق ہیں؟اگرکوئی شخص ان کاانکارکرے توایسے شخص کاکیاحکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

کرامات اولیاء کاثبوت قرآن وسنت سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اتفاقی طور پر ان کی حقانیت کے قائل ہیں۔البتہ جوشخص اس کے باوجود کرامات کامنکر ہو وہ اپنی خواہش کاغلام اور گمراہ ہے۔

لقوله تعالی(آل عمران:۳۷):- كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

وفی الصحیح للبخاری (۵۸۷/۲): قال هشام بن عروة فاخبرنی ابی قال لما قتل الذی ببئر معونة واسر عمروبن امیة الضمری قال له عامر بن الطفیل من هذا واشار الی قتیل فقال له عمروبن امیة هذا عامر بن فهیرة فقال لقد رأیته بعد ماقُتل رُفع الی السماء حتی انی لانظر الی السماء بینه وبین الارض ثم وضع۔

وفیه ایضا (۵۸۵/۲): حدثنی ابراهیم بن موسی قال ......وفیه تصف بعض بنات الحارث حال

Marfat.com

الخبيب وتقول مارأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته ياكل من قطف عنب ومابمكة يومئذ وانه لموثق فی الحديد وماكان الارزق رزقه الله۔

وفی النبراس (ص۴۷۵): وكرامات الاولياء حق ...... والدليل على حقيقة الكرامات ماتواتر عن كثير من الصحابة ومن بعدهم لايمكن انكاره خصوصا الامر المشترك وان كانت التفاصيل آحاد۔

وفی شرح الفقه الاكبر (ص۷۹): والكرامات للاولياء حق ای ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة واهل البدعة فی انكار الكرامة۔

(۴۹۴) سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ''ہم نے سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کئے'' اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سات زمینیں اور سات آسمان کہاں ہیں اور کیسے ہیں اور ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں؟ اگر آباد ہے تو وہ کون سی شریعت کی پابند ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

قرآن پاک میں سات زمینوں اور سات آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر ملتا ہے جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمینیں اوپر نیچے تہہ در تہہ ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زمینوں میں مخلوقات آباد ہیں یا نہیں ،اگر ہیں تو کس شریعت کی پابند ہیں اس کی صراحت نصوص سے نہیں ملتی۔ البتہ مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے صراحۃً کوئی چیز بیان نہیں کی اس کی تحقیق میں نہ پڑا جائے خاص طور پر جبکہ وہ معاملہ عمل سے متعلق نہیں لہٰذا اس تفصیل سے بھی سکوت بہتر ہے۔

لقوله تعالى (الطلاق:۱۲): اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

وفی روح المعانی (۱۴۲/۲۸): فقال الجمهور هی ههنا فی كونها سبعا اوكونها طباقا بعضها فوق بعض بين كل ارض وارض مسافة كمابين السماء والارض وفی كل ارض سكان من خلق الله عزوجل لايعلم حقيقتهم الاالله تعالى ......واخرج ابن ابی حاتم والحاكم وصححه عن ابن عمر

Marfat.com

مرفوعا ان بين كل ارض والتی تليها خمسمائة عام ......كون مابين كل أرضين خمسمائة سنة كمابين كل سماء ين جاء فی اخبار معتبرة كماروی الامام احمد والترمذی عن ابی هريرة ...... والاخبار فی تقدير المسافة بماذكر بين كل سماء ين اكثر من الاخبار فی تقديرها بين كل ارضين واضح ومنها ماهو مذكور فی صحيح البخاری وغيره من الصحاح ـــ وفيه ايضا: ان ثخن كل سماء خمسمائة عام۔

وفی تفسير ابن كثير تحت هذه الآية(۴/۳۴۷): ومن الارض مثلهن ای سبعا ايضا كماثبت فی الصحيحين من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين وفی صحيح البخاری خسف به الی سبع ارضين ...ومن حمل ذلك علی سبعة اقاليم فقد ابعد النجعة واغرق فی النزع وخالف القرآن والحديث بلامستند۔

(۴۹۵) روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ اطہر پر جاکر ”الصلوة والسلام عليك يارسول الله“ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

روضہ اطہر پر مذکورہ کلمات سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

لمافی المشكوة (ص۸۷): عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائيا ابلغته۔

وفی عمدة القاری (۸/۷۰): وكان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبره المكرم فقال السلام عليك يارسول الله۔

وفی مناسك ملاعلی القاری (ص۵۰۸): ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف السلام عليك ايهاالنبی ورحمة الله وبركاته۔وهذا القدر ماثبت فی الاثر وقد اقتصر عليه بعض الاكابر كابن عمر واختار بعضهم الاطالة من غير الملالة وعليه الاكثر ويؤيده ماورد فی الاخبار والآثار من فضيلة الاكثار من الصلاة والسلام علی النبی المختار۔

Marfat.com

(۴۹۶) درود کے الفاظ احادیث میں

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب احادیث کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آجائے تو وہاں درود پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ درود بھی احادیث کے الفاظ میں داخل ہے یا محدثین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں؟اگر محدثین کی اپنی اختراع ہے تو پھر مبتدعین کو اپنی طرف سے متعین مقامات (مثلاً اذان سے پہلے یا بعد) پر ان کے مخصوص درود (صلوٰۃ وسلام) پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟اور اگر احادیث میں آپ کے نام نامی پر پڑھا اور لکھا جانے والا درود ''صلی اللہ علیہ وسلم'' احادیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو تو مع حوالہ نقل کریں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

احادیث مبارکہ میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آجائے تو وہاں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہی منقول ہے۔محدثین اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بالمشافہ ملاقات میں ''یا محمد'' یا ''یارسول اللہ'' کے الفاظ کہے تو ان مواقع پر وہ الفاظ بغیر درود کے نقل کرتے ہیں،اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔

مبتدعین کو ان کے مخصوص ''صلوٰۃ وسلام'' سے منع کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلوٰۃ وسلام منقول نہیں ہے بلکہ فساد عقیدہ اور التزام کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے لہٰذا اگر فساد عقیدہ اور التزام نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔

لما فی المشكوة (ص١١): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بينما نحن عند رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لايُرى عليه اثر السفر ولايعرفه منا احد حتى جلس الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند ركبتيه ...... وقال يامحمد اخبرنی عن الاسلام۔

وفيه ايضاً (ص٢٧): عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد "۔

وفيه ايضاً (ص٢٢): عن عائشة رضی الله عنهاقالت قلت يارسول الله ذرارى المؤمنين قال من آبائهم الى آخر الحديث۔

Marfat.com

(۴۹۷) کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب مرنے سے پہلے ایمان لے آئے تھے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

جمہور اہل سنت کے نزدیک ابوطالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء واجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے۔لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔

لقوله تعالى (التوبہ :۱۱۳): مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

وفى قوله تعالى (القصص:٥٦):إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

وفى روح المعانى (۹۶/۲۰): تحت آية انك لاتهدى من احببت ......والآية مانطقت به كثير من الاخبار نزلت فى ابى طالب۔اخرج عبد بن حميد ومسلم والترمذى وابن ابى حاتم وابن مردوية والبيهقى فى الدلائل عن ابى هريرة قال لما حضرت وفاة ابى طالب اتاه النبى صلى الله عليه وسلم فقال ياعماه قل لااله الاالله اشهد لك بها عندالله يوم القيمة فقال :لولا ان يعيرونى قريش يقولون: ماحمله عليها الاجزعه من الموت لاقررت بها عينك فانزل الله تعالى انك لاتهدى من احببت الآية ......ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغى سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلك مما يتاذى به العلويون بل لايبعد ان يكون ممايتاذى به النبى عليه الصلوة والسلام الذى نطقت الآية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لايخفى على ذى فهم۔

وفى الصحيح للبخارى(۱۸۱/۱): حدثنا اسحق ......اخبرنا سعيد بن المسيب عن ابيه انه اخبره انه لما حضرت اباطالب الوفاة جاءه رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد عنده اباجهل بن هشام وعبدالله بن امية بن المغيرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابى طالب اى عم قل لااله الاالله كلمة اشهد لك بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله ابن امية يااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزل

Marfat.com

رسول الله ﷺ يعرضها عليه ويعودان تلك المقالة حتى قال ابوطالب آخر ماكلمهم به هو على ملة عبدالمطلب وابي ان يقول لااله الاالله۔

(۴۹۸) جنت کے مینڈھے کا گوشت

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدلے میں جس مینڈھے کوجنت سے اتارا گیا تھااس کا گوشت کس نے کھایا؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق اس مینڈھے کا گوشت پرندوں اور درندوں نے کھایا۔

لمافی حاشية الصاوی علی الجلالین (۳/۳۴۲): وفديناه بذبح (بكبش) عظيم (من الجنة هو الذى قربه هابيل جاء به جبرائيل عليه السلام) فذبحه السيد ابراهيم مكبرا......(قوله فذبحه السيد ابراهيم) اى وبقى قرناه معلقين على الكعبة الى ان احترق البيت فى زمن ابن الزبير ومابقى من الكبش اكلته السباع والطيور لان النار لاتوثر فيماهو من الجنة۔

(۴۹۹) عید کے دن مبارک باد دینا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن مبارک باد دینا ثابت یعنی جائز ہے یانہیں؟ کیا یہ بدعت تو نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگراس کے التزام کا عقیدہ نہ ہوتو جائز ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۱۶۹): والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر۔

وفى الشامية: (قوله لاتنكر) خبر قوله والتهنئة ......قال المحقق ابن امير الحاج: بل الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال:

Marfat.com

والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارك علیك ونحوه وقال یمکن ان یلحق بذلك فی المشروعیة والاستحباب لمابینهما من التلازم فان من قبلت طاعته فی زمان کان ذلك الزمان علیه مبارکا علی انه قد ورد الدعاء بالبرکة فی امور شتی فیوخذ منه استحباب الدعا بها هنا ایضا اھ۔

(۵۰۰) روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت کریمہ {وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا} سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جا کر کوئی دعا کرا سکتا تھا لیکن کیا آج بھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری جیسا کہ آپ کی حیات دنیویہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے الخ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص اپنی حاجات روضہ مبارک کے پاس جا کر پیش کرے کہ آپ میری حاجات سفارش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کریں جیسا کہ عام طور پر لوگ مزاروں پر جاتے ہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جا کر اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور شفاعت کرانا درست ہے البتہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے حاجت طلب کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی لیکن اب بھی کوئی جا کر رفع حاجت کے لئے شفاعت طلب کرے گا تو جائز ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کی تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس اعرابی کی مغفرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

لمافی روح المعانی (۵/۷۱): '' وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ '' علی اثرظلمهم بلاریث متوسلین بك تائبین عن جنایتهم غیر جامعین ......فاستغفروالله واستغفر لهم الرسول وسأل الله تعالی ان یقبل توبتهم ویغفر ذنوبهم۔

Marfat.com

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۶۵/۵): "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وك "روی ابوصادق عن علی: قال قدم علینا اعرابی بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول الله وحثا علی رأسه من ترابه؟ فقال: قلت یارسول الله فسمعنا قولك، ووعیت عن الله فوعینا عنك وكان فیماانزل الله علیك ولو انهم اذظلموا انفسهم. الآیة وقد ظلمت نفسی وجئتك تستغفر لی، فنودی فی القبر انه قد غفر لك۔

وفی تفسیر ابن کثیر (۴۶۱/۱): ولو انهم اذظلموا انفسهم الآیة یرشدالله تعالی العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطاء والعصیان، ان یاتوا الی الرسول فیستغفروااللهعنده ویسألوه ان یستغفر لهم فانهم اذافعلوا ذلك تاب الله علیهم ورحمهم وغفر لهم، ولهذا قال لوجدواالله توابارحیما وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابومنصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال: کنت جالسا عند قبرالنبی ﷺ فجاء اعرابی فقال: السلام علیك یارسول الله ......وقد جئتك مستغفرالذنبی مستشفعا بك الی ربی ثم انشأیقول

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم

فنفسی الفداء لقبر انت ساکنة فیه العفاف وفیه الجود

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی ﷺ فقال یاعتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قدغفرله۔

(۵۰۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرسلام اوراس کا جواب

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث کا ترجمہ نظر سے گزرا جس کا حاصل یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کوسلام کا جواب لوٹاتا ہوں"۔اب سوال یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو روضہ مبارک میں حیات حاصل ہے تو پھر اس روح کولوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم اطمینان بخش جواب دے کرمیرے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں روح کولوٹانے کے کئی مطلب علماء نے بیان کئے ہیں:

Marfat.com

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہر دم متوجہ رہتی ہے جس کی وجہ سے آپ کی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رہتی ہے۔ جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حالت سے دوسری حالت کی طرف آپ کی روح لوٹاتے ہیں تاکہ آپ اس کا جواب دے سکیں۔

(۲) روح کا لوٹانا کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں درود پڑھنے والے کا بتلاتے ہیں یعنی حقیقۃً روح نہیں لوٹائی جاتی بلکہ صرف یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں نے سلام کہا البتہ اس کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا۔

(۳) اس روایت کی وجہ سے شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر روایت کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ روایت خود حیات انبیاء کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر سلام کے وقت آپ کی روح کو واپس لوٹانا تسلیم کیا جائے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کائنات میں کوئی بھی شخص آپ پر درود وسلام نہ بھیج رہا ہو، تو اس معنی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح ہمیشہ آپ کے جسد مبارک میں رہتی ہے اور اسی کا نام حیات ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۸۶): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

وفی المرقاۃ (۳۴۱/۲): تحت ھذہ الروایۃ ...قال القاضی لعل معناہ ان روحہ المقدسۃ فی شأن مافی الحضرۃ الالھیۃ فاذابلغہ سلام احدمن الامۃ رد اللہ تعالی روحہ المطھرۃ من تلک الحالۃ الی رد من سلم علیہ ......وقال ابن الملک رد الروح کنایۃ عن اعلام اللہ ایاہ بان فلانا صلی علیہ۔

وفی الحاوی للفتاوی (۱۵۱/۲): ان الرد یستلزم الاستمرار لان الزمان لایخلوا من مصل علیہ فی اقطار الارض فلایخلوا من کون الروح فی بدنہ ......راجعت کتاب الفجر المنیر فیمافضل بہ البشیر والنذیر للشیخ تاج الدین بن الفاکھانی المالکی فوجدتہ قال فیہ ......یؤخذ من ھذا الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام وذلک انہ محال عادۃ ان یخلوا الوجود کلہ من واحد مسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیل اونھار۔

(۵۰۲) درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو تمام انبیاء میں سے صرف

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ ذکر کی جاتی ہے جیسے ”کماصلیت علی ابراھیم“۔ حالانکہ کتنے ہی دوسرے انبیاء بھی گزرے ہیں؟

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاص کرنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے لیلۃ المعراج میں ہمیں (امت محمدیہ کو) سلام کہلوایا لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارا نام مسلمان رکھا اس پر ان کی فضیلت کے اظہار کے لئے صرف ان ہی کو خاص کیا۔

۳۔ درود شریف سے مقصود دعا کرنا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا اسی طرح ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خلیل بنائیں۔

۴۔ آپ چونکہ نسب کے اعتبار سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء میں شامل ہیں اس لئے ایسا کیا گیا۔

۵۔ آپ بقیہ تمام انبیاء میں افضل ہیں۔

۶۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کا حکم دیا گیا اس لئے درود میں بھی ان ہی کو خاص کیا گیا۔

لمافی الدرالمختار (۵۱۴/۱): وخص ابراھیم لسلامہ علینا، اولانہ سمانا المسلمین اولان المطلوب صلاۃ یتخذ بھاخلیلا۔

وفی الطحطاوی علی الدر (۲۲۶/۱): (قولہ لسلامہ علینا) ای لیلۃ المعراج حیث قال ابلغ امتک منی السلام (قولہ اولانہ سمانا المسلمین) کمااخبر تعالی بقولہ ھو سماکم المسلمین۔

وفی ردالمحتار علی الدرالمختار (۵۱۴/۱): نقل اولا کمانقل فی الطحطاوی ثم قال ...... واجیب باجوبۃ اخری: منھا ان ذلک لابوتہ ...... ولرفعۃ شانہ فی الرسل وکونہ افضل بقیۃ الانبیاء علی الراجح ...... وللامر بالاقتداء بہ فی قولہ تعالی ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔

(۵۰۳) سید کون ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ ”سید“ لکھتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید کا مصداق اصل میں کون ہے؟ اور کون کون لوگ اس میں شامل ہیں؟ نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

Marfat.com

سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا؟

الجواب بعون الملک الوهاب

سیّد کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا تھا اس کی صراحت نہیں مل سکی البتہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال فرمایا۔

لمافی الصحیح لمسلم (٢٧٩/٢): حدثنی زهیر بن حرب ......حدثنی یزید بن حیان قال انطلقت انا وعمر بن مسلم الی زیدبن ارقم فلما جلسنا الیه ...قال قام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یوما فینا خطیبا ...وذکر الحدیث وفیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین ومن اهل بیته یازید الیس نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرم الصدقة۔

وفی الصحیح للبخاری (٥٣٧/١): عن ابی سعیدالخدری ان اناسا نزلوا علی حکم سعد بن معاذ فارسل الیه فجاء علی حمار فلمابلغ قریبا من المسجد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم اوسیدکم فقال یاسعد وذکر الحدیث۔

وفی الحاوی للفتاوی (٣٢/٢): اسم الشریف کان یطلق فی الصدر الاول علی کل من کان من اهل البیت سواء کان حسنیا، ام حسینیا ام علویا من ذریة محمد ابن الحنفیة وغیره من اولاد علی بن ابی طالب أم جعفر یا أم عقیلیا أم عباسیاولهذا تجد تاریخ الحافظ الذهبی مشحونا فی التراجم بذلك ...... لاشك ان المصطلح القدیم اولی وهو اطلاقه علی کل علوی وجعفری وعقیلی وعباسی کماصنعه الذهبی وکمااشار الیه الماوردی من اصحابنا۔

(٥٠٤) اپنے نام کے ساتھ سید یا صدیقی وغیرہ لگانے کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سید کا لفظ کسی بھی شخص کو لگانے کی اجازت ہے یا وہ لگائے صرف جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہو۔ آج تو ہر دوسرا بندہ لگا یا ہوتا ہے کیا یہ درست ہے؟ کیا یہ اس وعید میں نہیں آئے گا کہ جس نے

Marfat.com

اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح آج کل لوگ صدیقی اور فاروقی وغیرہ لگا لیتے ہیں اس کا حکم بھی واضح الفاظ میں مع دلائل بیان فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

اگر کسی آدمی کا ان حضرات سے سلسلۂ نسب ثابت ہے تو پھر اس کیلئے اپنے نام کے ساتھ ان القاب کو لگانا درست ہے، اور اگر سلسلۂ نسب ان حضرات سے ثابت نہیں ہے پھر اپنے نام کے ساتھ ان القاب کا لگانا جائز نہیں ہے۔ احادیث میں اس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

لمافی قول اللہ تعالیٰ (الاحزاب:۵): ادْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيْمًا

وفی التفسیر المظهری (۷/۵-۲۸۴) (رشیدیه): ادعوهم لآباءهم یعنی انسبوهم الی ابائهم الذین خلقوا من نطفهم ولکن ماتعمدت قلوبکم لکن الجناح فیماتعمدت قلوبکم ففیه الجناح عن سعد بن ابی وقاص وابی بکرة قالا قال رسول اللہ ﷺ من ادعی الی غیر ابیه وهو یعلم فالجنة علیه حرام۔

وفی صحیح البخاری کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیه (۲/۱۰۰۱): عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنه قال سمعت النبی ﷺ یقول من ادعی الی غیر ابیه وهو یعلم انه هو غیر ابیه فالجنة علیه حرام فذکرته الی بکرة فقال وانا سمعته اذنای ووعاه قلبی من رسول اللہ ﷺ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال: لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ۔

(۵۰۵) آب حیات کا وجود

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ جس نے آب حیات سے پانی پی لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور آب حیات کا کہیں وجود ہے یا صرف یہ بات شہرت کی حد تک ہی ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آب حیات موجود ہے البتہ اصل آب حیات جنت میں ہی ہوگا۔

Marfat.com

لمافی عمدة القاری (۱/۱۷۰): عن ابي سعيدالخدری ﷺ عن النبیﷺ وذكر الحديث وفيه: فيخرجون منها قد اسودوا فيلقون فی نھر الحیاۃ الحديث۔

(فی نھر الحیاۃ)...... لان المراد كل مايحصل به الحياۃ۔

وفي البداية والنهاية (۲/۹۸): وقد ذكر ابن عساكر من طريق وكيع ......ان ذا القرنين كان له صاحب من الملائكة يقال له رناقيل فسأله ذوالقرنين هل تعلم فی الارض عينا يقال لها عين الحياة فذكر له صفة مكانها فذهب ذوالقرنين فی طلبها وجعل الخضر علی مقدمته فانتھی الخضر اليها فی واد فی ارض الظلمات فشرب منها ولم يهتد ذوالقرنين اليها۔

(۵۰۶) مجدد اور مہدی میں فرق نیز آبِ حیات کا حکم

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہدی مجدد بھی ہوں گے یا نہیں؟ یا مجدد کوئی الگ چیز ہے؟ مجدد اور مہدی میں کیا فرق ہے؟ کیا مہدی کی طرح مجدد کا ثبوت بھی احادیث سے ملتا ہے۔ نیز مفتی صاحب آبِ حیات کا وجود ہے یا یہ صرف مشہور ہے کہ جو آبِ حیات پی لے وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے بظاہر تو یہ خلاف شرع وعقل بات معلوم ہوتی ہے" كل نفس ذائقة الموت"۔

الجواب بعون الملک الوھاب

سوال میں ذکر کردہ مسائل کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ مہدی اور مجدد یہ ایک ہی ہستی کے دو نام نہیں ہیں، بلکہ یہ دو الگ الگ ہستیاں ہیں۔

(۲)۔ مہدی ایک شخص معین ہے کوئی عہدہ نہیں ہے کہ ہر شخص کو حاصل ہو سکے، جبکہ مجدد کسی شخص معین کا نام نہیں ہے، بلکہ کسی کا مجدد ہونا امر ظنی ہے۔

(۳)۔ مجدد کا ثبوت بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ملتا ہے "عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها" (ابوداؤد ۲ / ۲۳۳)

(۴)۔ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آبِ حیات موجود ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل آبِ حیات (جس کو پینے کے بعد کبھی موت نہیں آئے گی) جنت میں ہوگا۔

لمافی قوله تعالی (الشوریٰ : ۵۱): وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ

Marfat.com

حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ

لما فی سنن ابی داؤد(۲/۲۳۲) اول کتاب المهدی: عن ام سلمة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول المهدی من عترتی من ولد فاطمة۔

وفی بذل المجهود (۵/۱۰۴) کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة: قال العلامة خلیل احمد السهانفوری رحمه الله: والاظهر عندی والله اعلم ان المراد "بمن یجدد" لیس شخصا واحداً بل المراد جماعة یجدد کل واحد فی بلد فی فن او فنون من العلوم الشرعیة ماتیسر من الامور التقریریة او التحریریة ... الخ

وفی تفسیر المظهری (۶/۶۱)، سورة الکهف(ط:رشیدیه): قال البغوی اختلف الناس فی ان الخضر علیه السلام حی ام میت قیل ان الخضر والیاس حیان یلتقیان کل سنة بالموسم وکان سبب حیاته فیما یحکی به انه شرب من عین الحیاة وذلک ان ذا القرنین دخل الظلمة لطلب عین الحیوة وکان الخضر علی مقدمة فوقع الخضر علی العین فنزل فاغتسل وشرب وصلی وشکر الله تعالی واخطا ذوالقرنین الطریق فعاد۔

وفی صحیح البخاری (۱/۸) کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال: عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال یدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم یقول الله اخرجوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیخرجون منها قد اسودوا فیلقون فی نهر الحیا أو الحیاة شك مالك۔

وفی عمدة القاری (۱/۱۷۰) (فی نهر الحیاة)...... لان المراد کل ما یحصل به الحیاة۔

(۵۰۷) کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ جو حدیث بخاری شریف میں موجود ہے وہ باقی کتب حدیث پر مقدم ہوگی۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ اگر کسی روایت کی سند صحیح ہو تو اسے بھی قبول کرنا چاہیئے ورنہ بخاری کے علاوہ سارا ذخیرہ حدیث (العیاذ باللہ) نا قابل اعتماد ہوگا۔ امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

Marfat.com

الجواب بعون الملک الوهاب

بخاری شریف کو دوسری کتابوں پر جو فوقیت حاصل ہے وہ مجموعے کے اعتبار سے ہے یعنی "مجموعة من حیث المجموعة" بخاری شریف کو دوسری کتب پر ترجیح حاصل ہے۔ البتہ فرداً فرداً اگر ایک ایک روایت کو لیا جائے تو اس بات کا قوی احتمال بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ بعض دوسری کتب کی روایات سند کے اعتبار سے بخاری شریف میں موجود روایت سے زیادہ قوی سند سے مروی ہیں۔

اس کا سب سے بڑا ناقابل انکار ثبوت یہ ہے کہ ائمہ متقدمین میں سے بعض حضرات نے بعض احادیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا کی صحیح ترین سند ہے۔ اگرچہ کسی ایک سند کو ہر اعتبار سے تمام اسناد سے صحیح ترین قرار دینا متاخرین کے نزدیک محل نظر ہے لیکن اس بات پر متاخرین کا اتفاق ہے کہ جن اسناد کے بارے میں ان ائمہ حضرات نے صحیح ترین کا قول کیا ہے وہ کم سے کم ان روایات سے جن کے بارے میں ایسا قول نہیں ملتا ضرور راجح اور صحیح ہیں اور اس طرح کی کئی اسناد بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کے بارے میں باقی اسناد کی نسبت سے صحیح ترین کا قول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (جس میں بخاری کی روایات بھی شامل ہوں گی)۔

اس کے علاوہ دیگر کئی وجوہ کی بناء پر بھی بعض دیگر روایات، بخاری شریف کی بعض روایات پر مقدم ہوں گی لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری شریف کی روایات کو فرداً فرداً دوسری تمام روایات پر فوقیت حاصل ہے یہ خلاف حقیقت اور محض پروپیگنڈہ ہے جو ایک خاص طبقے کی طرف سے کیا گیا ہے اور مقصود بخاری شریف کی آڑ میں اپنی خواہشات کی تکمیل ہے تاکہ دینداری کا لبادہ بھی باقی رہے اور اپنی خواہشات پر عمل بھی ہوتا رہے۔

لمافی تدریب الراوی (۹۸/۱): ولم یستوعبا الصحیح ولاالتزماه قیل ولم یفتهما الاقلیل وانکر هذا ......(ولم یستوعباالصحیح) فی کتابیهما (ولاالتزماه)ای استیعابه،فقد قال البخاری ما ادخلت فی کتاب الجامع الاماصح ،وترکت من الصحاح مخافة الطول ...(وانکر هذا) القول البخاری فیمانقله الحازمی والاسماعیلی وماترکت من الصحاح اکثر۔

وفیه ایضاً (۷۶/۱): والمختار انه لایجزم فی اسناد انه اصح الاسانید مطلقا۔قال شیخ الاسلام: مع انه یمکن للناظر المتقن ترجیح بعضها علی بعض من حیث حفظ الامام الذی رجح واتقانه ،وان لم یتهیأ ذلك علی الاطلاق فلایخلوا النظر فیه من فائدة،لان مجموع مانقل عن الائمة من ذلك یفید ترجیح التراجم التی حکموالها بالاصحیة علی مالم یقع له حکم من احد منهم۔

Marfat.com

وفی اعلاء السنن (۱۹/۶۵): ان دعوی اصحیة مافی الکتابین اواصحیة البخاری علی صحیح مسلم وغیرہ انماتصح باعتبار الاجمال ومن حیث المجموع دون التفصیل باعتبار حدیث وحدیث صرح بہ فی التدریب ......حیث قال ......قد یعرض للمفوق مایجعلہ فائقا کأن یتفقا علی اخراج حدیث غریب ویخرج مسلم اوغیرہ حدیثا مشھورا اومما وصفت ترجمتہ لکونھا اصح الاسانید. ولایقدح فیماتقدم لان ذلك باعتبار الاجمال۔قال الزرکشی :ومن ھنا یعلم ان ترجیح کتاب البخاری علی مسلم وغیرہ انماالمراد بہ ترجیح الجملة علی الجملة لاکل فرد من احادیثہ علی کل فرد من احادیث الاخر۔

(۵۰۸)کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟اسکی وضاحت فرمادیں۔

الجواب بعون الملك الوھاب

تعظیم واکرام کی غرض سے کسی عالم یابزرگ کے ہاتھ چومنا جائز ہے البتہ دنیاوی اغراض کے لیے یاعبادت سمجھ کر چومنا جائز نہیں ہے۔

لما فی الھندیة (۵/۳۶۹): ان قبل یدعالم اوسلطان عادل لعلمہ وعدلہ لابأس بہ وان قبل ید غیر العالم او غیر السلطان العادل ان اراد بہ تعظیم المسلم واکرامہ فلا بأس بہ ... وان اراد بہ عبادة لہ او لینال منہ شیئامن غرض الدنیا فھو مکروہ۔

وفی الدرالمختار (۶/۳۸۳): ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرك ونقل المصنف عن الجامع انہ لابأس بتقبیل ید الحاکم المتدین السلطان العادل ولارخصة فیہ لغیرھما... وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ۔

(۵۰۹)کیامکڑی نے غارثور کے دہانے پرجالاتناتھا؟

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ مکڑی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے

Marfat.com

لئے غارحرا کے منہ پر جالا بنایا تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟اگر صحیح ہے تو پھر یہ تو ایک اچھی چیز ہوئی جبکہ دوسری طرف مشہور یہ ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہوں گے اس گھر کے رزق میں برکت نہیں ہوگی۔دونوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

غارحرا نہیں بلکہ غار ثور کے دہانے پر مکڑی نے جالا تنا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔اگر یہ روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس کا مارنا جائز نہ ہوگا البتہ اس کے جالے جو گھروں میں ہوں ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسے فقر کا سبب بتایا گیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ صفائی اور نظافت کے لئے ان کو صاف کیا جاتا ہے اور نظافت وصفائی کے استحباب میں کوئی تردد نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۰/۱۶۱): تحت آیة ''ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت الآیة''.......وقیل لایسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن۔ ذکر هذا الخبر الجلال السیوطی فی الدرالمنثور والله تعالی اعلم لصحته وکونه ممایصلح للاحتجاج به ....وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت لما اسند الثعلبی وابن عطیة وغیرهما عن علی کرم الله وجهه انه قال: طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیوت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم الله وجهه فذاك والافحسن الازالة لمافیها من النظافة ولاشك بندبها۔

وفی البدایة والنهایة (۳/۱۷۶): لماخرج من مکة مهاجرالی الله یرید المدینة قال ....قال ابن اسحاق ثم عمدا الی غار بثور جبل باسفل مکة فدخلاه ....فاقتفوا اثره فلمابلغوا الجبل اختلط علیهم فصعدوا الجبل فمروابالغار فرأوا علی بابه نسج العنکبوت الخ۔

(۵۱۰) قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا کیسا ہے؟ میرے ایک عزیز جو معذور ہیں وہ نماز میں بھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔کیا ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

قبلہ اور کتب شرعیہ کی طرف بلاکسی عذر کے قصداً پاؤں پھیلانا ناجائز ہے جبکہ کتب پاؤں کے برابر ہوں۔اور اگر کوئی عذر ہو

Marfat.com

یا پھر کتب پاؤں کے برابر نہ ہوں بلکہ اوپر ہوں یا بہت دور ہوں تو پھر پاؤں پھیلانا جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۶۵۵): کرہ مد رجلیہ فی نوم اوغیرہ الیھا ای عمدالانہ اساءۃ ادب اوالی مصحف اوشئ من الکتب الشرعیۃ الاان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلایکرہ۔

وفی الشامیۃ: ''ای عمدا'' ای من غیر عذر امابالعذر او السھو فلا۔ (لانہ اساءۃادب) افاد ان الکراھۃ تنزیھیۃ لکن قدمناہ عن الرحمتی ......انہ سیأتی انہ بمد الرجل الیھا ترد شھادتہ قال وھذا یقتضی التحریم۔(مرتفع) ظاھرہ لوکان الارتفاع قلیلا۔ قلت ای بما تنتفی بہ المحاذاۃ عرفا ...... والظاھر انہ مع البعد الکثیر لاکراھۃ مطلقا۔

(۵۱۱) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے

سؤال

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کہنا کہ''قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی ہے'' یہ بات کسی حدیث یافقہ کی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قرآن مجید یا کتب فقہ کو کتنا اونچا رکھنا چاہیئے جس سے بے ادبی لازم نہ آئے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے اس کی صراحت تقریبا تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔اسی طرح کتب حدیث وفقہ کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی ہے البتہ اگر یہ کتب پاؤں کی برابری سے اس قدر اونچی ہوں جسے عرف میں برابری نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس طرف پاؤں پھیلانا جائز ہوگا۔

لمافی الھندیۃ (۵/۳۲۲): مد الرجلین الی جانب المصحف ان لم یکن بحذائہ لایکرہ وکذا لوکان المصحف معلقا فی الوتد وھو قدمد الرجل الی ذلک الجانب لایکرہ۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۶۵۵): کرہ مد رجلیہ فی نوم اوغیرہ الیھا ای عمداً لانہ اساءۃ ادب اوالی مصحف او شئ من الکتب الشرعیۃ الاان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ فلایکرہ۔

وفی الشامیۃ : (مرتفع) ظاھرہ لوکان الارتفاع قلیلا ط۔قلت:ای بما تنتفی بہ المحاذاۃ

Marfat.com

عرفا۔ویختلف ذلك فی القرب والبعد،فانه فی البعد لاتنتفی بالارتفاع القلیل والظاهر انه مع البعد الکثیر لاکراهة مطلقا۔

(۵۱۲)مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم کے مصافحے کے وقت جھکنا اور مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ اللہ تعالی کی تعظیم کے لئے رکھا جاتا ہے لہذا اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوھاب

مصافحہ کے وقت جھکنا شرعا جائز نہیں ہے البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اپنی راحت اور آسانی کے طور پر ہوتا ہے وہ درست ہے۔اسی طرح مصافحہ کرنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہذا اس سے بھی احتیاط کرنی چاہیئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال:۴۷۸

(۵۱۳)اللہ نبی وارث لکھنا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاڑیوں کے سوئچ بورڈ پر اللہ نبی وارث لکھا ہوتا ہے۔کیا ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب بعون الملک الوھاب

اس قسم کے کلمات لکھنا جائز نہیں اگرچہ لکھنے والے کا عقیدہ صحیح ہو کیونکہ اس میں شرک کا پہلو پایا جاتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالی کی صفات میں غیر کو شریک ماننا لازم آرہا ہے حالانکہ تمام چیزوں کے وارث ومالک حقیقی صرف اللہ تعالی ہی ہیں کوئی رسول یا فرشتہ یا ولی اللہ تعالی کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔

لقوله تعالی (الاسراء:۱۱۱): وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا

Marfat.com

(النور :۴۲):وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ

(الزمر :۶): ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ

(الشوریٰ : ۴۹): وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(۵۱۴) چھ کلمات کی حقیقت

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قراء حضرات مساجد ومکاتیب میں چھوٹے بچوں کو چھ کلمے یاد کراتے ہیں اور ان کے مخصوص نام ہیں جیسے کلمہ طیب، شہادت، تمجید، توحید، استغفار اور رد کفر۔ کیا یہ کلمات احادیث سے ثابت ہیں؟ ان کے پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب بعون الملک الوهاب

ان چھ کلمات میں سے چار کلمے تو بعینہا کتب احادیث میں ملتے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا کلمہ بعینہ احادیث میں موجود تو نہیں البتہ یہ احتمال ہے ان دو کے الفاظ کو مختلف ادعیہ سے لیا گیا ہو ان کلمات کو پڑھنا اور پڑھانا ضروری نہیں ہے البتہ ان کلمات کو پڑھنے کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انہیں سیکھا اور سکھایا جائے۔

نیز احادیث میں ان کے نام مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی مروجہ ترتیب ہے ہاں ممکن ہے کہ عوام میں امتیاز کے لئے ان کے نام اور مروجہ ترتیب مشہور ہوگئی ہو۔

لمافی الترغیب والترهیب (۲/۲۶۷): عن ابی هریرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ ماقال عبد لااله الاالله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتی یفضی الی العرش مااجتنبت الکبائر۔

وفیه ایضاً (۲/۲۷۰): عن عبدالله بن عمروبن العاص ﷺ ان رسول الله ﷺ قال ان الله یستخلص رجلا من امتی علی رؤوس الخلائق یوم القیامة فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا کل سجل مثل مد البصر .... فیقول الله تعالی بلی ان لك عندنا حسنة فانه لاظلم علیك الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لااله الاالله واشهدان محمدا عبده ورسوله۔

وفیه ایضاً (۲/۲۷۱): عن ایوب ﷺ عن النبی ﷺ قال من قال لااله الاالله وحده لاشریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر کان کعدل محرر اومحررین۔

Marfat.com

وفیه ایضاً (۲/۲۷۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من قال لا اله الا الله وحده لاشریك له الملك وله الحمد یحیی ویمیت وهو الحی الذی لا یموت بیده الخیر وهو علی کل شئ قدیر لا یرید به الا وجه الله ادخله الله بها جنات النعیم۔

وفیه أیضاً (۲/۲۷۵): وعن رجل من أصحاب النبی ﷺ قال: أفضل الکلام سبحٰن الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر۔

وفیه أیضا (۲/۲۹۰): عن ابی موسیٰ رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال له: قل لاحول ولاقوة الا بالله فانها کنز من کنوز الجنة۔

(۵۱۵) لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا

سؤال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کاغذ پر اللہ جل جلالہ لکھا ہو تو اسے تھوک سے مٹانا جائز ہوگا؟ جبکہ اس میں اسم مبارک کی توہین بھی ہے۔

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں تھوک سے اسم مبارک کو مٹانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندیة (۵/۳۲۲): وقد ورد النهی عن محو اسم الله تعالی بالبزاق کذا فی الغرائب۔

وفی الدر المختار (۱/۱۷۸): وقد ورد النهی فی محو اسم الله بالبزاق۔

وفی الرد تحته: (وقد ورد النهی) فهو مکروه تحریما۔

Marfat.com

نجم الفتاوی [طبع جدید] کی مکمل چھ جلدوں میں موجود تحقیقی فتاوی کی فہرست

نجم الفتاوی کی یہ طبع جدید جہاں اور خاصیات کی حامل ہے وہاں اس کی زینت وہ تحقیقی اور تفصیلی فتاوی بھی ہیں جو ان چھ جلدوں میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف عنوانات کی یہ تحقیقات جو کہ فتاوی کا حسن ہوتی ہیں، متعلقہ ابواب میں انہیں درج کر دیا گیا ہے۔ اہل علم، صاحب نظر، فقہ وتفقہ کا ذوق رکھنے والوں اور تحقیق کے شناوروں کیلئے ان فتاوی میں انتہائی قابلِ قدر مواد موجود ہے، یہ موتیاں چونکہ چھ جلدوں میں جا بجا بکھری ہوئی ہیں لہذا سہولت کے پیشِ نظر ان سب کی ایک اجمالی فہرست یہاں دی جارہی ہے۔ از مرتب فرحان حسن عفی عنہ

نجم الفتاوی جلد اول کے تحقیقی فتاوی

(۱) شفاء الجذام فی تمنی الحلة لما هو الحرام

حرام شیء کی حلت اور کسی فرض کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے پر کفر یا عدم کفر کا اصول۔ [نجم الفتاوی طبع جدید ۱ / ۱۰۸]

(۲) دفع الظلام عن معنى البدعة أنها النية أم الالتزام

بدعت کی حقیقت، التزام یا نیت ثواب میں سے کیا چیز بدعت کے تحقق کیلئے ضروری ہے؟ بدعت کے معنی اور مصداق سے متعلق شافی و کافی بحث۔ ۱ / ۱۸۷

(۳) منع الطلبة عن اخذ الاجرة على تلاوة الكتاب للبركة

برکت کیلئے قرآن خوانی اور اس پر اجرت لینا، نیز مسئلہ ھذا میں پائے جانے والے بعض تعارضات کا دفیعہ۔ ۱ / ۱۹۵

Marfat.com

(۴) ازالة الدرن فی حکم الدعاء بعد السنن

نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم۔ ۱/۲۳۱

(۵) الکتاب المقبول لبیان مذھب الحنفیۃ فی الذمی شاتم الرسول

ذمی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب اور بالخصوص حنفیہ کے مذہب کی تحقیق، نیز شتم سے عہد ذمہ ساقط ہوگا یا نہیں اور ذمی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واجب القتل ہے یا نہیں؟ ان تمام ابحاث سے متعلق تفصیلی اور مدلل فتوی۔ ۱/۳۰۵

(۶) تنبیہ ذوی العقول ببیان مذھب الحنفیۃ فی قبول التوبۃ لشاتم الرسول

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے سے متعلق مذہبِ حنفی کی مدلل وضاحت، مسئلہ ھذا میں شامیہ وغیرہ کے کلام کی مدلل تنقیح۔ ۱/۳۱۲

(۷) الکلمات الغریبۃ فی تحقیق حدیثٍ یُروی فی القرابۃ القریبۃ

قرابت قریبہ میں نکاح سے متعلق ایک حدیث روایت کی جاتی ہے، "لاتنکحوا القرابۃ القریبۃ فان الولد یخلق ضاویا" اس حدیث کی مکمل تحقیق اور مالہ وماعلیہ کا بیان۔ ۱/۴۰۸

(۸) تنبیہ العقول برفع الشبہات عن "الصحابۃ کلھم عدول"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مطلقا عادل ہیں یعنی روایت اور عام زندگی دونوں میں صحابہؓ کی تعدیل کی جائیگی۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب۔ ۱/۴۲۶

(۹) ذکر الفضیلۃ لأخذ الوسیلۃ

دعاؤں وغیرہ میں وسیلے کا ثبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں زندہ اور مردہ کے وسیلے کے اثبات سے متعلق مفصل ومدلل فتوی۔ ۱/۴۶۲

Marfat.com

(۱۰) انباء الاصفیاء بحیوۃ الانبیاء وأن قبرہ الشریف افضل البقاع

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روضہ مبارک کے سب سے افضل مکان ہونے کا بیان۔ ۱/ ۴۸۴

(۱۱) الایضاح لعقیدۃ العلماء فی حیاۃ الانبیاء

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق علماء اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی وضاحت، اور بعض لوگوں کا اکابرین اعلام پر افتراء اور اس کا تحقیقی جواب۔ ۱/ ۴۸۷

(۱۲) فص الخاتم فی بیان عقیدۃ اہل السنۃ فی تخلیق آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور اس سے متعلق بعض گمراہ نظریات پر مدلل استدراک۔ ۱/ ۵۰۶

(۱۳) الضبط والتمہید فی توضیح مسئلۃ التقلید

مسئلہ تقلید کی مدلل وضاحت۔ ۱/ ۵۶۳

(۱۴) حفظ المتاع فی انکار بعض المحققین السماع

سماع موتی کے مسئلے میں دورِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے موجود اختلاف، نیز بعض محققین فقہاء احناف کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب، مذہب حنفی کی مدلل وضاحت۔ ۱/ ۵۸۳

Marfat.com

نجم الفتاوی جلد ثانی کے تحقیقی فتاوی

(۱۵) حفر البئر فی وصل الشعر

مصنوعی بال بذریعہ آپریشن لگوانے یا وگ وغیرہ کا استعمال اور مذکورہ صورتوں میں وضو اور غسل کا حکم۔ [نجم الفتاوی طبع جدید ۲/ ۸۶]

(۱۶) بروز السَّدَفَة بتحقيق مسئلة مسح الرَّقَبَة

وضوء میں گردن کے مسح کا ثبوت اور مصداق سے متعلق مفصل فتوی۔ ۲/ ۹۴

(۱۷) أريج الترنم في الجمع بين الوضوء والتيمم

معذور شخص کیلئے وضو اور تیمم کو جمع کرنے کا حکم جو شخص چہرے پر غسل اور مسح دونوں نہ کرسکتا ہو وہ تیمم کرے گا یا نہیں؟ ایک تسامح اور اس کا استدراک۔ ۲/ ۱۲۱

(۱۸) مذهب النعمان في رفض الاركان

ارکان کے بھولنے پر ترتیب کا فرض ہونا، سجدہ سہو، رفض کی بنیاد پر اعادہ اور متعلقہ اصول، ابحاث اور مختلف عبارات سے متعلق سیر حاصل تحقیقی فتوی۔ ۲/ ۲۹۹

(۱۹) محاذاة الخدين في مسئلة رفع اليدين

رفع یدین سے متعلق روایات، اختلاف کا تعین، ترک رفع یدین کی ترجیح، اس کے شواھد اور مسئلہ ھذا پر مبسوط اور مفصل فتوی۔ ۲/ ۳۲۶

(۲۰) كشف القناع عن مسئلة اتيان المسبوق بالثناء

مسبوق کا بوقت شرکت ثناء پڑھنے یا نہ پڑھنے کا بیان، نیز فقہاء کا مسئلہ ھذا کے ذیل میں انصات کو مسنون قرار دینے پر مفصل فتوی۔

Marfat.com

۳۳۵/۲

(۲۱)الافاضة فی قاعدة الفقهاء "کل صلوة ادیت مع الکراھة تجب الاعادة"
فقہاء کا بیان کردہ قاعدہ "ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ اداء ہو وہ واجب الاعادہ ہے"، اس میں بعض محققین کی ماہیت اور غیر ماہیت کی قید سے متعلق تفصیلی فتوی۔ ۴۳۶/۲

(۲۲)الکلمات الھندیة فی الاجابة عن الدعاء بغیر العربیة
غیر عربی میں دعا، قراءت اور شروع فی الصلوۃ کا حکم، اس میں امام صاحب کا مذہب اور رجوع کی تحقیق نیز ایسی نماز کے اعادے کا حکم۔
۴۴۲/۲

(۲۳)نافلة النجیب فی الخطبة الأردویة امام الخطیب
جمعہ کے اردو عربی ملے خطبے کے دوران نفل نماز پڑھنے اور اس خطبے کی شرعی حیثیت کا بیان، جمعہ کے دو خطبوں سے پہلے خطیب صاحب کے عربی اردو ملا خطبہ کے دوران نفل نماز پڑھنے کی ممانعت سے متعلق ایک دار الافتاء کی تحقیق اور اس پر استدراک۔ ۵۹۱/۲

(۲۴)بیان الغرائب فی الأراضی المتصلة بالمساجد
مساجد سے متصل S.T پلاٹ جو نفع عامہ کیلئے ہوں کوئی ان کا مالک نہ ہو ایسے پلاٹوں کا حکم۔ ۶۶۷/۲

(۲۵)تعجیل الفرائض فی انتقال المیت والاسراع بالجنائز
جنازہ اور اس کی تدفین میں جلدی، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور مسئلہ ھذا میں فقہاء کے اقوال اور راجح کا بیان۔
۶۸۵/۲

(۲۶)الأوابد فی اداء صلوة الجنازة داخل المساجد
مسجد کے اندر نماز جنازہ کی ادائیگی سے متعلق مختلف صورتیں اور ان کے احکام نیز مسئلہ ھذا میں موجود گنجائش کا بیان

Marfat.com

نجم الفتاوی جلد ثالث کے تحقیقی فتاوی

(۲۷)الأصول الصلبية فی تعیین الحاجة الاصلیة

کسی شخص کے زکوۃ وصول کرنے کیلئے سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت کے علاوہ حاجت اصلیہ سے زائد سامان کا نصاب تک پہنچنا بھی شرط ہے۔ حاجت اصلیہ کا تعین کیسے ہو؟؟ کپڑے، گھر اور سواری وغیرہ میں حاجت اصلیہ کتنی ہوگی؟؟ مسئلہ ھذا میں موجود اغلاق اور شبہات کا تشفی بخش جواب۔[نجم الفتاوی طبع جدید ۳/۴۷]

(۲۸)دفع الضرورة فی زکوة الفلوس عند الضرورة

نوٹ کے فلوس کے حکم میں ہونے اور فلوس کے عند الضرورۃ کالعدم قرار دیئے جانے سے زکوۃ کے مسئلے پر پڑنے والے اثرات اور مسئلہ ھذا میں محقق اور راجح قول کا تعین اور متعلقہ ابحاث۔ ۳/۵۹

(۲۹)سبیل الرشاد الی قضاء العبادات الواجبة التی لم یؤدها قبل الارتداد

ایک مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہوجائے اور حالتِ اسلام میں مختلف واجبات (روزے، نماز اور زکوۃ وغیرہ) اس کے ذمے ہوں پھر یہ مرتد اللہ تعالی کے فضل سے دوبارہ اسلام قبول کرلے تو اس پر گزشتہ حالتِ اسلام کی عباداتِ واجبہ جو اس نے اداء نہیں کیں ان کی ادائیگی واجب ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلے میں فقہاء کے کلام میں پایا جانے والے ابہام اور توضیحات کا بیان۔ ۳/۱۲۷

(۳۰)قضاء البشر إذا أدخل ناسیا أو علم طلوع الفجر

روزے کی حالت میں بھول کر دخول کے بعد روزہ یاد آنے پر ذکر نکال لینا یا طلوع فجر سے قبل عمداً دخول کے بعد علم ہو کہ طلوع ہوچکا ہے ان دونوں صورتوں میں روزے کی قضاء اور کفارے سے متعلق عبارات کا تعارض شبہات اور استدراکات کے شافی وکافی حل سے متعلق مفصل ومدلل فتوی۔ ۳/۳۴۳

(۳۱)الطریق الفجّ الی فرضیة الحجّ

فرضیت حج کب ہوتی ہے؟ درخواست جمع ہوتے وقت یا اشہر حج داخل ہونے کے وقت؟ مسئلہ ھذا پر اٹھائے گئے اشکالات کے مدلل جوابات مسئلہ کی مفصل تنقیح اور تمام مالہ وماعلیہ کا بیان۔ ۳/۴۳۹

Marfat.com

نجم الفتاوی جلد رابع کے تحقیقی فتاوی

(۳۲) تحریر النقول فی مسئلة عدم الجهر بلفظ القبول

بوقتِ نکاح لڑکے کا قبول کے الفاظ کو آہستہ کہہ دینا اور اس سے متعلق ایک شبہ کا جواب، نیز علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کی مدلل وضاحت، نکاح اور بیوع میں تعاطی سے متعلق علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی علامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی عبارتوں کی روشنی میں مکمل تشریح۔ [نجم الفتاوی طبع جدید ۴/ ۱۰۱]

(۳۳) نهاية الضدين فی وقوع الخطاء عند نكاح الاختين

دو بیٹیوں کے نکاح کے وقت ناموں میں غلطی سے برعکس ایجاب وقبول ہو جانے کی صورت میں انعقادِ نکاح سے متعلق تفصیلات، فقہی جزئیہ، اردو فتاوی میں پائے جانے والے تعارضات کا دفیعہ اور مسئلہ ھذا پر مکمل و مدلل تحقیقی فتوی۔ ۴/ ۱۲۱

(۳۴) قواعد الفقهاء فی خطاء القاضی عند تلفظ الأسماء

بوقتِ نکاح اگر قاضی لڑکے یا لڑکی کا نام غلط لے لے تو اس کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام، نیز تلفظِ اسماء میں غلطی سے متعلق فقہاء کی عبارات سے متخرج قواعد کا بیان۔ ۴/ ۱۵۱

(۳۵) الحكم الموافق فی الفرق بين الشرائط توافق العقد و تخالف

مقتضاء عقد کے موافق، ملائم اور مخالف شرائط کا بیان، عقد پر ان کے اثرات اور متعلقہ احکام سے متعلق تفصیلی فتوی۔ ۴/ ۱۵۹

(۳۶) العقود الدرية فی تحقيق حكم النكاح بدون الشهود عند المالكية

مالکیہ کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح کے حکم سے متعلق مالکیہ کی کتب کی روشنی میں مفصل فتوی۔ ۴/ ۱۸۱

Marfat.com

(۳۷)التقاطع فی شہادۃ الفاسق والتسامع

فاسق کی شہادت سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے جبکہ قضاء فاسق کی شہادت قبول نہیں، فاسق کی شہادت سے قضاء نکاح ثابت نہیں ہوتا۔اس فرق کی وجہ اور بعض شبہات کا ازالہ نیز شہادت بالتسامع کا بیان۔ ۴/۱۹۰

(۳۸)الخنثی واحکامہ للشہادۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ

نکاح میں خنثی کی گواہی اور دیگر تفصیلات کا بیان۔ ۴/۲۰۶

(۳۹)حفظ المتاع فی رفع التعارض عن الآیات الواردۃ فی خطبۃ النکاح

سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث میں خطبہ نکاح سے متعلق احادیث میں وارد سورۃ النساء اور سورۃ الاحزاب کی آیات کا مصحفِ عثمانی کے مقابلے میں تفاوت وتغیر، اس فرق کی وجہ، رواتِ حدیث کی تحقیق، کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہی یہ تغیر تھا؟ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی روایات میں فرق کیوں؟ کیا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ قرآن کو بالمعنی روایت کرنے کے جواز کے قائل تھے؟ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور آیت کا بھی مختلف الفاظ میں نقل، الغرض مسئلہ ھذا اور اس سے متعلق ابحاث پر تحقیقی اور دلائل سے مبرھن فتوی۔ ۴/۲۲۶

(۴۰)الاجابۃ فی رؤیۃ المرأۃ قبل النکاح والاراءۃ

نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنا یا دیکھنے پر اصرار کرنا اور لڑکی کے اولیاء کیلئے اسے دکھانا، مسئلہ ھذا پر تفصیلی اور تحقیقی کلام۔ ۴/۲۷۳

(۴۱)الاجابۃ عن تحذیر بعض الناس من نکاح القرابۃ

بعض ڈاکٹروں کا قرابت داروں (بالخصوص فرسٹ کزن) میں نکاح سے منع کرنے پر مدلل اور تفصیلی رد، قرآن وسنت اور خیر القرون کے نظائر سے استشہاد اور اس ذیل میں پائی جانے والی بعض بے اصل روایات پر کلام ایک مدلل ومفصل استدراک۔ ۴/۳۰۷

Marfat.com

(۴۲) رموز النصّ اذا أخطا فی المس
بیوی کوشہوت سے ہاتھ لگاتے ہوئے غلطی سے بیٹی پر ہاتھ لگ جائے، اس صورت میں حرمت مصاہرت کا حکم اور بعض شبہات کا ازالہ۔ ۴۵۸/۴

(۴۳) الحد الفاصل بین النکاح الفاسد والباطل
نکاح فاسد اور باطل کی مختلف تعریفیں اور ان پر ہونے والے اعتراضات، فقہاء کے اپنے تحفظات، نیز نکاح فاسد اور باطل کی ایسی جامع، مانع تعریف جس پر اشکال نہ ہو اور ان دونوں میں فرق کا معیار۔ الغرض مسئلہ ھذا میں پایا جانے والے اغلاق کا دفع، مختلف النوع اور کتب میں بکھری عبارات کا جمع اور نکاح فاسد اور باطل کی مدلل تشریح سے متعلق ایک تحقیقی فتوی۔ ۴/ ۵۱۸

(۴۴) درر البحار فی النکاح الشغار
نکاح شغار کسے کہتے ہیں مصداق اور حکم سے متعلق مدلل فتوی۔ ۴/ ۵۴۰

(۴۵) تحریر الکاتب فی بیان احکام النکاح الفاسد
نکاح فاسد کے احکام نیز تفریق کیلئے متارکت یا فسخ کا حکم۔ ۴/ ۵۴۹

(۴۶) کشف الظنون عن مصداق متعة خیر القرون
خیر القرون میں رائج متعہ کیا تھا؟ مروجہ متعہ وہی ہے یا وہ کوئی اور عقد تھا؟ فتحِ مکہ کے موقع پر نسخ کیا گیا متعہ کیا تھا؟ مسئلہ ھذا سے متعلق بعض اکابرین کی آراء کا بیان اور راجح کا تعین۔ ۴/ ۵۶۰

Marfat.com

نجم الفتاوی جلد خامس کے تحقیقی فتاوی

(۴۷) کسر الزجاج فی انعقاد الحفلة عند الزواج

رخصتی کیلئے بارات لے جانا، اس میں کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا اور مسئلہ ھذا سے متعلق دیگر اہم امور پر مدلل فتوی

(۴۸) استنارة القمرین فی جواب السؤال "هل تزویج الولد لازم علی الابوین"

اولاد کی شادی کرانا والدین کے ذمے ہے یا والد کے یا لڑکا خود ذمہ دار ہے؟ مسئلہ ھذا سے متعلق امور پر مفصل تحقیقی فتوی

(۴۹) القضیة السالبة اذا أنکح الجدُّ فی غیر الکفوء البالغة

بالغہ لڑکی کا ازخود غیر کفوء میں کیا نکاح روایتِ حسنؒ کے مطابق فاسد ہے البتہ ولی کی اجازت سے غیر کفوء میں نکاح ہوسکتا ہے لیکن باپ کی موجودگی میں دادا بھی ولی (اقرب) شمار ہوگا یا نہیں؟ اور کیا دادا کی اجازت سے یہ نکاح باپ کی موجودگی میں جائز ہے؟ نیز نابالغہ کے نکاح کرانے میں مسئلہ خیارِ بلوغ میں باپ اور دادا دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی نابالغہ کو خیار نہ ملے گا یہ مسئلہ بھی مطلق ہے یا باپ کے نہ ہونے کے وقت دادا کا یہ حکم ہے؟ مسئلہ ھذا پر مفصل ومدلل فتوی

(۵۰) الجواب المختار فی کفاءة الرجل عند سوء الاختیار

باپ کا سوء اختیار واضح ہوجائے لیکن لڑکا لڑکی کا کفوء ہو تو اس صورت میں نکاح کا حکم

(۵۱) الجبیرة عن نکاح الصغیرة

بچپن میں اولاد کا نکاح کرادینے اور بعض بڑی عمر کے اشخاص کا چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے نکاح کی قباحت اور مخدوش استدلال کے جواب

Marfat.com

(۵۲) اعلام الاذکیاء بأن عدم استحقاق الفسخ لنکاح الأب ثابت من الاحادیث الصحاح

''نابالغہ لڑکی کا باپ اگر اس کا نکاح کردے تو نابالغہ بعد از بلوغ اس نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔'' اس حکم کا احادیث سے ثبوت اور بعض حضرات کے شبہات کا ازالہ، مسئلہ ھذا پر مفصل تحقیق

(۵۳) الرسالة البیضاء فی ردّ الاحتجاج علی نقض اجازة المکرهة من حدیث خنساء

بالغہ لڑکی سے اگر زبردستی نکاح کی اجازت لی جائے اور وہ زبانی اجازت دیدے تو اس کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف بعض حضرات کا اس اجازت کو کالعدم قرار دینا اور اس پر حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے مخدوش استدلال، اس استدلال کا رد اور بیانِ محمل، الغرض مسئلہ ھذا پر مبسوط اور مدلل جامع فتوی

(۵۴) أداء الامانة ببیان أن الکفاءة تعتبر فیها عند الامام الدیانة

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ کفاءت میں دیانت کے اعتبار سے متعلق مختلف اقوال کا بیان اور اس میں راجح کا تعین

(۵۵) الدلیل الجاذب علی أن نکاح المرأة فی غیر الکفوء نکاح فاسد

عورت کا بغیر ولی کی اجازت کے خود غیر کفوء میں کیا نکاح امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی مفتی بہ روایت کے مطابق غیر منعقد قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نکاح فاسد ہے یا باطل؟ اس میں نکاح فاسد کے احکام (بعد از وطی مہر، عدت نسب وغیرہ) آئیں گے یا یہ نکاح باطل اور زنا ہے؟ مسئلہ ھذا سے متعلق تحقیق اور بعض اردو فتاوی میں پائے جانے والے تسامح کا بیان

(۵۶) اداء الفریضة ببیان أن مسئلة الکفاءة لا تصادم الشریعة

کیا مسئلہ کفاءت شریعت سے متصادم ہے؟ بعض لوگوں کے اس شبہ پر تفصیلی استدراک

(۵۷) ضوء الدار فی أن علة الکفاءة هی دفع العار

کفاءت کی علت دفع عار ہونے پر ایک اشکال اور اس کا جواب

Marfat.com

(۵۸)اعلاء السافل بان العالم العجمی یکون کفؤا للعربی العالم والجاهل

کفاءت میں ایک عجمی عالم ہر عربی اور عجمی کا کفوء ہوگا یا صرف جاہل عربی کا؟ کتبِ فقہ میں موجود عبارت ''العالم العجمی یکون کفؤ اللجاهل العربی'' کی وضاحت، عالم کے علم کا ہر فضیلت سے افضل ہونے کا بیان اور مسئلہ ھذا پر مدلل ومحقق فتوی۔

(۵۹)الجواب المفصل لمن سئل عن تعیین مدة المهر المؤجل

مہر مؤجل بلاتعیین مدت اور مہر مسکوت عنہ میں مدتِ ادائیگی موت ہوگی یا طلاق؟ یا معجلاً ادائیگی ضروری ہوگی؟ مسئلہ ھذا میں مہر کی صورتیں، ان میں فرق کی تنقیح، ہر صورت سے متعلق صریح فقہی عبارات، دیگر اردو فتاوی میں پایا جانے والا تعارض محیط، بدائع، ھندیۃ اور شامیۃ کے صریح حوالہ جات کی روشنی میں مہر مؤجل بلاتعیینِ مدت اور مہر مسکوت عنہ سے متعلق ایک نادر اور مکمل تحقیقی فتوی

(۶۰)القول بالمساواة فی ان الفتوی علی ظاهر الروایة فی نفقة الزوجات

ایک یا ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ادائیگی نفقہ شوہر کی حالت کے بقدر ہوگا یا میاں اور بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہوگا۔ مسئلہ ھذا سے متعلق فقہی عبارات، شرعی نصوص، دلالۃ النص یا قیاس سے اثبات، کتبِ فقہ کی روشنی میں ظاہر الروایۃ کی ترجیح اور متعلقہ ابحاث پر تفصیلی اور تحقیقی فتوی

(۶۱)فلاح الدارین فی حقوق الزوجین

زوجین میاں، بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق اور معاشرتی زندگی کی تفصیلات کا بیان

(۶۲)أقوال الفقهاء فی استمتاع الزوجین عن فرج الآخر عند الجماع

ہمبستری کے وقت زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ سے استمتاع اور مذاہب اربعہ کی تفصیلات کا بیان

(۶۳)بیان المعانی فی الزواج الثانی

دوسری شادی کی شرائط اور مساوات پر قدرت کے وقت اس کا حکم، مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا مدلل بیان

Marfat.com

نجم الفتاوی جلد سادس کے تحقیقی فتاوی

(٦٤) المذاهب والروایات فی الألفاظ الکنایات

الفاظ کنایات سے طلاق اور اس میں نیت اور احتمال طلاق سے متعلق مذاہب کی تفصیل اور دیگر امور پر شافی بحث

(٦٥) ذکر القرائن لعدم الحاق البائن بالبائن

طلاق بائن مطلقا طلاقِ بائن سے ملحق نہیں ہوتی، چاہے صریح بائن ہو یا کنائی بائن۔ اس سلسلے میں شامیہ کی عبارات میں پایا جانے والا تعارض، اس کا دفیعہ، مطلقا عدمِ الحاق کی وجہ اور بہت سی مغلق ابحاث سے متعلق تفصیلی فتوی

(٦٦) الدر الغربی فی تحقیق لفظ [احسبی وافرضی]

احسبی، افرضی یعنی [سمجھ لے تجھے طلاق ہے] یا [سمجھ لے کاغذ ہے، کاغذ ہے، کاغذ ہے] وغیرہ سے طلاق کا بیان

(٦٧) الحرف النہائی فی جعل الصریح قرینۃ للنیۃ فی الکنائی

الفاظ کنائی سے طلاق کیلئے نیت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن بسا اوقات کنائی کے ساتھ صریح الفاظ کا استعمال کنائی سے نیتِ طلاق ہونے پر دال بن جاتا ہے، صریح کب دال بنتا ہے؟ نیز مسئلہ ھذا سے متعلق ابحاث پر شافی وکافی فتوی

(٦٨) ھدایۃ الباری فی تحقیق "کاروکاری"

کاروکاری کی رسم، اس میں کئے جانے والے قتل، الزام اور وقوع طلاق سے متعلق اہم فتوی

(٦٩) رفع الالتباس عن مسئلۃ الطلاق الثلاث

تین طلاقوں کے تین ہونے اور غیر مقلدین کے جاری کردہ فتوی پر تفصیلی استدراک، متعلقہ امور پر شافی وکافی تحقیق

Marfat.com

(٧٠)جهد الرقاق فى الاضافة الى المرأة عند تلفظ الطلاق

الفاظ طلاق کے تلفظ کے وقت بیوی کی طرف ان کی اضافت کا مطلب، درجات اور متعلقہ ابحاث پر سیر حاصل فتوی

(٧١)شفاء المريض فى عدم ايقاع الطلاق بألفاظ التفويض

لفظ[أمرک بیدک] تفویض طلاق کیلئے آتا ہے یا وقوع طلاق کیلئے؟ درمختار کی ایک عبارت کی مدلل وضاحت

(٧٢)التوضيح فى بيان أنواع الكتابة والتوقيع

کتابت طلاق اور اس میں نیت کا دخل، تحریر مرسومہ اور غیر مرسومہ کی تعیین، غیر کے لکھے طلاق نامے پر دستخط کا حکم اور متعلقہ ابحاث پر مدلل اور نادر فتوی

(٧٣)التهنئة والتبريك فى أصول التعليق

تعلیق طلاق کے اصول، نیز تعلیق کی صورت میں جزاء دفعۃً واحدۃ واقع ہوتی ہے یا تنجیز کی طرح ترتیب وار؟ ثمرہ فرق کی مدلل وضاحت

(٧٤)الجواب الكامل برفع الشبهات عن طلاق الهازل

ھازل (مذاق میں طلاق دینے والے) کی طلاق کے وقوع سے متعلق بعض اشکالات کا رفع اور شامیۃ کی عبارات کی مدلل توضیح

(٧٥)فك العانى بقتل الزانى

بیوی سے زنا کرتے ہوئے دیکھا اور زانی کو موقع پر قتل کر دیا، مسئلہ ھذا سے متعلق فقہی عبارات، شرعی نصوص، ھندوانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور اس کی تنقیح بحث لعان، شان نزول، سیاق وسباق کا لحاظ رکھتے ہوئے تفصیلی فتوی

(٧٦)القول الحامد فى احالة النسب الى النكاح الفاسد

اگر نسب کو نکاح صحیح اور نکاح فاسد دونوں کی طرف منسوب کرنا ممکن ہو تو نسب کے ثبوت، مصالح اور مختلف صورتوں کا

Marfat.com

بیان

(٧٧)بناء الدعامة بنقل الفتوی علی القول المفتی به فی مسئلة الحضانة

مسئلہ حضانت میں ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا جائے گا یا مفتی بہ قول پر؟؟ نیز مسئلہ کی علت، کتب کثیرۃ سے نقلِ فتوی اور مسئلہ ھذا سے متعلق امور پر مفصل فتوی۔

Marfat.com